اقبال مجددی
4722

# توزک جہانگیری

(جلد اوّل)

انگریزی ترجمہ

**الیکزینڈر راجرس (آئی.سی.ایس)**

حاشیے اور ایڈیٹنگ

**ہنری بیورج (آئی .سی.ایس)**

اردو ترجمہ معہ حواشی

**اقبال حسین**

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارتِ ترقی انسانی وسائل (حکومتِ ہند)

ویسٹ بلاک ۱، آر. کے. پورم، نئی دہلی 110 066

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

**Tuzak Jahangeri, Vol. I**
*Translated by*
**Iqbal Husain**

133388

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت : اپریل، جون 2004، شک 1926
پہلا اڈیشن : 1100
قیمت : -/165
سلسلۂ مطبوعات : 1157
کمپوزنگ : پرنس گرافکس، Tel. 24963540

ISBN : 7587 : 055 - 9

ناشر: ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک-1، آر. کے. پورم، نئی دہلی 66
طابع: لاہوتی پرنٹ ایڈس، جامع مسجد، دہلی 110006

Marfat.com

# پیش لفظ

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق نطق اور شعور کا ہے۔ ان دو خداداد صلاحیتوں نے انسان کو نہ صرف اشرف المخلوقات کا درجہ دیا بلکہ اسے کائنات کے اُن اسرار و رموز سے بھی آشنا کیا جو اسے ذہنی اور روحانی ترقی کی معراج تک لے جاسکتے تھے۔ حیات و کائنات کے مخفی عوامل سے آگہی کا نام ہی علم ہے۔ علم کی دو اساسی شاخیں ہیں باطنی علوم اور ظاہری علوم۔ باطنی علوم کا تعلق انسان کی داخلی دنیا اور اس دنیا کی تہذیب و تطہیر سے رہا ہے۔ مقدس پیغمبروں کے علاوہ، خدارسیدہ بزرگوں، سچے صوفیوں اور سنتوں اور فکر رسا رکھنے والے شاعروں نے انسان کے باطن کو سنوارنے اور نکھارنے کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ سب اسی سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ ظاہری علوم کا تعلق انسان کی خارجی دنیا اور اس کی تشکیل و تعمیر سے ہے۔ تاریخ اور فلسفہ، سیاست اور اقتصاد، سماج اور سائنس وغیرہ علم کے ایسے ہی شعبے ہیں۔ علوم داخلی ہوں یا خارجی ان کے تحفظ و ترویج میں بنیادی کردار لفظ نے ادا کیا ہے۔ بولا ہوا لفظ ہو یا لکھا ہوا لفظ، ایک نسل سے دوسری نسل تک علم کی منتقلی کا سب سے موثر وسیلہ رہا ہے۔ لکھے ہوئے لفظ کی عمر بولے ہوئے لفظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے انسان نے تحریر کا فن ایجاد کیا اور جب آگے چل کر چھپائی کا فن ایجاد ہوا تو لفظ کی زندگی اور اس کے حلقۂ اثر میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔

کتابیں لفظوں کا ذخیرہ ہیں اور اسی نسبت سے مختلف علوم و فنون کا سرچشمہ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا بنیادی مقصد اردو میں اچھی کتابیں طبع کرنا اور انھیں کم سے کم قیمت پر علم و ادب کے شائقین تک پہنچانا ہے۔ اردو پورے ملک میں سمجھی جانے والی بولی جانے والی اور پڑھی جانے والی زبان ہے بلکہ اس کے سمجھنے، بولنے اور پڑھنے والے اب

Marfat.com

ساری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کونسل کی کوشش ہے کہ عوام اور خواص میں یکساں مقبول اس ہر دلعزیز زبان میں اچھی نصابی اور غیر نصابی کتابیں تیار کرائی جائیں اور انھیں بہتر سے بہتر انداز میں شائع کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کونسل نے مختلف النوع موضوعات پر طبع زاد کتابوں کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی معیاری کتابوں کے تراجم کی اشاعت پر بھی پوری توجہ صرف کی ہے۔

یہ امر ہمارے لیے موجب اطمینان ہے کہ ترقی اردو بیورو نے اور اپنی تشکیل کے بعد قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان نے مختلف علوم و فنون کی جو کتابیں شائع کیں ہیں، اردو قارئین نے ان کی بھرپور پذیرائی کی ہے۔ کونسل نے اب ایک مرتب پروگرام کے تحت بنیادی اہمیت کی کتابیں چھاپنے کا پروگرام شروع کیا ہے، یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جو امید ہے کہ ایک اہم علمی ضرورت کو پورا کرے گی۔

اہلِ علم سے میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ اگر کتاب میں انھیں کوئی بات نادرست نظر آئے تو ہمیں لکھیں تاکہ جو خامی رہ گئی ہو وہ اگلی اشاعت میں دور کردی جائے۔


ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ

ڈائرکٹر

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ ترقیِ انسانی وسائل، حکومت ہند، نئی دہلی


Marfat.com

# فہرست


- عرض مترجم ............ 7
- دیباچہ ............ 17
- پہلا باب، سنہ جلوس اول ............ 25
- سنہ جلوس دوم ............ 98
- سنہ جلوس سوم ............ 142
- سنہ جلوس چہارم ............ 156
- سنہ جلوس پنجم ............ 166
- سنہ جلوس ششم ............ 189
- سنہ جلوس ہفتم ............ 200
- سنہ جلوس ہشتم ............ 225
- سنہ جلوس نہم ............ 245
- سنہ جلوس دہم ............ 261
- سنہ جلوس یازدہم ............ 293
- سنہ جلوس دوازدہم ............ 338
- اشاریہ ............ 405
- کتابیات ............ 459




Marfat.com

Marfat.com

# عرض مترجم

توزک جہانگیری کی کئی مطبوعات ہند، و بیرون ہند میں موجود ہیں۔ ان کی نشاندہی بیورج نے اپنے مقدمہ میں کی ہے۔ جب قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی نے مجھے توزک کے راجرس اور بیورج کے انگریزی ترجمہ کو اردو میں ترجمہ کرنے کی ذمہ داری سونپی تو یہ خیال تھا کہ کم از کم علی گڑھ میں توزک جہانگیری کے موجود مخطوطات، فوٹو کاپی اور مطبوعہ متن سے مدد لے کر اردو ترجمہ کو مزید جامع اور مکمل طور پر پیش کروں، لیکن اس میں کافی دشواریاں پیش آئیں۔ مجبوراً سرسید کے مرتب کردہ توزک کے مطبوعہ متن پر قناعت کرنی پڑی لیکن چند صفحات کے بعد بیورج کے بیان کی تائید ہوگئی کہ سرسید کے مطبوعہ متن میں بھی جابجا خامیاں موجود ہیں، بالآخر انگریزی ترجمہ پر بھروسہ کرنا پڑا اور اس میں جہاں کہیں شک و شبہات نظر آئے تو مطبوعہ متن سے مدد لے کر ترجمہ کرنے کو ترجیح دی گئی۔

توزک جہانگیری شہنشاہ جہانگیر کے عہد کی اہم ترین کتابوں میں ایک ہے۔ یہ تاریخ سے زیادہ روزنامچہ ہے جس کا بیشتر حصہ خود جہانگیر کے قلم سے لکھا گیا ہے۔ سترہویں سنہ جلوس میں جب اس کی صحت زیادہ خراب ہوگئی تو اس نے یہ ذمہ داری معتمد خاں کو سونپ دی۔ جہانگیر لکھتا ہے: ''کمزوری کی وجہ سے جو مجھے دو سال سے لاحق ہے اور اب بھی جاری ہے، میرا دل، دماغ کا ساتھ نہیں دیتا۔ میں اہم واقعات و سانحات کی یادداشت نہیں تیار کرپاتا، اب جبکہ معتمد خاں دکن سے آگیا ہے میں نے حکم دیا کہ اس تاریخ کے بعد سے جہاں تک میں نے لکھا ہے، وہ (معتمد خاں) اپنے قلم سے لکھے گا اور میری توزک میں شامل کرے گا، جو بھی واقعات اس کے بعد وقوع پذیر ہوں وہ اسے ایک روزنامچہ کی طرح تحریر کرے اور میرے پاس تصدیق کے لیے بھیجے۔ اس کے بعد اس کی نقلیں کتاب کے لیے تیار کی جائیں گی۔'' اس طرح سترہویں سنہ جلوس تا انیسویں سنہ جلوس تک کا حال معتمد خاں کے قلم سے ہے اور جہانگیر کی نظر سے گذر چکا ہے۔



Marfat.com

بیورج کی انگریزی توزک، جس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، جہانگیر کے عہد حکومت کے اہم واقعات و سانحات کو پیش کرتی ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ جس میں بارہ سال کے واقعات و حالات درج ہیں اور دوسرے حصہ میں بقیہ سات برسوں کے۔

توزک جہانگیری کے مطالعہ سے ہمیں جہانگیر کے رجحانات، اس دور کے اہم واقعات، مذہبی و ثقافتی زندگی، رسم و رواج کے متعلق بہت کچھ علم ہوتا ہے۔ توزک سے جہانگیر کی شخصیت کے مختلف پہلو اجاگر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے والد اکبر کی طرح اتنا بردبار، متحمل مزاج اور غیر متعصب نہیں تھا تاہم اکثر مواقع پر اس کے اندر اکبر کی بعض خصوصیات کی جھلک نظر آتی ہے۔

جہانگیر انتظامی امور میں کامل طور پر ضوابط و قواعد کی پابندی پسند کرتا تھا۔ اس کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دیتا تھا، جیسا کہ اس نے قزلباش خاں نائب صوبہ دار گجرات کے ساتھ کیا تھا۔ قزلباش، صوبہ دار گجرات کی اجازت کے بغیر جہانگیر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔[1] اسی طرح اس نے صفدر خاں صوبہ دار کشمیر کو اس کی بری حرکتوں کی وجہ سے برطرف کردیا تھا۔[2] وہ انصاف کا شیدائی اور انصاف پرور تھا۔ اس نے عوام کی شکایات و فریاد سننے کے لیے آگرہ کے قلعہ میں زنجیر عدل اسی لیے لگوائی تھی تاکہ وہ دادرسی کرسکے۔ امرا یا کسی بڑے یا چھوٹے عہدہ دار کے خلاف شکایات کی وہ معتمد امرا سے تحقیقات کراتا تھا یا خود تحقیق کرتا۔ ہوشنگ، خاں عالم کے بھائی کے بیٹے نے ایک شخص کو ہلاک کردیا تھا۔ جہانگیر نے اسے طلب کرکے واقعہ کی تفتیش کرائی اور اس کا جرم ثابت ہونے کے بعد اسے موت کی سزا دے دی۔[3] سید کبیر کا بھی یہی انجام ہوا کیونکہ اس نے ایک معمولی قضیہ پر راجہ گردھر کو قتل کردیا تھا۔[4] جہانگیر ایک شفیق باپ کے ساتھ ایک حکمراں بھی تھا اور مشہور مقولہ کے مطابق "بادشاہت کسی رشتہ کو نہیں جانتی" وہ پوری طرح سے اس پر کاربند تھا، خسرو کی بغاوت پر اس کا شدید ردعمل توزک

---

1 توزک، جلد اول، ص 289

2 توزک، جلد اول، ص 303

3 توزک، جلد دوم، ص 211

4 توزک، جلد دوم، ص 283-84



Marfat.com

کے اوراق میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اس نے اسے کبھی معاف نہیں کیا۔ بغاوت کرنے والوں کو اس نے سخت ترین سزائیں دیں۔ اس نے ان کو زندہ جانوروں کی کھالوں میں سلوا دیا۔[1] شاہ جہاں کے ہم نوا باغیوں کو بالخصوص امرا جیسے محترم خاں، خلیل بیگ اور فدائی خاں کو موت کی سزا دی۔[2] ایک بیوہ کی شکایت پر اس نے اپنے قدیم اور معتمد امیر مقرب خاں کے منصب کو گھٹا کر نصف کر دیا کیونکہ اس کے ایک ملازم نے زبردستی ایک عورت کو بند کر رکھا تھا اور بعد میں ہلاک کر دیا تھا۔[3] حکومت کے نظم و نسق کو بہتر طور پر قائم رکھنے کے لیے وہ پوری دل چسپی لیتا تھا اور خصوصاً شہزادوں اور امرا کی کارکردگیوں پر پوری نظر رکھتا تھا۔ مغل نظام حکومت میں واقعہ نویس کا عہدہ اہم تھا۔ واقعہ نویس اپنے مراسلات کے ذریعہ ایک طرح سے براہ راست بادشاہ سے مخاطب ہوتا تھا۔ گجرات کا صوبہ دار عبداللہ خان فیروز جنگ، ایک تجربہ کار اور بڑا امیر تھا۔ وہ عابد خاں واقعہ نویس سے اس لیے خفا ہو گیا تھا کہ اس نے اس کی بعض قابل اعتراض اور مملکت کے خلاف حرکات کی اطلاع بادشاہ کو دی تھی۔ جہانگیر نے عبداللہ خاں کے خلاف تادیبی کارروائی کی۔ شاہ جہاں کے ساتھ بغاوت میں شریک امرا اور عبدالرحیم خان خاناں پسر بیرم خان بھی تھے۔ ان کا مرتبہ اور مغلوں سے وفاداری مسلم تھی لیکن جہانگیر ان کی شاہ جہاں کی حمایت برداشت نہ کر سکا۔ وہ اس کا ذکر سخت ترین الفاظ میں کرتا ہے۔[4] خسرو کی بغاوت سے جہانگیر اس حد تک ناراض تھا کہ جب اسے اس کی موت کی خبر ملی تو وہ کسی قسم کے اظہار افسوس کی ضرورت نہیں محسوس کرتا اور اس خبر کا ذکر توزک میں روزمرہ کے ایک عام واقعہ کی طرح کرتا ہے۔[5]

تجربات کی روشنی میں جہانگیر نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ قتل کی سزا والے مجرموں کو فوراً قتل نہ کیا جائے بلکہ سورج کے غروب ہونے تک انتظار کیا جائے۔ اگر اس وقت تک اس کی رہائی کا حکم نہ ملے تو اسے ضرور قتل کر دیا جائے۔[6]

---

1. توزک، جلد دوم، ص 69-70
2. توزک، جلد دوم، ص 249
3. توزک، جلد دوم، ص 172
4. توزک، جلد دوم، ص 249-50
5. توزک، جلد دوم، ص 228
6. توزک، دوم، ص 28، ظاہر ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ غصے کے عالم میں دیے گئے حکم پر نظر ثانی کی گنجائش رہے۔ مترجم



Marfat.com

جہانگیر سرکاری خزانہ کی ڈکیتی اور رہ زنی پر ڈاکوؤں کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے روندواکر مار ڈالتا تھا اور دیگر سخت سزائیں دیتا تھا۔[1] جہانگیر بذات خود ہر حال میں عوام کو انصاف دینا چاہتا تھا۔ شدید بیماری اور کمزوری کے عالم میں بھی اس نے اپنے دستور کو برقرار رکھا اور سخت تکلیف کے باوجود وہ جھروکہ درشن کے لیے جاتا تاکہ لوگوں کی دادرسی کر سکے۔[2]

جہانگیر وفاداری کا قدردان تھا، وہ وفادار ملازمین اور امرا کو نہ صرف انعام و اکرام سے نوازتا تھا بلکہ ان کی سفارش اور ضمانت قبول کرکے سنگین الزامات کے جرم میں ملوث افراد کو رہا کردیتا تھا اور ان کو ان کے اصل منصب پر بحال بھی کردیتا تھا۔ اس نے راجہ مان کو جو گوالیار کے قلعہ میں قید تھا مرتضٰی خاں کی سفارش پر رہا کرکے اس کے اصل منصب پر بحال کردیا تھا۔[3] اسی طرح اس نے سبحان قلی کو بھی بلوچ خاں قراول بیگی کی ضمانت پر معاف کردیا تھا۔[4]

عہد وسطیٰ میں کئی طرح کی سماجی خامیاں صدیوں سے چلی آرہی تھیں۔ ان میں بچوں آختہ کرکے انھیں زنخہ بنا دینے کی تجارت بھی تھی۔ جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد واضح طور پر اصلاحی اور انتظامی احکاماتٔ جاری کیے تھے ان میں آختہ نہ کرنے کا بھی حکم تھا۔[5] احکامات کے باوجود یہ رسم قبیحہ جاری رہی۔ 1610 میں افضل خاں صوبہ دار بہار نے چند ایسے افراد کو گرفتار کرکے جہانگیر کے پاس بھیجا جو ممانعت کے باوجود اس رسم کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے ان بے عاقبتوں کو عمرقید کی سزا دی۔[6]

جہانگیر کے عہد میں ستی کارواج تھا لیکن کشمیر کے راجور کے علاقہ میں غریب ہندو لڑکی کی پیدائش کے بعد اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالتے تھے۔ شوہر کے مرنے کے بعد عورت ستی نہیں ہوتی تھی بلکہ اسے اس کے شوہر کے ساتھ زندہ زمین میں دفن کردیا

---

1. توزک، جلد دوم، ص 331
2. توزک، جلد دوم، ص 16
3. توزک، جلد اول، ص 301
4. توزک، دوم، ص ص 28-27
5. توزک، جلد اول، ص 168
6. توزک، جلد اول، ص 168



Marfat.com

جاتا تھا۔[1] جہانگیر نے ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ شاید اس نے مداخلت سے دیدہ و دانستہ گریز کیا کیونکہ وہ اسے ہندوؤں کا مذہبی معاملہ سمجھتا تھا۔

اکبر کی طرح جہانگیر بھی کسانوں کی فلاح و بہبود میں دلچسپی لیتا تھا۔ فوج کے کوچ یا شاہی شکار کے دوران اگر کھڑی فصل کو نقصان پہنچتا تو وہ نقصان زدہ فصل کا جائزہ لے کر رعیت کو ان کے نقصان کا معاوضہ ادا کرتا۔[2]

مملکت کی وسعت نے اس کے مسائل میں بھی اضافہ کردیا تھا۔ ان میں سے ایک مفلسی اور غربت بھی تھی۔ آج کے دور کی طرح کام اور وسیلے پیدا کرنے کی بجائے جہانگیر کا ذہن ان کو بھوک سے بچانے تک محدود رہا۔ تاہم یہ بھی قابل قدر ہے کہ وہ ان افلاس زدہ لوگوں کے بارے میں بھی سوچتا تھا جو شہروں بالخصوص بڑے شہروں میں فاقہ کشی کا شکار تھے۔ اس نے ایک حکم جاری کیا تھا کہ مملکت کے تمام بڑے شہروں جیسے احمد آباد، الہ آباد، آگرہ، دہلی اور لاہور میں بلغار خانے (پکے ہوئے کھانے تقسیم کرنے کی جگہ) بنائے جائیں۔ چھ مقامات پر بلغار خانے قائم ہوگئے اور چوبیس دیگر مقامات پر قائم کرنے کے احکام جاری کیے گئے۔[3]

جہانگیر قدیم خاندانوں کو برقرار رکھنے کی سیاست میں یقین رکھتا تھا۔[4] بشرطیکہ آئین جہاں بانی کے مطابق وہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوں۔ رانا پرتاپ اور اکبر کے درمیان سیاسی معرکہ آرائی سے سب ہی واقف ہیں۔ رانا پرتاپ کی موت کے بعد ان کے اخلاف نے اپنی جدوجہد کچھ دنوں تک جاری رکھی اور بالآخر مغلوں کی حاکمیت تسلیم کرلی۔[5] ان میں رانا امر سنگھ کو شاہ جہاں کی سفارش پر، جہانگیر نے ایک خاص فرمان (پنجہ مبارک) بھیج کر اس کے شک و شبہات دور کیے۔[6] وہ خود لکھتا ہے، "ذہنی طور پر میری یہ خواہش تھی کہ جہاں تک ممکن ہو قدیم خاندانوں کو تباہی سے بچایا جائے۔[7]" جہانگیر

---

1. تو زک، جلد اول، ص 181
2. تو زک، جلد اول، ص 163
3. تو زک، جلد اول، ص 204
4. تو زک، جلد دوم، ص 154، جلد اول ص 274
5. تو زک، جلد دوم، ص 273
6. تو زک، جلد دوم، ص 274، ٹاڈ، راجستھان، جلد اول، ص 383 اور 411
7. تو زک، جلد دوم، ص 274



Marfat.com

کے ایما پر شاہ جہاں نے رانا کی دل جمعی اور خوشی کے لیے ملا شکر اللہ اور سندر کو اپنے مراسلہ کے ساتھ بھیجا تھا۔[1]

جہانگیر کی شخصیت کا جابرانہ اور قاہرانہ رخ اس کے شکار سے از حد لگاؤ میں نظر آتا ہے۔ اس کی بندوق کی گولی کا شکار بے شمار جانور ہوئے۔ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ 56 دنوں کے اندر اس نے 1362 جانور شکار کیے۔[2] ان جانوروں میں خون خوار شیر بھی تھے اور بے زبان پرندے و چرندے بھی۔ وہ اپنے بہیمانہ شکار پر کوئی تاسف کا اظہار نہیں کرتا۔ اپنی تخت نشینی سے پہلے الہ آباد میں اس نے عہد کیا تھا کہ جب وہ پچاس برس کا ہوجائے گا تو بندوق سے شکار کرنا چھوڑ دے گا۔[3] لیکن شاہ جہاں کی بغاوت کے بعد اس کے اندر نیم خوابیدہ درندگی بیدار ہوگئی اور وہ اسی زور و شور سے شکار میں مصروف ہوگیا۔ بعض اوقات وہ اتنا غضب ناک ہوجاتا تھا کہ معمولی سی غلطی پر وہ لوگوں کو مروا دیتا تھا یا مفلوج کردیتا تھا۔ شکار کے دوران ایک جلودار اور دو کہاروں کے اچانک سامنے آجانے کی وجہ سے وہ شکار نہیں کرسکا۔ طیش میں آکر اس نے جلودار کو مروا دیا اور کہاروں کو مفلوج کرکے پورے لشکر میں پھرایا۔[4]

جہانگیر مذہبی اور مملکت کے امور میں اکبر کی پیروی کرنا چاہتا تھا۔[5] لیکن توزک سے کئی مثالیں ایسی مل جاتی ہیں جس سے نہ وہ اکبر کا پیرو نظر آتا ہے اور نہ ہی شریعت کا۔ یہ ضرور ہے کہ اکبر کی طرح اس کے اندر بھی مذہب کے متعلق تحقیق و تجسس کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا لیکن جہاں بھی اس کے ذاتی مفاد سے مذہبی نظریات کا ٹکراؤ ہوتا یا وہ خود ان نظریات سے خود کو غیر محفوظ سمجھتا وہ اس سے سختی سے پیش آتا۔ اس معاملہ میں نہ کوئی اس کا رشتہ دار تھا اور نہ بیٹا اور نہ ہی ہم مذہب، مذہبی عالم و رہنما۔ وہ مطلق العنان بادشاہ تھا اور اسی طرح فیصلے کرتا تھا اور ان پر عمل کرتا تھا۔ شیخ احمد سرہندی، گردارجن، خسرو اور خرم کے ساتھ اس کے جابرانہ اور قاہرانہ برتاؤ اس کا

---

1. توزک جہانگیری، جلد اول، ص 274
2. توزک جہانگیری، جلد اول، ص 104
3. توزک جہانگیری، جلد دوم، ص 35
4. توزک جہانگیری، جلد دوم، ص 184
5. توزک جہانگیری، جلد اول، ص ص 7 تا 10، جہانگیر کے بارہ احکام



Marfat.com

مظہر ہیں۔

1610 بقر عید کا تہوار جمعرات کے دن تھا۔ جہانگیر نے بغیر کسی عالم یا مفتی کی رائے طلب کیے ہوئے حکم جاری کیا کہ چونکہ جمعرات کو کسی بھی جاندار کی قربانی مملکت میں ممنوع تھی اس لیے بقر عید کے دن کی جانے والی قربانیاں دوسرے دن کی جائیں۔[1]

جہانگیر وحدانیت کا قائل تھا۔وہ اللہ پر مکمل بھروسہ رکھتا تھا اور ہر مشکل وقت میں اسی سے مدد کا طالب ہوتا تھا اور خوشی کے عالم میں بھی وہ اسی کی بارگاہ میں سربسجود ہوتا اور عجز و نیاز کا اظہار کرتا۔[2] وہ شرعی نقطہ نگاہ سے پکا مسلمان نہیں تھا، تاہم وہ نماز پڑھتا تھا اور رات کا کچھ حصہ شب بیداری میں گذارتا کیونکہ اس کی نظر میں یہ چند روزہ زندگی بے فکری کے ساتھ گذارنے کے لیے نہیں۔ وہ مذہب کے متعلق رواداری اور آزادی کا قائل تھا۔ اسے یہ پسند نہیں تھا کہ لوگوں کو جبراً تبدیلی مذہب پر مجبور کیا جائے۔[3] اس نے سرحد پر تعینات امرا اور دیگر عہدہ داروں کو ہدایت دے رکھی تھی کہ کسی کو جبراً اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔[4]

جہانگیر بین المذہب شادی کا موئد بھی تھا اور مخالف بھی۔ خود اس نے اپنی اور اپنے بیٹوں کی شادیاں ہندو راجپوت خاندانوں میں کیں لیکن کشمیر میں وہ بین المذہب شادیوں پر خوش نہیں ہوا اور اس پر پابندی عائد کردی۔[5] کانگڑہ کے قلعہ کی فتح کے بعد اس نے وہاں قلعہ کی چوٹی پر ایک بیل کی قربانی کی اور سجدہ شکر بجا لایا۔[6] وہ ہندو تہوار اور کئی ہندو رسومات کو مانتا تھا اور سورج اور چاند گرہن کے وقت وہ بڑی عقیدت سے خیرات تقسیم کرتا تھا۔[7]

جہانگیر اپنے والد اکبر کی طرح علما و فضلا کی صحبت، ان سے گفتگو اور دینی مباحث کا رجحان تو نہیں رکھتا تھا لیکن گاہ گاہ مشہور علماء اور سنیاسیوں کی صحبت سے فیض

---

1. توزک، جلد اول، ص 189
2. توزک، جلد دوم، ص 14
3. توزک، جلد اول، ص 205
4. توزک، جلد اول، ص 205
5. توزک، جلد دوم، ص 181
6. توزک، جلد دوم، ص 223
7. توزک، جلد دوم، ص 186



Marfat.com

ضرور اٹھاتا تھا۔ اکبر کی طرح وہ بھی جدروپ سنیاسی کا مداح تھا۔ 1617 میں جب وہ اجین پہونچا تو اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے وہ جدروپ کے پاس خود گیا۔ جہانگیر جدروپ کے تبحر علمی اور سادگی سے بہت متاثر ہوا۔ وہ اس کی صحبت سے بہت خوش ہوا اور اس سے کئی بار ملاقات کی[1] اور اس سے ملاقات اور گفتگو کو اپنے لیے باعث فخر سمجھا۔[2] وہ لاہور کے میاں محمد شفیع میر کے زہد و تقویٰ اور علم کی شہرت سن کر ان سے ملا۔ ان کی صحبت سے فیض یاب ہونے پر خوشی اور سکون کا اظہار کیا۔[3]

جہانگیر فطرت کا شیدائی تھا۔ خوبصورت پھول، پودے، درخت، آبشار، مرغزار، کہسار اور وادیوں کو دیکھ کر وہ بے قرار ہوجاتا تھا وہ اپنی دلی کیفیات کو مختلف انداز میں توزک میں پیش کرتا ہے۔ کشمیر اسے بے حد پسند تھا بعض مقامات کی دل کشی اور چشموں و آبشاروں کے حسن سے متاثر ہوکر وہاں اپنی رہائش گاہیں اور عمارتیں تعمیر کروائیں اور ان کی حفاظت کے انتظامات کیے۔ عمر کے آخری دور میں وہ ہماچل کی وادیوں میں بھی پہنچا۔ وہاں قدرت کی صناعی کی اور صحت مند آب و ہوا کی بہت تعریف کرتا ہے۔[4]

وہ پھلوں اور میوہ جات کا بھی شوقین تھا۔لیکن اسے تمام پھلوں میں آم سب سے زیادہ پسند تھے۔ جب وہ کابل و قندھار کے پھلوں کا ذکر کرتا ہے تو ان کی خوبیوں کا بیان کرنے کے بعد وہ ہندستانی پھلوں کے ذکر پر آجاتا ہے اور اس کی بہت تعریف کرتا ہے۔

جہانگیر کی شخصیت کا ایک اہم پہلو اس کی آدمیت ہے وہ ایک مطلق العنان فرمانروا ہے لیکن خوشی اور غم کے موقعہ پر وہ اپنے فطری انسانی جذبات پر قابو نہیں پاتا۔ وہ اپنے والد سے بے پناہ عقیدت و احترام کے جذبات رکھتا تھا۔ خرم کی بیٹی چمنی بیگم کے مرنے پر اس کے غم و اندوہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دو دنوں تک اس نے خادموں کو اپنے پاس آنے نہیں دیا۔[5] وہ تیسرے دن خرم کے پاس تعزیت کے لیے گیا

---

1. توزک، جلد اول، صفحات 259,255-56

2. توزک، جلد دوم، ص 50-49 ,53-52، احمد آباد میں بھی وہ ایک غیر معروف سنیاسی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ توزک، دوم، ص 23

3. توزک، جلد دوم، ص 119

4. توزک، جلد دوم، ص 26-225

5. توزک، جلد اول، ص 327



Marfat.com

تو اشک بار آنکھوں سے اس سے ملا، اسے دلاسا دیا اور کئی دنوں تک اس کے ساتھ رہا۔[1] وہ کلیان لوہار کی موت پر بھی عام انسانوں کی طرح غم زدہ ہوا اور افسوس کا اظہار کیا۔[2]

جہانگیر کی زندگی کا ایک اہم کردار نورجہاں بیگم تھیں جو اپنے پہلے شوہر شیر افگن کی موت کے بعد جہانگیر کے حرم میں داخل ہوئیں۔ آج تک یہ کہانی رائج ہے کہ جہانگیر نے اپنی والہانہ محبت سے مجبور ہو کر شیر افگن کا قتل کرا دیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم عصر مورخین اور یورپی سیاح اس قسم کی کسی بھی بات کا ذکر نہیں کرتے جبکہ یورپی سیاحوں نے مغل شہزادوں کے متعلق بعض شرمناک کہانیوں کا ذکر کیا ہے۔ توزک کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جہانگیر بھی شیر افگن کی موت کو ایک حادثہ ہی لکھتا ہے۔[3]

توزک کے مطالعہ سے ہمیں جہانگیر کی بے باکی اور صاف گوئی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے غیض و غضب میں دیے ہوئے فیصلوں کو من و عن لکھتا ہے اور ان فیصلوں کا بھی بیان کرتا ہے جو اس نے سوچ سمجھ کر ٹھنڈے دل و دماغ سے کیے تھے۔ ان میں شیخ ابوالفضل کا قتل بھی ہے۔ وہ بے جھجک اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اس نے راجہ بیر سنگھ بندیلہ کو اس کام پر مامور کیا تھا کیونکہ بقول جہانگیر وہ اکبر کو اس کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔[4] جب وہ ابوالفضل کے قتل کو نہیں چھپاتا تو یہ بات اس کے کردار سے بعید نظر آتی ہے کہ شیر افگن کے قتل کو اس نے چھپایا ہو۔

جہانگیر اپنے بیٹوں میں شاہ جہاں کو کس قدر چاہتا تھا اس کا اندازہ توزک کے اوراق سے لگایا جاسکتا ہے۔ شاہ جہاں کی دکن میں مشغولیات اور جہانگیر پر نورجہاں کے بڑھتے ہوئے اثرات نے شاہ جہاں کو مشکوک کر دیا تھا۔ دریں اثنا ایران کے قندھار پر حملہ کی وجہ سے جہانگیر نے شاہ جہاں کو آگرہ طلب کیا لیکن اس نازک موقع پر اس کے لیت و لعل نے جہانگیر کو شدید ذہنی تکلیف پہنچائی۔ بیمار بادشاہ اور بیمار ہو گیا اور توزک کی تحریر کا کام معتمد خاں کو سونپنا پڑا۔ وہ بڑے دکھ کے ساتھ لکھتا ہے: "کیسے اپنے احوال

---

1. توزک، جلد اول، ص 327
2. توزک، جلد اول، ص ص 28-327
3. تفصیلات کے لیے دیکھیے توزک، جلد دوم، ص ص 12-211
4. توزک، جلد اول، ص ص 25-24



Marfat.com

لکھوں؟" جہانگیر کا جان سے عزیز بیٹا اپنی بغاوت کی وجہ سے "اقبال مند و خوش بخت" کی بجائے "بے دولت" ہوگیا۔ جہانگیر کی گرتی ہوئی صحت کا اندازہ توزک سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ شروع کے پندرہ سولہ برس کے بیان میں جہانگیر کا انداز ایک صحت مند اور فعال شخص کا ہے لیکن بعد کے برسوں کے احوال خصوصاً شاہ جہاں کی بغاوت کے بعد کے حالات کے تذکرہ میں جہانگیر ایک شکست خوردہ اور خالی الذہن شخص نظر آتا ہے جس کے بیان میں نہ وہ تیور نظر آتے ہیں اور نہ ہی جولانی طبع۔ گوکہ شاہ جہاں کی بغاوت ناکام ہوگئی لیکن جہانگیر کی گرتی ہوئی صحت پھر سنبھل نہ سکی اور وہ چند برسوں کے بعد ہی موت سے ہم آغوش ہوگیا۔

توزک کا اردو ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش کی گئی ہے کہ راجرس اور بیورج کے انگریزی ترجمہ کی روح کو برقرار رکھا جائے۔ تاہم کہیں کہیں اس سے تجاوز کرنا پڑا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت یہ بھی خیال رکھا گیا ہے کہ انگریزی ترجمہ کے صفحات حاشیوں میں دے دیے جائیں تاکہ قاری کو انگریزی صفحات کی تلاش میں دشواری نہ ہو۔

بیورج کے حاشیے بغیر اس کا نام لکھے دیے گئے ہیں جیسا کہ انگریزی متن کے ساتھ حاشیے دیے گئے ہیں۔ اگر کہیں بیورج کے حاشیوں سے اختلاف یا کوئی اضافہ کیا گیا ہے تو وہاں مترجم لکھ دیا گیا ہے تاکہ اسے بیورج کا حاشیہ نہ سمجھا جائے۔

احتیاط کے باوجود اگر کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کا ذمہ دار راقم الحروف ہے اور قارئین سے اس کی نشاندہی کے لیے درخواست گذار ہے۔

اقبال حسین

پروفیسر (تاریخ)،
علی گڈھ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ
4/1077، رضیہ ولا، سرسید نگر، علی گڑھ

18/ستمبر، 2001



Marfat.com

# دیباچہ

کئی برس پہلے مسٹر راجرس نے جہانگیر کی توزک کا ترجمہ سر سید احمد کے متن، مطبوعہ غازی پور 1863 اور علی گڑھ 1864 سے کیا تھا۔ متشرقین سید کی بے لوث محنت کے لیے بے حد ممنون ہیں لیکن ان کا متن، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک ہی اور ناقص مخطوطہ سے لیا گیا ہے جس میں زیادہ تر غلطیاں ہیں بالخصوص جہاں اصل نام آتے ہیں، میں نے اس کا تقابل انڈیا آفس لائبریری برٹش میوزیم کے شاندار مخطوطات سے کیا ہے جس کی بنیاد پر بہت سی غلطیوں کی اصلاح کر سکا ہوں۔ میں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی (آر، اے، ایس) میں محفوظ مخطوطہ کو بھی دیکھا ہے لیکن یہ صاف نہیں ہے۔ میں نے مسٹر راجرس کی اجازت سے ان کے ترجمہ پر نظر ثانی کی ہے اور بہت سے حاشیوں کا اضافہ کیا ہے۔

توزک کا ذکر ایلیٹ اور ڈاؤسن کی تاریخ 'ہسٹری آف انڈیا' کی چھٹی جلد میں بھی ہے جہاں مختلف تصحیحات کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ ڈاکٹر ریو (Rieu) کے "کٹیلاگ آف پرشین مینس کرپٹس' جلد اول ص 253 پر ان کا ایک قیمتی نوٹ بھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ توزک کے پہلے نو برسوں کا ترجمہ ارسکن نے کیا ہے جو برٹش میوزیم میں موجود ہے، میں نے اس ترجمہ کو بھی دیکھا ہے اور اس سے کافی مدد ملی ہے۔ اس مخطوطہ کا نمبر Add.26611 ہے۔ ترجمہ بلاشبہ بہت بہتر ہے جسے ایک اچھے مخطوطے سے کیا گیا ہے۔

ایک اور ترجمہ جسے ڈاکٹر ریو (Rieu) جہانگیر کی مسخ شدہ توزک کا نام دیتا ہے، میجر ڈیوڈ پرائس نے کیا ہے جسے اورینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے 1829 میں شائع کیا ہے۔ اس کے مولف کا نام نہیں معلوم اور اس کی تاریخ ناقابل حل گتھی ہے۔ اصل توزک کے مقابلہ میں اس میں کہیں کہیں زیادہ تفصیلات ہیں اور اس میں بعض دل کش بیانات ملتے ہیں جیسے اکبر کے بستر مرگ کے حالات، لیکن یقینی طور پر کم



Marfat.com

از کم جزوی طور پر اس میں تحریف کی گئی ہے اور اس میں ایسے بیانات ہیں جو جہانگیر نے کبھی نہیں دیے ہوں گے۔ مثلاً سہراب کے پسر مرزا رستم کی موت کا بیان جو پرائس کے ترجمہ کے آخری حصہ میں دیا گیا ہے (صفحات 139-138) اصل توزک کے احوال سے جو عہد سلطنت کے پندرہویں سال کے حالات میں (ص 293) پر اور اقبال نامہ (ص 139) پر ملتے ہیں، اس کا تقابل کیجیے۔ علاوہ اس کے کہ یہ تحریف شدہ توزک، اصل توزک کے مقابلہ میں بہت مختصر ہے اور پندرہویں سال کے آگے کا (حال) نہیں ملتا۔ پرائس کا ترجمہ بھی ایک اور نہایت ناقص مخطوطے[1] سے کیا گیا ہے جو اب رائل ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری میں موجود ہے۔ ڈاکٹر ریو لکھتے ہیں کہ یہ افسوسناک ہے کہ اس قدر برا تحریف شدہ توزک دنیا کے سامنے پیش کیا گیا اور رائل ایشیاٹک سوسائیٹی کی طرف سے شائع کیا گیا۔

جب جہانگیر نے اپنے پہلے بارہ سال کے عہد حکومت کا حال تحریر کیا تھا اسے اس نے ایک جلد میں رکھا تھا اور اس کی کئی نقلیں تیار کر کے تقسیم کی تھیں (ایلیٹ، جلد ششم، ص 360) اس کی پہلی نقل اس نے شاہ جہاں کو پیش کی جو اس وقت اس کا بہت چہیتا تھا۔ موجودہ مطبوعہ پہلے حصے کے توزک کا ترجمہ ہے لیکن مکمل توزک کا ترجمہ معہ معتمد خاں اور محمد ہادی خاں کے اضافوں کے ساتھ پورا کیا گیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اس کی طباعت اپنے وقت پر ہو جائے گی۔

جہانگیر نے 22 برس تک حکومت کی لیکن خراب صحت اور غم نے اسے اس کے عہد حکومت کے سترہویں برس میں توزک نہ لکھنے پر مجبور کر دیا۔ (دیکھیے ایلیٹ، جلد ششم، ص 280)۔ اس نے تب یہ ذمہ داری معتمد خاں مصنف اقبال نامہ کے سپرد کردی جس نے 19ویں سال (جلوس) کے آغاز تک توزک لکھنا جاری رکھا۔ اس کے بعد اس نے بادشاہ کے نام سے توزک لکھنا بند کر دیا لیکن اس نے جہانگیر کے عہد حکومت کا احوال اُسکی کی موت تک اپنے اقبال نامہ میں جاری رکھا۔ اس کے بعد محمد ہادی نے جہانگیر کی موت تک کا حال توزک میں لکھا لیکن اس کا کام اقبال نامہ کی تلخیص سے تھوڑا زیادہ ہے۔ سید احمد (سرسید) کے ایڈیشن میں توزک کے وہ حصے شامل ہیں جسے معتمد خاں اور محمد ہادی نے پورے کیے تھے۔ اس میں محمد ہادی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ لیکن اس



Marfat.com

کے مقدمے اور تعارف کا مسٹر راجرس نے ترجمہ نہیں کیا ہے اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس کا ترجمہ ضروری ہے۔ محمد ہادی بعد کا مصنف ہے (دیکھیے ایلیٹ، جلد ششم، ص 392) جس کی تاریخ اٹھارہویں صدی کی پہلی چوتھائی ہے اور اس کا تعارف مکمل طور پر کامگار حسینی کی 'مآثر جہانگیری' سے ماخوذ ہے (ایلیٹ، جلد ششم، ص 257) اس میں خاص طور سے جہانگیر کی زندگی کے احوال اس کی پیدائش تا تخت نشینی پر مشتمل ہیں۔

شاید جہانگیر کی توزک کی اہمیت کے متعلق کچھ کہنا غیر ضروری ہوگا۔ اس میں ہندوستان کی سترہویں صدی کی اولین دہائیوں کی ایک جیتی جاگتی تصویر ملتی ہے اور یہ اکبرنامہ میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ مجھے اس مقدمہ کو ختم کرنے کی اجازت ان جملوں کے ساتھ ہو جو میں نے انڈین میگزین مئی 1907ء میں لکھے تھے:

> "مشرق کے شاہی مصنفین کے اندر زیادہ خون (رواں) تھا بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا کیٹیلاگ ہوریس وال پول (Horace Walpole) نے تیار کیا ہے۔ ان کا مقابل تلاش کرنے کے لیے ہمیں جولیس سیزر کے عہد تک جانا ہوگا اور تب بھی اہل یورپ کا پلڑا بھاری نہیں ہو سکے گا۔ مشہور رومیوں کی تشریحات بھی کسی حد تک مایوس کن ہیں۔ یقینی طور پر بابر اور جہانگیر کی توزک کہیں زیادہ انسانی معلومات سے بھری ہیں بہ نسبت گالک جنگی کہانیوں کے۔ تمام مسلمانوں میں تاریخ اور سوانح نویسی کا ایک میلان ہے اور بہت سے مسلمان عام تحریک سے متاثر ہیں۔ وسط ایشیا نے ہم کو تیمورلنگ، بابر اور حیدر کی توزک اور ابوالغازی کی تاریخ دی ہے۔ ایران نے ہمیں شاہ طہماسپ کی توزک اور ہندستان نے گلبدن بیگم اور جہانگیر کی توزک دی ہے۔ موجودہ زمانہ میں بھی ہم اسی طرح کے کام کی تحریک پاتے ہیں جیسے سابق امیر افغانستان کی سوانح اور شاہ ایران کا روزنامچہ۔"

شاہی مصنفین کی جو خدمات ہم تک مشرق سے پہنچی ہیں خود ایک جداگانہ شعبہ تعمیر کرتی ہیں جو بیش قیمت ہیں، تقریباً تمام ایشیائی تواریخ چاپلوسی کی وجہ سے بدنما کردی گئی ہیں، وہاں بھی جہاں مصنف کے لیے خوشامد کرنے اور سچائی کو چھپانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وہ اپنے موضوع کی عظمت کی چکاچوند سے ایک ایسی تصویر پیش کرتا ہے جو اصل بادشاہ کو سامنے نہیں لاتی ہے جیسا کہ ایک ٹیلی اسکوپ صبح کے تارے کی اصل



Marfat.com

ساخت کو دکھاتا ہے لیکن جب مشرقی حکمراں تاریخ لکھتے ہیں تو معاملہ ہی دگر ہوتا ہے۔ ان کے لیے خوف یا جانب داری کے لیے کوئی موقع نہیں ہوتا اور وہ بے رحمی کے ساتھ اپنے ہم عصروں کی ناکامیوں کا ذکر کرتے ہیں یہ نہیں کہ جب وہ اپنے متعلق ذکر کرتے ہوں تو ان پر دوسرے ایشیائیوں سے زیادہ اعتماد کرلیا جائے۔ بابر نے اپنی شاہ اسماعیل کی تابعداری، گجواواں کی شکست اور عالم لودی کے ساتھ سلوک کی کہانی کو چھپایا ہے۔ جہانگیر نے اپنے والد کے خلاف بغاوت اور ان حالات کو نظرانداز کیا ہے جن میں شیر افگن کی موت ہوئی، لیکن جب یہ لوگ دوسروں کا ذکر کرتے ہیں خواہ سلاطین ہوں یا اُمرا تب یہ بالکل حقیقی بات پیش کرتے ہیں اور شاید کچھ زیادہ ہی۔ دلکش شاہزادی جیسے گلبدن بیگم اپنے بھائی ہمایوں اور ہندال کی کمزوریوں اور غلطیوں پر پردہ ڈال سکتی ہے لیکن بابر ان تمام لوگوں کو بے نقاب کردیتا ہے جن کا وہ ذکر کرتا ہے اور کسی کو بھی نہیں بخشتا یہاں تک کہ اپنے والد کو بھی۔

بابر، حیدر اور گلبدن کی سوانحات کا انگریزی ترجمہ کیا جاچکا ہے اور طہماسپ کی سوانح جرمن زبان میں ترجمہ کی گئی ہے لیکن بدقسمتی سے جہانگیر کی سوانح (توزک) کا مکمل ترجمہ نہیں کیا گیا ہے[1] گوکہ ان کی تلخیصات ایلیٹ اور ڈاؤسن کی تاریخ اور پرائس نے کئی برس پہلے ترجمہ ایک نامکمل اور تحریف شدہ مخطوطہ سے دیا تھا۔ حقیقت میں جہانگیر کی سوانح دلچسپی میں بابر کی سوانح سے کمتر نہیں ہے۔ بلاشبہ ہم اور آگے جاسکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ بابر کے مقابلہ میں (جہانگیر کی توزک) میں دگنا مواد ہے اور یہ دونوں کی تخلیقات میں زیادہ پرلطف ہے۔ یہ نہیں کہ جہانگیر کسی طرح بھی اپنے عظیم و شاندار پردادا سے زیادہ بہتر آدمی تھا: وہ ایک آدمی کی طرح بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا شخص تھا اور خود اس کے بیانات سے اس کے متعلق ہمارے تنفر اور حقارت کو شہہ ملتی ہے لیکن اسے اس کا احساس تھا کہ وہ اپنے بیان کو خود اپنے تک محدود نہ کرے۔ اس نے ہمیں اپنے والد، عظیم اکبر کی ایک تصویر دی ہے جو ایک بہترین جز ہے بہ نسبت اس کے جو ہمیں بابر کی سوانح میں ملتا ہے۔ اس کا خود اپنے متعلق بیان بھی ایک کشش کا حامل ہے کیونکہ اس سے اصل آدمی سامنے آتا ہے اور اس طرح وہ اپنی سوانح میں ہمارے لیے

---

[1] پرائس کے مخطوطے کے بدخط ہونے کی وجہ سے، ص 21 پر جہانگیر سے کہلوایا گیا ہے کہ کشمیر کا شہزادہ جوگیوں کے سماج سے تعلق رکھتا تھا۔ اصل بیان یہ ہے کہ شہزادے کا تعلق چک خاندان سے تھا۔



Marfat.com

مدہ رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جیمس ششم (James VI) جو شہنشاہ کلاڈیس سے ایک عجیب اور مضحکہ خیز مماثلت Fortunes of Nigel or Claudius in Suetonius & Tacitus بھی رکھتا ہے۔ بلاشبہ جہانگیر کی ایک عجیب ملی جلی شخصیت تھی۔ ایک ایسا شخص جو قریب کھڑا ہو کر زندہ آدمیوں کی کھال کھنچوا سکتا تھا اور جیسا کہ اس کا خود بیان ہے کہ ایک شخص کو زندہ مروا دیتا ہے اور دو آدمیوں کو لنگڑا کرا دیتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے موقع پرستی کا ثبوت دیا اور اس کے شکار کو بھاگنے دیا، تاہم وہ انصاف پسند ہے اور اپنی جمعرات کی شام اچھی اچھی باتوں میں گزارتا ہے۔ وہ فردوسی کا شعر جانوروں پر ظلم کے خلاف پیش کرتا ہے:

(ترجمہ) اسے اس کے جھنڈ میں چھوڑ دو، یہ مسرور زندگی گذارتا ہے۔ لیکن دکھ کے ساتھ مرتا ہے۔

جہانگیر کافی نرم دل ہے اور تمنا کرتا ہے کہ اگر اس کا باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی ہندستان کے لذیذ آموں کا لطف اٹھاتا۔ وہ ابوالفضل کے قتل کے اسباب پیدا کرتا ہے جس کا ذکر وہ بغیر کسی اظہار افسوس کے کرتا ہے اور شاہی ہاتھیوں پر ترس کھاتا ہے کہ وہ موسم سرما میں ٹھنڈ سے کانپتے ہیں جب وہ خود پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں۔ ''میں نے اسے دیکھا،'' وہ لکھتا ہے، ''اور اس لیے میں نے حکم دیا کہ پانی کو اس درجہ حرارت تک گرم کردیا جائے جیسے گنگنا گرم دودھ' وہ مزید لکھتا ہے ''یہ خالصتاً میرا خیال تھا، پہلے کسی اور نے یہ سوچا بھی نہیں تھا۔''

جہانگیر کے اندر ایک اچھی بات یہ بھی تھی کہ وہ قدرت کا جی کھول کر مزہ لیتا تھا اور پھولوں کا شیدائی تھا۔ بابر بھی یہ ذوق رکھتا تھا لیکن وہ بوڑھا تھا یا شاید تھک چکا تھا جب وہ ہندستان پہنچا اور وہ ایک ہندستانی کے زہر دینے کی کوشش سے متنفر تھا اور اس لیے اس کا بیان ہندستان کے متعلق مختصر اور سخت ہے۔ برخلاف اس کے جہانگیر ایک پکا ہندستانی ہے اور ہندستانی پھولوں کی خوبصورتی کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وسط ایشیا اور افغانستان میں کوئی پھل ایسا نہیں ہوتا جو آم کی برابری کرسکے۔ وہ ہندو پنڈتوں اور جوگیوں سے گفتگو کرنا بھی پسند کرتا ہے گوکہ وہ ان کے اوتاروں کے متعلق منفی خیال رکھتا ہے اور وشنو کے سور کے اوتار کے روپ کے مجسمہ



Marfat.com

کو تڑوا کر پشکر جھیل میں ڈلوا دیتا ہے۔

نظام کا یہ جملہ کہ مسلمان بادشاہوں کی سب سے اچھی بات یہ تھی کہ وہ دوسروں کے جرائم پر بے حد انصاف کے ساتھ سزائیں دیتے تھے۔ یہ خصوصیت اس کی تمام کمزوریوں کے باوجود جہانگیر میں بدرجہ اتم موجود تھی اور آج بھی اس کا ذکر مسلمانوں میں احترام کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ انصاف کا شیدائی تھا۔ یہ ایک دردناک بات ہے کہ اس شاہی وصف کی وجہ سے مہابت خاں نے اس کے ساتھ گستاخی کی۔ جہانگیر سے بہت سے لوگوں نے مہابت خاں کی بنگال میں مظالم کی شکایتیں کیں اور فریادیوں کی ایک بھیڑ جہانگیر کے پڑاؤ پر پہنچی۔ یہ اس کی خواہش تھی کہ لوگوں کی شکایات کا ازالہ مہابت خاں کو اس کی زیادتیوں کے لیے سزا دے کر کرے مگر اس کی اپنی جسمانی اور ذہنی کمزوریوں نے اسے خود دریائے جھیلم کے کنارے گرفتار کرا دیا۔

اس کی توزک میں اس کا ایک دلچسپ شاہد ہنڈان میں ایک کتبہ کا ذکر ہے، وہ لکھتا ہے کہ اس کے عہد حکومت کے تیرہویں سال میں جب وہ آگرہ لوٹ رہا تھا تو اس کی نظر اس نظم پر پڑی جسے کسی نے تفریح گاہ کے ایک ستون پر جو ہنڈان جھیل کے وسط میں تھا، لکھا تھا: (ترجمہ) ”اسے جسے ہم پیار کرتے ہیں سب سے پیارا اور بہترین لمحہ وہ ہے جو اس کے ساتھ گذرا۔ اس کے ساتھ دو ایک جام لنڈھاؤ اس سے پہلے کہ یکے بعد دیگرے خاموشی سے موت کی آغوش میں پہنچ جاؤ۔“ یہی رباعی بدایونی نے بھی اپنی تاریخ میں لکھی ہے۔ جہانگیر کے حوالہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس نے اس رباعی کے حسن کو پہچانا اور اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کا لکھنے والا کون تھا۔ یہ بھی ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر Whinfield کے متن میں رباعی کے تیسرے مصرعہ کے دوسرے معنی نکلتے ہیں۔ ہنڈان جے پور کے علاقہ میں ہے اور یہ جاننے کے لائق ہے کہ کیا اب بھی یہ کتبہ موجود ہے۔

جہانگیر کی توزک میں اور چیزوں کے علاوہ طاعون کے پھیلنے کا ذکر ہے جسے اس کے دربار کی ایک خاتون نے اسے بتلایا تھا (جس کا ذکر ڈاکٹر اسپنر نے بھی اپنی کتاب 'پلیگ' میں کیا ہے) اور کشمیر کا بھی مکمل احوال ملتا ہے جو آئین اکبری کے مقابلہ میں زیادہ

---

ایک ترجمہ مسٹر لو (Low) نے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے لیے شروع کیا تھا لیکن اس کا صرف ایک جز 1889ء میں شائع ہو سکا۔

133388



Marfat.com

بہتر ہے اور جس کی تعریف سر والٹر لارنس نے کی ہے۔

جہانگیر کی تصویر جو اس کتاب کے پہلے ورق پر ہے اس کے متعلق دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ مسٹر ای بی ہیول کی کتاب 'انڈین اسکلپچر' میں ص 203 پر دی ہوئی ہے اور برٹش میوزیم میں اس کی تصویر جسے ریمبرانٹ (Rembrandt) نے مغل منی ایچر (Mughal Miniature) سے بنایا تھا اور جسے مسٹر روفر نے جہانگیر کی تصویر قرار دی ہے۔ کوریاٹ (Coryat) نے (Purchas, reprint, IV. p. 473) میں جہانگیر کی شکل و صورت یوں لکھی ہے: "وہ 53 سال کا ہے اور اس کا یوم پیدائش جب سے میں یہاں آیا ہوں بہت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ اس کا وزن ایک سونے کی ترازو پر کیا جاتا ہے جسے میں نے ایک عظیم اتفاق سے اسی دن دیکھا۔ وہ یہ رسم پابندی کے ساتھ ہر سال اسی طرح مناتا ہے۔ وہ نہ گورا ہے اور نہ ہی کالا بلکہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کو اور واضح طور پر جیسے زیتون کی رنگت سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس کے چہرے سے زیتون کا رنگ جھلکتا ہے۔ وہ ایک موزوں جسم کا مالک ہے اور اس کا قد قدرے ناہموار (جیسا کہ بغیر کسی ممکنہ سبب کے میں محسوس کرتا ہوں) ہے لیکن وہ مجھ سے کہیں زیادہ جسیم ہے۔

جہاں تک توزک کی کتابیات کا تعلق ہے میں نے دیکھا ہے کہ اس کا ایک اردو ترجمہ منشی احمد علی سیماب رام پورا کا علی گڑھ جو ٹونک میں ہے، موجود ہے۔ یہ ترجمہ محمد ہادی کی توزک سے محمد علی خاں نواب محمد ابراہیم خاں ٹونک کی سرپرستی میں کیا گیا ہے اور اسے نول کشور نے 1291ھ (1874) شائع کیا تھا۔ اس کا ایک ہندی ترجمہ منشی دیبی پرساد کا ہے جو 1905 میں کلکتہ کے بھارت متر پریس سے شائع ہوا ہے۔ مسٹر Blumhardt نے اردو ترجمہ کا ذکر اپنے کٹیلاگ، ہندستانی مخطوطات، ص 61 پر کیا ہے اور ان دونوں نے اسے اقبال نامہ کا ترجمہ قرار دیا ہے۔ ایلیٹ نے جلد ششم، ص 277 پر لکھا ہے کہ وہ مخطوطہ جنرل ٹامس پیٹرسن اسمتھ کے پاس ہے اور اس کا ذکر Ethe نے Catalogue of the India Office, No.2833. پر کیا ہے اسے سید احمد کے بڑے بھائی سید محمد نے تیار کیا تھا۔ مخطوطہ کے آخر میں نقل نویس نے اپنے اور اپنے خاندان کا حال لکھا ہے۔ اس نے یہ نقل رائل لائبریری کے نسخہ سے جو راجہ رگھوناتھ سنگھ عرف لال سنگھ جال پور کے پاس ہے، تیار کی۔ اس نے اسے اکتوبر 1843 میں پورا کیا۔ سید محمد، ہمگام، ضلع فتح پور میں منصف تھے۔ وہ



Marfat.com

جوانی میں 1845 میں انتقال کر گئے۔ میرے دوست ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے جو انڈیا آفس کے ہیں مجھے بتلایا کہ سید احمد نے ان سے کہا تھا کہ توزک کا ایک قیمتی مصور مخطوطہ دہلی کی رائل لائبریری کے کباڑ میں ملا تھا وہ اسے گھر لے گئے لیکن جب ان کا گھر باغیوں نے لوٹا تو وہ مخطوطہ بھی جاتا رہا۔ بوڈلین میں توزک کی ایک نقل موجود ہے جو سید احمد کے ہاتھ کی تحریر کردہ ہے۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے دس اچھے مخطوطات کو استعمال کیا ہے۔ جس انگریز کی فرمائش پر انھوں نے یہ نقل تیار کی تھی اس کا نام جان پینٹن گبن تھا جو کبھی دہلی کا سیشن جج تھا۔ اس مخطوطہ کا ذکر بوڈلین کے کیٹلاگ No.221 ص، 117 پر ملتا ہے۔ مخطوطہ نمبر 220 جس کا ذکر اسی صفحہ پر ہے فریزر، وطن (انگلینڈ) لایا تھا اور اچھا مخطوطہ ہے لیکن اس میں صرف 14ویں سال تک کے احوال ملتے ہیں۔

ایچ بیورج، مارچ 1909

(عبارت مزید) اس مقدمہ کے قلمبند کرنے کے بعد مسٹر ارون کی کرم فرمائی سے میں نے توزک کا ہندی ترجمہ جسے دیبی پرساد نے کیا ہے، دیکھ سکا۔ یہ ترجمہ نہیں بلکہ تلخیص ہے اور میرے خیال میں یہ کوئی بہت اہم نہیں ہے۔ جودھ پور کا باشندہ ہونے کی وجہ سے شاید وہ بہت سے مقامات کی ہجے درست کر سکا ہے، لیکن ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے کوئی مخطوطہ بھی استعمال کیا ہو، اسے جب بھی کوئی دشواری محسوس ہوتی ہے وہ اسے نظرانداز کر جاتا ہے۔ اقبال نامہ کے بعد جو اہم ترین اضافہ توزک میں ہے وہ کامگار حسینی کی ماثر جہانگیری ہے۔ یہ اہم ہے کہ اس میں جہانگیر کی ابتدائی تاریخ ملتی ہے یعنی جبکہ وہ شہزادہ سلیم تھا۔ اس کی کتاب کے تین مخطوطے برٹش میوزیم میں موجود ہیں لیکن انڈیا آفس کا نام نہاد ماثر جہانگیری، نیا کیٹلاگ نمبر 324 or 3098 صرف اقبال نامہ کی نقل ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ اغلاط نامے اور اضافے اس بڑے پیمانہ پر ہیں لیکن میں نے جب کام شروع کیا تھا تو مجھے پتہ نہیں تھا کہ سید احمد کا متن اس قدر غلط ہے۔ ص 158 اور 162 پر دیکھا جاسکتا ہے کہ میں نے دو غلط یادداشتیں لکھی ہیں۔

ایچ بیورج



Marfat.com

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## باب اول

اللہ پاک کی بے پایاں رحمتوں کی بدولت، جب نجومیوں کی ایک ساعت، بروز جمعرات 20/ جمادی الثانی 1014ھ[1] مطابق 24/ اکتوبر 1605ء گذر چکی، میں دارالسلطنت آگرہ میں تخت نشین ہوا۔ اس وقت میں اڑتیس سال کا تھا[2]۔ میرے والد محترم کی کوئی اولاد ان کی عمر کے اٹھائیس سال پورے ہونے تک زندہ نہیں رہ سکی تھی۔ وہ اولاد نرینہ کی حیات کے لیے برابر درویشوں اور زاہدوں سے دعائیں کراتے رہے جو اپنی روحانیت کی وجہ سے بارگاہ خداوندی میں مقرب تھے۔ چونکہ خواجہ معین الدین چشتی سرچشمہ اکثر اولیائے ہندستان تھے، والد صاحب نے سوچا کہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے ان کے حضور میں حاضر ہوں، اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ اگر اللہ پاک کی عنایت سے انھیں فرزند سے نوازا گیا تو وہ از راہ نیازمندی آگرہ سے ان کے روضہ مبارک تک جو 140 کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدل چل کر حاضری دیں گے۔ 17/ ربیع الاول 977ھ مطابق 31/ اگست 1569ء، جب دن کی سات گھڑیاں گزر چکیں اور میزان 24 درجہ پر آگیا، تب خداوند عالم نے مجھے عدم سے وجود بخشا۔ اس وقت[1] میرے والد محترم اولاد نرینہ کے لیے، بے قرار تھے۔ شیخ سلیم جو جذب کے عالم میں رہا کرتے تھے اور زندگی

---

1. سرسید نے 18/ جمادی الثانی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، توزک جہانگیری، بہ تصحیح، سید احمد علی گڑھ، 1864 ص۔1 (آئندہ بحوالہ سرسید)

2. یعنی 37 سال 3 ماہ قمری سال کے حساب سے اور 36 سال ایک ماہ شمسی سال کے مطابق (بادشاہ نامہ، جلد اول، ص۔69) ایلیٹ (Elliot) اور دیگر مخطوطات میں تخت نشینی 8 جمادی الثانی ملتی ہے جو واضح طور پر غلط ہے کیونکہ اکبر 13 جمادی الثانی تک زندہ تھا۔ بظاہر یہ کاتب کی غلطی سے ہوا ہے جس نے بستم (20) کے بجائے ہشتم (8) لکھ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو بلاک مین (Blochamann) کی آرا، ص 454، حاشیہ نمبر3۔ یہ کہ جہانگیر اس وقت 38 سال کا نہیں تھا اس کے بیان سے ظاہر ہے۔ (توزک، ص 37) جب اس نے اپنی یوم ولات، خسرو کی گرفتاری کے بعد لاہور میں منائی۔



Marfat.com

کے مختلف مراحل طے کر چکے تھے، موضع سیکری کے متصل پہاڑی پر قیام فرماتے تھے۔ سیکری آگرہ کے مواضعات میں ایک ہے۔ قرب و جوار کے لوگوں کا شیخ سلیم پر بے حد اعتقاد تھا۔ میرے والد جو درویشوں کے بہت معتقد تھے، ان کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب وہ عالم جذب میں تھے۔ میرے والد نے ان سے پوچھا کہ وہ کتنے بیٹوں سے سرفراز ہوں گے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اللہ پاک، جو بغیر طلب کے عطا فرماتا ہے تم کو تین فرزندوں سے نوازے گا۔ میرے والد نے عرض کیا کہ وہ اپنے پہلے فرزند کو شیخ کے دامن میں برکت، تربیت اور توجہ کے لیے ڈال دیں گے تاکہ شیخ کی شفقتوں اور عنایات کو میرے لیے ڈھال اور محافظ بنا دیا جائے۔ شیخ نے اس خیال کو منظور فرمایا اور فرمایا "مبارک ہو، میں اسے (ہونے والے بیٹے کو) اپنا نام دیتا ہوں۔" جب میری والدہ کے دن پورے ہوئے اور ولادت کی ساعت قریب آئی تب والد محترم نے ان کو شیخ کے گھر بھیج دیا تاکہ میری ولادت وہیں ہو۔ میری ولادت کے بعد انھوں نے میرا نام سلطان سلیم رکھا، لیکن میں نے اپنے والد کو خواہ وہ کسی بھی عالم میں رہے ہوں، کبھی محمد سلیم یا سلطان سلیم پکارتے ہوئے نہیں سنا بلکہ وہ مجھے شیخو بابا کے نام سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ میرے محترم والد نے موضع سیکری کو جو میری جائے پیدائش تھا اپنے لیے مبارک تصور کرتے ہوئے، دارالسلطنت بنا دیا۔ چودہ پندرہ سال کے عرصہ میں وہ پہاڑی جو درندہ جانوروں سے بھری ہوئی تھی، شہر میں تبدیل ہوگئی، جس میں ہر طرح کے باغات، دل کو لبھانے والی بلند عمارتیں اور شاندار حویلیاں تھیں۔ گجرات کی فتح کے بعد اس موضع کا نام فتح پور رکھا گیا۔ جب میں تخت نشین ہوا تو مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنا نام بدل دینا چاہیے کیونکہ یہ نام قیصر روم (یعنی سلطان ترکی) کے نام سے ملتا تھا۔ غیب سے ذہن میں یہ خیال آیا (ص-3) کہ بادشاہوں کے فرائض میں جہانبانی بھی شامل ہے اس لیے مجھے اپنا نام جہانگیر رکھنا چاہیے اور افتخار کا نام نورالدین۔ میری تخت نشینی اور آفتاب کے طلوع کا وقت ایک ہی تھا۔ میں نے اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں ہندستانی عارفوں سے سنا تھا کہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کے انتقال اور حکومت کے خاتمہ کے بعد، حکومت کی ذمہ داریاں اس شخص کے کاندھوں پر ہوں گی جس کا نام نورالدین ہوگا۔ لہٰذا میں نے اپنا نام یہ رکھا اور



Marfat.com

نورالدین جہانگیر بادشاہ کا لقب اختیار کیا چونکہ یہ اہم واقعہ آگرہ میں پیش آیا تھا اس لیے ضروری ہے کہ اس شہر کا بھی کچھ ذکر کیا جائے۔

آگرہ ہندستان کے قدیم عظیم شہروں میں ایک ہے۔ پہلے یہاں ایک قلعہ جمنا کے کنارے واقع تھا۔ اسے میرے والد نے میری ولادت سے پہلے مسمار کرا دیا تھا اور اسی مقام پر ایک دوسرا قلعہ سنگ سرخ کا بنوا دیا جس کا ثانی، ان سیاحوں کے مطابق جو دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کر چکے ہیں، نہیں ملتا۔ یہ قلعہ پندرہ، سولہ سال کی مدت میں مکمل ہوا تھا۔ اس میں چار پھاٹک ہیں اور دو دریچے۔ قلعہ 35 لاکھ روپیوں میں تیار ہوا تھا جو ایک لاکھ پندرہ ہزار ایرانی طومان اور ایک کروڑ پانچ لاکھ تورانی سکہ خانی کے برابر تھا۔ شہر کا رہائشی علاقہ دریا کے دونوں کناروں پر واقع ہے، اس کا مغربی حصہ جس میں گھنی آبادی ہے، سات کوس کے دائرہ اور ایک کوس کی وسعت میں ہے۔ دریا کے دوسری طرف کی آبادی کا دائرہ مشرق کی جانب ڈھائی کوس، ایک کوس کی لمبائی اور نصف کوس کی چوڑائی میں ہے۔ لیکن عمارتیں تعداد کے لحاظ سے، عراق، خراسان اور ماوراالنہر کی تمام عمارتوں کے برابر ہیں۔ بہت سے لوگوں نے سہ منزلہ اور چومنزلہ عمارتیں تعمیر کرائی ہیں۔ لوگوں کی آبادی اس قدر ہے کہ گلیوں اور بازاروں میں نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ آب و ہوا کے دوسرے خط کی سرحد پر واقع ہے۔ اس کے مشرق جانب صوبہ قنوج، مغرب جانب ناگور، شمال میں سنبھل اور جنوب میں چندیری واقع ہے۔

اہل ہنود کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جمنا کا سرچشمہ (ص 4) پہاڑ میں واقع کالنہ[1] نام کا مقام ہے، جہاں حد سے زیادہ ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ پہاڑ پرگنہ خضر آباد میں واقع ہے۔

آگرہ کی آب و ہوا گرم و خشک ہے۔ اطبا کا کہنا ہے کہ یہ روح کو پژمردہ کردیتی ہے اور کمزوری پیدا کرتی ہے، عام طور پر یہ آب و ہوا لوگوں کو راس نہیں آتی، بلغمی اور دل گیر افراد کے سوا جو اس کے اثرات سے محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس ساخت سے جانور، جیسے ہاتھی بھیڑ اور دوسرے، اس آب وہوا میں خوب پھلتے پھولتے ہیں۔ لودی افغانوں کی حکومت سے پہلے، آگرہ ایک عظیم اور آباد شہر تھا جہاں ایک محل بھی تھا، جس

---

1۔ سنسکرت میں کالند۔



Marfat.com

کا ذکر مسعود بن سعد بن سلمان نے اپنے ایک قصیدے میں، جسے اس نے مسعود بن ابراہیم بن مسعود بن سلطان محمود غزنی کی شان میں محل پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ جس کا ایک شعر ہے۔

حصار آگرہ پیدا شد از میانہ گرد۔ بساں کوہ برو بارہائی چوں کہسار[1]

ترجمہ: آگرہ کا قلعہ گرد و غبار کے درمیان ظاہر ہوا، جیسے ایک پہاڑ کی فصیل اور چوٹیاں۔

جب سکندر لودی نے گوالیار پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا تو وہ دلی سے جو ہندستان کے سلاطین کا دارالسلطنت تھا، آگرہ آیا اور اسے اپنا مسکن بنا لیا۔ اس کے بعد سے آگرہ کی آبادی میں اضافہ اور ترقی ہوئی اور یہ سلاطین دہلی کا پایہ تخت بن گیا۔ جب اللہ پاک نے سکندر لودی کے فرزند ابراہیم کی شکست کے بعد سابق شہنشاہ بابر کو ہندستان کی حکومت عطا فرمائی اور ابراہیم کی موت کے بعد، بابر کو رانا سانگا پر، جو ہندستان کے راجپوتوں کا عظیم تر سردار اور زمیندار تھا، فتح حاصل ہوئی، تب بابر نے شہر (آگرہ) کے مشرقی جانب ایک گلشن (چار باغ) بنوایا جس کا ثانی کم ہے۔ بادشاہ نے اس کا نام گل فشاں رکھا۔ (ص،5) اس باغ کے اندر اس نے ایک چھوٹی سی عمارت سنگ سرخ سے تعمیر کروائی اور اس کے ایک جانب مسجد بھی بنوا دی۔ ان کا ارادہ ایک عظیم الشان عمارت بنوانے کا تھا، لیکن وقت نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور یہ منصوبہ پورا نہیں ہو سکا۔

اس توزک میں جب بھی نام صاحب قران کا آئے تو اس سے مراد امیر تیمور گورگان ہے اور جب فردوس مکانی آئے تو بابر شاہ جب جنت آشیانی کا آئے تو ہمایوں بادشاہ اور جب عرش آشیانی کا ذکر ہو تو اس سے مراد میرے محترم والد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی سے ہے۔

آگرہ اور اس کے قرب و جوار میں تربوز، خربوز، آم اور دوسرے پھل خوب

---

[1] یہ شعر مسعود کے دیوان میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں، مخطوطہ برٹش میوزیم، (Egerton) ایگرٹن، نمبر 701، ص 142، سطر 4۔ پہلے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گرد حملہ آور فوج کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ میں نے "بردبارہائے" کے معنی قلعہ کی فصیل لیا ہے)



Marfat.com

پیدا ہوتے ہیں۔ تمام پھلوں میں مجھے آم بے حد مرغوب ہیں۔ میرے والد عرش آشیانی کے دور حکومت میں دیگر ممالک سے بہت کے پھل، جو اس وقت ہندستان میں نہیں پیدا ہوتے تھے، یہاں مل جاتے تھے، مختلف قسم کے انگور، مثلاً صاحبی، حبشی[1] اور کشمشی مختلف شہروں میں عام طور پر ملنے لگے۔ مثلاً لاہور کے بازاروں میں فصل کے زمانہ میں ہر قسم کے انگور مل جاتے تھے۔ پھلوں میں جسے لوگ اناس کہتے ہیں اور فرنگیوں کے بندرگاہ پر پیدا ہوتا ہے، بہت خوشبودار اور لذیذ ہوتا ہے، ہزاروں کی تعداد میں آگرہ کے گلفشاں باغ میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے شاندار اور مسحور کن خوشبودار پھولوں کو کوئی بھی دنیا کے دوسرے ممالک کے پھولوں پر فوقیت دے سکتا ہے، اس میں اتنا کچھ ہے کہ تمام دنیا میں اس کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ ان (پھولوں) میں ایک چمپا ہے جو بہت ہی خوشبودار پھول ہے، اس کی ساخت زعفران کے پھولوں کی سی ہے لیکن اس کی رنگت مائل بہ سفیدی زرد ہے۔ اس کا درخت بہت ہی سڈول (ص۔6) وسیع ڈالیوں اور پتوں سے بھرپور سایہ دار ہوتا ہے۔ جب اس میں پھول آتے ہیں تو اس کا ایک پیڑ پورے باغ کو معطر کر دیتا ہے۔ اس سے بھی بہتر کیوڑہ کے پھول ہوتے ہیں۔ اس کی ساخت اور نمود جداگانہ ہے۔ اس کی خوشبو اس قدر عمدہ اور اثرانگیز ہے کہ مشک کی خوشبو کے سامنے بھی پھیکی نہیں پڑتی۔ ایک اور پھول رائے بیل[2] ہے جس کی خوشبو

---

1. (Erskine) ارسکن کے توزک جہانگیری کے ترجمہ British Museum 200s Add 22611 میں لفظ حبشی کے بجائے چینی ملتا ہے، لیکن انڈیا آفس (لندن) کے مخطوطہ نمبر 181 اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات میں یہ لفظ "حبشی" ملتا ہے جو درست معلوم دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو، توزک Leyden and Erskin ص 326 اور حیدر آباد کا ترکی متن ص 284 کشمشی چھوٹے قسم کا انگور ہوتا ہے جس سے کشمش تیار ہوتی ہے۔

2. راس بیل کا نام Clarke کی Roxburgh میں نہیں ملتا، لیکن اس سے مراد شاید چنبیلی کی کوئی قسم ہے۔ یا Clarke کی بیلا بھی ہو سکتی ہے۔ (دیکھیے ص 30) راس بیل کا ذکر ابوالفضل بھی کرتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحات (Blochmann 76, 83) پھولوں کی اقسام اور ناموں میں سے دو اب ناپید ہیں۔ ارسکن نے اس پیراگراف کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ "چتیاں عموماً دوگنی اور تین گنی ہوتی ہیں" فارسی کے لفظ طبقہ کا استعمال کیا گیا ہے جو بظاہر "تہی" یا "چند" کا ہم معنی ہے اور آئین اکبری کے فارسی متن (جلد اول، ص 96) پر ملتا ہے۔ اس حوالہ سے مقصد یہ بھی ہے کہ پھول گچھوں کی شکل میں پیدا ہوتے تھے۔



Marfat.com

چمبیلی سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں پھول خوب اگتے ہیں۔ مولسری بھی ایک پیڑ ہے جو بہت شاندار اور سڈول ہوتا ہے۔ اس کے پھولوں کی خوشبو بہت فرح بخش ہوتی ہے۔ ایک اور درخت کیتکی[1] ہے، جو کیوڑہ کی طرح ہوتا ہے۔ کیوڑہ خاردار ہوتا ہے لیکن کیتکی میں کانٹے نہیں ہوتے۔ مزید برآں کیتکی زردی مائل ہوتا ہے جبکہ کیوڑہ سفید۔ ان دونوں پھولوں سے اور چمبیلی سے بھی جو ولایت (ایران یا افغانستان) کا سفید یاسمین ہوتا ہے عمدہ قسم کا عطر بنایا جاتا ہے۔ اور بھی بہت سے پھولوں کی قسمیں ہیں جن کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ درختوں میں سرو، چنار، صنوبر، سفید آڑو اور بیر مولہ، جسے پہلے ہندستان میں کسی نے سوچا بھی نہ تھا اب افراط ہیں۔ صندل کا پیڑ جو صرف جزیروں میں ہوتا تھا اب باغوں میں لگائے جارہے ہیں۔

آگرہ کے باشندے علم و ہنر کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اس شہر میں مختلف مذاہب اور ادیان کے علما سکونت پذیر ہیں۔

اپنی تخت نشینی کے بعد میں نے پہلا حکم جاری کیا کہ ایک زنجیر عدل لٹکا دی جائے تاکہ جو لوگ عدلیہ میں سرگرم عمل ہیں اور اپنے کام میں کوتاہی کر رہے ہیں یا ریاکاری سے کام لے کر انصاف میں تاخیر کر رہے ہیں تو مظلوم افراد زنجیر ہلا کر ان کی کوتاہیوں کی طرف ہماری توجہ مبذول کراسکیں۔ میں نے حکم دیا کہ خالص سونے کی زنجیر بنائی جائے جو تیس گز لمبی ہو اور جس میں ساٹھ گھنٹیاں لگی ہوں۔ ہندستانی من کے مطابق اس کا وزن چار من تھا جو عراق کے بیالیس من کے وزن کے برابر تھا۔ اس کا ایک سرا آگرہ کے قلعہ شاہ برج کے کنگورہ سے بندھا ہوا تھا اور دوسرا دریا کے کنارے سنگ میل سے منسلک تھا۔ میں نے یہ بھی حکم جاری کیا کہ میری مملکت میں درج ذیل بارہ دستور العمل پر عمل کیا جائے۔

---

1. متن میں "سیوتی" ہے جو Roxburgh کا Rosa Glandulifera معلوم دیتا ہے اور اس کا کوئی تعلق Pandana سے نہیں ہے۔ سیوتی کے لیے تفصیلات بلاک مین ص، 82 پر۔ غالباً دو طرح کے سیوتی پائے جاتے ہیں۔ ایک خوشبو کے لیے مشہور ہے اور دوسرا حسن کے لیے۔ ملاحظہ فرمائیں بلاک مین ص،76-82 متن میں جس کا ذکر ہے غالباً وہ Pandanus ہے اور بلاک مین، ص،83 پر کیتکی ہے۔ میں نے انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 کو ترجیح دی ہے اور کیتکی کی جگہ سیوتی لکھا ہے، ممکن ہے کہ کلارک ص،708 پر جس غیر کانٹے دار پیڑ کا ذکر ہے وہ Pandanus Inerenis ہو۔ ارسکن نے بھی کیتکی لکھا ہے۔



Marfat.com

(1) زکات[1] کے نام سے وصول کیے جانے والے تمام محصول جیسے تمغا[2] اور میر بحری اور دوسرے ابواب جو جاگیرداران نے ہر صوبہ و ضلع میں اپنے فائدے کے لیے نافذ کر رکھے تھے، ممنوع قرار دیے گئے۔

(2) شاہراہوں پر جہاں رہزنی یا ڈکیتی ہو اور وہ شاہراہ جو آبادی سے ہٹ کر واقع ہو، اس علاقہ کے جاگیردار سرائے تعمیر کرائیں، مسجدیں اور کنوئیں بنوائیں جس سے آبادی میں اضافہ ہو اور لوگ سرائے میں آباد ہو سکیں۔ اگر یہ کسی خالصہ محال[3] کے قریب واقع ہو تو اس علاقہ کے متصدی[4] کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ یہ کام انجام دے۔

(3) تاجروں کا مال بغیر ان کی مرضی اور رضامندی کے نہ کھولا جائے۔

(4) میری مملکت میں خواہ ہندو یا مسلمان جو بھی فوت ہو، اس کی جائیداد اور مال و اسباب اس کے وارث کے حوالہ کیا جائے اور اس میں کوئی دخل انداز نہ ہو۔ اگر متوفی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے مال و اسباب و جائیداد کی نگہداشت کے لیے مشرف[5] اور تحویل دار الگ سے مامور کئے جائیں تاکہ اس سے فلاحی کام جیسے مساجد و سرائے کی تعمیر، شکستہ پلوں کی مرمت اور نئے تالابوں اور کنوؤں کی تعمیر کی جا سکے۔

(5) میری مملکت میں چاول سے کشید کی ہوئی یا اس سے کسی قسم کی نشہ آور دوا اور اس کی فروخت ممنوع قرار دی گئی۔ گو کہ میں خود شراب پیتا ہوں اور اٹھارہ سال کی عمر سے آج تک یعنی اڑتیس برس کی عمر ہونے کے باوجود اس پر قائم ہوں۔ ابتدائی دور میں جب میں نے شراب نوشی شروع کی تو اس قدر شوق تھا کہ اکثر میں بیس پیالے دو آتشہ شراب کے پی جاتا تھا۔ جب آہستہ آہستہ اس نے مجھ پر بہت اثر ڈالا تب میں

---

1 ایک طرح کا ٹیکس، یہ اسلامی شرع کا زکوۃ نہیں ہے۔

2 اشارہ نسلاً بعد نسلاً جاگیر کی طرف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں عرفان حبیب کی کتاب The Agrarian System of Mughal India, pp.72-73 (مترجم)

3 خالصہ محال، وہ گاؤں یا علاقے جو صرف بادشاہ کے ذاتی اخراجات کے لیے مخصوص تھے۔ (مترجم)

4 محرر یا منشی (مترجم)

5 مشرف، صدر محرر یا میر منشی (مترجم)



Marfat.com

نے اس کی مقدار میں کمی کی کوشش کی اور سات سال کی مدت میں، میں نے اس کو پندرہ پیالوں سے گھٹا کر پانچ چھ پیالے کر دیا ہے۔ میرے پینے کے اوقات مختلف ہیں۔ جب دن گذرنے میں تین چار گھڑیاں رہ جاتی ہیں تو میں پینا شروع کرتا ہوں۔ کبھی رات کے وقت اور کبھی دن میں۔ یہ صورت حال میری عمر کے تیسویں سال تک قائم رہی۔ اس کے بعد میں ہمیشہ رات کو پیتا ہوں۔ اب میں صرف غذا کے ہاضمہ کے لیے پیتا ہوں۔

(6) کسی بھی شخص کے مکان کو نزول[1] قرار دے کر اُس پر قبضہ نہ کیا جائے۔

(7) میں نے کسی بھی شخص کے کان و ناک کاٹنے پر پابندی کے احکام جاری کر دیے اور اللہ پاک سے عہد کیا کہ میں اس طرح کی سزا کسی کو نہیں دوں گا۔

(8) میں نے حکم جاری کیا کہ خالصہ زمین کے اہل کاران اور جاگیرداران کسی بھی رعیت کی زمین پر اپنے لیے کاشت نہیں کریں گے۔

(9) کوئی بھی عامل یا جاگیردار بغیر میرے حکم کے، پرگنہ کے لوگوں سے شادی کے تعلقات نہ قائم کرے۔

(10) تمام بڑے شہروں میں اسپتال قائم کیے جائیں اور اطبا مریضوں کے علاج و معالجہ کے لیے مقرر کیے جائیں اور اس پر جو بھی اخراجات پیش آئیں سرکار خالصہ کی آمدنی سے وضع کر لیے جائیں۔

(11) اپنے محترم والد کے طریقہ کے مطابق میں نے حکم دیا کہ ہر سال اٹھارہ ربیع الاول کو جو میرا یوم ولادت ہے، میری مملکت میں کسی بھی جانور کو غذا کے لیے ذبح نہ کیا جائے۔ ہر ہفتہ میں دو روز، یعنی پنجشنبہ جو میری تخت نشینی کا دن ہے اور یکشنبہ جو میرے والد کی ولادت کا دن ہے، کسی کو بھی ہلاک نہ کیا جائے۔ میرے والد اس وجہ سے اس دن کی بہت تکریم کرتے تھے کیونکہ اس کا تعلق آفتاب سے ہے اور اس لیے بھی کہ اس دن سے عالم کی آفرینش کا آغاز ہوا۔

(12) میں نے یہ بھی حکم جاری کیا کہ وہ عہدے اور جاگیریں جو میرے والد کے ملازمین کے پاس تھیں، برقرار رہیں گی۔ بعد میں ان کے منصبوں میں ان کے حالات

---

1۔ سرکاری زمین یا ملکیت



Marfat.com

کے مطابق کم از کم 20 سے، 300 اور 400 فیصد کا اضافہ کر دیا[1]۔ احدیوں[2] کے گذارہ بھتہ میں مقرر شدہ رقم میں 50 فیصد کا اضافہ کیا اور گھریلو ملازمین کی تنخواہوں میں 20 فیصد ماہانہ کی رقم بڑھا دی گئی۔ میں نے والد صاحب کے حرم میں پردہ نشین عورتوں کے بھتہ میں 20 تا 100 فیصد ان کے مرتبہ اور رشتہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اضافہ کیا۔ میں نے اپنی مملکت میں پہلے سے عطا کی گئی ائمہ کو، جو لشکر دعا گو ان ہیں، کی مدد معاش کو برقرار اور جاری رکھا بشرطیکہ ان کے پاس سابق حکمرانوں کے جاری کردہ فرامین و احکام موجود ہوں۔ میں نے میران صدر جہاں کو جو ہندستان میں صحیح النسب سید ہیں اور جن کے پاس صدر کا عہدہ بہت زمانہ تک میرے والد کے عہد میں رہا تھا، حکم دیا کہ وہ روزانہ ایسے لوگوں کو پیش کریں جو خیرات کے مستحق ہوں، میں نے تمام گناہ گاروں کو جو قید خانوں اور قلعوں میں زمانہ دراز سے قید تھے رہائی کا حکم دیا۔

میں نے ایک مناسب موقع پر یہ حکم جاری کیا کہ سونے اور چاندی کے مختلف اوزان کے سکے ڈھالے جائیں۔ میں نے ہر سکہ کو ایک الگ نام دیا۔ یعنی نور شاہی مہر جو 100 تولے کے وزن کی تھی، نور شاہی کا وزن 50 تولے تھا، نور سلطانی کا وزن 20 تولے اور نور دولت کا وزن 10 تولے، نور کرم کا وزن 5 تولے اور نور مہر کا وزن ایک تولہ (ص،11) نور جہانی، نورانی جس کا وزن نصف تولہ تھا، رواجی کا وزن ¼ تولہ تھا۔ اسی طرح چاندی کے سکے، جس کا نام کوکب طالع تھا، 100 تولے وزن کا، کوکب اقبال 50 تولے کا، کوکب مراد 20 تولے کا، کوکب بخت 10 تولے کا، کوکب سعد 5 تولے کا، جہانگیری 1 تولے کا، نصف جہانگیری کا نام میں نے سلطانی رکھا اور ¼ تولے وزن کے سکہ کا نام نثاری رکھا۔ اسی طرح تانبے کے سکتے، اسی تناسب کے ساتھ ڈھالے گئے اور ہر ایک کا الگ الگ نام رکھا۔ میں نے حکم دیا کہ سو، پچاس، بیس اور دس تولے کے سونے کے سکوں پر آصف خاں کا مندرجہ ذیل شعر کندہ کیا جائے ۔

بخط نور بر زر کلک تقدیر رقم زد شاہ نورالدین جہانگیر

---

1۔ سر سید کے متن میں "دہ دوازدہ تا دہ سی و چہل" ملتا ہے جو قرین قیاس ہے۔ (مترجم)

2۔ احدی، ایک قسم کے منصب دار۔ ان کے پاس صرف ذات کا منصب ہوتا تھا، سوار اور پیادہ نہیں۔ ان لوگوں کو امرا پر کسی کام کی تکمیل کے لیے متعین کیا جاتا تھا۔ یہ یکہ و تنہا تیر انداز بھی ہوتے تھے۔



Marfat.com

اور اس شعر کی سطر کے درمیان کلمہ لکھا جائے۔ سکہ کے دوسری طرف یہ شعر کندہ ہو جس پر تاریخ درج کی جائے ۔

شد چو خورزین سکہ نورانی جہاں

آفتاب مملکت تاریخ آں

اور مصرعوں کے درمیان ٹکسال کا نام، سنہ ہجری اور سنہ جلوس بھی کندہ ہو۔ نورجہانی مہر پر جو عام سونے کی مہر سے 20 فیصد زائد وزن کی ہے، امیرالامرا کا یہ شعر کندہ کیا جائے ۔

روی زر را ساخت نورانی برنگ مہر و ماہ

شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

اس کے مطابق ایک مصرعہ ہر سکہ کے اولین طرف نقش کرایا گیا جس میں ٹکسال کا نام سنہ ہجری اور جلوس کندہ تھے۔ جہانگیری سکہ جو وزن میں 20 فیصد زائد ہے روپیہ کے برابر قرار دیا گیا، یہ نورجہانی سکہ کے ہم وزن تھا۔ (ہر سکہ ایک تولہ وزن کا تھا لیکن ایک سونے کا تھا اور دوسرا چاندی کا) ایگ تولہ کا وزن، ایران اور توران کے 2½ مثقال کے وزن کے برابر تھا۔

یہاں پر ان تمام مادہ تاریخ کو جو میری تخت نشینی کے سلسلہ میں نکالے گئے تھے، دینا اچھا معلوم نہیں دیتا۔ میں صرف ایک مادہ تاریخ جسے مکتوب خاں داروغہ کتب خانہ اور نقاش خانے، جو میرے قدیم ملازمین میں ہیں، لکھا ہے، لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

صاحب قران ثانی، شاہنشہ جہانگیر باعدل داد بنشست برتخت کامرانی

اقبال و بخت و دولت فتح و شکوہ نصرت بیشش کمر بخدمت بستہ بشادمانی

سال جلوس شاہی تاریخ چوبنہاد اقبال سر بپائی صاحب قران ثانی☆

☆ (ترجمہ) صاحب قران ثانی شہنشاہ جہانگیر، انصاف و کامرانی کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ اقبال و بخت و دولت فتح و کامیابی کے ساتھ شیر بھی اس کی خدمت کرنے میں خوش ہیں اس کی تخت نشینی خوش حالی کی تاریخ تھی اور اقبال نے اس کے قدموں پر سر جھکا دیا۔)



Marfat.com

اپنے فرزند خسرو کو ایک لاکھ روپے دیے تاکہ وہ اپنی رہائش کے لیے منعم خان کے مکان کو، جو قلعہ کے باہر واقع تھا بنوالے۔ پنجاب کے انتظام و حکومت کی ذمہ داری سعید خاں کو سونپی گئی جو نہایت اعتماد کے امیر اور شادی کے ذریعہ میرے والد کے قرابت دار تھے، ان کی اصل مغل طائفہ سے ہے اور ان کے اجداد میرے بزرگوں کی بندگی میں رہ چکے تھے۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو جیسا کہ میرے علم میں لایا جاچکا تھا کہ ان کے خواجہ کمزور اور غریب لوگوں پر ظلم و تعدی کرتے ہیں، میں نے ان کو خبردار کیا کہ میرے عدل میں کسی کے لیے کسی قسم کے ظلم و تعدی کی گنجائش نہیں ہے اور انصاف کی ترازو میں چھوٹے اور بڑے کی تمیز نہیں کی جاتی۔ اگر اس کے بعد عوام پر کسی قسم کے جور وستم کی شکایت ملی تو ان کو بھی بغیر کسی خیال کے سزا دی جائے گی۔

اس کے علاوہ فرید بھکری کو جو میرے والد کے عہد میں میر بخشی کے عہدے پر فائز رہ چکے تھے، خلعت، شمشیر مرصع، دوات و قلم مرصع سے نوازا گیا۔ ان کو ان کے عہدہ پر برقرار رکھا گیا اور ان کی مزید عزت افزائی کے لیے میں نے ان سے کہا:

"میں آپ کو صاحب سیف و قلم جانتا ہوں۔" اور مقیم[1] جن کو میرے والد صاحب نے اپنی حکومت کے آخری ایام میں وزیر خاں کے خطاب سے نواز کر، اپنی مملکت کے عہدۂ وزارت پر قائم کیا تھا، میں نے بھی ان کو اسی منصب، خطاب اور خدمت کے لیے قائم رکھا۔ خواجگی فتح اللہ کو بھی میں نے خلعت سے نواز کر، سابق کی طرح بخشی کے عہدے پر برقرار رکھا۔ عبدالرزاق ماموری، جو میرے زمانہ شاہزادگی میں، میری خدمت میں تھے اور بغیر کسی سبب کے، میری ملازمت ترک کر کے، میرے والد کی ملازمت اختیار کرلی تھی، ان کو میں نے سابق کی طرح بخشی کے عہدے پر برقرار رکھا اور خلعت بھی عطا کی۔ امین الدولہ جو میری شاہزادگی کے زمانہ میں بخشی تھے اور بغیر میری اجازت کے فرار ہوکر میرے والد کے ملازم ہوگئے تھے ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کر کے ان کو آتش بیگی کے عہدہ پر فائز کیا جو میرے والد کے عہد میں ان کے پاس تھا، میں نے ان تمام لوگوں کو خواہ وہ باہر کے ہوں یا اندر کے ان کے قدیم عہدوں پر برقرار رکھا جس پر وہ لوگ میرے والد کے عہد میں کام کر رہے تھے۔

---

[1] ان کے پاس کوئی طاقت نہیں تھی اور جلد ہی ان کو بدل دیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں ماثر الامرا جلد سوم ص ۹۳۲



Marfat.com

شریف خاں[1] میرے ابتدائی دور میں ساتھ رہا تھا۔ جب میں شاہزادہ تھا تو اسے خان کا خطاب دیا تھا۔ جس وقت میں نے اپنے والد سے ملاقات کے لیے الہ آباد چھوڑا تب میں نے اسے نقارہ، تومان اور تیغ سے نوازا تھا، میں نے اس کے منصب میں اضافہ کر کے 2,500 پر فائز کیا اور صوبہ بہار کی حکومت پر مقرر کیا۔ میں نے اسے صوبہ بہار کی حکومت کے مکمل اختیارات دے دیے تھے اور وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ 4/رجب کو جو میری تخت نشینی کا پندرہواں روز ہے، وہ میرے حضور میں حاضر ہوا، میں اس کے آجانے سے بہت خوش ہوا کیونکہ اس کا تعلق مجھ سے اس طرح کا ہے کہ میں اسے اپنا بھائی، بیٹا، دوست اور رفیق تصور کرتا ہوں، چونکہ مجھے اس کی دوستی، ذہانت، علمیت اور معاملات کو اچھی طرح سمجھنے کی صلاحیت پر پورا اعتماد ہے، اسے وکیل اور وزیراعظم کے عہدہ پر مامور کرتے ہوئے اس کے منصب میں اضافہ کر کے 5,000 ذات اور 5,000 سوار کردیا اور امیرالامرا کے عظیم خطاب سے نوازا۔ میرے ملازمین میں کسی کے پاس اس سے بہتر خطاب نہیں ہے۔ گوکہ اس کا مقام اس سے زیادہ اونچے عہدے کا مستحق ہے، لیکن اس نے خود مجھ سے درخواست کی تھی کہ جب تک اس سے کوئی نمایاں خدمت نہ انجام پذیر ہو، مذکورہ بالا منصب سے زیادہ کا منصب اسے نہ عطا کیا جائے۔

چونکہ میرے والد کے ملازمین کی وفاداری اب تک ظاہر نہیں ہوئی تھی اور ان سے بعض غلطیاں اور تقصیریں اور ناشائستہ ارادے جو خالق کون و مکان کے حضور میں

---

[1] شریف خاں کو اکبر نے، جہانگیر کو اس کی فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے واپس بلانے پر مامور کیا تھا، لیکن وہ لوٹنے کے بجائے اسی کے ساتھ رہ گیا۔ جب جہانگیر دوسری بار اکبر سے ملنے گیا تو شریف خاں اس کے ساتھ نہیں گیا۔ غالباً وہ خوف زدہ تھا۔ جہانگیر نے اسے بہار میں تعینات کیا تھا جب وہ اکبر سے دوسری بار اکبر سے ملاقات کے لیے جارہا تھا۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ شریف خاں اس کی تخت نشینی کے پندرہ دنوں بعد اس کے پاس آیا جو 4/رجب تھی۔ یہ دوسرا ثبوت ہے کہ کاتب نے توزک کی ابتدائی عبارتوں کو غلط پڑھ کر بجائے بیستم کے ہشتم لکھا ہے، 4/رجب 20 جمادی الاول کے پندرہ دنوں بعد کی تاریخ ہے۔ بادشاہ نامہ میں اور خفی خاں نے 20 اور پرائیس نے تخت نشینی کے سولہ دنوں بعد شریف خاں کی آمد لکھی ہے۔



Marfat.com

ناپسندیدہ تھے، سرزد ہوئے تھے، یہ لوگ خود شرمسار ہوگئے۔ گوکہ تخت نشینی کے وقت میں نے تمام گناہوں کو معاف کردیا تھا اور خود سے یہ عہد کیا تھا کہ میں ان کی ماضی کی حرکتوں کے لیے کوئی انتقام نہیں لوں گا، تاہم شکوک کی بنا پر جو میرے ذہن میں پیدا ہورہے تھے، میں نے سوچا کہ امیرالامرا میرا اتالیق اور محافظ ہوگا گوکہ خدا ہی تمام مخلوق کا محافظ ہے اور خاص طور سے بادشاہوں کا کیونکہ ان کا وجود دنیا کی دل جمعی کا باعث ہے، ان کے والد عبدالصمد نے جن کا ثانی ان کے عہد کی مصوری میں نہیں ملتا، جنت آشیانی (ہمایوں) سے شیریں قلم کا خطاب حاصل کیا تھا اور ان کی مجلس میں مصاحب کا درجہ رکھتے تھے۔ وہ شیراز کے اہم لوگوں میں ہیں۔ میرے والد ان کی سابقہ خدمات کی وجہ سے ان کو بہت اعزاز دیتے اور احترام کرتے تھے۔

راجہ مان سنگھ جو میرے والد کے بہت وفادار اور عظیم امرا میں تھے اور جن کا رشتہ اتحاد اس عظیم الشان خاندان سے تھا، یہاں تک کہ ان کی پھوپھی[1] میرے والد کے حرم میں تھیں اور میری شادی ان کی بہن سے ہوئی تھی، جن کے بطن سے خسرو اور اس کی بہن سلطان النساء بیگم[2] میری پہلی اولادیں ہیں، ان کو پہلے کی طرح بنگال کا حکمراں بنائے رکھا۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنی بعض حرکتوں کی وجہ سے اس توجہ کے مستحق نہیں تھے۔ میں نے ان کو چار تب کی خلعت، تلوار مرصع اور اپنے ذاتی گھوڑوں میں سے ایک عطا کرکے بدستور بنگال کی حکمرانی پر قائم رکھا جو پچاس ہزار سوار کے برابر کی جاگیر ہے۔ ان کے والد کا نام بھگوان داس تھا ان کے دادا راجہ بہاری مل پہلے کچھواہہ راجپوت تھے، جنھوں نے میرے والد کی سب سے پہلے ملازمت کی تھی اور جنھوں نے

---

1. انگریزی میں aunt ترجمہ کیا گیا ہے۔ (مترجم)

2. انڈیا آفس مخطوطہ 181 اور محمد ہادی میں سلطان نثار بیگم ہے۔ خفی خاں جلد اول، ص 245 میں سلطان بیگم ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان کی ولادت 994ھ میں ہوئی تھی۔ Price اپنی کتاب جہانگیر، ص 20 پر لکھتا ہے کہ وہ خسرو کی پیدائش سے ایک سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ انھوں نے اپنا مقبرہ خسرو باغ الہ آباد میں خود بنوایا تھا، لیکن وہ وہاں نہیں دفن ہیں۔ ملاحظہ ہو جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی، جولائی 1907، ص 607 ان کا انتقال 4/شعبان 1056ھ (5/ستمبر 1646) کو ہوا اور ان کی ہی درخواست پر ان کے دادا (اکبر) کے مقبرہ سکندرہ میں دفن کیا گیا۔ ملاحظہ ہو، بلاک مین، دوم صفحات 4-603۔



Marfat.com

اپنی ایمانداری، سچائی، خلوص، دوستی اور بہادری سے عظیم کارنامے انجام دیے تھے۔ میری تخت نشینی کے بعد جب تمام امراء اپنی اپنی فوج کے ساتھ حاضر ہوئے ص (16) تب مجھے خیال آیا کہ اس لشکر کو اپنے فرزند سلطان پرویز کی کمان میں رانا کے خلاف جہاد کی مہم پر روانہ کیا جائے جو فتنہ و فساد کی جڑ ہے اور ہندستان کا غلیظ کافر ہے جس کے خلاف والد صاحب کے دور حکومت میں بار بار فوجیں بھیجی گئیں لیکن اسے بھگایا نہیں جاسکا۔ ایک مبارک گھڑی پر میں نے اپنے مذکورہ فرزند کو ایک شاندار خلعت جو جواہرات سے مرصع تھی، ایک تلوار، ایک خنجر، ایک موتیوں کی بیش قیمت مالا جس میں لعل جڑے ہوئے تھے اور جس کی قیمت 72ہزار روپے تھی، عراقی اور ترکی گھوڑوں کے ساتھ، مشہور ہاتھیوں کو عطا کرکے اس مہم پر روانہ کیا۔ تقریباً 20,000 سوار اور امرا و اہم سرداران اس کی خدمت میں مامور کیے گئے۔ ان میں سے اول آصف خاں تھے جو میرے والد کے عہد میں ان کے معتمد ملازمین میں تھے اور عرصہ دراز تک بخشی کے عہدہ پر فائز رہے تھے۔ بعد ازاں دیوان با استقلال یعنی مکمل اختیارات کے ساتھ بنائے گئے۔ میں نے ان کو امیر کے عہدہ سے ترقی دے کر وزیر اور ان کے منصب میں اضافہ کرکے 2,500 سوار سے 5,000 سوار اور پرویز کا ولی بنا دیا۔ ان کو خلعتؒ کے اعزاز سے نوازتے ہوئے ایک تلوار مرصع، ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی عطا کرنے کے بعد یہ حکم جاری کیا کہ تمام چھوٹے بڑے منصب داران ان کے حکم کی تعمیل سے گریز نہ کریں۔ میں نے عبدالرزاق ماموری کو، ان کا بخشی اور مختار بیگ جو آصف خاں کے چچا تھے، پرویز کا دیوان مقرر کیا۔ میں نے راجہ رگھناتھ پسر بہاری مل جو 5,000 کے منصب دار تھے، خلعت اور تلوار معہ میان مرصع سے نوازا۔ علاوہ ازیں رانا کے چچیرے بھائی رانا شنکر جسے میرے والد نے رانا کے خطاب سے سرفراز کیا تھا اور تجویز کیا تھا کہ اسے خسرو کے ہمراہ رانا کی مہم پر روانہ کیا جائے لیکن اسی درمیان والد صاحب انتقال فرما گئے۔ ایک خلعت، ایک تلوار مرصع عطا کرکے میں نے اسے ان کے ساتھ بھیج دیا۔

میں نے راجہ مان سنگھ کے بھائی مادھو سنگھ اور راول درباری کو اس خیال سے علم عطا کیا کہ یہ لوگ ہمیشہ دربار میں حاضر رہتے ہیں اور راجپوتوں کے شیخاوت قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے والد محترم کے معتمد ملازمین میں رہ چکے ہیں۔ ہر ایک کو 3,000



Marfat.com

کے منصب سے نوازا گیا۔

میں نے شیخ رکن الدین افغان کو جسے میں نے ایام شاہزادگی میں شیر خاں کا خطاب دیا تھا، 500 کے منصب سے ترقی دے کر 3,000 کا منصب دار بنا دیا۔ شیر خاں اپنے قبیلہ کا سردار ہے اور بہت بہادر آدمی ہے۔ اس کا بازو ازبکوں سے جنگ کرتے ہوئے تلوار سے کٹ کر الگ ہوگیا تھا۔ عبدالرحمٰن فرزند شیخ ابوالفضل، مہا سنگھ، مان سنگھ کا پوتا، زاہد خاں پسر صادق خاں، وزیر جمیل اور قراخاں ترکمان کو 2,000 کے منصب سے نوازا گیا۔ ان تمام لوگوں کو گھوڑے اور خلعتیں بھی دی گئیں۔ منوہر کو بھی اس مہم میں شریک ہونے کی اجازت دی گئی۔ وہ شیخاوت کچھواہہ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور جسے اس کی جوانی کے زمانہ میں میرے والد نے بہت سے انعامات سے نوازا تھا۔ اس نے فارسی زبان سیکھ لی تھی گوکہ اس کے قبیلے کے کسی فرد نے پہلے آدم سے لے کر اس تک اس زبان کو نہیں سیکھا تھا۔ وہ کافی ذہین آدمی ہے۔ وہ فارسی میں شعر کہتا ہے اور مندرجہ ذیل شعر اس کا کہا ہوا ہے۔

غرض ز خلقت سایہ بود کہ کسی
بنور حضرت خورشید پائے خود نہ نہد[1]

اسے بھی اس مہم پر جانے کی اجازت دی گئی۔

اگر تمام کمانداروں اور ملازمین کی، جن کو میں نے ملازمت دی ہے، تفصیل بیان کی جائے اور ان کے تعلق اور منصب کو بتلایا جائے تو اس کے لیے کافی وقت لگے گا۔ میرے بہت سے نزدیکی خدمت گار، امرا، امرا کے فرزندان، خانہ زادان اور پرجوش راجپوتوں نے اس مہم میں شمولیت کے لیے مجھ سے اجازت طلب کی۔ ایک ہزار احدی، جس کے معنی واحد کے ہیں، اس مہم پر مامور کیے گئے۔ مختصر یہ کہ ایک فوج تیار کی گئی جس کا مقابلہ بڑے بڑے حکمرانوں کے بس سے باہر تھا۔

سپاہی فراز آمد از ہر کراں برزم ازیلان جہاں جانستان
نہ از مرگ شاں بیم بر تیغ تیز نہ از آب باک و نہ ز آتش گریز

---

1. سایہ کی تخلیق اس لیے کی گئی تاکہ کوئی بھی میرے مالک خورشید کی ضیا پر قدم نہ رکھ سکے۔



Marfat.com

بمردی یگانہ بکوشش گروہ بر زخم سنداں پر حملہ کوہ[1]

جب میں شاہزادہ تھا تو بہ نظر احتیاط اپنی مہر اوزک امیرالامرا کے سپرد کردی تھی لیکن جب انھیں بہار کی حکومت پر مامور کیا گیا تو اسے شاہزادہ پرویز کے سپرد کردیا گیا۔ اب جبکہ پرویز کو رانا کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا، میں نے مہر کو سابقہ روایات کے مطابق امیرالامرا کی تحویل میں دے دیا۔

پرویز 34 جلوس اکبری میں خسرو کی ولادت کے دو سال بعد کابل میں صاحب جمال کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ صاحب جمال (ص،19) زین خان کوکہ کی چچازاد بہن تھیں[2] اور جن کا مقام اور رتبہ مرزا کوکہ کے برابر تھا۔ میرے کئی بچے ولادت کے بعد وفات پا گئے تب ایک بچی کرامسی[3] کے بطن سے جو راٹھور قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی پیدا ہوئی تھی۔ اس بچی کا نام بہار بانو بیگم رکھا گیا۔ موٹا راجہ کی بیٹی جگت گوسائیں[4] کے

---

1 ترجمہ: سپاہی ہر طرف سے آئے اور بہادروں کی زندگیوں کو میدان جنگ میں قبض کرلیا۔ انھیں تیز دھار کی تلواروں سے موت کا خوف نہیں تھا اور نہ ہی پانی سے دہشت اور آگ سے گریز، بہادری میں یگانہ اور مشترکہ کوششوں میں مصروف ایک نہادی کی طرح صبر والے اور حملہ میں چٹان کی طرح۔

2 متن میں صَبِیہ، یعنی دختر ہے جس کی بنیاد پر بلاک مین کہتا ہے کہ اگر سید احمد کا متن درست ہے تو جہانگیر کو اپنی بیویوں کی تعداد یاد نہیں رہی تھی اور ان میں پرویز کی والدہ کون تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ سید احمد کا متن درست نہیں ہے گوکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا مخطوطہ اس متن کے مطابق ہے۔ انڈیا آفس کے دو شاندار مخطوطات میں لفظ 'خویش' ملتا ہے جو چچیرے بھائی کے معنی میں ہے، برٹش میوزیم کا مخطوطہ بھی ملاحظہ ہو جو ارسکن استعمال کرتا ہے مرزا محمد ہادی کے دیباچہ کے مطابق پرویز کی والدہ خواجہ حسن کی بیٹی تھی جو زین خان کے چچا تھے، ان کا سنہ ولادت 998ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اکبر نامہ، جلد سوم، ص،568

3 Price اسے کرامتی لکھتا ہے اور یہ کہ یہ لڑکی صرف دو ماہ زندہ رہی، اکبرنامہ میں کرامسی کا نام دو بار ایک مرد کے لیے آیا ہے۔ ملاحظہ ہو اکبرنامہ جلد دوم، ص 261 اور سوم ص 201۔ اس نام کا مطلب مہربانی سے بنا ہوا ہے۔ پرائس کا بیان غلط ہے۔ بہار بانو کی شادی تہور اس پسر شاہزادہ دانیال سے 25 جلوس جہانگیری میں ہوئی تھی۔ (توزک، ص400) ہادی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ کرامسی راجہ کیشودیو راٹھور کی بیٹی تھی اور اس کی بیٹی بہار بانو 23 شہریور 998ھ ستمبر 1590 میں پیدا ہوئی۔ کیشوداس راٹھور غالباً کیشوداس مارو توزک کا ہے۔

4 بلاک مین کے مطابق جودھابائی۔ ملاحظہ ہو بلاک مین، ص۔619



Marfat.com

بطن سے سلطان خرم 36 جلوس اکبری جو 999ھ[1] کے مطابق ہے لاہور میں پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے ایک عالم خرم ہوا، جب وہ بتدریج بڑا ہونے لگا تو اس کے اوصاف سامنے آنے لگے۔ وہ میرے اور بچوں کے مقابلہ میں میرے والد کی طرف زیادہ متوجہ تھا۔ وہ اس سے بہت خوش (ص،20) رہتے تھے اور اس کی خدمات کی قدر کرتے تھے اور وہ مجھ سے بار بار اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میرے دوسرے بچوں سے اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اس کو اپنا اصل بچہ جانتے تھے۔

خرم کی ولادت کے بعد اور چند بچے پیدا ہوئے جو سن طفولیت میں ہی انتقال کر گئے اور تب ایک ماہ کے اندر میری خواص سے دو اور بیٹے پیدا ہوئے۔ ان میں سے میں نے ایک کا نام جہاندار اور دوسرے کا شہریار رکھا۔

اسی زمانہ میں مجھے سید خاں کا عریضہ موصول ہوا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ مرزا غازی خاں، جو تٹھ کے حکمراں کا فرزند تھا، کو رخصت دی جائے۔ میں نے جواب دیا تھا کہ چونکہ میرے والد صاحب نے اس کی بہن کی نسبت خسرو سے طے کردی ہے ان شاء اللہ شادی کے بعد اسے سندھ جانے کی اجازت دے دوں گا۔

بادشاہ بننے کے ایک سال قبل میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں جمعہ کے دن شراب کا استعمال نہیں کروں گا اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ مجھے اپنے عہد پر عمر بھر قائم رہنے کی قوت عطا فرمائیں گے۔

20,000 روپے مرزا محمد رضا سبزواری کے حوالہ کیے گئے کہ وہ دہلی میں فقرا اور دیگر ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کردے۔

میں نے اپنی مملکت کی نصف وزارت خان بیگ[2] جسے میں نے زمانہ شہزادگی میں وزیرالملک کا خطاب دیا تھا اور نصف وزیر خاں کو دی۔ شیخ فرید بھکری جسے پہلے

---

1 یہ غیر معمولی ہے کہ جہانگیر، شاہ جہاں کا سنہ ولادت 999 لکھتا ہے۔ انڈیا آفس کا مخطوطہ اس کے مطابق ہے، لیکن رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں 1000ھ ہے جو بلا شبہ درست ہے۔ اکبرنامہ، جلد نامہ، جلد سوم، ص 603 بھی ملاحظہ ہو۔ بعدازاں ایک اہم بات یہ نکالی گئی کہ وہ ایک عہد سعادت میں پیدا ہوا تھا۔ تاریخ 5ر جنوری 1592ء دی ہے۔

2 یہ انڈیا آفس مخطوطہ 181 کے مطابق جان بیگ ہونا چاہیے۔



Marfat.com

4,000 کا منصب تھا ترقی دے کر 5,000 کا منصب دار بنا دیا گیا۔ میں نے رام داس کچھواہہ کو جسے میرے والد نے نوازا تھا اور جو 2,000 کا منصب دار تھا ترقی دے کر 3,000 کا منصب دار بنا دیا۔ میں نے مرزا رستم پسر مرزا سلطان حسین اور پوتے شیخ اسماعیل جو قندھار کے حکمراں تھے اور عبدالرحیم خاں خانان پسر بیرم خاں اور ان کے فرزندوں ایرج اور داراب و دیگر امرا جو دکن کی کمان سے وابستہ تھے، خلعتوں سے سرفراز کیا۔ برخوردار پسر عبدالرحمٰن پسر مؤید بیگ جو بغیر طلب، دربار میں حاضر ہوا تھا، اسے جاگیر پر لوٹ جانے کا حکم دیا۔ یہ تہذیب کے خلاف ہے کہ بادشاہ کی دعوت میں بغیر طلب کیے آیا جائیے ورنہ کوئی پابندی نہ ہوگی جو خواہش کے قدموں کو روک سکے۔

میری تخت نشینی کے ایک ماہ گذر جانے کے بعد لالہ بیگ جسے میری ایام شاہزادگی میں باز بہادر کا خطاب دیا گیا تھا میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا اس وقت 1,500 کا منصب تھا جسے میں نے اضافہ کرکے 4,000 کردیا۔ میں نے اسے صوبہ بہار کا صوبہ دار بناکر ترقی دی اور 2,000 روپے بھی دیے۔ بازبہادر کا تعلق ہمارے خاندان کے پرانے خادمین سے ہے۔ اس کے والد کا نام نظام تھا اور وہ ہمایوں کے کتب خانہ کے نگراں تھے۔ کیشوداس مارو جو صوبہ میرتھ کا ایک راجپوت ہے اور جس کی وفاداری اس کے ہم عصروں کے مقابلہ میں کہیں بڑھ گئی ہے میں نے اسے ترقی دے کر 1,500 کے منصب پر فائز کیا۔ میں نے علما اور دوسرے فضلائے اسلام کو ہدایت دی کہ وہ اللہ پاک کے اسمائے خصوصی کو یکجا کرکے مجھے دے دیں جو آسانی سے یاد کیے جاسکیں اور جن کا میں ورد کرسکوں۔

میں جمعہ کا دن علما اور پرہیزگار درویشوں اور زاہدوں کی صحبت میں گزارتا تھا۔ قلیچ خاں کو جو میرے والدؒ کے عہد میں حکومت کے قدیم خدمت گزاروں میں تھے، ایک لاکھ روپے اخراجات کے لیے دے کر گجرات کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ میں نے میران صدر جہاں کے منصب میں اضافہ کرکے 2,000 سے 4,000 کا کردیا۔ میں انھیں بچپن

---

1. متن میں عبدالنبی کے بجائے عبدالغنی ہے لیکن جیسا کہ مخطوطے سے ظاہر ہے اور بلاک مین نے توجہ دلائی ہے۔ یہ ایک غلطی ہے عبدالعلی کے لیے۔ عبدالنبی کو بہت تنگ کیا گیا تھا اور عام اطلاع کے مطابق یہ شیخ ابوالفضل کی ایما پر ہورہا تھا اگر یہ درست ہے تو یہ تعجب کی بات ہے کہ جہانگیر اس کا کوئی ذکر ابوالفضل کے قتل کے جواز میں نہیں کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو میران صدر جہاں کا بیان، پرائس، ص،24پر، چالیس حکایتیں جامی کی کتاب کا نام ہے۔ دیکھیے Rieu کا Catalogue جلد اول، ص 17



Marfat.com

کے زمانہ سے جانتا ہوں جب میں نے عبدالنبی[1] سے "چالیس حکایتیں" پڑھی تھیں اور جن کے متعلق تفصیلات اکبرنامہ میں ملتی ہیں۔ اس ابتدائی زمانہ سے آج تک میران صدر نے مجھ سے مکمل وفاداری برتی ہے اور میں ان کو مذہبی معاملات میں اپنا استاد مانتا ہوں۔ جب میں شاہزادہ تھا اور میرے والد محترم بیمار تھے اس وقت مملکت کے بہت سے امرا کچھ فتنہ پیدا کرنے کی جستجو میں تھے جو مملکت کے لیے باعث تباہی ہوتا۔ میران صدر جہاں نے اپنے فرائض منصبی اور وفاداری سے منہ نہیں موڑا۔ میں نے عنایت بیگ کو وزیر خاں کی جگہ پر مملکت کے نیم وزیر کے عہدے پر مامور کیا کیونکہ بہت دنوں تک والد محترم کے دور حکومت میں دیوان بیوتات کے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔ ان کو میں نے اعتمادالدولہ کے عظیم خطاب سے سرفراز کرتے ہوئے 1,500 کے منصب پر فائز کیا۔ میں نے وزیر خاں کو بنگال کے دیوان کے عہدہ پر مامور کیا اور وہاں کے محاصل کی مقرری کی ذمہ داری سونپی۔ میں نے پاترداس کو جسے میرے والد کے عہد میں رائے رایان کا خطاب حاصل تھا راجہ بکرماجیت کے خطاب سے سرفراز کیا۔ آخرالذکر ہندستان کے عظیم راجاؤں میں ایک تھا اور اسی کے عہد میں فلکیاتی رسد گاہیں ہندستان میں قائم کی گئی تھیں۔ میں نے پاترداس کو اپنا میر آتش مامور کیا اور حکم دیا کہ وہ ہمیشہ میری رکاب میں (ص،23) پچاس ہزار تفنگچی[1] اور تین ہزار توپ لے جانے والی گاڑیاں تیار رکھے تاکہ وقت ضرورت پر فوراً کام میں لائی جاسکیں۔ پاترداس ذات کا کھتری تھا جو میرے والد کے عہد میں مشرف فیل خانہ کے عہدہ سے ترقی کرکے دیوانی کے عہدہ پر فائز ہوا اور امرا کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔ اس کے اندر فوجی صلاحیتوں اور انتظامی لیاقت کی کمی نہیں ہے۔ میں نے خرم کو جو خان اعظم عزیز کوکہ کا فرزند تھا 2,000 کے منصب سے ترقی دے کر 2,500 کے منصب پر فائز کیا۔

چونکہ میرا ارادہ یہ تھا کہ اکثر بندہ ہائے اکبری اور جہانگیری کو ان کی مرضی کے مطابق اکرام ملے، میں نے بخشیوں کو احکام دیے کہ جو کوئی بھی اپنی جائے پیدائش کو جاگیر میں حاصل کرنا چاہتا ہو وہ درخواست دے تاکہ تورہ چنگیزی اور قانون کے تحت ان محال کو التمغا جاگیر کردیا جائے اور انھیں کسی تغیر و تبدل کا خدشہ باقی نہ رہے۔ ہمارے آباو

---

1 اس کا مطلب بندوقچی ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو، توزک جہانگیری، ترجمہ راجرس اور بیورج، ص 23، فٹ نوٹ نمبر1



Marfat.com

اجداد جس کسی کو کوئی جاگیر بطور ملکیت کے عطا کرتے تو فرامین کو آل تمغا کی مُہر سے مزین کردیتے جو سرخ روشنائی کی تھی۔ میں نے حکم دیا کہ مہر کی جگہ کو طلاپوش کرکے تب مہر ثبت کی جائے۔ میں نے اس کا نام التون تمغا[1] رکھا۔

مرزا سلطان[2] پسر مرزا شاہ رخ نبیرہ مرزا سلیمان جو مرزا ابو سعید کے فرزندوں میں ہیں اور مدتوں بدخشاں کے حاکم رہے تھے، اپنے والد محترم کی اجازت سے ان کو میں نے اپنی خدمت میں رکھ لیا تھا۔ میں ان کو اپنے بیٹوں میں ہی سمجھتا ہوں۔ میں نے ان کے منصب میں اضافہ کرکے 1,000 کردیا۔ میں نے بھاؤ سنگھ پسر راجہ مان سنگھ کو جو ان کے بیٹوں میں سب سے لائق ہیں منصب میں اضافہ کرکے 1,500 مقرر کیا۔ میں نے زمانہ بیگ[3] پسر غیور بیگ کابلی جس نے میری خدمت زمانۂ طفلی سے کی ہے اور جسے میں نے ایام شہزادگی میں احدی سے ترقی دے کر 500 کا منصبدار بنا دیا تھا، اب مہابت خاں کے خطاب سے نواز کر کے 1,500 کے منصب پر فائز کیا۔ اُس کی ترقی اور رعایت کا سبب یہ ہے کہ میرے والد کی حکومت کے آخری دور میں، شیخ ابوالفضل جو ہندستان کے شیخ زادوں میں اپنی دانائی اور فضل کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے تھے، خود کو بظاہر نیک نیتی کے زیور سے آراستہ کرکے میرے والد کے ہاتھوں بھاری قیمت پر بیچا تھا، اسے دکن سے طلب کیا گیا تھا اور چونکہ اس کے ارادے میری طرف سے صاف نہیں تھے اور وہ نجی محفلوں میں اور عام مقامات پر میرے خلاف گفتگو کرتا رہتا تھا اس لیے میرے والد کا مزاج میری طرف سے برہم تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر ابوالفضل کو میرے والد سے ملاقات کا موقعہ مل گیا تو یقیناً میرے والد کی مجھ سے ناراضگی اور بڑھ جائے گی اور پھر اس وجہ سے میری اور والد صاحب کی ملاقات میں کافی مشکلات درپیش ہوں گی (ص،25)۔ اس لیے یہ ضروری ہوگیا کہ اسے (ابوالفضل) دربار ہی نہ پہنچنے دیا جائے

---

1 متن میں "اکنون" ہے۔ (دیکھیے توزک، ص، 23، سر سید احمد) جس کے معنی ہیں ابھی۔ جو التون کی جگہ آیا ہے وہ غلط ہے ملاحظہ فرمائیں Elliot and Dowson کی کتاب جلد ششم ص 288 ال ترکی میں سرخ کے معنی میں آتا ہے اور التون سونے کے معنی میں۔ یہاں جہانگیر کا مطلب ہے کہ اسے التمغا کا نام بدل کر التون تمغا کردیا۔

2 مرزا سلطان مرزا سلیمان کے پوتے تھے۔

3 یہ وہی شخص ہے جس نے بعد میں بغاوت کرکے جہانگیر کو قید کرلیا تھا۔



Marfat.com

چونکہ بیر سنگھ کا ملک ٹھیک اس کی راہ پر تھا اور وہ اس زمانہ میں باغی تھا، میں نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ اس مفسد فتنہ کو روک کر قتل کردے تو میرے جود و سخا کا مستحق ہوگا۔ اس نے ابوالفضل کا سر مجھے الہ آباد بھیجا گو کہ اس حادثہ سے میرے والد کو بہت رنج ہوا، پھر بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے بغیر کسی رکاوٹ کے والد صاحب کی خدمت میں پہنچ کر حاضری دی۔ آہستہ آہستہ میرے والد کے غم و غصہ میں کمی آتی چلی گئی۔

میں نے قزوین کے میر ضیاء الدین کو جس نے میرے ایام شاہزادگی میں خدمت کی تھی اور وفادار رہا تھا، 1,000 کا کماندار اور مشرف طویلہ بنا دیا۔ میں نے حکم دیا کہ روزانہ 30 گھوڑے تحفوں میں دینے کے لیے میرے پاس پیش کیے جائیں۔ میں نے مرزا علی اکبر شاہی کو جو ایک بہادر آدمی اور ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں 4,000 کے منصب سے سرفراز کیا اور سرکار سنبھل کی جاگیر دی۔

ایک دن اتفاقاً امیرالامراشریف خاں نے اپنے ایک جملہ سے میری طبیعت خوش کردی۔ اس نے کہا تھا "ایمانداری اور بے ایمانی کا تعلق صرف نقد اور مال تک مخصوص نہیں ہے بلکہ اپنے دوستوں کی تعریف و توصیف کرنا جس کے وہ اہل نہیں ہیں اور بیگانوں کی اہلیت اور لیاقت کو چھپانا بھی بے ایمانی ہے۔ حقیقتاً حق گوئی کا تقاضہ ہے کہ آشنا اور بیگانہ کے متعلق سچ اور اصل بات بتلائی جائے۔"

جب میں نے پرویز کو رخصت کیا تو میں نے اس سے کہا تھا "اگر رانا خود یا اس کا بیٹا جس کا نام کرن ہے آئے اور تمھارے سامنے حاضر ہوکر اطاعت و بندگی کا اظہار کرے تو تم کو اس کے علاقہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔" اس تلقین سے میرے دو مقاصد تھے۔ اول یہ کہ ولایت ماوراءالنہر کی تسخیر کی جاسکے جس کی میرے والد صاحب کی ہمیشہ سے خواہش رہی ہے گو کہ جب بھی انھوں نے اس کی طرف توجہ کی کوئی نہ کوئی رکاوٹ آن پڑی اگر یہ معاملہ عمدگی سے طے پا جائے اور اس خطرہ سے نجات مل جائے تو میں پرویز کو ہندستان میں چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ کرکے اپنے اجداد کی ولایت کی طرف کوچ کر جاؤں، خصوصاً اس عالم میں کہ وہاں میرا کوئی مستقل حاکم نہیں ہے۔ باقی خاں جو عبداللہ خاں اور اس کے فرزند عبدالمومن خاں کے بعد مکمل آزادی حاصل کرچکا تھا، فوت ہوچکا تھا اور اس کے بھائی ولی محمد خاں کے معاملات جو ان دنوں وہاں کا حاکم ہے ابھی تک ان علاقہ میں درست نہیں ہوسکے ہیں۔ دوسرے دکن میں جنگ کو ختم کرنا تھا۔



Marfat.com

وہاں کا ایک حصہ میرے والد کے عہد میں فتح ہو چکا تھا اور اسے اب مملکت میں شامل کرنا تھا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مہم بھی کامیاب ہوگی

ہفت اقلیم از بگیرد بادشاہ ہم چناں در بند اقلیم دگر

میں نے مرزا شاہ رخ جو مرزا سلیمان کے پوتے تھے اور کبھی بدخشاں کے حکمراں تھے، اور جو میرے خاندان سے قرابت داری رکھتے تھے اور جن کو محترم والد صاحب کے زمانہ میں 5,000 کا منصب حاصل تھا، ترقی دے کر 7,000 کے منصب پر فائز کیا۔ مرزا صحیح معنی میں مزاجاً اور طبیعتاً ترک ہیں۔ میرے والد نے انھیں بہت اکرام بخشا تھا اور جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے اسی طرح مرزا کو بھی یہ اعزاز حاصل تھا۔ باوجودیکہ بدخشاں کے لوگ شرارت پسند تھے، مرزا نے اس ماحول میں بھی راہ راست سے منہ نہیں موڑا تھا یا کوئی ایسا اقدام نہیں اٹھایا جس سے بدمزگی پیدا ہو۔ میں نے ان کو مالوہ کے صوبہ پر مقرر کیا جیسا کہ اس سے پہلے میرے والد نے ان پر عنایت فرما کر کیا تھا۔

میں نے خواجہ عبداللہ کو جو نقشبندی خاندان کے ہیں اور اپنی ملازمت کے ابتدائی دنوں میں احدی کے عہدہ پر تھے اور ترقی پاکر 1,000 کے منصب دار ہوگئے تھے، لیکن بغیر کسی سبب کے میرے والد کی ملازمت میں داخل ہوگئے تھے اور منصب و جاگیر میرے والد نے انھیں عطا کی تھی۔ گو کہ میں اسے اپنے لیے زیادہ بہتر سمجھتا تھا کہ میرے خدمت گار اور دوسرے میرے والد کی ملازمت میں داخل ہوں، لیکن یہ میری مرضی کے بغیر ہوا تھا اور مجھے اس پر کافی غصہ بھی آیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ (یعنی عبداللہ) ایک مردانہ اور جیدار آدمی ہے اور اگر اس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی تو وہ ایک بے داغ ہیرو ہوتا۔

عبدالنبی اوزبیک[1] جو ماوراالنہر کا ایک اعلیٰ باشندہ ہے اور جو عبدالمومن خاں کے عہد میں مشہد کا گورنر تھا، 1,500 کے منصب سے نوازا گیا۔

شیخ حسن، شیخ بہا[2] کا فرزند ہے، اپنے زمانہ طفلی سے آج تک وہ میری حاضری

---

1 مخطوطہ میں عبدالوالی ہے جو زیادہ قرین قیاس ہے

2 مخطوطہ میں شیخ بھینا ہے اور پرائس کے اصل مخطوطہ میں بھی غالباً بھینا ہی ہے۔ مقرب خاں سات ماہ تک نہیں لوٹا کیونکہ یہ ذکر تب تک نہیں ملتا۔ ملاحظہ ہو فارسی متن، توزک، ص 35



Marfat.com

میں خدمت گزار رہا ہے۔ میں نے ایام شاہزادگی میں اسے مقرب خاں کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ وہ اپنے کام میں بہت مستعد اور فعال شخص ہے اور شکار میں میرے ساتھ دور تک جاتا ہے۔ وہ تیر اور بندوق چلانے میں ماہر ہے اور عمل جراحی میں اپنے وقت کا مشاق ہے۔ اس پیشہ میں اس کے اجداد بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔ میں نے تخت نشینی کے بعد اس پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کی بنا پر اسے برہان پور روانہ کیا تاکہ وہ میرے بھائی دانیال کے بچوں اور متوسلین کو میرے پاس لے آئے اور خان خاناں کو سخت و سست لہجہ میں مناسب تنبیہ کے ساتھ اطلاع بھیجی۔ مقرب خاں نے یہ فرض بخوبی بہت کم وقت میں انجام دیا اور خان خاناں اور وہاں کے دیگر امرا کے شک و شبہات کو جو اس کے دماغ میں بیٹھ گئے تھے دور کر کے ان لوگوں کو جن کو میرے بھائی چھوڑ آئے تھے بحفاظت ان کے تمام مال و اسباب کو لے کر لاہور آیا اور میرے حضور میں پیش کر دیا۔

میں نے نقیب خاں[1] کو جو قزوین کے اصل سیدوں میں ہیں اور جو غیاث الدین علی کے نام سے معروف ہیں، ترقی دے کر 1,500 کے منصب پر فائز کیا۔ میرے والد نے ان کو نقیب خاں کے خطاب سے سرفراز کیا تھا۔ وہ ان کی خدمت میں بے تکلف تھے اور باوقار تھے۔ اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد اکبر نے ان سے بہت سے معاملات میں گفتگو کی تھی اور اس شناسائی کی وجہ سے وہ انھیں اخوند کہا کرتے تھے۔ علم تاریخ اور تذکرات میں ان کا کوئی دوسرا مقابل نہیں تھا۔

آج کی آباد دنیا میں ان کے جیسا تاریخ داں کوئی نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے موجودہ زمانہ تک، ان کو دنیا کی چوتھائی تاریخ (کہانی) یاد ہے۔ کیا اللہ نے کسی اور کو بھی اس قسم کی یادداشت سے نوازا ہے؟ شیخ کبیر کو جن کا تعلق شیخ سلیم کے خاندان سے ہے،

---

1 ملاحظہ ہو بلاک مین ص، 447، Du Jarric اس کے متعلق لکھتا ہے کہ جہانگیر کے سامنے اس نے کیتھولک پادریوں کے ساتھ مناظرہ کیا تھا (دیکھیے جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی بنگال 1896 ص 77۔ بدایونی، جلد سوم، ص، 98 کے مطابق یہ نقیب خاں کے والد عبداللطیف تھے جن سے اکبر نے تعلیم حاصل کی تھی۔ (اکبرنامہ، دوم، ص، 19)۔ عبداللطیف اور ان کا خاندان 963ھ (1556) میں آیا تھا۔ لیکن جہانگیر کی رائے زنی کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ نقیب اس کا (جہانگیر کا) استاد تھا لیکن غالباً جہانگیر کا مطلب یہ ہے کہ نقیب کے والد نے اکبر کو پڑھایا، یا اس نے باپ اور بیٹے کو خلط ملط کر دیا ہے۔ چونکہ نقیب 1023ھ (1614) تک زندہ تھا، وہ 1556 میں بہت کم عمر رہا ہوگا کہ اکبر کا استاد بن سکے۔



Marfat.com

میں نے ایام شاہزادگی میں ان کی بہادری اور جوانمردی کے لیے، شجاعت خاں کے خطاب سے نوازا تھا، اب ان کا منصب 1,000 کردیا۔

27/شعبان (28/دسمبر 1605) کو راجہ مان سنگھ[1] کے بھتیجے بھگوان داس کے فرزند اکھئے راج سنگھ کے بیٹوں نے عجیب حرکت کی۔ ان بدبختوں کے نام تھے، ابھے راج، بجے رام اور شیام رام جو بے حد غیر معتدل تھے۔ باوجودیکہ مذکورہ ابھے راج نے بہت ہی نامناسب حرکت کی تھی، میں نے چشم پوشی سے کام لیا تھا۔ آج جب یہ معاملہ میرے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ شیطان بغیر میری اجازت کے اپنی بیوی اور بچوں کو اپنے ملک بھیجنا چاہتا ہے اور اس کے بعد خود فرار ہوکر رانا کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے جو ہمارے خاندان کا وفادار نہیں ہے، تو میں نے رام داس اور دوسرے راجپوت امرا سے دریافت کیا کہ کیا وہ اس کی ضمانت لینے کے لیے تیار ہیں تاکہ میں اس مقہور کو جاگیر اور منصب سے سرفراز کرکے اس کی گزشتہ خطاؤں سے درگزر کروں، لیکن اس کی حد سے زیادہ شرارتوں اور برے طریقوں کی وجہ سے کوئی بھی اس کی ضمانت لینے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ تب میں نے امیرالامرا کو حکم دیا کہ کوئی اس کی ذمہ داری نہیں لے رہا ہے اس لیے ان لوگوں کو دربار کے کسی ملازم کے حوالہ کردیا جائے تاآنکہ ان کی ضمانت کے لیے کوئی آمادہ ہوجائے۔ امیرالامرا نے ان لوگوں کو ابراہیم خان کاکر کے حوالہ کردیا جسے بعد میں دلاور خاں کے خطاب سے نوازا گیا تھا، اور حاتم منگلی[2] کا دوسرا بیٹا جسے شاہ نواز خاں[3] کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ جب ان لوگوں نے ان احمقوں سے ہتھیار لینے کی کوشش کی تو انھوں نے انکار کردیا اور اپنے ملازمین کو لے کر جنگ و جدال میں مصروف ہوگئے۔ امیرالامرا نے صورت حال سے مجھے مطلع کیا۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو ان کی حرکتوں کے مطابق سزا دی جائے۔ اس نے ان لوگوں کو وہاں سے بھگانے کی کوشش کی۔ میں نے شیخ فرید کو بھی ان لوگوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ ایک راجپوت جو تلوار سے

---

1 مان سنگھ راجہ بھگوان داس کا متبنیٰ تھا اور اس پیراگراف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بھتیجا بھی تھا۔

2 متن میں حاتم بن بابوئی منگلی ملتا ہے، دیکھیے بلاک مین، ص 370، حاشیہ اور 473

3 مخطوطہ میں 'شاہور' ہے۔



Marfat.com

مسلح تھا اور دوسرا جس کے پاس خنجر تھا امیر الامرا سے مقابلہ کے لیے آیا۔ امیر الامرا کے خدمت گاروں میں جس کا نام قطب تھا، اس کا سامنا کیا لیکن مارا گیا۔ دلاور خاں تلوار لے کر ابھی رام کی طرف بڑھا جو دو اور آدمیوں کے ساتھ جما ہوا تھا ایک کو زخمی کرنے کے بعد وہ ان تینوں کے حملوں سے مجروح ہو کر گر پڑا۔ ایک راجپوت تلوار لے کر شیخ فرید کی طرف بڑھا جس کا مقابلہ ایک حبشی نے کیا اور اسے مار گرایا۔ یہ بلوہ دیوان عام کے صحن، دولت خانہ میں ہوا۔ یہ سزا اوروں کے لیے انتباہ تھی جنھوں نے انجام پر توجہ نہیں دی تھی۔ عبدالنبی[1] نے عرض کیا کہ اگر یہ واقعہ ازبکستان میں ہوا ہوتا تو تمام خاندان اور اس کے متعلقین کو بھی برباد کر دیا گیا ہوتا۔ میں نے جواب دیا کہ چونکہ ان لوگوں کے ساتھ والد مرحوم نے مہربانی کا سلوک کیا تھا اور تعلیم و تربیت پر توجہ دی تھی میں نے بھی وہی رویہ اختیار کیا تھا اور انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی ایک فرد کے جرم میں بہت سے لوگوں کو سزا نہ دی جائے۔

شیخ حسین جامی نے جو ان دنوں مسند درویشی پر زیب فرما ہیں اور شیراز[2] کے ایک درویش کے مرید ہیں، مجھے میری تخت نشینی سے چھ ماہ قبل لاہور سے خط لکھا تھا کہ انھوں نے خواب دیکھا ہے کہ اولیا اور بزرگان نے مملکت کے تمام امور کی ذمہ داری کے لیے اللہ کے حضور کے برگزیدہ کو (یعنی جہانگیر) کو منتخب کیا ہے اور اس خبر کا لطف اٹھانے کے لیے مجھے اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے اور یہ کہ وہ توقع کرتے ہیں کہ جب موقع آئے گا تو خواجہ ذکریا کی خطاؤں کو جو احراریوں[3] میں ایک تھے، معاف کر دیا جائے گا۔[4]

---

1۔ انڈیا آفس مخطوطہ میں ابولی۔ یہ ازبک تھا جسے بہادر خاں کا خطاب حاصل تھا۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا، جلد اول ص 400، اکبر نامہ جلد سوم صفحات 833-820 جہاں اسے عبدالبقا لکھا گیا ہے۔ اس کا اصل نام ابولی بے معلوم دیتا ہے اور ارسکن نے یہی لکھا ہے۔

2۔ متن غیر واضح معلوم دیتا ہے۔ انڈیا آفس میں شیراز کا کوئی ذکر نہیں ہے سوائے اس کے کہ [illegible] حسین جامی ایک مرید تھے جن کا درویشانہ مزاج تھا۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں بھی شیراز کا ذکر نہیں ہے۔

3۔ یعنی وسط ایشیا کے خواجہ احرار کے اخلاف

4۔ متن اور مخطوطہ میں کافی فرق ہے کیونکہ یہ پیراگراف غیر واضح اور سیاق و سباق سے الگ ہے۔ یہ پرائس کے ترجمہ میں زیادہ واضح ہے جہاں وہ جہانگیر کے منصبوں میں اضافہ کا ذکر کرتا ہے۔ ص 40



Marfat.com

میں نے تاش بیگ فرجی کو جو سلطنت کا ایک قدیم ملازم تھا اور جسے میرے والد نے تاج خاں کے خطاب سے نوازا تھا اور 2000 کا منصب رکھتا تھا، میں نے اس میں اضافہ کرکے 3000 کا منصب دار بنا دیا۔ میں نے تختہ بیگ کابلی کو بھی 2500 کے منصب سے ترقی دے کر 3000 کے منصب پر فائز کیا۔ وہ ایک بہادر اور فعال آدمی ہے اور میرے چچا مرزا محمد حکیم کی ملازمت میں بہت قابل بھروسہ شخص رہا تھا۔ میں نے عبدالقاسم نمکین کو جو میرے والد کے قدیم ملازمین میں تھا ترقی دے کر 1500 کے منصب پر فائز کیا۔ نمکین ایسے لوگ کم ہی ہوں گے جن کے بہت سے بچے ہوں۔ اس کے 30 بیٹے ہیں اور لڑکیوں کی تعداد اس قدر تو نہیں ہے تاہم اس کی نصف تو ضرور ہی ہوں گی۔ میں نے شیخ علاء الدین کو جو شیخ سلیم کے پوتے ہیں اور جن کا مجھ سے بہت قریبی تعلق ہے، اسلام خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان کے منصب میں اضافہ کرکے 2,000 کردیا اور یہ بچپن سے جوانی تک میرے ساتھ رہے تھے اور مجھ سے ایک سال چھوٹے ہوں گے۔ یہ ایک بہادر اور جواں مرد آدمی ہیں اور اپنے خاندان میں ہر صورت سے ممتاز ہیں۔ آج تک انھوں نے کوئی نشہ آور مشروب استعمال نہیں کیا ہے اور ان کا خلوص میرے لیے اس قدر ہے کہ میں نے ان کو فرزند کے خطاب سے نوازا ہے۔

میں نے علی اصغر بارہہ پسر سید محمود خاں بارہہ کو جن کا ثانی بہادری اور جوش میں نہیں ہے اور جو میرے والد کے قدیم امرا میں تھے، سیف خاں کے خطاب سے نوازا ہے اور اس طرح میں نے ان کو ان کے ہم چشموں اور خاندان کے لوگوں میں افتخار بخشا ہے۔ بظاہر وہ ایک بہادر نوجوان ہیں۔ وہ ہمیشہ میرے معتمد آدمیوں میں شامل رہے ہیں جو میرے ساتھ شکار اور دوسری جگہوں پر گئے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی نشہ آور چیز کا استعمال نہیں کیا اور چونکہ انھوں نے اپنی جوانی کے دنوں میں ان اشیا

---

..............."اب میں سب سے زیادہ احسان مندی والے مضمون کی طرف لوٹتا ہوں جہاں انعامات اور (منصب) میں اضافے...... خواجہ ذکریا پسر خواجہ محمد یحییٰ کو کہ معتوب تھا میں نے اسے 500 کا منصب دیا۔ یہ میں نے محترم شیخ جامی کے سمجھانے پر کیا۔ میری تخت نشینی کے چھ ماہ پہلے وغیرہ" بظاہر ذکریا کی ترقی کا ذکر توزک میں غلطی سے رہ گیا ہے۔ شیخ کے خواب کا ذکر محمد ہادی توزک کے دیباچہ (ص 15) پر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ شیخ بہاء الحق درویش شیخ جامی کے خواب میں ظاہر ہوئے اور بشارت دی کہ سلطان سلیم جلد ہی بادشاہ ہوں گے۔



Marfat.com

سے پرہیز کیا ہے، شاید وہ اعلیٰ عہدہ تک پہنچ جائیں میں نے انھیں 3,000 کے منصب سے سرفراز کیا۔

میں نے فریدون پسر محمد قلی خاں برلاس کو 1,000 کے منصب سے ترقی دے کر 2,000 کے منصب پر فائز کیا۔ فریدوں چغتائیوں میں ایک ہے جو بہادری اور شجاعت سے خالی نہیں ہے۔

میں نے بایزید جو شیخ سلیم کے پوتے ہیں ترقی دے کر 2,000 کے منصب سے 3,000 کے منصب پر فائز کیا۔ جس عورت نے مجھے پہلی بار دودھ پلایا مگر ایک دن سے زیادہ نہیں وہ بایزید کی والدہ تھیں۔

ایک دن میں نے پنڈتوں سے جو ہندوؤں میں عقلمند اور دانا ہیں، سوال کیا: "اگر تمھارا مذہب اللہ کے مقدس بندوں کی تجسیم پر دس مختلف النوع مابعدالطبعیات کے اصول پر قائم ہے تو اسے سمجھ دار لوگوں نے یکسر مسترد کیوں کردیا ہے۔ اس تباہ کن تصور کا تقاضہ ہے کہ واجب تعالیٰ جس کو تصورات کے احاطہ میں نہیں لایا جاسکتا مگر اس کو لمبائی چوڑائی اور گہرائی کے پیمانہ میں باندھا جاسکتا ہے۔ اگر اس کا مقصد ظہورالٰہی سے ہے تو یہ صفات ان کے جسموں میں اور دیگر مخلوقات میں موجود ہیں اور یہ دس صفات ان پیکروں میں موجود نہیں ہیں۔ اگر اس سے مراد کسی فرد کے اندر صفات الٰہی کی تائید ہے تو یہ تصور نامناسب ہے کیونکہ ہر مذہب اور آئین میں صاحبان کرامت اور معجزات موجود ہیں جو اپنے دور کے دوسرے افراد سے عقل و فراست میں ممتاز رہے ہیں[1]۔ بہت بحث و مباحثہ اور رد و قدح کے بعد انھوں نے تسلیم کیا کہ خداؤں کا ایک خدا ہے جو جسم سے بے نیاز ہے اور انھوں نے کہا: چونکہ بغیر شبیہ کے خالق (ذات مجرد) کا خیال ہمارے تصور سے باہر ہے، ہم خالق کو پہچاننے میں بغیر کسی شبیہ کے سہارے کے نہیں پہچان سکتے۔ اس لیے یہ دس صورتی طریقہ ہم نے اسے پہنچاننے کے لیے اپنایا ہے۔" تب میں

---

1۔ جہانگیر کا تصور کچھ واضح نہیں ہے لیکن اس کے معنی غالباً یہ تھے کہ دس باوقار خدا کی صفت کے مظہر نہیں ہیں کیونکہ بہت سے لوگوں نے اس قسم کے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں Price نے جو پیراگراف اپنے متن سے لیا ہے اسے یقینی طور پر دوسری طرح پڑھا ہے لیکن اس کا ترجمہ تلخیص میں ہے اور اس پیرا میں غلط معلوم ہوتا ہے۔



Marfat.com

نے ان سے پوچھا "یہ صورتیں تم کو کس طرح خدا تک پہنچنے میں مدد دے سکتی ہیں؟"

میرے والد نے ہر مذہب اور مسلک کے علما بالخصوص پنڈتوں اور دوسرے عقلائے ہند سے تعلقات رکھے تھے۔ گوکہ وہ بذات خود ان پڑھ تھے لیکن ان کے ساتھ مستقل گفتگو کرتے رہنے کی وجہ سے کسی کو یہ سمجھنا مشکل تھا کہ وہ امی ہیں۔ وہ نثر اور نظم کی باریکیوں سے اس حد تک واقف تھے کہ ان کی کمیوں کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔ آپ کا حلیہ مبارک اس طرح تھا۔ آپ متوسط لیکن مائل بہ دراز قد تھے۔ آپ کا رنگ گندمی، آنکھیں اور ابرو سیاہ تھے۔ آپ کے جسم میں بہت ملاحت تھی اور شیر کی طرح تھا[1] چوڑا سینہ اور ہاتھ و بازو لمبے تھے۔ ان کے ناک کے بائیں حصہ پر ایک ابھرا ہوا مٹر کے دانہ کے برابر مسا تھا جو ان کے چہرہ پر خوب جچتا تھا۔ (ص34) جو لوگ علم قیافہ کے ماہر تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مسا بہت زیادہ مرفع حالی اور حد سے زیاد خوش قسمتی کی علامت ہے۔ آپ کی مبارک آواز بہت بلند تھی اور دوران گفتگو ایک خاص طرح کی حلاوت آمیز تھی۔ وہ اپنی وضع قطع میں دنیا کے اور لوگوں کی طرح نہیں تھے۔ اللہ کی شان آپ کی ذات سے ہویدا تھی۔

ہم بزرگی در حسب ہم بادشاہی در نسب
کہ سلیماں تا در انگشتش کند انگشتری

(ترجمہ) عظمت اس کے طریق میں اور باشاہی اس کے خون میں یوں ہے جیسے سلیمان نے اپنی انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنادی ہو۔

میری پیدائش کے تین ماہ بعد میری بہن شہزادہ خانم، میرے والد کی خواصوں میں ایک کے بطن سے پیدا ہوئی۔ انھوں نے اسے اپنی والدہ مریم مکانی کے حوالہ کردیا۔ اس کے بعد خواصوں میں ایک کو فرزند پیدا ہوا۔ جس کا نام شاہ مراد رکھا گیا چونکہ اس کی پیدائش فتح پور کے پہاڑی علاقہ میں ہوئی تھی اس لیے اس کی عرفیت پہاڑی رکھی گئی۔ جب میرے محترم والد نے اسے دکن کی مہم پر روانہ کیا تو وہ برے لوگوں کی صحبت میں

---

1. متن میں شیر اندام ہے جس کے معنی میرے خیال میں پتلی کمر کے ہیں۔ دیکھیے Steingass میں نے صباحت اور ملاحت کا ترجمہ ابلیٹ سے لیا ہے۔ دیکھیے حاشیہ، جلد ششم، ص137، جہاں یہ دونوں الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔



Marfat.com

پڑ کر از حد شراب نوشی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ تیس سال کی عمر میں جالنہ پور کے اطراف میں جو صوبہ برار کا حصہ ہے وفات پا گیا۔ اس کا حلیہ یوں تھا۔ مائل بہ سبز رنگ، جسمانی طور پر لاغر اور دراز قد تھا جس سے وقار و تمکنت ظاہر ہوتی تھی اور شجاعت و مردانہ پن بھی۔ دس جمادی الاول 979ھ مطابق ستمبر 1572 کو ایک اور خواص کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا چونکہ اس کی پیدائش اجمیر میں محترم خواجہ معین الدین چشتی کے خادمین کے ایک مکان میں ہوئی تھی جس کا نام شیخ دانیال تھا، اس بچہ کا نام بھی دانیال رکھا گیا۔ میرے بھائی شاہ مراد کے انتقال کے بعد میرے والد نے دانیال کو اپنی حکومت کے آخری زمانہ میں دکن کی فتح پر مامور کیا اور خود اس کے بعد روانہ ہوئے۔ جب میرے محترم والد اسیر گڑھ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تب اس نے (دانیال) امرا کی بڑی فوج جن میں خان خانان اور ان کے فرزند یوسف خاں اور دیگر سرداران شامل تھے، احمد نگر کے قلعہ کو گھیر لیا اور اس پر تقریباً اس وقت فتح حاصل کی جب اسیر گڑھ (ص،35) پر فتح حاصل ہوئی تھی۔ جب میرے والد عرش آشیانی فتح و نصرت اور کامیابی کے ساتھ برہان پور سے دارالسلطنت کو واپس ہوئے تو انھوں نے اس صوبہ کی حکمرانی اور پورا علاقہ دانیال کو سونپ دیا۔ دانیال بھی اپنے بھائی شاہ مراد کی طرح برے راستہ پر پڑ گیا اور جلد ہی 33 سال کی عمر میں وفات پا گیا۔ اس کی موت عجیب طرح واقع ہوئی۔ وہ بندوقوں اور بندوق سے شکار کا بہت شوقین تھا۔ اس نے اپنی ایک بندوق کا نام "یکہ و جنازہ" رکھا تھا اور خود اپنا کہا ہوا یہ شعر اس بندوق پر کندہ کرایا تھا ۔

از شوق شکارے تو شود جاں تر و تازہ
بر ہر کہ خورد تو یکہ و جنازہ

(ترجمہ) تیری وجہ سے شکار کا لطف اور زندگی کا مزہ اور نیا ہو گیا، تو جس پر بھی نشانہ لگاتی ہے وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔

جب وہ حد سے زیادہ شراب پینے لگا اور اس کی اطلاع والد محترم کو ملی تو خان خاناں کے نام سرزنش کے فرمان جاری کیے گئے۔ خان خاناں نے اسے شراب سے منع کر دیا اور اس کے ارد گرد محتاط لوگوں کو اس کی معقول خبر گیری کے لیے مقرر کیا۔ جب اس کے پاس شراب آنی بالکل بند ہو گئی تب اس نے رونا شروع کیا اور ملازمین کو تاکید



Marfat.com

کرنے لگا کہ جیسے بھی ممکن ہو اسے شراب دی جائے۔ اس نے مرشد قلی خاں بندوقچی کو جو اس کی خاص ملازمت میں تھا حکم دیا کہ "یکہ و جنازہ" میں شراب لائی جائے۔ اس بدبخت نے انعام کی لالچ میں ایسا کرنا منظور کرلیا اور دو آتشہ شراب بندوق کی نال میں ڈال کر جو مدتوں سے بارود زدہ تھی، دانیال کو پیش کردی۔ شراب کے اثر سے لوہے کا زنگ محلول ہوگیا اور شراب میں شامل ہوگیا۔ شاہزادہ اسے پیتے ہی گر پڑا

کسے باید کہ فالی بد نگیرد
وگر گیرد برائے خود نگیرد[1]

(ترجمہ) کسی کو کوئی بری بات نہیں کہنی چاہیے اور اگر وہ کرتا ہے تو اسے خود ہی بھگتنا ہوگا۔

دانیال بہت ہی عمدہ وضع قطع اور شکل و صورت کا جوان تھا۔ وہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کا بہت شوقین تھا۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد بہت عمدہ گھوڑا اور ہاتھی ہے وہ اپنے آپ کو روک نہیں پاتا تھا اور اسے حاصل کرلیتا تھا۔ وہ ہندی گانوں کا بھی شوقین تھا اور کبھی کبھی صحیح محاوروں کے ساتھ ہندی زبان میں شعر کہتا تھا۔

دانیال کی ولادت کے بعد بی بی دولت شاہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام شکرالنساء بیگم[2] رکھا گیا چونکہ ان کی پرورش میرے والد محترم کی نگرانی میں ہوئی تھی وہ بہت اچھی نکلیں۔ وہ بہت ہی اچھے مزاج کی ہیں اور فطری طور پر عام لوگوں کے لیے بھی دردمندی کا جذبہ رکھتی ہیں۔ بچپن سے ہی وہ مجھے بہت عزیز رکھتی ہیں اور بھائی بہن کے درمیان ایسے کم ہی تعلقات ہوں گے۔ پہلی بار رسم کے مطابق جب ایک بچہ کے سینہ کو دبایا جاتا ہے تو دودھ کا قطرہ ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے میری بہن کی چھاتی کو دبایا جس سے دودھ نکلا، میرے محترم والد نے فرمایا بابا اس دودھ کو پی لو، حقیقت میں تمھاری یہ بہن تمھاری ماں کی طرح ہوگی۔" اللہ تعالیٰ جو تمام اسرار سے واقف ہے، جانتا ہے کہ اس روز کے بعد جب میں نے دودھ کا قطرہ پی لیا تھا میں اپنی بہن کے لیے

---

1 غالباً یہ اس نام کی طرف اشارہ ہے جسے دانیال نے اپنی بندوق کو دیا تھا اور جس کا اثر اس پر ظاہر ہوا۔

2 مخطوطہ میں شکر نثار یعنی شکر نثار کرنے والی ہے۔ یہ شاہ جہاں کے عہد تک حیات رہیں۔



Marfat.com

ایک ایسی محبت رکھتا ہوں جو بچے اپنی ماؤں کے لیے رکھتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد ان ہی بی بی دولت شاہ کے بطن سے ایک اور بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام اکبر نے آرام بانو بیگم[1] رکھا۔ اس کا مزاج مجموعی طور پر گرم اور جوشیلا تھا۔ میرے والد صاحب انھیں بہت پسند کرتے تھے، یہاں تک کہ اس کی درشتگی کو بھی نرم خوئی بتلاتے تھے اور ان کی عظیم نگاہوں میں پیار کی وجہ سے یہ کوئی عیب کی بات نہیں تھی۔ میرے والد محترم نے مجھے بارہا یہ سمجھا کر عزت بخشی۔ "بابا! میرے لیے تم اسی طرح نرم جو رہو جیسے میں ہوں اور میرے بعد اس بہن سے جو میری لاڈلی ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس کے ساتھ پیار سے پیش آنا اور اس کی بے ادبی اور شوخیوں سے درگزر کرنا"۔

میرے والد کے اوصاف حمیدہ تعریف و توصیف کی حدود میں نہیں سما سکتے۔ اگر ان کے پسندیدہ اخلاق کے متعلق کتابیں لکھی جائیں تو بے تکلف اور قطع نظر اس کے کہ وہ میرے والد ہیں ان کے بارے میں جو بھی کہا جائے گا کم ہوگا۔

باوجود سلطنت، خزانہ اور دفینوں کے جن کا اندازہ حساب اور قیاس سے باہر ہے، جنگلی ہاتھی اور عربی گھوڑوں کے انھوں نے کبھی بھی 'بال برابر بھی' اللہ کے حضور میں انکساری اور بندگی سے انحراف نہیں کیا ہے۔ خود کو مخلوقات میں کمترین مخلوق شمار کیا اور حق کی یاد سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں رہے۔

دائم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال
میدانہفتہ چشم دل جانب یار

(ترجمہ) ہمیشہ، ہر جگہ اور ہر ایک کے ساتھ ہر حال میں اپنی توجہ خاموشی سے اپنے پیارے (رب) کی طرف مبذول رکھو۔

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ان کی عظیم مملکت میں جگہ تھی، یہ دوسری مملکتوں جیسے ایران[2] میں صرف شیعوں کے لیے جگہ تھی، ترکی، ہندستان اور

---

1. جہانگیر کے عہد میں کنوارپن میں فوت ہوئیں۔

2. میرے خیال میں بھی معنی ہیں گوکہ ان الفاظ کے مطابق اس بیان کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ شیعوں کے لیے ایران کے علاوہ کوئی اور جگہ نہیں ہے۔ ارسکن نے یوں ترجمہ کیا ہے "سوائے شیعوں کے دوسرے ایران میں قابل برداشت نہیں، سنی ترکی، توران اور ہندستان میں۔



Marfat.com

توران میں صرف سنیوں کو جگہ تھی[1]

چنانچہ اللہ کی رحمت سے ان کی عظیم سلطنت میں ہر طبقہ کے لوگوں اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے لیے جگہ تھی۔ یہ اصول پر مبنی تھا کہ یہ پر تو ذات الٰہی ہے اس لیے اس میں وہی خصوصیات ہونی چاہئیں جو روشنی میں ہیں۔ ان کی حکومت، جس کی سرحدیں سمندر تک پھیلی ہوئی تھیں، ارباب ملتہائی مختلف اور عقیدہ ہائے صحیح و ناقص کے لیے جگہ تھی اور ان کے ساتھ اختلافات کی تمام راہیں مسدود کردی تھیں۔ سنی اور شیعہ ایک مسجد میں، عیسائی اور یہودی ایک کلیسا میں اپنے اپنے طور پر عبادت کرتے تھے۔ میرے والد نے صلح کل کا شیوہ اختیار کیا تھا۔ ہر مذہب کے نیک اور بھلے لوگوں کے ساتھ التفات فرماتے تھے۔ راتیں بیداری میں گزارتے تھے اور دن کو بہت کم سوتے تھے۔ چنانچہ دن و رات ملاکر ان کی نیند 1½ پہر سے زیادہ کی نہ تھی۔ وہ اپنی شب بیداری کو اپنی عمر میں اضافہ تصور کرتے تھے۔ وہ بے حد شجاع، جری اور دلیر تھے۔ مست اور سرکش ہاتھیوں پر سواری کرتے تھے اور ایسے خونی سرکش ہاتھیوں کو قابو میں لے آتے تھے جو اپنی مادہ کو بھی قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ بدخو ہاتھی بھی اپنی مادہ اور فیلبان کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے تاہم مہاوتوں اور اپنی ماداؤں کو مار سکتے ہیں اور کسی کو قریب نہیں آنے دیتے۔ وہ (اکبر) کسی دیوار یا درخت پر کھڑے ہوجاتے جہاں سے ہاتھی اپنے مہاوت کو مار کر گزرتا یا سرکش ہوکر جاتا۔ وہ دیوار کے پہلو یا درخت کے قریب سے گزرتے ہوئے ہاتھی پر اللہ پر بھروسہ کرکے کود پڑتے اور سوار ہوجاتے اس طرح اس پر قابو کرکے مطیع بنا لیتے۔ ایسا بارہا دیکھا گیا ہے۔

آپ (اکبر) چودہ برس کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ کافر ہیموں جس کو افغان حکمران نے اعلیٰ عہدہ پر فائز کردیا تھا ہمایوں بادشاہ کی وفات کے بعد ایک بڑی فوج اکٹھا کرکے دہلی کی طرف روانہ ہوا کیونکہ ہندستان میں اس وقت کوئی حکمراں نہیں رہا تھا۔ ہمایوں کو اکبر نے، افغانوں کو پنجاب کے پہاڑی علاقوں سے بھگانے کی مہم پر مامور کیا تھا لیکن وہ جلد ہی انتقال کرگئے جیسا کہ درج ذیل مصرعہ سے واضح ہے ۔

---

1. ارسکن نے یوں ترجمہ کیا ہے: "ایران میں صرف شیعوں کو، سنیوں کو روم اور توران میں اور ہندوؤں کو ہندستان کے علاوہ کسی کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا"۔



Marfat.com

ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

(ترجمہ) ہمایوں بادشاہ بالاخانہ سے گر پڑا

بیرم خاں نے جو اس وقت والد صاحب کے اتالیق تھے، ان تمام امرا کو جو اس وقت صوبہ میں موجود تھے یکجا کرکے پرگنہ کلانور، جو لاہور کے مضافات میں ہے، ایک مبارک ساعت پر ان کو تخت نشین کردیا۔

جب ہیموں دہلی کے قریب پہنچا تب تردی بیگ، جس کے پاس دہلی میں ایک بڑی فوج تھی اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔ جب جنگ کا تمام سامان فراہم ہوگیا تو دونوں فوجیں ایک دوسرے کے خلاف صف بستہ ہوکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئیں۔ سخت جدوجہد کے باوجود تردی بیگ ہار گیا اور اندھیرے کی فوج اجالے کی فوج پر غالب آگئی۔

ہمہ کارو پیکار ورزم ایزدیست۔ کہ داند کہ فرجام ہروزکیست

زخون دلیراں و گرد سپاہ۔ زمیں لعل گوں شد ہوا شد سیاہ

(ترجمہ) تمام کام اور جنگیں اور لڑائیاں اللہ کی طرف سے ہیں، اسے علم ہے کہ فتح کس کی ہوگی۔ بہادروں کے خون اور فوجوں کی گرد سے زمین سرخ اور آسمان سیاہ ہوگئے ہیں۔

شکست کے بعد تردی بیگ اور دوسرے شکست خوردوں نے میرے والد کے لشکر کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ چونکہ بیرم خاں تردی بیگ کو پسند نہیں کرتا تھا اس شکست کو بہانہ بنا کر اسے قتل کر ڈالا۔

ہیموں اپنی اس فتح سے بہت مغرور ہوگیا تھا۔ وہ دہلی سے اپنی افواج اور ہاتھیوں کے ساتھ آگے بڑھا۔ دوسری طرف والد محترم کلانور سے اپنی فوج کے ہمراہ ہیموں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ تاریکی اور روشنی (یعنی ہیموں اور اکبر) کی افواج کا مقابلہ پانی پت کے قریب ہوا۔ جمعہ 2/ محرم 956ھ مطابق 5/ نومبر 1556 کو دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ہیموں کی فوج میں 30 ہزار بہادر جنگجو شہسوار تھے جبکہ فاتح غازیوں کی فوج (یعنی اکبر) کے ساتھ چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اس روز ہیموں ہوائی نامی ہاتھی پر سوار تھا



Marfat.com

ناگہاں ایک تیر اس کی آنکھ میں لگا اور سر کے پیچھے نکل گیا یہ دیکھ کر اس کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ اتفاقاً شاہ قلی خان محرم چند بہادر آدمیوں کے ساتھ اس ہاتھی کے قریب پہونچا جس پر ہیموں زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اس نے مہاوت پر تیر چلانا چاہا لیکن اس نے چلاتے ہوئے کہا کہ "اسے نہ ہلاک کیا جائے" ہیموں اس کے ہاتھی پر موجود ہے"۔ جلد ہی کچھ لوگوں نے ہیموں کو گرفتار کر کے اسی حالت میں اکبر کے سامنے پیش کیا۔ بیرم خاں نے عرض کیا کہ مناسب ہے کہ حضرت خود اپنے ہاتھوں سے اس کافر کو قتل کر کے غزا کا ثواب حاصل کریں اور غازی کا لقب اختیار کریں اور اپنے فرامین کے طغرا کا جز بنالیں۔ اکبر نے جواب دیا "میں نے اسے پہلے ہی ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے" اور مزید وضاحت کی۔ "میں کابل میں ایک دن ایک تصویر کی نقل خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کی موجودگی میں بنا رہا تھا ایک تصویر میرے ہاتھ سے بن گئی جس کے تمام اجزا ایک دوسرے سے الگ تھے۔ میرے قریب موجود لوگوں میں کسی ایک نے پوچھا "یہ کس کی تصویر ہے" تب میری زبان سے نکلا تھا کہ "یہ ہیموں سے مشابہت رکھتا ہے" اپنے ہاتھوں کو خون سے نہ رنگتے ہوئے انھوں نے ملازمین میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ اس کا سر کاٹ ڈالے۔ شکست خوردہ فوج کے پانچ ہزار فوجی ہلاک ہوئے۔ علاوہ ان لوگوں کے جو گرد و نواح کے علاقہ میں مارے گئے۔

اکبر کا دوسرا کارنامہ گجرات کے خلاف کامیاب مہم تھی جہاں وہ حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پہنچے تھے جب مرزا ابراہیم حسین، محمد حسین مرزا اور شاہ مرزا نے حکومت کے خلاف بغاوت کر کے گجرات میں پناہ لی تھی۔ اس صوبہ کے تمام امرا نے ان باغیوں کا ساتھ دے کر احمد نگر کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا تھا جہاں مرزا عزیز کوکہ شاہی فوج کے ساتھ مقیم تھا۔ بادشاہ سلامت نے جیجی انگا، جو مرزا عزیز کوکہ کی والدہ تھیں کے مضطربانہ حالت کے پیش نظر بغیر کسی تاخیر کے دارالسلطنت فتح پور سے پیش قدمی شروع کردی۔ انھوں نے یہ سفر نو دن میں پورا کیا جو دو ماہ میں پورا ہوتا تھا۔ کبھی وہ گھوڑے پر سوار ہوتے تو کبھی اونٹ پر اور کبھی بیل گاڑی پر اس طرح وہ سرنال پہنچے۔

جب 5/ جمادی الاول 980ھ مطابق 15/ ستمبر 1572 کو وہ دشمن کے لشکر کے قریب پہنچے تب انھوں نے اپنے وفاداروں سے مشورہ کیا کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ



Marfat.com

بادشاہ کو شب خون مارنا چاہیے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ شب خون مارنا بزدلوں کا کام ہے اور دھوکہ ہے۔ انھوں نے حکم دیا کہ فوراً طبل جنگ بجا دیا جائے اور دشمنوں کے خلاف گھوڑسوار فوج بھیجی جائے۔ جب شاہی فوج دریائے سابرمتی کے قریب پہنچی تب بادشاہ نے فوج کو منظم طور پر دریا پار کرنے کا حکم دیا۔ محمد حسین مرزا فوج کے شور و غل سے گھبرا گیا اور بذات خود موقع کا معائنہ کرنے آگے آیا۔ سبحان قلی ترک، فوج کی ایک بہادر ٹکڑی کے ساتھ دریا کے کنارے دشمن کی حالت کا جائزہ لینے کے لیے پہنچا تو مرزا نے سوال کیا کہ یہ کیسی فوج ہے۔ سبحان قلی نے جواب دیا کہ یہ جلال الدین اکبر بادشاہ کی فوج ہے۔ اس بدبخت کو یہ یقین نہیں آیا اور بولا کہ اس کے جاسوسوں نے بادشاہ کو چودہ روز قبل فتح پور میں دیکھا تھا اور ظاہر ہے کہ سبحان قلی جھوٹ بول رہا ہے۔ اس پر سبحان قلی خاں نے دوبارہ کہا کہ ”نودن پہلے بادشاہ سلامت فتح پور سے اس مہم پر روانہ ہوئے تھے“ مرزا نے پوچھا ہاتھی کیسے آئے ہیں“ سبحان قلی نے جواب دیا: ”یہاں ہاتھیوں کا کیا کام؟ نوجوان اور بہادر آدمی جو چٹانوں کو توڑ سکتے ہیں اور مشہور و خوفناک ہاتھیوں سے بہتر ہیں، آئے ہیں۔ اب وفاداری اور بغاوت کا فرق معلوم ہو جائے گا۔“ اس گفتگو کے بعد مرزا مڑا اور اپنی فوج کو آراستہ کرنے لگا۔ بادشاہ سلامت اس وقت تک انتظار کرتے رہے جب تک قراولی دستہ کی طرف سے ان کو یہ اطلاع نہیں مل گئی کہ دشمن فوج نے ہتھیار اٹھا لیے ہیں۔ تب وہ آگے بڑھے اور گوکہ انھوں نے کئی بار خان اعظم کو یہ حکم بھیجا کہ وہ آگے بڑھے وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اکبر کو یہ بتلایا گیا کہ چونکہ دشمنوں کی طاقت بہت زیادہ ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ دریا کے اسی طرف رہا جائے تاکہ گجرات کی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو جائے۔ بادشاہ نے جواب دیا ”میں نے ہمیشہ اور بالخصوص اس معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کیا ہے۔ اگر میں نے اسے روزمرہ کی طرح کا کام سمجھا ہوتا تو میں اس طرح پے درپے کوچ کرتے ہوئے نہ آتا۔ اب جب کہ ہمارا دشمن جنگ کے لیے تیار ہے ہمیں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔“ ان الفاظ کے ساتھ اور اللہ پر اپنی حفاظت کا بھروسہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے گھوڑے کو دریا میں اپنے چند منتخب جاں نثاروں کے ساتھ جنھیں انھوں نے مامور کر رکھا تھا ڈال دیا۔ گوکہ یہ توقع نہیں (ص،42) کی جاتی تھی کہ وہاں دریا پایاب ہوگا، باشاہ بخیر و خوبی دریا پار کر گئے۔ انھوں نے اپنی خود منگوائی.



Marfat.com

لیکن ہلچل میں ان کے اسلحہ بردار نے خود گرادی۔ بادشاہ کے رفقا نے اسے اچھا شگن نہیں سمجھا لیکن بادشاہ نے خود کہا: "یہ ایک شاندار شگن ہے کیونکہ اس سے میرا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔" دریں اثنا بدکردار مرزا نے اپنی فوج کو اپنے محسن کے خلاف لڑنے کے لیے آراستہ کردیا ۔

باولی نعمت از بروں آئی گر سپہری کہ سرنگوں آئی

(ترجمہ) اگر تو اپنے ولی نعمت کے خلاف سامنے آئے گا تو تیری شکست ہوگی۔

خاں اعظم کو ذرا سا بھی خیال نہ تھا کہ بادشاہ (اس سرعت اور تیزرفتاری سے) اپنی نوازشوں کا سایہ اس علاقہ پر ڈالیں گے اور اسی لیے وہ اطلاع دینے والوں پر کسی ایک کا بھی یقین نہ کرسکا کہ بادشاہ آچکے ہیں جب تک کہ اسے واضح ثبوت نہیں مل گیا۔ اس نے گجرات کی فوج کو آراستہ کرکے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ دریں اثنا آصف خاں نے بھی اسے خبر بھیجی۔ قبل اس کے کہ اس کی فوج قلعہ کے باہر آتی، دشمن کی فوج درختوں کے درمیان ظاہر ہوگئی۔ بادشاہ اللہ پر بھروسہ کرکے آگے بڑھے، محمد قلی خاں توقبائی اور تردی خاں دیوانہ اپنے بہادر نوجوانوں کے ساتھ آگے بڑھے اور ایک ہلکی جنگ کے بعد کامیابی حاصل کرلی۔ اس پر بادشاہ نے بھگوان داس سے کہا: "دشمنوں کی تعداد بے شمار ہے اور ہم گنے چنے ہیں۔ ہم کو ایک دل و جان سے حملہ کردینا چاہیے کیونکہ بند مٹھی کھلے ہوئے ہاتھ سے زیادہ بہتر ہے۔" یہ کہہ کر بادشاہ نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اللہ اکبر ویامعین کے نعرہ کے ساتھ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوگئے ۔

بہ پرید ہوش زمانہ ز جوش
بدرید گوش سپہر از خروش

(ترجمہ) عمر کا ہوش، شورش سے اڑ گیا اور آسمان کے پردے شور سے پھٹ گئے۔

بادشاہ کے دائیں بازو اور مرکزی حصہ کی افواج نے بہت بہادری سے جنگ کی۔ دشمن نے کوکب نامی آتشیں اسلحہ کا استعمال کیا جس نے کانٹے دار جھاڑیوں میں



Marfat.com

پھنس کر کچھ اس طرح افراتفری پیدا کی کہ دشمن کا ایک نامی ہاتھی حرکت میں آگیا اور ادھر ادھر بھاگنے لگا جس کی وجہ سے دشمن کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ دریں اثنا اکبر کی مرکزی فوج کی ایک ٹکڑی سامنے آگئی اور اس نے محمد حسین کی فوج کو تتر بتر کردیا۔ مان سنگھ درباری نے بادشاہ کی آنکھوں کے سامنے غنیم پر فتح حاصل کی اور رگھوداس کچھواہہ نے اس جنگ میں اپنی جان قربان کردی۔ محمد وفا جو اکبر کے خانہ زادوں میں تھا، بڑی بہادری سے جنگ کرتے ہوئے زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ اللہ کی مہربانی سے جو بادشاہ کے ملازمین پر مہربان ہیں اور صرف ہمت اور بادشاہ کے اقبال سے دشمن کو منتشر کرکے شکست دے دی گئی۔ اس عظیم فتح کے لیے بطور اظہار تشکر، بادشاہ بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہوگئے اور بے انتہا شکرگزاری کا اظہار کیا۔

کلاونتوں میں سے ایک نے بادشاہ سے عرض کیا کہ سیف خاں کو کلتاش نے اپنی زندگی بادشاہ پر نثار کردی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب محمد حسین مرزا نے اپنے چند اوباشوں کے ساتھ بادشاہ کے مرکزی حصہ پر حملہ کیا تھا تو سیف خاں نے اس کا راستہ روکا اور لڑتے ہوئے شہید ہوگیا۔ مرزا بھی سیف خاں کے بہادر ساتھیوں کے ہاتھ زخمی ہوا تھا۔ مذکورہ کو کلتاش زین خاں کوکہ کا بڑا بھائی تھا۔

ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ اس دن جنگ شروع ہونے سے پہلے جب بادشاہ کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے ہزارہ سے جو علم قیافہ میں ماہر تھے پوچھا کہ کون فتح یاب ہوگا۔ ہزارہ نے جواب دیا "فتح تمھاری ہوگی لیکن تمھاری فوج کے امیر کو شہادت حاصل ہوگی"۔ اس پر سیف خاں نے کہا تھا کہ کاش یہ سعادت مجھے حاصل ہو ۔

بسا فالے کہ از ما انچہ برخاست — چو اختر می گزشت آں فال شد راست

(ترجمہ) بہت سے شگن جسے ہم مذاق سمجھ کر نظرانداز کردیتے ہیں درست ثابت ہوتے ہیں جب ستارے گزرتے ہیں)

مختصر یہ کہ مرزا محمد حسین نے بھاگنا چاہا لیکن اس کے گھوڑے کا پاؤں کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنس گیا اور وہ گر پڑا۔ بادشاہ کی فوج کے ایک احدی جس کا نام گدا علی تھا، اسے پکڑ لیا اور اسی کے سامنے اس کے گھوڑے پر سوار ہوکر اسے بادشاہ کے سامنے



Marfat.com

لایا۔ چونکہ دو تین افراد نے اس کی گرفتاری کا دعویٰ کیا تھا بادشاہ نے پوچھا کہ اسے کس نے قید کیا تھا اس نے جواب دیا کہ اس نمک حلال نے تب بادشاہ نے حکم دیا کہ مرزا محمد حسین کے ہاتھ جو پشت کی جانب بندھے ہوئے تھے کھول کر سامنے کی طرف باندھ دیے جائیں۔ دریں اثنا اس نے پانی طلب کیا۔ فرحت خاں نے جو بادشاہ کا ایک معتمد ملازم تھا اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے سر پر مارا لیکن بادشاہ نے اس پر اعتراض کیا اور اپنا خاص پانی بھیج کر اس کی پیاس بجھائی۔

اس وقت مرزا عزیز کوکہ اور قلعہ کی فوج باہر نہیں آسکی تھی۔ مرزا کی گرفتاری کے بعد بادشاہ آہستہ روی سے احمد آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ انھوں نے مرزا کو رائے رائے سنگھ راٹھور کے حوالہ کردیا جو راجپوتوں کا ایک سردار تھا تاکہ وہ اسے ہاتھی پر سوار کرکے ساتھ لائے۔ دریں اثنا اختیار الملک جو گجرات کے بااثر[1] سرداروں میں ایک تھا، بادشاہ کے سامنے اپنی 5,000 فوج کے ساتھ آیا۔ بادشاہی فوج میں اس سے اضطراب پھیل گیا۔ بادشاہ نے جیسا کہ ان کی فطری بہادری اور فطرت جبلی کا تقاضہ تھا طبل جنگ بجانے کا حکم دے دیا۔ شجاعت خاں، راجہ بھگوان داس اور چند دوسرے رفقا نے پیش قدمی کی اور دشمن کی فوج پر حملہ کردیا۔ اس اندیشہ سے کہیں دشمن کی فوج محمد حسین کو رہا نہ کرالے، رائے رایان کے آدمیوں نے بھگوان داس کے مشورہ اور منصوبہ کے تحت اس کا (محمد حسین) کا سر قلم کرا دیا۔ میرے والد اس کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اختیار الملک کی افواج کو بھی منتشر کردیا گیا اور اسے گھوڑے سے گراکر کانٹے دار جھاڑیوں میں ڈال دیا گیا۔ سہراب بیگ ترکمان نے اس کا سر کاٹ کر پیش کیا۔ یہ صرف اللہ کی مہربانی تھی کہ ایسی فتح ایک مختصر فوج کے ذریعہ حاصل ہوئی۔

اسی طرح بنگال کی فتح، ہندستان کے مشہور قلعہ جات کی تسخیر جیسے چتوڑ، رنتھنبور، صوبہ خاندیس کی فتح اور قلعہ اسیر (گڑھ) کی فتح اور دوسرے صوبہ جات پر قبضہ جو بادشاہی افواج کے ذریعہ حاصل ہوئیں اور حکومت کا حصہ بن گئیں۔

---

[1] انگریزی ترجمہ میں Influential ہے۔ فارسی متن میں یہ لفظ معتبر ہے۔ مترجم



Marfat.com

چتوڑ کی جنگ میں بادشاہ نے خود اپنے ہاتھوں جیت[1] کو ہلاک کیا۔ بندوق چلانے میں بادشاہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ جس بندوق سے انھوں نے جیت مل کو ہلاک کیا اس کا نام سنگرام تھا۔ انھوں نے تقریباً تین اور چار ہزار پرندوں اور درندوں کو نشانہ[2] بنایا۔ مجھے ان کا صحیح شاگرد رشید سمجھا جاسکتا ہے۔ مجھے شکار کے لیے بندوق کا استعمال زیادہ پسند ہے۔ میں نے ایک دن میں اٹھارہ ہرنوں کا شکار کیا ہے۔

میرے والد بزرگوار نے جن اخلاقی پابندیوں کو اختیار کیا ان میں جانوروں کے گوشت کو کھانا ترک کردیا تھا۔ سال میں تین ماہ وہ گوشت کا استعمال کرتے تھے اور نوماہ وہ صوفیانہ غذا پر قناعت کرتے تھے اور کسی بھی طرح جانوروں کے ذبیحہ پر خوش نہیں ہوتے تھے۔ بہت سے دنوں اور مہینوں میں گوشت خوری عوام کے لیے ممنوع تھی۔ جن دنوں اور مہینوں میں وہ گوشت نہیں کھاتے تھے اس کا ذکر اکبرنامہ میں موجود ہے۔

جس دن میں نے امتیاز الملک کو دیوان کے عہدہ پر فائز کیا تھا، اسی روز معزالملک کو دیوان بیوتات مقرر کیا۔ آخرالذکر باختر[3] کے سید ہیں جو میرے والد محترم کے زمانہ میں کرکراقخانہ[4] کے مشرف (اکاؤنٹینٹ) تھے۔

میرے جلوس کے دنوں میں ایک دن اکبری اور جہانگیری عہد کے ملازمین میں سو کو اعلیٰ منصبوں پر ترقی دی گئی اور جاگیر سے نوازا گیا۔ عید کے ماہ کی ابتدا میں جو میری تخت نشینی کے بعد پہلی بار آئی تھی میں نماز کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ گیا۔ وہاں کثیر مجمع تھا۔ نماز کی ادائیگی اور بارگاہ الٰہی میں شکر و سپاس گزاری کے بعد میں محل میں لوٹ آیا۔ جہاں اس مصرعہ کے مصداق ؎

از خوان بادشاہاں نعمت رسد گدارا

---

1. انگریزی ترجمہ میں راجرس نے جیت مل لکھا ہے، فارسی میں جت مل ہے۔ مترجم
2. ابوالفضل کا بیان ہے کہ اکبر نے سنگرام کے ذریعہ 1519 جانور ہلاک کیے۔ (ملاحظہ فرمائیں بلاک مین، ص، 116)
3. راجرس نے اسے بخارز پڑھا ہے۔ فارسی متن میں باختر ہے۔ مترجم
4. راجرس کے مطابق کراق محکمہ کے اکاؤنٹینٹ تھے۔ بلاک مین، ص 87 اور حاشیہ نمبر 6 پر لکھتے ہیں کہ کرک ترکی زبان میں فرکو کہتے ہیں۔ دیکھیے راجرس، ص 45، حاشیہ نمبر3)



Marfat.com

(ترجمہ) بادشاہوں کے خوان سے فقیروں کو نعمتیں پہنچتی ہیں۔

میں نے حکم جاری کیا کہ کچھ روپے بطور خیرات و صدقات تقسیم کیے جائیں۔ کئی لاکھ دام دوست محمد (بعد ازاں خواجہ جہاں) کے حوالہ کیے گئے تاکہ ضرورت مندوں اور فقرا کے درمیان تقسیم کردیے جائیں۔ ایک ایک لاکھ دام جمال الدین حسین انجو، مرزا صدر جہاں اور میر محمد سبزواری کے حوالہ کیے گئے کہ وہ بطور خیرات شہر کے مختلف حصوں میں تقسیم کردیں۔ میں نے 5,000 روپے شیخ محمد جامی کے درویشوں کے پاس بھیجے اور یہ ہدایت کی کہ روزانہ منصب داروں[1] میں ایک 5,000 دام فقرا میں تقسیم کرے۔ میں نے ایک شمشیر مرصع خان خاناں کو بھیجی اور جمال الدین انجو کو ترقی دے کر 3,000 کے منصب پر فائز کیا۔ صدر کا عہدہ میران صدر جہاں کو دیا گیا اور میں نے حاجی[2] کوکہ سے جو میرے والد محترم کی دودھ شریک بہن تھیں، کہا کہ وہ ایسی خواتین کو میرے سامنے پیش کریں جو زمین اور روپیوں کی امداد کی مستحق ہوں۔ میں نے زاہد خان پسر محمد صادق خاں کو ترقی دے کر 1,500 کے منصب پر فائز کیا۔

یہ ایک دستور تھا کہ جب کسی کو تحفۃً ہاتھی گھوڑا دیا جاتا تو نقیب اور میر آخور ان سے جلاوانا[3] کے نام سے کچھ رقم اینٹھ لیتے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ اب یہ رقم حکومت ادا کرے تاکہ لوگ اس قسم کے افراد کے مطالبات سے محفوظ رہیں۔

اسی وقت برہان پور سے سالباہن حاضر ہوا اور میرے سامنے میرے مرحوم بھائی دانیال کے گھوڑے اور ہاتھی پیش کیے۔ ہاتھیوں میں سے ایک جس کا نام مست الست تھا مجھے سب سے اچھا لگا۔ میں نے اس کا نام نورگج رکھا۔ اس ہاتھی میں ایک حیرت انگیز بات یہ نظر آئی کہ اس کے کانوں کے برابر ابھری ہوئی گلٹیاں تھیں جو تربوز کے

---

1. راجرس نے حاشیہ نمبر 3، ص، 46 پر لکھا ہے کہ متن میں "یا تش" چھوٹ گیا ہے لیکن مخطوطہ میں یہ لفظ موجود ہے۔ Steingass نے یا تش کے معنی محل کے محافظ لکھا ہے۔

2. اکبرنامہ، جلد سوم، ص 856 پر ان کو سعادت یار کوکہ کی بہن لکھا ہے۔ پرائس کے مطابق یہ پیراگراف بیوگان کے لیے ایک فنڈ سے متعلق ہے۔

3. یہ اکبر کے ایک حکم کے مطابق تھا (بلاک مین، ص 142) یہ رقم دس دام تھی جو گھوڑے کی قیمت کے ہر مہر پر مقرر تھی جس کا تخمینہ پچاس فیصد بڑھا کر لگایا جاتا تھا۔



Marfat.com

برابر تھیں اور اس سے ایک طرح کی رطوبت مستی کے دنوں میں قطرہ بن کر ٹپکتی تھی۔ علاوہ ازیں اس کے سر کا اوپری حصہ اور ہاتھیوں کے مقابلہ میں زیادہ نمایاں تھا۔ یہ ایک شاندار اور باوقار جانور تھا۔

میں نے اپنے فرزند خرم کو جواہرات کی ایک تسبیح اس توقع کے ساتھ دی کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی تمام ظاہری اور روحانی خواہشات کی تکمیل کر سکے گا۔

میں نے اپنی مملکت میں جس طرح کروڑوں روپیوں کی کسٹم ڈیوٹی معاف کردی تھی اسی طرح کابل میں سائیر جہت کو بھی ختم کردیا۔ جو ہندستان کی شاہراہ پر ایک اہم شہر ہے۔ اس کی وجہ سے ایک کروڑ تینتیس لاکھ دام وصول ہوتے تھے۔ صوبہ کابل تا قندھار سے ہر سال بڑی رقم زکوٰۃ کے نام پر آتی جو دراصل اس علاقہ سے آمدنی کا ذریعہ تھا۔ میں نے ان قدیم مطالبات کو معاف کردیا جس کی وجہ سے ایران اور توران کے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

بازبہادر کو صوبہ بہار میں آصف خاں کی جاگیر دی گئی۔ میں نے حکم دیا کہ اسے صوبہ پنجاب میں ایک جاگیر دی جائے۔ عرض داشت پیش کی گئی کہ اس کی جاگیر سے کثیر رقم بقایا میں ہے اور اب تبادلہ کی وجہ سے بقایا رقم کی وصولی مشکل ہوجائے گی۔ میں نے ہدایت دی کہ اسے خزانہ سے ایک لاکھ روپے دیے جائیں اور باز بہادر سے بقایا وصول کرکے شاہی محاصل میں ڈال دیا جائے۔

میں نے شریف آملی کو ترقی دے کر اصل میں اضافہ کرکے 2,500 کے منصب پر فائز کیا۔ وہ ایک صاف دل اور خوش مزاج آدمی ہیں گوکہ اسے جدید علوم سے کوئی لگاؤ نہیں ہے، تاہم پرشکوہ الفاظ اور عظیم علم اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ فقیر کے لباس میں اس نے بہت سفر کیا ہے اور فقراسے اُن کی رسم وراہ ہے۔ وہ ان لوگوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق تصوف سے ہے۔ یہ اُن کی باتیں ہیں، عمل نہیں۔ میرے والد محترم کے عہد میں اُنھوں نے فقیری اور تصوف کا لباس اتار دیا اور امارت و سرداری کے مرتبہ کو پہنچے۔ ان کا انداز گفتگو بے حد متاثر کرنے والا ہے اور گفتگو بہت فصیح اور شستہ کرتے ہیں گوکہ وہ عربی سے نابلد ہیں۔ ان کی تحریر نمک سے خالی نہیں ہے۔



Marfat.com

شاہ قلی خاں نے آگرہ میں ایک باغ چھوڑا ہے چونکہ اس کا کوئی وارث نہ تھا، میں نے یہ باغ ہندال کی بیٹی سلطان بیگم، جو میرے والد محترم کی اہلیہ تھیں، دے دیا۔ میرے والد نے میرے فرزند خرم کو ان کی نگہداشت میں دیا تھا، وہ ان کو بہت پیار کرتی تھیں جیسے یہ ان کی اپنی اولاد ہوں۔

سہ شنبہ 11/ ذی قعدہ 1014ھ مطابق 11/مارچ 1606 کی صبح، جو محل فیضان نور ہے، حضرت نیر اعظم (سورج) برج حوت سے نکل کر بخانہ شرف و خوش حالی جو برج حمل ہے داخل ہوئے۔ چونکہ یہ میرے مبارک جلوس آرائی کے بعد پہلا نوروز تھا، میں نے حکم دیا کہ تمام نجی اور سرکاری مکانات، محلات، ایوانات و دولت خانہ خاص و عام کو اسی طرح آراستہ و پیراستہ کیا جائے جیسا کہ میرے والد بزرگوار کے زمانہ میں کیا جاتا تھا۔ نوروز کے پہلے دن سے 19 زاویہ حمل تک جو کہ دن کے اختتام کا وقت ہے، لوگ خوشیاں مناتے رہے اور تفریح کرتے رہے۔ اہل ساز اور ہر طرح کے نغمہ سرایاں اکٹھا ہوگئے۔ ہندستانی رقاصائیں اور جادوگروں کی نازو ادائیں جو فرشتوں کا دل بھی تسخیر کرلیں محفل کے رنگ کو جمائے ہوئے تھیں۔ میں نے حکم دیا تھا کہ اگر کوئی نشہ آور مشروب یا جوش لانے والی دواؤں کا استعمال کرنا چاہے تو اسے روکا نہ جائے۔

ساقی بنور بادہ بر افروز جام ما
مطرب بگوکہ کار جہاں شد تمام ما

(ترجمہ) ساقی میرے جام کو شراب سے اور منور کردے۔ اے مطرب گا، کیونکہ دنیا کا قیام ویسے ہوا ہے جیسا کہ میں نے چاہا ہے۔

میرے والد کے عہد میں یہ عام رواج بن گیا تھا کہ تہوار کے سترہویں یا اٹھارہویں دن، مملکت کا کوئی ایک بڑا امیر، تفریح کا اہتمام کرتا اور بادشاہ کی خدمت میں ہر طرح کے اعلیٰ قسم کے تحفے، جیسے جواہرات، جواہرات سے مرصع اشیاء قیمتی چیزیں، ہاتھی گھوڑے، پیش کرتا اور انھیں محفل میں آنے کی دعوت دیتا۔ اپنے خادموں کی حوصلہ افزائی کے لیے وہ اپنی موجودگی سے ان کو سرفراز کرتے اور تحائف پر نظر ڈال کر وہ چیز اٹھا لیتے جو پسند ہوتی اور باقی تمام اشیا تفریح کا اہتمام کرنے والے کو لوٹا دیتے۔ چونکہ ذہنی طور پر میری طبیعت رعایا اور فوج کے آرام و آسائش کی طرف مائل ہے، اس



Marfat.com

سال میں نے ان کے تحائف نہیں لیے بااستثنا میرے اپنے خدمت گاروں کے جو میں نے ان کی دل جمعی کے لیے قبول کر لیے۔ اسی زمانہ میں مملکت کے بہت سے ملازمین کو اونچے منصب عطا کیے گئے۔ ان میں سے میں نے دلاور خاں افغان کو 1,500 کا منصب عطا کیا اور راجہ باسو جو پنجاب کے پہاڑی علاقہ کا زمیندار تھا اور جو میرے ایام شاہزادگی سے اب تک میری خدمت کرتا رہا تھا اور مخلص آدمی تھا، اسے 1,500 کے منصب سے ترقی دے کر 3,500 کے منصب پر فائز کردیا۔ رائے رائے سنگھ، راجپوت امیر کو بھی اتنا ہی منصب دیا۔ میں نے 12,000 روپے رانا شنکر کو اخراجات کے لیے دیے۔

میری حکومت کے آغاز میں مظفر گجراتی کے ایک فرزند نے جو خود کو اس مملکت کے حکمرانوں کا ایک وارث بتلاتا تھا بغاوت کردی اور احمد آباد کے شہر اور مضافات پر حملہ کردیا۔ (ص،50) چند سرداران جیسے پیم[1] بہادر اوزبیک اور رائے علی بھٹی، جو بہادر اور وہاں کے سرکردہ افراد تھے، اس بغاوت میں شہید ہوگئے۔ بالآخر راجہ بکرماجیت اور دوسرے منصب داروں کو میں نے چھ سات ہزار سواروں کے ساتھ مدد کے لیے بھیجا اور اسے اس مہم میں گجرات کی فوج کی مدد کے لیے مامور کیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ جب بغاوت فرو ہوجائے گی اور باغیوں کو وہاں سے نکال دیا جائے گا تو راجہ بکرماجیت کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کردیا جائے گا۔ قلیچ خاں کو جسے پہلے اس عہدہ کے لیے نامزد کیا گیا تھا دربار میں حاضر ہوا۔ شاہی سواروں کی آمد کے بعد باغیوں کی ہمت پست ہوگئی اور انھوں نے مختلف جنگلوں میں پناہ لی۔ اس علاقہ میں دوبارہ نظم قائم کردیا گیا۔ اس فتح کی خبر میرے پاس پہنچی اور یہ نوروز کا پرمسرت دن تھا۔

اسی زمانہ میں میرے فرزند پرویز کی عرض داشت میرے سامنے پیش کی گئی کہ رانا، تھانہ منڈل سے جو اجمیر سے تیس چالیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، چھوڑ کر ہٹ گیا ہے اور اس کے تعاقب کے لیے ایک فوج تعینات کردی گئی ہے، امید ہے کہ بادشاہ کی خوش قسمتی سے وہ جلد ہی نیست و نابود ہوجائے گا۔

نوروز کے جشن کے آخری دن مملکت کے بہت سے خادمین کو منصبوں کے

---

1. ماثرالامرا میں "یتیم" بجائے پیم یا ہیم کے۔ ملاحظہ ہو، بلاک مین، ص، 470 ارسکن میں "سین بہادر آیا ہے۔



Marfat.com

اضافوں اور دیگر مراعات سے نوازا گیا۔ پیشرو خاں ایک قدیم مصاحب تھا۔ یہ ہمایوں کے ساتھ ایران سے آیا تھا اور وہ ان لوگوں میں تھا جسے شاہ طہماسپ نے ہمایوں کے ہمراہ کردیا تھا۔ اس کا اصل نام مہتر سعادت تھا۔ چونکہ وہ والد صاحب کا داروغہ اور مہتر فراش تھا اور اس کام میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا اسے پیشرو خاں کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ گوکہ وہ نرم اور صناعی طبیعت کا تھا، میں نے اس کی خدمات کے پیش نظر اس کے منصب میں اضافہ کرکے 2,000 کردیا۔

## میری حکومت کے پہلے سال کے درمیانی حصہ میں خسرو کا فرار[1]

خسرو میں جوانی کا نشہ اور غرور جو جوانوں میں ناتجربہ کاری اور دوراندیشی کے فقدان کی وجہ سے، نیز ناکارہ مصاحبوں کی صحبت، جو خاص طور پر میرے والد کی علالت کے دوران، گھر کر گئی تھی، بے ہودہ خیالات کا شکار ہوگیا۔ ان میں بعض تنگ نظر اپنے بے شمار جرائم اور گناہوں کی وجہ سے ناقابل معافی تھے اور کسی رعایت کے مستحق نہیں تھے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر خسرو کو آلہ کار بنالیا جائے تو اس کے ذریعہ سے حکومت کے معاملات میں دخیل ہوں گے۔ انھوں نے اس حقیقت کو نظرانداز کردیا کہ بادشاہی اور جہانبانی کے کام ناقص عقل اور مہمل تدبیروں سے حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ یہ تو خالق کون و مکان کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہے جن کو وہ اس اہم ذمہ داری کے لیے اہم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی افراد کو وہ اس معزز خلعت سے نوازتے ہیں ۔

ز دارندہ نتواں ستد بخت را — نشاید خرید افسر و تاج را
سرے را کہ حق تاج پرور نمود — نشاید ازو تاج و دولت ربود

(ترجمہ) یہ مناسب نہیں کہ سر سے تاج اور مملکت لے لی جائے جسے اللہ نے عطا کیا ہو۔ جسے یہ قسمت سے ملی ہے اسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ افسری اور تاج و تخت خریدے نہیں جاسکتے۔

---

[1] پرائیس، جہانگیر ص 15 پر تحریر کرتا ہے کہ جہانگیر نے خسرو کو آگرہ میں شاہی برج کے اوپری منزل میں قید کردیا تھا۔ یہاں سے خسرو فرار ہوا تھا۔



Marfat.com

چونکہ بغاوت کا لایعنی تصور اور تنگ نظری کا سوائے غم اور بے عزتی کے کوئی حاصل نہ تھا، حکومت کی باگ ڈور اس نیاز مند درگاہ الٰہی کے ہاتھوں میں برقرار رہی۔ میں نے خسرو کو متوحش اور پریشان پایا، تاہم اپنی محبت کی وجہ سے میں نے اس کے دل و دماغ سے اس کے خدشات اور خوف کو نکال دینا چاہا، لیکن بے سود رہا۔ بالآخر ان گمراہ لوگوں کی صلاح کو قبول کرتے ہوئے اتوار 8/ ذی الحجہ مطابق 6/اپریل 1605 کو جب دو گھڑیاں گزرنے کے بعد اس نے یہ بہانہ کیا کہ وہ اکبر کے مقبرہ کی زیارت کے لیے جارہا ہے۔ اپنے ساتھ 350 سواروں کو لے کر، جو قلعہ آگرہ میں اس کے ساتھی تھے، فرار ہوگیا۔ جلد ہی چراغچیوں میں سے ایک نے جو وزیرالممالک سے آشنا تھا، خسرو کے فرار کی خبر اس کو دی۔ وزیر اسے لے کر امیرالامرا کی خدمت میں پہنچا جو اس خبر کی تصدیق ہوجانے کے بعد سراسیمگی کے عالم میں محل میں حاضر ہوا اور ایک خواجہ سرا سے کہا کہ میری درخواست اندر پہنچا دو کہ میں ایک ضروری کام سے حاضر ہوا ہوں اور بادشاہ سلامت باہر تشریف لاکر مجھے اعزاز بخشیں۔ چونکہ اس طرح کا خیال (خسرو کے فرار کا) میرے دماغ میں نہیں تھا، میں نے سوچا کہ دکن سے یا گجرات سے کوئی خبر آئی ہے۔ میں باہر آیا تو معلوم ہوا کہ کونسی خبر تھی۔ میں نے پوچھا "کیا کرنا چاہیے۔ کیا مجھے خود جانا چاہیے یا خرم کو بھیجنا چاہیے"۔ امیرالامرا نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو وہ خود چلا جائے گا۔ میں نے کہا کہ ایسا ہی کیا جائے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا "اگر وہ میری صلاح پر راہ راست پر نہیں آتا ہے اور ہتھیار اٹھالیتا ہے تو پھر کیا کیا جائے گا۔ تب میں نے کہا کہ اگر وہ راہ راست پر نہیں آتا ہے تو تم جو چاہے کرنا، تمھاری کارروائی سے تم پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ بادشاہی نہ بیٹے کا خیال کرتی ہے اور نہ داماد کا۔ کوئی بھی شخص بادشاہ کا عزیز نہیں ہوتا "کہ بادشاہ خویشی ندارد کسے" جب میں یہ سب کہہ چکا اور اسے رخصت کردیا تب مجھے خیال آیا کہ خسرو اس سے سخت ناراض تھا اور یہ کہ مجھ سے قربت اور مرتبہ کی وجہ سے جو اس کے پاس تھا اس کے خلاف اس کے بہت سے ہم سر امرا تھے۔

1 ایلیٹ، جلد ہفتم، ص 292 پر رقم طراز ہے کہ امیرالامرا اپنے ہم رتبہ امرا سے حسد رکھتا تھا اور جہانگیر کو خدشہ تھا کہ کہیں وہ خسرو کو برباد نہ کردے لیکن اس نے صرف یہ کہا کہ اس نے خسرو کے خلاف جو کچھ کیا جو غلط ہو۔ واضح طور پر جہانگیر کو اندیشہ تھا کہ اس کا مقرب خسرو کے ہاتھوں برباد ہو یا [illegible] امرا ایسا کریں۔



Marfat.com

شاید وہ کوئی سازش کر کے اسے تباہ کریں۔ اس لیے میں نے معزالملک کو ہدایت کی کہ وہ اسے واپس بلالے اور اس کی جگہ شیخ فرید بخشی بیگی کا انتخاب کر کے فوراً منصب داروں اور احدیوں کے ہمراہ جو نگرانی پر مامور تھے جانے کا حکم دیا۔ اہتمام خان کوتوال کو سزاول اور جاسوسی کا افسر مقرر کیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اگر خدا کی مرضی ہوئی تو میں خود دن نکلنے کے ساتھ روانہ ہوں گا۔ معزالملک امیرالامرا کو واپس لائے۔

اس وقت احمد بیگ خاں اور دوست محمد کو کابل[1] روانہ کیا گیا۔ وہ لوگ سکندرہ کے قریب ہی تھے جو خسرو کی راہ پر تھا۔ وہاں پہنچنے کے بعد وہ اپنے خیموں سے چند آدمیوں کے ہمراہ باہر آئے اور واپس میرے پاس حاضر ہوئے اور مطلع کیا کہ خسرو پنجاب کی طرف تیزروی سے جارہا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ وہ راستہ بدل کر کہیں اور نکل جائے گا۔ چونکہ اس کے ماموں مان سنگھ بنگال میں تھے، سلطنت کے بیشتر ملازمین کا خیال تھا کہ وہ اس طرف جائے گا۔ میں نے ہر طرف اس کی تصدیق کے لیے آدمی روانہ کیے کہ کیا واقعی وہ پنجاب کی طرف جارہا ہے۔ دریں اثنا صبح ہوگئی اور اللہ کی مہربانی اور بھروسہ پر میں واضح عزم کے ساتھ بغیر کسی بات کی پروا کیے ہوئے سوار ہوگیا۔

بلے انرا کہ اندوہست درپے ٭ نمی داند کہ رہ چوں می کند طے
ہمی داند کہ افتد پیش وراند ٭ نداند با کہ آید با کہ ماند

(ترجمہ) دراصل جب کسی پر مصیبتیں آتی ہیں تو اسے احساس نہیں ہوتا کہ منزل کیسے طے کی جائے۔ وہ بس یہی سمجھتا ہے کہ مصیبتیں اس کا تعاقب کر رہی ہیں اسے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس کے ساتھ جارہا ہے اور کس کے پیچھے جارہا ہے۔

جب میں اپنے والد محترم کے مقبرہ پر پہنچا جو شہر سے تین کوس دور ہے تو میں نے ہمت اور استقلال کے لیے اس متبرک روح سے مدد مانگی۔ اسی وقت لوگ مرزا حسنی پسر مرزا شاہ رخ کو گرفتار کر کے لائے[2] جو خسرو کے ساتھ جانے والا تھا۔ جب

---

1۔ متن میں یہاں ایک عجیب طرح کی غلطی پائی جاتی ہے۔ بجائے کابل اس میں 'باکوال' (داروغہ باورچی خانہ) ملتا ہے جو دوست محمد کے نام کے ساتھ لگا ہے۔ دوست محمد بکاول نہیں بلکہ ایک اعلیٰ منصب دار تھا۔ وہ بعد ازاں آگرہ قلعہ کا حاکم بنایا گیا اور خواجہ جہاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔
پرائیس، حاشیہ، ص6



Marfat.com

میں نے اس سے سوال کیا تو اس سے انکار نہیں ہوسکا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ باندھ کر ہاتھی پر سوار کردیا جائے۔[1] یہ ایک مبارک شگن کا مظاہرہ تھا جو اس (اکبر) کی دعاؤں اور کرم سے ہوا تھا۔ دوپہر کے وقت بہت شدید گرمی ہوگئی تھی، تھوڑی دیر ایک درخت کے سایہ میں آرام کرنے کے بعد میں نے خان اعظم سے کہا کہ ہم پوری توجہ سے ایسے عالم میں رہے کہ ہم نے روزمرہ کی طرح اب تک افیون کا استعمال نہیں کیا جو ہماری عادت ہے کہ صبح کے وقت ہی لے لی جائے اور کسی نے بھی مجھے اس بھول کی یاد نہیں دلائی۔ ہم اس سے سوچ سکتے ہیں خسرو بدبخت کا کیا حال ہوگا۔[2]

میری مشکل تھی کہ میرا فرزند بغیر کسی سبب اور شکایت کے، مخالف اور دشمن بن گیا تھا۔ اگر میں اس کی گرفتاری کے لیے کوئی کوشش نہ کروں تو سرکشی اور بغاوت زور پکڑے گی یا پھر وہ خود اپنی راہ اختیار کرکے ازبکوں یا ایرانیوں سے پناہ طلب کرے گا جس کی وجہ سے میری حکومت کی رسوائی ہوگی۔ اس وجہ سے اس کی گرفتاری کو ایک اہم مقصد بناکر تھوڑا آرام کرنے کے بعد، میں پرگنہ متھرا سے دو یا تین کوس آگے بڑھ گیا جو آگرہ سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میں ایک گاؤں کے قریب خیمہ زن ہوا جہاں ایک تالاب تھا۔

جب خسرو متھرا آیا تھا تو حسین بیگ بدخشی سے ملا تھا جسے میرے محترم والد نے انعام واکرام سے نوازا تھا۔ وہ کابل سے مجھ سے ملاقات کے لیے آرہا تھا۔ جیسا کہ بدخشیوں کی سرشت میں بغاوت اور فساد ہے، خسرو نے اس ملاقات کو نعمت خداوندی سمجھا۔[3] اس نے حسین بیگ کو 200 سے 300 بدخشی ایماقوں کا کماندار اور پیشرو بنا دیا جو اس کے ہمراہ تھے۔

جن لوگوں سے بھی ان بدخشیوں کا سامنا ہوا، ان کے گھوڑے اور مال لوٹ لیے گئے۔ تاجروں اور مال برداروں کے مال ان بدمعاشوں نے لوٹ لیے۔ جہاں جہاں سے

---

1. خفی خاں کے مطابق اسے مار دیا گیا۔ (جلد اول، ص 250) بشرطیکہ الفاظ "موت کا پنجہ" لسانی ہو۔ ماثرالامرا جلد سوم، ص، 334 کے مطابق اسے قید کردیا گیا۔
2. یہ جملہ واضح نہیں ہے۔ پرائس نے ص 69 پر اسے واضح کیا ہے۔
3. ایلیٹ جلد ششم، ص 293 کا خیال ہے کہ یہ ایک بہت ہی گنجلک اور مشکل پیراگراف ہے۔



Marfat.com

یہ گذرے ان کی حرکتوں سے بچے اور عورتیں[1] بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔ خسرو اپنی آنکھوں سے مظالم دیکھ رہا تھا جو اس کے اجداد کی موروثی مملکت میں بپا کیے جارہے تھے۔ اور ان بدمعاشوں کے مظالم دیکھ کر ہر لمحہ ہزار بار اپنی موت کی تمنا کر رہا تھا۔ الغرض اس کے پاس اس کا کوئی علاج نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کرے۔ اگر اس معاملہ میں خوش بختی اس کے ساتھ ہوتی تو وہ پشیمانی اور اپنی حرکتوں پر افسوس کرتے ہوئے بغیر کسی تاخیر اور حیلہ کے میرے حضور میں حاضر ہوجاتا۔ خداوند عالم جو دنیا کے راز سے واقف ہیں، یہ جانتے ہیں کہ میں اس کے جرائم سے چشم پوشی کرکے اس پر شفقتوں اور عنایات کا اظہار اس طرح کرتا کہ بال برابر بھی اس کے دماغ میں خوف اور بیگانہ پن کا گذر نہ ہوتا، یہاں تک کہ مرحوم بادشاہ (اکبر) کے زمانہ حیات میں کچھ لوگوں کے ساتھ اس کا بغاوت اور سرکشی کا ارادہ تھا، جس کا احساس ان کو ہوچکا تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ میرے علم میں آچکا ہے۔ پھر بھی اس نے میری عنایتوں اور محبت پر کوئی بھروسہ نہیں کیا۔ جب میں شاہزادہ تھا تو اس کی ماں نے اپنے چھوٹے بھائی مادھوسنگھ[2] کے طرز عمل اور بداطواری کی وجہ سے تریاک[3] کھاکر خودکشی کرلی تھی۔ میں اس کی خوبیوں اور شرافت کے بارے میں کیا لکھوں۔ وہ بے حد ذہین تھی اور اس کا لگاؤ مجھ سے اس حد تک تھا کہ (ص، 56) کہ وہ میرے ایک بال کے بدلے میں ہزار بیٹوں اور بھائیوں کو قربان کرسکتی تھی۔ اس نے بارہا خسرو کو لکھا کہ وہ مجھ سے خلوص اور محبت کا برتاؤ کرے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہورہا ہے اور یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کس حد تک چلا جائے گا، اس نے غیرت کے مارے جو راجپوتوں کا وطیرہ ہے مرجانے کی ٹھان لی۔ ذہنی طور پر وہ کئی بار دماغی پراگندگی کا شکار ہوچکی تھی کیونکہ اس طرح کے خیالات اسے وراثت میں ملے تھے۔ اس کے اجداد اور اس کے بھائی گاہ گاہ اس طرح کے پاگل پن میں مبتلا رہ چکے تھے لیکن کچھ دنوں بعد ٹھیک ہوگئے تھے۔ 26/ ذی الحجہ 1013ھ[4] مطابق

---

1. راجرس نے زن کا ترجمہ بیویاں کیا ہے جو سیاق و سباق کے مطابق نہیں ہے۔ مترجم
2. راجرس نے چھوٹا ترجمہ نہیں کیا ہے۔ متن میں برادر خورد ہے۔ مترجم
3. متن میں تریاک ہے۔ راجرس نے تریاک کا ترجمہ تریاق اور افیون دونوں کیا ہے۔ مترجم
4. بلاک مین نے خفی خاں پر بھروسہ کرکے ان کی موت 1011ھ میں لکھی ہے اور اکبر نامہ جلد سوم، ج82 ان کی وفات 1012ھ لکھی ہے۔ خسرو باغ کے کتبہ پر 1012ھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی جولائی 1907، ص 604



Marfat.com

6/ مئی 1605 جب میں شکار کے لیے گیا ہوا تھا وہ عالم جنون میں کافی مقدار میں افیون کھا گئی اور جلد ہی مر گئی گویا کہ پہلے سے ہی اس نے پسر بیدولت کا طرز عمل دیکھ لیا تھا۔

میری پہلی شادی میری کم عمری میں اس کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب وہ اپنے بدکردار بیٹے اور بھائی کی حرکتوں کو میرے خلاف برداشت نہیں کر سکی، زندگی سے بیزار ہو کر مر گئی اور اس طرح موجودہ کلفتوں سے نجات حاصل کر لی۔ جو لگاؤ مجھے اس سے تھا اُس کی موت کی وجہ سے میں کئی دنوں تک آرام و تفریح سے دور رہا اور چار دنوں تک جو 32 پہر کے برابر ہے میں نے کھانے اور پینے کی شکل نہیں دیکھی۔ جب یہ بات میرے والد محترم کے علم میں لائی گئی تب اس حقیر مرید کے پاس ان کا بے حد مشفقانہ اور محبت آمیز تعزیت نامہ پہنچا۔ انھوں نے مجھے خلعت سے سرفراز فرمایا جس کی پگڑی بعینہ اسی طرز کی تھی جیسے انھوں نے ابھی سر سے اتار کر مجھے دی ہو۔ اس حسن سلوک نے میرے زخم زدہ دل کو سکون بخشا اور میری پریشان طبیعت کو راحت میسر ہوئی۔ میرا مقصد ان باتوں کو بتلانے کا یہ ہے کہ اس سے بڑی بدبختی کچھ نہیں کہ ایک بیٹا اپنے برے کردار، ناشائستہ طرز عمل اور طریقوں سے اپنی ماں کی موت کا سبب بنے اور اپنے باپ کی نگاہ میں سرکش اور باغی بن جائے جس کی نہ کوئی وجہ ہو اور نہ ہی سبب، بلکہ صرف اپنی خام خیالی اور بے کار تصورات کی وجہ سے، ان عنایتوں اور دُعاؤں سے منھ موڑ لے جو اُسے مل سکتی ہوں۔ سب سے طاقتور بدلہ لینے والا (اللہ) ہر حرکت پر معقول سزا دیتا ہے جو اس کے حسب حال ہو، بالآخر اسے بھگتنا پڑا، وہ بہت برے حالات کا شکار ہو گیا۔ اعتماد اور بھروسہ کھو بیٹھا اور دائمی قید کا شکار ہو گیا ؎

راہ چو مستانہ رود ہوشمند　　پائے بدام آرد و سر در کمند

(ترجمہ) جب کوئی ذی ہوش شرابیوں کی طرح راہ رو ہو تو اس کا پیر دام میں اور سر کمند میں پھنس جاتا ہے۔

الختصر 15/ ذی الحجہ کو میں ہوڈل[1] میں خیمہ زن ہوا۔ شیخ فرید اور ان کے جانثار اور بہادر ساتھیوں کی ٹکڑی کو خسرو کے تعاقب کے لیے چنا گیا جو فوج کے ہراول دستہ میں تھے۔ میں نے دوست محمد کو جو میری حاضری میں تھے، سابقہ خدمات

---

1. موجودہ ہریانہ کا ایک قصبہ (مترجم)



Marfat.com

اور سفید ریشی کے پیش نظر لوٹا دیا تھا تاکہ وہ آگرہ کے قلعہ کو سنبھالیں اور حرم و خزانہ کا تحفظ کریں۔ آگرہ چھوڑتے وقت میں نے آگرہ کی ذمہ داری اعتماد الدولہ اور وزیر الملک پر چھوڑی تھی۔ اب میں نے دوست محمد سے کہا "چونکہ ہم لوگ پنجاب جا رہے ہیں اور وہ صوبہ اعتمادالدولہ کی دیوانی میں ہے اسے ہمارے پاس بھیج دو اور مرزا محمد حکیم اور اس کے فرزندوں کو جو آگرہ میں ہیں، قید کرکے ان پر نگاہ رکھنا۔ جب اس طرح کی حرکتیں (بغاوت) اپنے فرزند سے سرزد ہوں تو پھر کوئی بھتیجوں اور چچیرے بھائیوں سے کیا امید رکھے۔ دوست محمد کو رخصت کرنے کے بعد معزالملک کو بخشی کا عہدہ دیا گیا۔

بدھ کو میں پلول[1] میں مقیم رہا اور جمعرات کو فرید آباد میں۔ جمعہ 13/ذی الحجہ کو میں دہلی پہنچا۔ میں بہت تیزی کے ساتھ حضرت جنت آشیانی کے روضہ مبارک کی زیارت کے لیے بڑھا۔ زیارت کی اور مدد کی درخواست کی۔ فقرا اور درویشوں کو خود اپنے ہاتھوں سے روپے تقسیم کیے۔ وہاں سے حضرت نظام الدین اولیا کے مزار کی طرف مڑا اور زیارت کی۔ اس کے بعد میں نے کچھ روپے میر جمال الدین انجو اور کچھ حکیم مظفر کے حوالے کیے تاکہ وہ فقرا اور دیگر ضرورت مندوں میں تقسیم کرسکیں۔ شنبہ مطابق 14/ذی الحجہ کو میں سرائے نریلہ[2] میں رکا۔ اس سرائے کو خسرو نے جاتے وقت آگ لگا دی تھی۔

آقا ملا برادر آصف خاں کے منصب کو جسے میری خدمت کا شرف دیا گیا تھا، اصل سے اضافہ کرکے 1,000 ذات اور 300 سوار کردیا گیا۔ میرے اس سفر میں وہ میری قریبی خدمت میں رہا تھا۔ یہ تصور کرکے کہ بعض ایماق جو شاہی فوج کے ساتھ ہیں درپردہ خسرو کے ہم نوا ہیں اور اس اندیشہ سے کہ وہ اس کی وجہ سے بغاوت اور ریشہ دوانیوں میں نہ پڑجائیں۔ ان کے سردار کو 2,000 دیے گئے کہ ان میں تقسیم کردیا جائے اور ہماری مہربانیوں کی امید دلا دی جائے۔ میں نے شیخ فضل اللہ اور راجہ دھیردھر کو روپے دیے کہ اسے راہ میں فقرا اور برہمنوں میں تقسیم کریں۔ میں نے حکم دیا کہ رانا شنکر کو اجمیر میں 50,000 روپے اس کی مہم میں مدد کے لیے دیے جائیں۔

---

1. موجودہ ہریانہ کا ایک قصبہ (مترجم)

2. مزید 15½ میل، دہلی سے شمال مغرب میں واقع ہے، ولیم فنچ نے اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے جو جہانگیر کے بیان کے مطابق ہے۔



Marfat.com

دوشنبہ 16/ذی الحجہ کو میں پرگنہ پانی پت[1] پہنچا۔ یہ مقام میرے والد اور اجداد کے لیے بہت سازگار اور خوشحالی کا ذریعہ رہا ہے۔ یہاں دو بڑی فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ پہلی ابراہیم لودی کی شکست جو ظفرماثر حضرت فردوس مکانی کی افواج کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ اس کی روداد اس زمانہ کی تواریخ میں ملتی ہے، دوسری فتح بدکردار ہیموں کے خلاف جو میرے والد نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں حاصل کی تھی جس کی تفصیل پہلے لکھ چکا ہوں۔

جب خسرو دہلی سے پانی پت کی طرف جارہا تھا تو اتفاقاً دلاور خاں وہاں پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ خسرو کی آمد سے ذرا پہلے اسے اس واقعہ کی خبر ملی۔ اس نے اپنے بچوں کو جمناپار بھیج دیا اور فیصلہ کن بہادری کے ساتھ وہ خسرو کے لاہور پر قبضہ کرنے سے پہلے وہاں روانہ ہوگیا۔ اسی وقت لاہور سے عبدالرحمٰن پانی پت پہنچے تھے۔ دلاور خاں نے انھیں مشورہ دیا کہ اسے بھی اپنے بچوں کو جمناپار بھیج دینا چاہیے اور رک کر جہانگیر کی فاتح فوج کا انتظار کرنا چاہیے۔ چونکہ وہ کاہل اور ڈرپوک تھا وہ اس کا فیصلہ نہ کر سکا اور اس قدر دیر کردی کہ خسرو آن پہنچا۔ وہ اس کے پاس حاضر ہوگیا اور اس کی ملازمت قبول کرلی۔ اسے ملک انور کا خطاب اور وزیر کا عہدہ دیا گیا۔ دلاور خاں مردانہ وار لاہور کی طرف بڑھا اور راستہ میں تمام ملازمین شاہی، کروریوں اور سوداگروں کو جن کی اس سے ملاقات ہوئی، اس نے خسرو کے خروج کا حال بتلایا۔ بعض کو اس نے اپنے ساتھ لے لیا اور دوسروں کو راستہ میں ایک طرف ہوجانے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد اس نے خدا کے بندوں کو ظالموں اور لٹیروں کی لوٹ اور جور و ستم سے بچایا۔ عین ممکن ہے کہ اگر سید کمال دہلی میں، دلاور خاں نے پانی پت میں ہمت دکھلائی ہوتی اور ہمت و استقلال کے ساتھ خسرو کا راستہ روکا ہوتا تو اس کی غیر منظم فوج مقابلہ کی اہل نہ ہوتی اور اسے بھی گرفتار کرلیا گیا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہمت نے ان کا ساتھ نہیں دیا تاہم بعد میں ان لوگوں نے اپنی غلطیوں کا ازالہ کردیا یعنی دلاور خاں یلغار کرکے خسرو کے پہنچنے سے پہلے لاہور کے قلعہ میں داخل ہوگیا اور اس نمایاں خدمت کی وجہ سے اپنی پچھلی غلطی کی تلافی کردی۔ (ص،60) اور سید کمال نے مردانہ خسرو کا مقابلہ کیا جیسا کہ اس کا اپنے موقع پر ذکر ہوگا۔

---

1. دہلی سے 53 میل شمال میں واقع ہے۔



Marfat.com

17/ذی الحجہ کو شاہی لشکر پرگنہ کرنال میں رکا۔ یہاں میں نے عابدین[1] خواجہ پسر خواجہ کلاں جوئیباری اور پیرزادہ پسر عبداللہ خاں اوزبیک جو میرے والد محترم کے عہد میں آئے تھے، 1,000 ذات و سوار کے منصب پر فائز کیا۔[2] شیخ نظام تھانیسوری جو اپنے وقت کا عیار تھا،[3] خسرو کے پاس حاضر ہوا اور اسے خوش خبری سنا کر خوش کردیا اور راہ راست سے بھٹکا دیا،[4] اور بعدازاں میری خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ میں اس کے احوال سے واقف تھا میں نے اسے سفر خرچ دے کر ہدایت دی کہ وہ حج کے لیے چلا جائے۔ 19/ذی الحجہ کو میں پرگنہ شاہ آباد میں مقیم ہوا۔ یہاں پانی کی قلت تھی لیکن اتفاقاً خوب بارش ہوئی جس کی وجہ سے سب کو بہت مزہ آیا۔

میں نے شیخ احمد لاہوری کو ترقی دے کر میر عدل بنا دیا۔ شیخ احمد میرے زمانہ شاہزادگی سے خدمت گزاری کر رہا تھا اور خانہ زادوں میں تھا۔ اس کے توسط سے مریدان[5] اور دیگر متوسلین میرے سامنے پیش کیے گئے اور جس کے متعلق اس نے جو بھی سفارش کی اور جو بھی کہا اسے عطا کیا گیا۔[6] مرید کرتے وقت مریدوں سے نصیحت کی

---

1. راجرس نے انگریزی ترجمہ میں عابدین اور خواجہ کلاں لکھا ہے۔ متن میں عابدین خواجہ ہے دیکھیے تزک سرسید ایڈیشن

2. متن کا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے۔ "عابد پسر خواجہ جو جوئے بار کا بڑا فرزند ہے اور پسرزادہ (پوتا) عبداللہ خاں اوزبیک ہے جو ہمارے والد محترم کے دور حکومت میں آئے تھے۔ مترجم

3. راجرس نے اسے شیاوان پڑھا ہے۔ سرسید کے متن میں شتاوان ہے۔ مترجم

4. تازہ کے بجائے مخطوطہ میں لفظ بیرا ہے جس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ وہ کچھ دور تک خسرو کے ساتھ گیا تھا۔ پرائیس کی جہانگیر، ص، 81 پر تحریر ہے کہ نظام کو 6,000 روپے ملے تھے۔

5. یہ ایک دلچسپ پیراگراف ہے کیونکہ یہاں جہانگیر اپنے والد کے دین الٰہی کا ذکر کر رہا ہے۔ لیکن یہ مبہم ہے اور غالباً نقل نویس نے غلطی کی ہے۔ اس کی وضاحت کسی اور جگہ قلمی نسخہ میں موجود ہے جسے پرائیس نے استعمال کیا ہے (دیکھیے ترجمہ صفحات 82-83) جہاں زیادہ تفصیلات درج ہیں۔ وہاں یہ لکھا ہے کہ احمد جہانگیر کی تخت نشینی سے پہلے میر عدل تھا۔

6. متن میں دست و سینہ ہے لیکن انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں صحیح الفاظ ملتے ہیں یعنی ست و شیبہ یا شباہ اور یہ انگشتری یا نشانی کی اور تصویر جو اکبر نے دین الٰہی کے ماننے والوں کو دی تھی کے متعلق ہے۔ ملاحظہ ہو بلاک مین صفحات 203، 166 n اور بدایونی جلد دوم، ص 338۔ احمد، بلاک مین کا احمد صوفی معلوم ہوتا ہے۔ (صفحات 209-208) اور بدایونی جلد دوم صفحات 404 اور 418، وہ دین الٰہی کا پیرو تھا۔



Marfat.com

چند باتیں کہی گئیں۔ وہ خود کو گمراہ یا اپنے لوگوں سے دشمنی کر کے دوسرے لوگوں سے تعلقات نہ خراب کریں اور صلح کل پر عمل کرتے ہوئے کسی بھی جاندار کو اپنے ہاتھوں نہ ماریں صرف جنگ اور شکار میں اس کی اجازت ہے ۔

مباش درپے بے جان نمودن جاندار مگر بعرصہ پیکاریا بوقت شکار

(ترجمہ) کسی بھی جاندار کو ہلاک نہ کرو مگر یہ کہ تم جنگ کر رہے ہو یا شکار میں مشغول ہو۔

نیرات (سورج، چاند ودیگر سیارے) جو مظاہر نورالٰہی ہیں، ان کی تعظیم ان کے مدارج کے لحاظ سے کرنی چاہیے اوراللہ کی شان اور قوت کو ہمہ وقت یاد رکھنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ خلوت میں یا جب تم مجمع میں ہو ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہو ۔

لنگ و پوچ و خفتہ شکل و بے ادب سوئے او می غنج واورامی طلب

(ترجمہ) لنگڑے یا پوچ یا شاطر و عیار، اسی سے عشق کرو اور اسی کی مدد چاہو۔

میرے معزز والد ان اصولوں پر ملکہ حاصل کر چکے تھے اور شاید ہی کبھی ان خیالات سے دور رہے ہوں۔ الاوہ (الاہ) کی منزل پر پہنچ کر میں نے عبدالنبی اوزبیک کو مامور کیا کہ وہ ستاون (57) دیگر منصب داروں کے ساتھ شیخ فرید کی مدد کے لیے کوچ کریں۔ ان کے اخراجات کے لیے میں نے 40,000 روپے بھی دیے۔ جمیل بیگ کو 7,000 روپے دیے گئے تاکہ وہ ایماقوں (گھڑسواروں) میں تقسیم کردے۔ میں نے شریف آملی کو بھی 2,000 روپے دیے۔

سہ شنبہ مطابق 24/ ذی الحجہ کو لوگوں نے خسرو کے پانچ ملازمین اور ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے دو نے اس کی ملازمت میں ہونا قبول کرلیا۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو ہاتھی کے پاؤں تلے کچل دیا جائے اور ان لوگوں نے جنھوں نے انکار کیا تھا قید کرلیا گیا تاکہ تفتیش کی جاسکے۔ میری تخت نشینی کے پہلے سال کی 12ویں فروردین کو مرزا حسین اور نورالدین قلی کوتوال لاہور میں داخل ہوئے اور اسی ماہ کی 24ویں کو دلاور خاں کا قاصد وہاں اس خبر کے ساتھ پہنچا کہ خسرو لاہور کی طرف بڑھ رہا ہے اس لیے ان کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ اسی دن شہر کے دروازوں کی حفاظت اور مضبوط کردی گئی۔ دو دنوں کے بعد



Marfat.com

دلاور خان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور دیواروں و بُرجوں کو مستحکم کرنا شروع کیا۔ جہاں جہاں یہ ٹوٹ گئے تھے یا گر پڑے تھے اس نے ان کی مرمت کروائی اور قلعہ پر توپوں اور گردش کرنے والی بندوقیں لگا دیں اور جنگ کے لیے تیار ہوگیا۔ شاہی ملازمین کی قلیل تعداد کو یکجا کر کے جو اس وقت قلعہ میں موجود تھے ان کو ان کی ذمہ داری سمجھا دی گئی اور شہر کے لوگوں نے بھی وفاداری کے ساتھ مدد کی۔ دو دنوں بعد جب تمام تیاریاں مکمل ہوچکی تھیں، خسرو پہنچا اور اپنے قیام کی جگہ مقرر کر کے محاصرہ[1] کرنے کا حکم دیا اور آمادہ بجنگ ہوگیا۔ اس نے حکم دیا کہ شہر کا کوئی دروازہ جلا ڈالا جائے جہاں سے اس کی فوج داخل ہوسکے۔ اس نے اپنے بدقماش آدمیوں سے کہا "قلعہ فتح کرنے کے بعد میں حکم دوں گا کہ سات دنوں تک شہر کو لوٹا جائے اور عورتوں وبچوں کو قید کرلیا جائے۔" دلاور خاں، حسین بیگ دیوان اور نورالدین کوتوال نے دروازوں کے سامنے ایک دیوار چنوا دی۔

دریں اثنا سعید خاں کو جسے کشمیر میں متعین کیا گیا تھا اور اس وقت چناب کے قریب قیام پذیر تھا، اطلاع ملی اور وہ یلغار کرتے ہوئے لاہور کی طرف بڑھا۔ جب وہ راوی پہنچا تو اس نے محافظ فوج کو مطلع کیا کہ وہ وفاداری اور نیک نیتی سے شاہی خدمت کے لیے آیا ہے اس لیے اسے قلعہ میں داخل ہونے دیا جائے۔ قلعہ والوں نے رات کے وقت کسی کو بھیجا اور اس کے ساتھ کچھ آدمیوں کو قلعہ میں داخل ہونے دیا۔ جب محاصرہ کو نو دن گزر گئے اور خسرو اور اس کے ساتھیوں کو شاہی لشکر کے آمد کی اطلاع تواتر کے ساتھ ملیں تو وہ مجبور ہوگئے اور فاتح فوج سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔

چونکہ لاہور ہندستان کے عظیم مقامات میں ایک ہے، چھ سات دنوں تک بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور ایک ثقہ آدمی کے ذریعہ اطلاع ملی کہ دس بارہ ہزار سوار اکٹھا ہوگئے ہیں۔ رات کے وقت یہ شہر سے شاہی ہراول دستہ پر حملہ کرنے کی نیت سے جائیں گے۔ یہ خبر مجھے سرائے قاضی علی میں جمعرات 16/ذی الحجہ کی شب میں دی گئی۔ گوکہ اس رات شدید بارش ہوئی تھی، میں نے کوچ کا حکم دیا اور خود سوار ہوگیا۔ علی الصباح سلطان پور پہنچا جہاں میں دوپہر تک مقیم رہا۔ اتفاقاً اسی وقت اس مقام پر فاتح

1. متن میں قبل کی جگہ غلطی سے قتل ہے۔



Marfat.com

افواج کا ان بدبختوں سے مقابلہ ہوگیا۔ معزالملک بریانی[1] کا ایک تشت لایا۔ میں اس کی طرف اپنی رغبت ظاہر ہی کرنے کو تھا کہ مجھے جنگ کی خبر دی گئی۔ گو کہ میری خواہش تھی کہ بریانی کھاؤں، میں جلدی میں بطور شگن[2] ایک لقمہ کھا کر سوار ہوگیا اور یہ انتظار کیے بغیر کہ اور لوگ ساتھ آئیں میں اپنی چھوٹی سی ٹکڑی کو لے کر تیزی کے ساتھ روانہ ہوا۔ چلتے، جو میرا خاصہ تھا طلب کرنے کے بعد بھی مہیا نہ کیا جاسکا۔ میرے پاس صرف ایک تلوار اور بھالا تھا لیکن میں اللہ پر بھروسہ کرکے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے روانہ ہوا۔ ابتدا میں میرے ساتھ محافظ دستہ میں بمشکل 50 افراد رہے ہوں گے، کسی کو بھی اس دن جنگ ہونے کی امید نہیں تھی۔ جب میں گووندوال[3] پل پر پہنچا تو میرے ساتھ اچھے برے چار پانچ سو سوار تھے۔ جب میں نے پل پار کرلیا تو مجھے فتح کی خبر ملی۔ یہ اچھی خبر لانے والا شمشی توشکچی تھا اور اس مبارک خبر کے لیے اسے خوش خبر خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ میر جمال الدین حسین، جن کو پہلے خسرو کو سمجھانے کے لیے بھیجا تھا، اسی وقت حاضر ہوا اور خسرو کے ساتھیوں کی بہادری اور تعداد کے متعلق ایسی گفتگو کی جس سے سننے والے مایوس اور خوفزدہ ہوگئے، گو کہ فتح کی خبریں پے درپے آرہی تھیں، یہ سادہ لوح سید اسے کسی طرح قبول کرنے کو تیار نہیں تھا اور تعجب کا اظہار کیا کہ ایسی فوج جس نے دیکھی ہے کس طرح اُسے شیخ فرید کی فوج شکست دے سکتی ہے کیونکہ وہ قلیل تعداد میں ہے اور اچھی طرح مسلح بھی نہیں ہے۔ جب خسرو کے دو خواجہ سرا اس کا سنگھاسن[4] (تخت) لے کر حاضر ہوئے تب میر نے یقین کیا۔ تب وہ گھوڑے سے اترا اور اپنا سر میرے قدموں میں رکھ کر خشوع و خضوع کے ساتھ اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا، اس نے کہا کہ آپ کا اقبال اس سے بڑھ کر اور بلند تر نہیں ہوگا۔

اس مہم میں شیخ فرید نے خلوص اور لگن کے ساتھ کام کیا، سرداران بارہہ اپنے زمانہ کے بہادروں میں ہیں اور ہر جنگ میں ہراول دستہ میں رہے تھے۔ سیف خاں پسر سید محمود خاں بارہہ نے جو اس قبیلہ کا سردار تھا، اس جنگ میں بے حد شجاعت کا

---

1. راجرس نے "تشت بریانی" کا انگریزی ترجمہ Roasted Meat کیا ہے یعنی بھنا ہوا گوشت، مترجم
2. جہانگیر ہندی لفظ جیسے شگن بے تکلفی سے استعمال کرتا ہے۔ مترجم
3. Thiefenthaler جلد اول، ص 113 نے گندوال اور کننگھم نے اپنی ہسٹری آف دی سکھ میں گویندال لکھا ہے۔ مترجم
4. تخت



Marfat.com

مظاہرہ کیا تھا، اسے سترہ زخم لگے تھے۔ سید جلال جو اسی برادری کا تھا کنپٹی پر تیر لگنے کی وجہ سے چند دنوں بعد ہلاک ہوگیا۔ اسی دوران بارہہ کے سید، جن کی تعداد 60,50 سے زیادہ نہیں تھی، پندرہ سو بدخشی سواروں کے ہاتھوں زخمی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ سید کمال جو اپنے بھائیوں کے ساتھ ہراول دستہ کی مدد کے لیے مقرر کیا گیا تھا، ایک طرف سے لپکا اور حیرت انگیز بہادری اور جوانمردی کے ساتھ جنگ آزما ہوا۔ اس کے بعد دائیں بازو کی فوج نے نعرہ بلند کیا "بادشاہ سلامت" اور حملہ کردیا۔ باغی ان الفاظ کو سن کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے اور مختلف جگہوں پر چھپ گئے۔ تقریباً چار سو ایمق شاہی لشکروں کے قہر سے پامال ہوئے۔ خسرو کے جواہرات کا بکس جسے وہ ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا ہمارے ہاتھ لگ گیا۔

کہ دانست کہ ایں کودک خورد سال شود با بزرگاں چنیں بدسگال
باول قدح دردوی آرد بہ پیش گداز و شکوہ من و شرم خویش
بسوزاند اورنگ خورشید را تمنا کند تخت جمشید را

(ترجمہ) یہ کس نے سوچا تھا کہ یہ طفل چند سالہ اپنے بزرگوں سے اس طرح کا سلوک کرے گا۔ جب وہ شراب کے پہلے جام پر ہی تلچھٹ نکالتا ہے اور میرے شکوہ اور اپنی عزت کو پامال کردیتا ہے وہ سورج کے تخت کو جلاکر جمشید کے تخت کی تمنا کرتا ہے۔

الہ آباد میں کوتاہ بینوں نے مجھے بھی مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے والد محترم کے خلاف بغاوت کروں۔ ان کی باتیں میرے لیے بالکل نامعقول اور ناپسندیدہ تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایسی بادشاہت کتنی پائیدار ہوگی جس کی بنیاد اپنے والد کے خلاف ایسی عداوت پر قائم ہو۔ اس لیے میں ایسے افراد کی ناقص رایوں سے متاثر نہیں ہوا، بلکہ اپنی عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے میں نے اپنے پیر و مرشد و قبلہ اور خدائے مجازی کی خدمت میں حاضری دی۔ اس نیت کا فائدہ ہوا اور میرے ساتھ اچھا سلوک کیا گیا۔ جس شام کو خسرو فرار ہوا تھا میں نے راجہ باسو کو جو لاہور کے پہاڑی علاقہ کا قابل اعتماد زمیندار ہے اس ہدایت کے ساتھ رخصت دی تھی کہ وہ ان حدود میں جائے اور جہاں کہیں بھی اسے خسرو کے متعلق کوئی خبر یا پتہ ملے تو وہ اسے گرفتار کرنے کی کوشش



Marfat.com

کرے۔ میں نے مہابت خان اور مرزا علی اکبر شاہی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مقرر کیا کہ جہاں اور جدھر بھی خسرو جائے وہ اس کا تعاقب کریں۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر خسرو کابل کی طرف جائے گا تو اس کا تعاقب میں خود کروں گا اور اس وقت تک نہیں لوٹوں گا جب تک کہ وہ گرفتار نہ ہو جائے۔ اگر وہ کابل میں نہ رکا اور بدخشاں کے آس پاس کے علاقہ میں گیا تو مہابت خاں کو کابل میں چھوڑ کر لوٹ آؤں گا۔ میرے بدخشاں نہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ناسعادت مند یقینی طور پر اوزبیکوں کی مدد حاصل کر کے ہمیں شرمسار کر سکتا تھا۔

جس دن شاہی فوج کو خسرو کے تعاقب کا حکم دیا گیا تھا، مہابت خاں کو 1,5000 روپے دیے گئے تھے اور احدیوں کو 20,000 فوج کے ساتھ 1,0000 روپے اور بھیجے گئے تھے تاکہ اگر راستہ میں ضرورت پڑے تو خرچ کیے جائیں۔

شنبہ 28 کو، فاتح فوج نے جے پال[1] میں قیام کیا جو لاہور سے سات کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسی دن خسرو کچھ آدمیوں کے ساتھ چناب کے کنارے پہنچا، مختصراً جو وقوع پذیر ہوا وہ یہ ہے کہ اس کی شکست کے بعد جو لوگ اس کے ساتھ فرار ہوئے تھے اختلاف رائے کا شکار ہو گئے۔ افغانی اور ہندستانی جو اس کے قدیم ملازمین میں تھے وہ جلد از جلد ہندستان لوٹ جانا چاہتے تھے تاکہ وہاں جا کر فتنہ و فساد برپا کریں۔ حسین بیگ جس کے اہل و عیال اور دیگر افراد و خزانہ جو کابل کی طرف تھے، کابل جانے کی رائے دے رہا تھا۔ بالآخر حسین بیگ کی رائے پر عمل کیا گیا۔ ہندستانیوں اور افغانوں نے علاحدہ ہو جانے کا فیصلہ کیا۔ چناب پہنچنے کے بعد اس نے شاہ پور گھاٹ سے دریا پار کرنے کا مشورہ دیا جو ایک عام گھاٹ ہے لیکن جب اسے وہاں کوئی کشتی نہیں ملی تو وہ سودھرا گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اس کے آدمیوں کو ایک کشتی بغیر ملاح کے ملی اور ایک دوسری جس پر گھاس اور جلانے والی لکڑی لدی ہوئی تھی۔ خسرو کی شکست سے پہلے ہی شاہی احکام پنجاب کے تمام جاگیرداروں، داروغہ راہ داریوں اور گھاٹ کو جاری کیے جا چکے تھے کہ اس طرح کا قضیہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اس لیے تمام لوگوں کو ہوشیار اور چوکنا رہنا چاہیے۔ حسین بیگ نے چاہا کہ ملاح کی اس کشتی کو جس پر گھاس اور لکڑی لدی ہوئی تھی

---

[1] ایلیٹ، جلد ششم، ص، 99 پر 'جہان' لکھتا ہے اور مخطوطہ میں بھی یہ لفظ 'جے پال' نہیں ملتا۔



Marfat.com

لے آیا جائے اور خسرو کو دریاپار کرا دے۔ دریں اثنا کیلن[1] جو کمال چودھری کا داماد تھا سودھرا پہنچا اور یہ دیکھ کر کہ رات کے وقت وہ دریا پار کرنے کو ہیں اس نے شور و غوغا مچا دیا اور ملاحوں کو آگاہ کردیا کہ جہانگیر بادشاہ کا حکم ہے کہ انجان لوگوں کو دریا نہ پار کرنے دیا جائے۔ اس طرح کے شور و غوغا سے قرب و جوار کے لوگ جمع ہوگئے اور کمال کے داماد نے ملاحوں کے ہاتھ سے لکڑی لے لی جس سے کشتی چلائی جاتی ہے اور جسے ہندستان میں بلّی کہتے ہیں اور کشتی کو اس طرح سے بیکار کردیا۔ گو کہ ملاحوں کو روپیوں کا لالچ دیا گیا لیکن کسی نے بھی ان کو دریاپار کرانے کی ہمت نہیں کی۔ ابوالقاسم نمکین کو گجرات میں جو پنجاب کے قریب ہے اطلاع ملی کہ ایک جماعت اس رات کو دریا پار کرنے کی کوشش میں تھی۔ وہ اسی رات اپنے بیٹوں اور کچھ گھوڑ سواروں کے ساتھ گھاٹ پر پہنچ گیا۔ ادھر معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ حسین بیگ نے ملاحوں پر تیر چلانے شروع کردیے۔ دریا کے کنارے سے کمال کے داماد نے بھی جواباً تیراندازی شروع کردی۔ تقریباً چار کوس تک کشتی اپنے آپ دریا کے پایان کی طرف بہتی چلی گئی۔ بالآخر رات کے آخری حصہ میں کشتی ریت میں پھنس گئی۔ ہر چند ان لوگوں نے کشتی نکالنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ دریں اثنا صبح صادق ہوگئی۔ ابوالقاسم اور خواجہ خضر خاں، جو ہلال خاں کی کوششوں سے دریا کے اس جانب (مغربی کنارہ) پر تھے، اس کنارہ کو مستحکم کیا اور زمینداروں نے مشرقی کنارہ کو مستحکم کرلیا۔ ہلال خاں کو اس واقعہ کے پہلے میں نے سعید خاں کی قیادت میں کشمیر جانے والی فوج کا سزا دل بناکر بھیجا تھا، اتفاقاً گھاٹ کے قریب اسی رات کو پہنچا تھا۔ وہ عین موقع پر آیا تھا اور اس کی کوششوں سے ابوالقاسم نمکین اور خواجہ خضر خاں، خسرو کو گرفتار کرنے کے لیے ساتھ ہوگئے تھے۔

24/ تاریخ بروز یکشنبہ ماہ مذکورہ[2] کی صبح کو لوگوں نے کشتیوں اور ہاتھیوں پر سوار ہوکر خسرو کو گرفتار کرلیا اور دوشنبہ کو جو اس ماہ کا آخری دن اور دو شنبہ تھا، مجھے اس کی خبر مرزا کامران کے باغ میں ملی۔ میں نے فوراً امیرالامرا کو حکم دیا وہ گجرات جائیں اور خسرو کو لاکر میرے سامنے پیش کریں۔

---

1 یہ لفظ مخطوطہ میں نہیں ہے۔

2 متن میں یکشنبہ 29 تاریخ ہے۔ راجرس نے 24 لکھا ہے۔



Marfat.com

سرکاری اور مملکت کے معاملات میں اکثر میں اپنی فہم کو دوسروں کے مشوروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور اسی پر عمل کرتا ہوں۔ اول یہ کہ میں نے الہ آباد سے اپنے والد محترم کے حضور میں خود حاضر ہونے کا فیصلہ اپنے وفاداروں کی مخالف رائے کے باوجود کیا۔ اس طرح میں نے ان کی دعائیں اور ان کی خدمت کی سعادت حاصل کی، جو میرے لیے دینی اور دنیاوی، دونوں طرح سے سودمند ثابت ہوا اور اسی طرز عمل سے مجھے بادشاہت نصیب ہوئی۔ دوسری مثال خسرو کے تعاقب کی ہے جس کے لیے میں نے مبارک گھڑی کا انتظار نہیں کیا اور اس وقت تک دم نہیں لیا جب تک کہ وہ گرفتار نہیں ہوگیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب میں روانہ ہوا تھا تو میں نے حکیم علی سے جو علم ریاضی کے دانا ہیں پوچھا تھا کہ میری روانگی کی ساعت کیسی ہے؟ انھوں نے کہا تھا کہ حصول مقصد کے لیے اگر میں کسی گھڑی کا انتظار کروں گا تو وہ برسوں اس گھڑی سے بہتر نہیں آئے گی جو میں نے روانگی کے لیے چنی تھی۔

3/ محرم 1015ھ بروز جمعرات ان لوگوں نے خسرو کو میرے سامنے مرزا کامران کے باغ میں اس طرح پیش کیا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور رسم و تورہ چنگیزی کے مطابق بائیں پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ ان لوگوں نے حسین بیگ کو اس کے دائیں جانب کھڑا کیا اور عبدالرحمٰن کو بائیں۔ خسرو ان دونوں کے درمیان کانپ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حسین بیگ اس خیال سے کہ اس سے فائدہ ہوگا ادھر ادھر کی بکواس کرنے لگا۔ جب میں اس کا مطلب سمجھ گیا تو میں نے اسے مزید بکواس سے روک دیا۔ خسرو کو زنجیروں ہی میں رہنے دیا گیا اور ان دونوں مفسدوں کے لیے حکم دیا کہ ایک کو بیل کی کھال میں اور دوسرے کو گدھے کی کھال میں کرکے، گدھے پر اس طرح سوار کیا جائے کہ ان کے چہرے دم کی طرف ہوں اور شہر میں گھمایا جائے۔[1] چونکہ بیل کی کھال گدھے کی کھال کے مقابلہ میں جلد سوکھ گئی۔ حسین بیگ چار پہر تک زندہ رہااور دم گھٹنے سے مر گیا۔ عبدالرحیم جو گدھے کی کھال میں تھا اور جسے لوگ باہر سے کچھ کھانے کو بھی دے دیتے تھے زندہ رہا۔

1. Du Jarric اپنی کتاب The History of the Jessuit Missions میں اس سزا کی تفصیلات میں لکھتا ہے کہ بیل اور گدھے موقع پر ہی ذبح کیے گئے اور ان کی کھالیں ان بدبختوں کے جسموں پر سل دی گئیں، سینگیں اور کان کھالوں میں بدستور رہنے دیے گئے۔



Marfat.com

دوشنبہ، ذی الحجہ کے آخری دن سے لے کر محرم کی 9 سنہ مذکورہ تک، میں مرزا کامران کے باغ میں مقیم رہا کیونکہ ساعت[1] اچھی نہیں تھی۔ بھروال[2] جہاں جنگ واقع ہوئی تھی میں نے انعام میں شیخ فرید کو دے دیا اور اسے مرتضی خاں کے اعلیٰ خطاب سے سرفراز کیا۔ اچھی حکومت کے نظام اور انتظام کے لیے میں نے حکم دیا کہ شاہراہ کی دونوں جانب ڈاک چوکیاں، مذکورہ باغ تا شہر قائم کی جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ باغی ایمقوں اور دوسروں کو جو اس بغاوت میں شریک تھے، پھانسی دے دی جائے۔ اس طرح ان میں سے ہر ایک کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔ میں نے ان زمینداروں کو جو میرے وفادار رہے تھے، ان میں سے ہر ایک کو جہلم اور چناب کے درمیان کے علاقہ میں ریاست اور چودھرائی اور زمین کو بطریق مدد معاش عطا کیا۔

حسین بیگ کے تمام مال کو جو اس کی ملکیت میں تھا اور میر محمد باقی کے مکان سے تقریباً سات لاکھ روپے حاصل کیے گئے۔[3] یہ اس کے علاوہ تھا جو اس نے دوسرے مقامات پر رکھ چھوڑے تھے یا خود اپنے ساتھ رکھا تھا۔ بعد ازاں جب بھی اس کا ذکر آتا تو 'گاوان وخران' کے الفاظ استعمال ہوتے، جب وہ (میر باقی) مرزا شاہ رخ کے ہمراہ ہمارے دربار میں حاضر ہوا تھا تو اس کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے حالات بہتر ہوتے گئے یہاں تک کہ وہ صاحب خزینہ و دفینہ بن گیا اور اس طرح کے خیالات (بغاوت) اس کے دل میں آنے لگے۔

جبکہ خسرو کا معاملہ ابھی اللہ کی مرضی پر تھا کیونکہ آگرہ اور افغانستان کے درمیان کوئی صوبہ دار نہیں تھا جو بغاوت اور فتنہ کا سبب تھا اور یہ اندیشہ کرکے کہ خسرو کا معاملہ ابھی وقت لے گا میں نے اپنے بیٹے پرویز کو حکم دیا کہ وہ کچھ سرداروں کو رانا کے معاملات کی نگرانی کے لیے چھوڑ دے اور آصف خاں اور اس کی فوجی ٹکڑی کے ہمراہ جو اس سے متعلق ہے آگرہ آجائے۔ اس کی خاص ذمہ داری تھی کہ اس علاقہ کا تحفظ اور

---

1 شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ موسم اچھا نہیں تھا۔

2 درست نام بھیروں والی معلوم ہوتا ہے۔ نقشہ میں بھیرووال ملتا ہے۔ یہ دریائے بیاس کے بائیں بازو پر واقع ہے اور جالندھر سے امرت سر جانے والی سڑک پر ہے۔ دیکھیے بلاک مین، ص 414 حاشیہ

3 یہاں راجرس کا ترجمہ غیر واضح ہے، مترجم



Marfat.com

انتظام کرے۔ اللہ پاک کی مہربانی سے خسرو کا قضیہ پرویز کے آگرہ پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہوگیا۔ اس لیے میں نے مذکورہ بالا بیٹے کو حکم دیا کہ وہ میری خدمت میں حاضر ہو جائے۔

8؍محرم بروز بدھ میں لاہور کے قلعہ میں داخل ہوا۔ بہت سے وفاداروں نے عرض کیا کہ میری آگرہ کو واپسی اس وقت حکومت کے مفاد میں ہوگی کیونکہ گجرات، دکن اور بنگال کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ یہ رائے مجھے پسند نہیں آئی کیونکہ شاہ بیگ خاں[1] کی اطلاع سے معلوم ہوا تھا کہ سرحد کے ایرانی سرداران اس قلعہ (قندھار) پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ یہ لوگ مرزاؤں کی قندھار فوج کے بچے کھچے سردار ہیں جو ہمیشہ دشمنی اور نزاع کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ ایرانی سرداروں نے ان شورش پسندوں کو خطوط لکھے کہ یہاں پر بدامنی کی امید ہے، مجھے خیال آیا کہ عرش آشیانی (اکبر) کی وفات اور خسرو کی ناواجب بغاوت ان کی حرکتوں کو مزید تقویت دے گی اور (موقع کا فائدہ اٹھاکر) قندھار پر حملہ کردیں گے۔ فرح کے صوبہ دار سیستان کے ملک اور اس کے قرب و جوار کے جاگیردار، حسین خاں کی جوہرات کا صوبہ دار تھا مدد سے قندھار پر حملہ آور ہوئے۔ شاہ بیگ کی جوانمردی اور ہمت پر آفرین ہے جس نے مرد کی طرح اپنے قدم جمائے رکھے اور قلعہ کو مستحکم کرکے، قلعہ کے تیسرے محل کے اوپر اس طرح ڈیرہ جمایا کہ باہر کے لوگ اس کی محفل کو دیکھ سکیں۔ محاصرہ کے دوران نہ صرف یہ کہ اس نے کمر کسی رکھی بلکہ ننگے سر اور پاؤں کے ساتھ عیش و عشرت کی محفلیں قائم کیں تاہم کوئی ایسا دن نہیں گیا جب اس نے قلعہ کے باہر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج نہ بھیجی ہو اور ان کے مقابلہ کے لیے ہمیشہ کی طرح مردانہ وار کوشش نہ کی ہو۔ ایرانی فوجوں نے قلعہ کا تین طرف سے محاصرہ کرلیا۔ جب یہ خبر لاہور پہنچی تو واضح طور پر یہ سمجھ داری کی بات تھی کہ اس علاقہ میں رہا جائے۔ ایک بڑی فوج مرزا غازی کی رہنمائی میں فوراً تیار کی گئی جس کے ساتھ دربار کے بہت سے امرا اور منصب دار شامل تھے مثلاً قرابیگ اور تختہ بیگ جسے ترقی دے کر قراخان اور سردارخاں کے خطابات سے نوازا گیا تھا، میں نے مرزا غازی کو 5,000 ذات اور سوار کے

---

[1] گورنر یا صوبہ دار قندھار



Marfat.com

منصب پر فائز کیا اور نقارہ بھی عطا کیا۔ مرزا غازی مرزا جانی ترخان کا فرزند ہے جو ٹھٹھہ کا بادشاہ تھا اور عبدالرحیم خان خاناں کی کوششوں سے وہ ملک مرحوم بادشاہ (اکبر) کے دور حکومت میں فتح کیا گیا تھا۔ ٹھٹھہ کا ملک اس کی جاگیر کردیا گیا تھا وہ 5,000 ذات اور سوار کا منصب دار تھا۔ اس کے انتقال کے بعد مرزا غازی کو اس کے منصب اور ذمہ داریوں پر قائم کیا گیا۔ ان کے اجداد سلطان حسین مرزا بیقرا کے امرا میں تھے جو خراسان کا حکمراں تھا اور ان کا سلسلہ نسب تیمور (صاحب قران) کے امرا سے ملتا ہے۔ خواجہ عاقل کو اس فوج کا بخشی مقرر کیا گیا تینتالیس (4,300) سو روپے قراخان کو راستہ کے اخراجات کے لیے دیے گئے اور پندرہ ہزار نقدی بیگ اور قلی بیگ کو جن کو مرزا غازی کے ساتھ جانا تھا۔ میں نے لاہور میں رکھنے کا فیصلہ کیا تاکہ معاملات کو درست کیا جاسکے۔ میرا کابل جانے کا بھی ارادہ تھا۔ اسی وقت حکیم فتح اللہ خاں کے منصب میں اصل سے اضافہ کرکے ایک ہزار ذات اور تین سو سوار کردیا گیا۔ چونکہ شیخ حسین جامی نے میرے متعلق جو خواب دیکھا تھا درست ثابت ہوا، میں نے اسے بیس لاکھ دام جو تیس سے چالیس ہزار روپیوں کے برابر تھا[1] دیے تاکہ وہ اپنی خانقاہ اور خانقاہ کے درویشوں پر صرف کرسکے جو اس کے ہمراہ تھے۔ 22/ تاریخ کو میں نے عبداللہ خاں کے اصل منصب میں اضافہ کرکے 2,500 ذات اور 2,000 سوار کے منصب پر ترقی دی۔ میں نے حکم دیا کہ احدیوں کو دو لاکھ روپے پیشگی ادا کیے جائیں اور ان کی تنخواہوں سے ماہانہ قسطوں میں کاٹ لیے جائیں۔ میں نے 6,000 روپے قاسم بیگ خاں کو جو شاہ بیگ خاں کا داماد تھا اور 3,000 روپے سید بہادر کو عنایت کیے۔

گوبندوال میں جو دریائے بیاس کے کنارہ واقع ہے وہاں ارجن[2] نام کا ایک ہندو تھا جو شیخ اور پیر کے لباس میں رہتا تھا۔ اس نے اپنے جال میں بہت سے سادہ لوح ہندوؤں اور سادہ لوح مسلمانوں تک کو اپنے طور طریقوں سے پھنسالیا تھا جو اس کے تقدس کا بہانگ دہل اعلان کرتے تھے۔ یہ لوگ ان کو گرو کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔

---

1۔ چالیس دام کا ایک روپیہ تھا۔ اس طرح یہ پچاس ہزار کی رقم ہوئی۔ مترجم

2۔ سکھوں کے پانچویں گرو جنھوں نے گرنتھ (صاحب) کی ترتیب دی۔ وہ ہرگوبند کے والد تھے۔ ملاحظہ ہو سید محمد لطیف، ہسٹری آف دی پنجاب، ص، 253، گرو (ارجن) کا مقبرہ لاہور میں بھی ہے۔



Marfat.com

ہر طرف سے احمق لوگ اس کے پاس جمع ہو کر عبادت اور اس پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے تھے۔ تین چار نسلوں تک ان لوگوں نے یہ دکانداری (روحانی جانشینی کی) زندہ رکھی تھی۔ بارہا مجھے خیال آیا کہ اس دکان باطل کا خاتمہ کردینا چاہیے یا اسے حلقہ بگوش اسلام کردینا چاہیے، بالآخر جب اس راہ سے خسرو گزرا تو اس مردک مجہول نے اس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ خسرو اس مقام پر رکا جہاں پر وہ تھا۔ وہ حاضر ہوا اور اظہار عقیدت کیا۔ وہ خسرو سے خصوصی طور پر پیش آیا اور اس کی پیشانی پر زعفرانی رنگ سے انگلی کے نشان بنائے جسے ہندستانی میں قشقہ[1] کہتے ہیں اور اسے مبارک شگن تصور کرتے ہیں۔ جب یہ اطلاع مجھے ملی تو میں صاف طور پر اس کی بے وقوفی کی حرکت کو سمجھ گیا اور حکم دیا کہ اسے حاضر کیا جائے اور ان کے مکان اور بچوں کو مرتضیٰ خاں کے حوالہ کردیا جائے اور اس کی جائیداد ضبط کرکے سزائے موت دے دی جائے۔

دو آدمی، ایک کا نام راجو اور دوسرے کا امبا تھا جو خواجہ سرا دولت خاں کے زیر سایہ ظلم و تعدی کو اپنی زندگی کا معاش بنائے ہوئے تھے اور ان چند دنوں میں جبکہ خسرو لاہور کے سامنے تھا، ان لوگوں نے ظلم و تعدی کے کئی کام کیے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ راجو کو دار پر چڑھا دیا جائے اور امبا سے جرمانہ وصول کیا جائے جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ دولت مند ہے۔ مختصراً اس سے پندرہ ہزار روپے وصول کیے گئے۔ میں نے حکم دیا کہ اس رقم کو غلور خانہ (خانقاہوں کے باورچی خانہ) پر صرف کی جائے اور خیرات کردی جائے۔

سعداللہ خاں پسر سعد خاں کو ترقی دے کر 2,000 ذات اور 1,000 سوار کے منصب پر متعین کیا گیا۔ مجھ سے ملنے کی شدید تمنا کے سبب پرویز نے دوردراز کی مسافت، موسم برسات اور شدید بارش کے باوجود بہت کم وقت میں طے کی اور جمعرات 29/ تاریخ کو دوپہر اور تین گھڑیاں گزرنے کے بعد مجھ سے ملنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے بہت محبت اور شفقت کے ساتھ اس سے معانقہ (بغل گیر) کیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ لیا۔

خسرو کی شرمناک حرکت کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ میں کسی جگہ پر کوئی

1. قشقہ ترکی لفظ ہے۔ ہندی میں اسے ٹیکہ کہتے ہیں۔



Marfat.com

تاخیر نہیں کروں گا جب تک کہ اسے گرفتار نہ کرلوں۔ یہ ایک امکان تھا کہ وہ ہندستان کی واپسی کا ارادہ کرے، اس لیے یہ خلاف مصلحت تھا کہ آگرہ کو خالی چھوڑا جائے۔ کیونکہ یہ حکومت کا مرکز تھا اور جہاں خواتین کا مقدس حرم اور گنج ہائے عالم کا امین تھا۔ اسی وجہ سے آگرہ چھوڑنے سے پہلے میں نے پرویز کو لکھا تھا اس کے اخلاص اور خدمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ خسرو فرار ہوگیا اور قسمت اس سے برگشتہ ہوگئی۔ میں خسرو کے تعاقب میں روانہ ہوگیا ہوں اور وہ رانا کے خلاف مہم کو کسی طرح وقت کی ضرورت کے خیال سے چھوڑ کر اور حکومت کے مفاد کے پیش نظر جلد آگرہ پہنچے۔ میں نے اس کو دارالحکومت اور خزانہ کی ذمہ داری سونپی تھی جو قارون[1] کی دولت کے برابر تھی۔ میں نے اسے اللہ کے حوالہ کردیا تھا جو قادر مطلق ہے۔ قبل اس کے کہ یہ خط پرویز کو ملتا رانا کو ایسی ہزیمت ہوئی کہ اس نے آصف خاں کو پیغام دیا کہ وہ اپنی حرکتوں کے لیے خجل اور شرمسار ہے اور امید ظاہر کی کہ وہ اس کا شفیع بن کر ایسی صورت نکالے کہ باگھ[2] جو اس کے بیٹوں میں ایک تھا، شہزادہ کے پاس بھیج کر اسے منا لیا جائے۔ پرویز اس پر راضی نہیں ہوا اور کہا کہ یا تو رانا خود حاضر ہو یا پھر کرن کو بھیجے۔ دریں اثنا خسرو کی بغاوت کی خبر وہاں پہنچی جس کی وجہ سے آصف خاں اور دوسرے وفادار اس بات پر متفق ہوگئے کہ باگھ کی آمد ہی مان لی جائے جس نے شاہزادہ کے حضور میں منڈل گڑھ کے قریب حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔

پرویز، راجہ جگناتھ اور اپنی فوج کے اکثر امرا کو چھوڑ کر آصف خاں اور چند دیگر افراد اور ذاتی ملازمین کے جو اس کے قریب تھے، آگرہ کی طرف روانہ ہوا اور باگھ کو درگاہ والا کی طرف لایا۔ جب وہ آگرہ کے قریب پہنچا تو اسے خسرو پر فتح اور اس کی گرفتاری کی خبر ملی۔ وہاں دو دن آرام کرنے کے بعد اسے حکم ملا کہ چونکہ بظاہر ہر طرف معاملات درست ہوچکے ہیں، وہ میری خدمت میں حاضر ہوجائے تاکہ میں اسے آفتاب گیر جو بادشاہوں کی علامت ہے عطا کرسکوں۔ میں نے اسے 10,000 کا منصب عطا کیا اور دیوانیان کو حکم دیا کہ اسے تنخواہ جاگیر دی جائے۔ اسی روز میں نے مرزا علی بیگ کو کشمیر بھیجا۔ قاضی عزت اللہ کو 10,000 روپے کابل میں فقرا میں تقسیم کرنے کے لیے

---

1 قارون حضرت موسیٰ کا چچیرا بھائی جو اپنی دولت کے لیے مشہور تھا۔ انجیل کا کورہ
2 گلاڈون اسے ناگھ لکھتا ہے۔ 3 بلاک مین، ص 50



Marfat.com

دیے گئے۔ احمد بیگ خاں کو اصل میں اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 1,250 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اسی وقت مقرب خاں جسے برہان پور بھیجا گیا تھا تاکہ دانیال کے بچوں کو لے آئے، 6 ماہ اور 22 دنوں کی غیر حاضری کے بعد لوٹا اور مجھ سے ملنے کا شرف حاصل کیا اور تفصیل سے بتلایا کہ اس علاقہ میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے۔

سیف خاں کو ترقی دے کر 2,000 ذات اور 1,000 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ بخارا کے سید محمد وہاب[1] جو مرحوم بادشاہ کے عہد حکومت میں دہلی کے صوبہ دار تھے، میں نے ان کی بعض بری حرکتوں سے جو انھوں نے اپنے آدمیوں سے کی تھیں تبادلہ کردیا تھا۔ اب وہ داخل ائمہ اور ارباب سعادت ہوگیا۔

تمام ممالک محروسہ خواہ خالصہ محال ہو خواہ جاگیر، میں نے حکم دیا کہ غلور[2] خانوں سے ان کی حیثیت کے مطابق فقرا کو پکے ہوئے کھانے دیے جائیں تاکہ مسافروں اور مجاوروں کو بھی اس سے فیض پہنچے۔

امبا خاں[3] کشمیری، جو کشمیر کے حکمراں خاندان سے تعلق رکھتا تھا، 1,000 ذات اور 300 سوار کے منصب کے لیے منتخب کیا گیا۔ دوشنبہ 9/ربیع الاول کو میں نے پرویز کو ایک خاص تلوار عنایت کی۔ مرصع تلواریں قطب الدین خاں کوکہ اور امیرالامرا کو بھی پیش کی گئیں۔ میں نے دانیال کے بچوں سے ملاقات کی جنھیں مقرب خاں لایا تھا، تین بیٹے اور چار لڑکیاں تھیں۔ لڑکوں کے نام طہورث[4] بائیسنغر اور ہوشنگ تھے۔ میں نے ان بچوں کے لیے ایسی محبت اور شفقت کا اظہار کیا جو لوگوں کے قیاس سے باہر تھا۔ میں نے طہورث کو جو سب سے بڑا لڑکا تھا ہمیشہ اپنے جلو میں رکھنے کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو میں نے اپنی بہن کے حوالہ کردیا۔

راجہ مان سنگھ کے لیے خلعت خاصہ بنگال بھیجی گئی۔ میں نے مرزا غازی کو 30 لاکھ دام کے انعام کا حکم دیا۔ میں نے شیخ ابراہیم، جو قطب الدین کوکہ کے فرزند تھے

---

1. یہ ایک عالم اور مقدس آدمی تھے۔ جہانگیر کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اُن کو سابق جگہ پر بحال کردیا تھا۔ ارباب سعادت وہ لوگ تھے جو بادشاہ کے لیے دُعا کیا کرتے تھے تاکہ وہ خوش حال رہے۔
2. مفت کھانے کی جگہ
3. امبا کو بعد میں نور جہاں کے شوہر شیرافگن نے قتل کر دیا تھا توزک ص 54-55
4. بلاک مین، ص 310



Marfat.com

1,000 ذات اور 300 سوار کے منصب سے نوازتے ہوئے کشور خاں کا خطاب عطا کیا۔

جب میں خسرو کے خلاف مہم پر روانہ ہوا تھا تو اپنے بیٹے خرم کو محلات کے خزانہ کی ذمہ داری سونپی تھی اب جبکہ وہ مہم ختم ہوچکی تھی، مذکورہ بیٹے کو حکم دیا کہ حضرت مریم مکانی اور دوسری خواتین کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سب کو میرے پاس لائے۔ جب وہ لوگ لاہور کے قریب پہنچے تو میں 12 تاریخ ماہ مذکور جمعہ کے دن کشتی میں سوار ہوا، داہر نامی گاؤں کے قریب پہنچا اور اپنی ماں سے ملاقات کی سعادت حاصل کی[1] کورنش، سجدہ و تعظیم اور مراتب آداب، جو چھوٹوں کے لیے، بڑوں کو تورہ چنگیزی اور قانون تیموری اور ضابطہ کے مطابق ہے اور عبادت خداوندی کے بعد اور اس کام کے انجام دینے کے بعد میں نے ان سے رخصت لی اور دوبارہ لاہور کے قلعہ میں داخل ہوگیا۔

17/ تاریخ کو معزالملک کو رانا کے خلاف فوج کا بخشی بناکر میں نے اسے اس مہم پر رخصت کیا۔ چونکہ رائے رائے سنگھ اور اس کے بیٹے دلیپ کی ناگور کے قریب بغاوت کی خبریں آرہی تھیں، میں نے راجہ جگناتھ کو ان کے خلاف حکومت کے دیگر خادموں اور معزالملک کے ساتھ جانے کا حکم دیا تاکہ وہ اس بغاوت کا خاتمہ کرسکیں۔ میں نے 50,000 روپے سردار خاں کو دیے جو شاہ بیگ کی جگہ قندھار کا گورنر (صوبہ دار) مقرر کیا گیا تھا۔ اسے میں نے ترقی دے کر 3,000 ذات اور 2,500 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ خضر خاں سابق حکمراں خاندیس و برار[2] اور اس کے بھائیوں، احمد خاں جو خانہ زادوں میں ہے، 3,000 روپے دیے۔ ہاشم خاں جو قاسم خاں کا فرزند اور حکومت کے خانہ زادوں میں ہے اور لائق تربیت مابدولت ہے، میں نے ترقی دے کر 2,500 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ میں نے اسے اپنے خاص گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا بھی دیا۔ میں نے دکن کی فوج میں متعین آٹھ امرا کو انفرادی طور پر خلعتیں بھیجیں اور پانچ ہزار روپے نظام شیرازی قصہ خواں کو بھی مرحمت کیا۔ 3,000 روپے کشمیر کے غلورخانہ کے اخراجات کے لیے بذریعہ مرزا علی بیگ جو وہاں کا حاکم تھا، دیا تاکہ وہاں کے بلدہ[3] کو پہنچا دے۔ میں نے ایک خنجر مرصع جس کی قیمت 6,000 روپے تھی قطب الدین

---

1. راجرس کا ترجمہ ذرا گنجلک ہے۔
2. راجرس کے ترجمہ میں صرف خاندیس ہے، متن میں خاندیس اور برار ملتا ہے۔
3. بلدہ مذکور متن میں ہے۔ راجرس نے سری نگر لکھا ہے۔ (مترجم)



Marfat.com

خاں کو بخش دیا۔

مجھے خبر ملی کہ شیخ ابراہیم بابا افغان نے ایک دکان شیخی اور مریدی کی لاہور کے پرگنوں[1] سے ایک میں قائم کر رکھی ہے۔ چونکہ اس کا طریقہ اوباشانہ اور احمقانہ تھا، ایک معقول تعداد میں افغان اس کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ اسے لایا جائے اور پرویز کے حوالہ کردیا جائے تاکہ اسے چنار کے قلعہ میں رکھا جاسکے۔ اس طرح سے ہنگامہ باطل ختم کیا جاسکا۔

یک شنبہ 7/رجمادی الاول کو بہت سے منصب داروں اور احدیوں کو ترقی دی گئی۔ مہابت خاں کو 2,000 ذات اور 1,300 سوار کا منصب دیا گیا، دلاور خاں کو 2,000 ذات اور 1,400 سوار، وزیرالملک کو 1,300 ذات اور 550 سوار، قیوم خاں کو 1,000 ذات اور سوار، شیام سنگھ کو 1,500 ذات اور 1,200 سوار اور اسی طرح بیالیس منصب داروں کو ترقی دی گئی۔ اکثر دنوں میں ایسے ہی کام ہوتے ہیں۔ میں نے پرویز کو ایک لعل دیا جس کی قیمت 25,000 روپے تھی۔ 9ویں ماہ مذکور بروز بدھ مطابق 21 شہریور، تین پہر اور چار گھڑیاں گزرنے کے بعد، مجلس وزن شمسی، جو میری عمر کے 38ویں سال کی ابتدا ہے، منعقد ہوئی۔ رسم کے مطابق انھوں نے اسباب وزن اور ترازو کو حضرت مریم زمانی کے گھر میں رکھا۔ مقررہ وقت پر خیر و مبارک باد کے ساتھ میں ترازو میں بیٹھا۔ ترازو کی لٹکتی ہوئی رسیوں کو بزرگ لوگ پکڑے ہوئے تھے اور مجھے دعائیں دیتے جاتے تھے۔ پہلی بار کے سونے کی تول میں میرا وزن تین من اور تین ہندستانی سیر تھا۔ اس کے بعد مجھے دیگر دھاتوں، انواع و اقسام کی خوشبوؤں اور مکفیات میں بارہ بار تولا گیا جس کی تفصیل بعد میں دی جائے گی۔ سال میں دو بار سونے، چاندی اور دیگر دھاتوں میں ہر طرح کی سلک، کپڑوں اور مختلف قسم کے اناجوں میں خود کو تولواتا ہوں۔ ان دونوں اوزان کی رقم میں تحویلداروں کے ذریعہ فقرا اور ضرورت مندوں کو بھجوا دیتا ہوں۔ اسی مبارک دن میں نے قطب الدین خاں کوکہ کو ترقی دی، جو برسوں سے اس دن کا منتظر تھا تاکہ اسے مختلف لطف و کرم سے نوازا جائے۔ میں نے پہلے اسے 5,000 ذات اور سوار کے منصب کے ساتھ خلعت خاصہ، تلوار مرصع، اپنا ایک گھوڑا مع زین مرصع کے دیا اور اسے بنگال اور اڑیسہ کی صوبہ داری دے کر اسے حکومت پر جانے کی رخصت دی جو 50,000 سوار

1۔ مخطوطہ میں لاہور کے قرب و جوار ہے۔ اس وقت پرویز بہار میں (صوبہ دار) تھا۔



Marfat.com

کے برابر کا عہدہ ہے۔ وہ بہت قدرِ و منزلت کے ساتھ ایک عظیم فوج کے ہمراہ، مع دو لاکھ روپیوں کے جو مدد خرچ کے لیے دیے گئے تھے، روانہ ہوا۔ میرا تعلق اس کی والدہ سے اس طرح کا ہے کہ بچپن میں میں ان کی تربیت اور پرورش میں تھا۔ میں ان سے ایسی ہی محبت کرتا ہوں جیسے وہ میری حقیقی والدہ ہوں۔ میرے لیے وہ میری مقدس ماں ہیں اور میں اسے (قطب الدین خاں کو) اپنے سگے بھائیوں اور بیٹوں سے کم تر نہیں سمجھتا ہوں۔ قطب الدین میرا دودھ شریکی بھائی ہے۔ میں نے اس کے معاونین کو تین لاکھ روپے دیے۔ اسے میں نے 30,000 روپے بطور ساچق (شادی کا تحفہ) پہاڑی (اس کا بھائی مراد) کی بیٹی کو بھیجے جو پرویز سے منسوب ہے۔

22/ تاریخ کو بازبہادر قلماق، جو عرصہ دراز سے بنگال میں گناہوں سے کھیل رہا تھا، شومی قسمت سے وہ میری بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے اسے ایک مرصع خنجر جس کی قیمت آٹھ ہزار روپے تھی دیا اور اسے ترقی دے کر ایک ہزار ذات و سوار کا منصب دیا۔ پرویز کو انعام میں ایک لاکھ روپے اور جواہرات دیے گئے۔ کیشوداس مارو کو 1,500 ذات و سوار کے منصب پر ترقی دی گئی۔ ابوالحسن جو میرے بھائی دانیال کا دیوان اور مدار سرکار تھا، اپنے بچوں کے ساتھ میری خدمت میں حاضر ہوا، اسے 1,000 ذات اور 500 کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یکم جمادی الثانی کو شیخ بایزید جو سیکری کے شیخ زادوں میں تھا اور جو اپنی عقل و دانائی کے لیے مشہور تھا اور قدیم خدمت گزاری کا امتیاز رکھتا تھا، معظم خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ میں نے اسے دہلی کی حکومت کی ذمہ داری سونپی۔ 21ویں ماہ مذکور کو میں نے پرویز کو ایک عقدی (ہار) جس میں چار عدد لعل اور ایک سو موتی جڑے ہوئے تھے، پیش کیا۔ حکیم مظفر خاں کے منصب کو اصل میں اضافہ کے ساتھ 3,000 ذات اور 1,000 سوار کردیا گیا۔ میں نے ناتھول راجہ منجھولی[1] کو پانچ ہزار روپے عنایت کیے۔

ایک نئی بات[2] یہ ہوئی کہ مرزا عزیز کوکہ کا خط جو اس نے خاندیس کے راجہ علی خاں کو لکھا تھا ہاتھ لگ گیا۔ مجھے یہ یقین تھا کہ وہ خسرو کی وجہ سے مجھ سے کد رکھتا

---

1 مخطوطہ سے یہ نام مہمل معلوم ہوتا ہے۔ بلاک مین منجھولی کو منجھولا لکھتا ہے۔

2 راجرس نے انگریزی ترجمہ میں A Remarkable Occurrence لکھا ہے۔ (مترجم)



Marfat.com

ہے کیونکہ خسرو اس کا داماد تھا۔ اس خط کی دریافت کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ اس نے کبھی اپنی پرانی عداوت کو ترک نہیں کیا تھا اور اس طرح کا ناقابل برداشت طریقہ میرے محترم والد صاحب کی طرف بھی اختیار کر رکھا تھا۔ مختصراً یہ خط جو اس نے کسی وقت راجہ علی خاں کو لکھا تھا (ص،80) شروع سے آخر تک دشنام طرازیوں اور ناپسندیدہ (باتوں) سے پُر تھا۔ اس میں ایسی باتیں لکھی گئی تھیں جسے ایک دشمن نے بھی نہیں لکھا ہوتا اور جسے اور کسی شخص سے بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چہ جائیکہ حضرت عرش آشیانی جیسا بادشاہ اور قدردان جس نے سن طفولیت سے اسے تربیت اور تعلیم دی تھی کیونکہ اس کی والدہ کی بے حد خدمات تھیں اور ان کا اعتماد اس قدر تھا جو اوروں کو نہیں حاصل تھا۔ یہ خط ابوالحسن کو برہان پور میں راجہ علی خاں کے مال و اسباب کے ساتھ ملا تھا۔ وہ لایا اور میرے سامنے پیش کردیا۔ اسے دیکھ کر اور پڑھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی[1]۔ لیکن اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اس کی ماں نے میرے والد کو دودھ پلایا تھا، اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کیا۔ اسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور وہ خط اس کے ہاتھ میں دے دیا اور حکم دیا کہ باآواز بلند موجود لوگوں کے سامنے پڑھے۔ مجھے خیال تھا کہ خط دیکھتے ہی اس کی روح فنا ہوجائے گی لیکن کمال بے شرمی اور بے حیائی سے اس نے پڑھا گویا اس نے نہیں لکھا تھا اور صرف حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔ جو لوگ اس جنت نشان دربار میں حاضر تھے وہ عہداکبری اور جہانگیری کے ملازمین میں تھے۔ انھوں نے خط کو سنا اور اس کو لعنت ملامت کی۔ میں نے اس سے پوچھا 'میں نے تمھاری ان فریبانہ حرکتوں کو جو تم نے میرے اعتماد کا فائدہ اٹھاکر میرے خلاف کی ہیں نظرانداز کیا ہے۔ میرے والد نے تمھارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اور جس نے تم کو اور تمھارے خاندان کو سڑک کی خاک سے اٹھاکر دولت و مرتبہ عطا کیا، جو تمھارے ہم عصروں کے لیے باعث رشک ہوا، کیا وجہ تھی کہ تم نے اس طرح کی باتیں حکومت کے دشمنوں کو لکھیں اور اپنے آپ کو نمک حراموں اور بدمعاشوں کی صف میں شامل کرلیا، سچ ہے جس کی جو اصل فطرت ہوتی ہے وہ اسی طرح عمل کرتا ہے۔ چونکہ تمھاری طینت نفاق کے

---

1. متن یوں ہے "از خواندن و دیدن مو بر اعضائے من راس شد" مترجم



Marfat.com

پانی سے پروردہ ہے اس کا ثمر اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس سے درگزر کرتے ہوئے کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے، میں نے تمھیں منصب عطا کیا جو تمھارے پاس پہلے سے تھا۔ یہ خیال کرکے کہ تم نے صرف مجھ سے فریب کیا تھا۔ (ص81) اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ تم نے اسی طرح کا رویہ اپنے محسن اور مجازی خدا کے ساتھ بھی روا رکھا تھا۔ میں تم کو تمھارے خیالات اور عمل پر چھوڑتا ہوں جو تم پہلے کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہو۔" ان جملوں کے بعد اس کے ہونٹ بند ہوگئے اور وہ کوئی بھی جواب دینے سے معذور تھا۔ اس ذلت کے بعد وہ اور کیا کہہ سکتا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کو جاگیر سے محروم کردیا جائے۔ گوکہ اس ناشکر گزار نے جو حرکت کی تھی وہ ناقابل معافی تھی میں نے بعض باتوں کے پیش نظر اس سے درگزر کیا۔

یکشنبہ 26 ماہ مذکور پرویز کی اور شاہزادہ مراد کی بیٹی کی شادی کی تقریب ہوئی۔ رسم شادی حضرت مریم زمانی کے گھر پر ہوئی۔ جشن و طوئی[1] پرویز کے مکان پر ہوا اور وہاں جو لوگ موجود تھے ہر طرح کے اعزاز و نوازشات سے مشرف ہوئے۔ نو ہزار روپے شریف آملی اور دوسرے امرا کے حوالہ کیے گئے کہ فقرا اور غربا میں تقسیم کردیے جائیں۔

یکشنبہ 10/رجب کو میں شہر سے باہر گرچھاک اور نندنہ[2] شکار کے ارادہ سے باہر نکلا اور رام داس کے باغ میں قیام پذیر ہوا جہاں میں چار دنوں تک مقیم رہا۔

13/ تاریخ بروز چہار شنبہ، پرویز کی وزن شمسی کی گئی۔ لوگوں نے اسے بارہ بار مختلف قسم کی دھاتوں اور چیزوں میں تولا۔ ہر بار اس کا وزن دو من اور 18 سیر نکلا۔ میں نے حکم دیا کہ تمام چیزوں کو فقرا میں تقسیم کردیا جائے۔ اس وقت شجاعت خاں کا منصب اصل سے اضافہ کرکے 1500 ذات اور 700 سوار کردیا گیا۔

مرزا غازی اور اس کی فوج کے کوچ کرنے کے بعد مجھے خیال آیا کہ ایک دوسری امدادی فوج بھی بھیجنی چاہیے۔ بہادر خاں قوربیگی[3] کو اس کے اصل منصب میں

---

1. توئی کا معرب ہے جس کے معنی شادی، عروسی، جشن، خوشی یا خوشی کا جلسہ جو بہ تقریب نکاح ہو۔ (مترجم)
2. نندن پور، یہ مقام سندھ ساگر، ملتان کے قریب ہے۔
3. مخطوطہ ص، 181 پر بہار، ملتا ہے اور 800 سوار کے بجائے 600 سوار لکھا ہے۔



Marfat.com

اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 800 سوار کا منصب دیا گیا۔ میں نے سواروں[1] کی ایک ٹکڑی روانہ کی جس میں تین ہزار افراد تھے اور جس کی قیادت شاہ بیگ اور محمد امین کر رہے تھے۔ اس فوج کے اخراجات کے لیے دو لاکھ روپے دیے گئے اور 1,000 برق انداز بھی مقرر کیے گئے۔

میں نے آصف خاں کو خسرو کی نگرانی اور لاہور کی حفاظت کے لیے چھوڑا۔ امیرالامرا کو میرے حضور میں حاضری سے محروم کردیا گیا تھا۔ وہ سخت بیمار تھا اور شہر میں مقیم تھا۔ عبدالرزاق ماموری جسے رانا کے ملک سے طلب کیا گیا تھا، ترقی دی گئی اور بخشی گیری حضور مقرر کیا گیا۔ حکم دیا گیا کہ ابوالحسن کے ساتھ وہ یہ خدمت مستقل طور پر انجام دے۔

اپنے والد کی رسم کے تحت میں دو آدمیوں کو ایک دوسرے کی شراکت میں اہم عہدوں پر فائز کرتا ہوں۔ یہ اس لیے نہیں کہ ان پر اعتماد نہیں بلکہ اس لیے کہ بہرحال وہ بشر ہیں اور کوئی بھی آدمی بیماری اور حادثات سے مبرا نہیں ہے۔ اگر کوئی کسی پریشانی یا کسی مشکل کا شکار ہوجائے تو دوسرا کام سنبھال لے اور بندگان خدا تباہی کا شکار نہ ہوں۔

اس وقت خبر ملی کہ دسہرہ کے دن جو ہندوؤں کا ایک مقررہ تہوار ہے، عبداللہ خاں نے کالپی سے جو اس کی جاگیر ہے، اچانک بندیلہ صوبہ پر حملہ کر کے کمال بہادری سے رام چند ولد مدھوکر، جو عرصہ دراز سے اس علاقہ کو بدامنی کا مرکز بنائے ہوئے تھا، قید کر کے کالپی لایا ہے۔ اس خدمت کے لیے اسے علم اور منصب میں اضافہ کر کے 3,000 ذات اور 2,000 سوار کردیا گیا۔

صوبہ بہار سے عرض داشت موصول ہوئی کہ جہانگیر قلی خاں کی سنگرام سے، جو بہار کا ایک بڑا زمیندار ہے، جنگ ہوئی۔ سنگرام کے پاس 4,000 سوار اور ان گنت پیدل سپاہی تھے۔ بعض مخالفتوں (ص، 83) اور نافاداریوں کے سبب ان ناہموار زمین اور میدان جنگ میں، مذکورہ خان نے اپنی مردانہ وار کوشش کی۔ آخر میں سنگرام گولی لگنے

---

1۔ متن میں یماق پوزنی اور مخطوطہ میں پوری ہے جس کے معنی ایک ہی معلوم دیتے ہیں۔ کیا اس کا مطلب سرخ گھوڑ سواروں، سے ہے؟ جیسا کہ بلاک مین نے توجہ دلائی ہے (ص، 371) دیماق کا مطلب ہر جگہ قبیلہ نہیں ہوتا بلکہ بہتر قسم کے سواروں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔



Marfat.com

سے ہلاک ہو گیا اور اس کے بہت سے آدمی میدان جنگ میں کام آئے اور جو بچ گئے تھے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ چونکہ یہ نمایاں کام جہانگیر قلی خاں نے انجام دیا تھا میں نے اسے ترقی دے کر 4,500 ذات اور 3,500 سوار کے منصب پر فائز کر دیا۔

تین ماہ اور چھ دن شکار میں گزرے۔ 581 جانور بذریعہ بندوق، شکاری تیندوے، اور ایک قمرگاہ[1] کے جال میں پکڑے گئے۔ ان میں سے 158 جانور میری بندوق سے ہلاک ہوئے۔ قمرگاہ دوبار کیا گیا۔ ایک موقعہ پر ایک گرجھاک میں، عورتوں کی موجودگی میں، 155 جانور شکار کیے گئے اور دوسری بار، ندینہ میں 110[2] جانور جو شکار کیے گئے اس کی تفصیل یوں ہے۔ پہاڑی بھیڑیں 180، پہاڑی بکریاں 29، جنگلی گدھے 10، نیل گائے 9، ہرن وغیرہ 348۔

چہار شنبہ، 16 شوال کو میں شکار سے بخیر لوٹا۔ جب ایک پہر چھ گھڑیاں گزر چکی تھیں میں مذکورہ دن لاہور میں داخل ہوا۔ چندوالہ کے مقام پر، ایک چھوٹا مینار قائم کیا گیا تھا میں نے ایک سیاہ ہرن کے پیٹ[3] پر گولی داغی، جب وہ زخمی ہوا تو اس سے ایسی آواز نکلی جو میں نے پہلے کسی ہرن سے غیر مستی کے زمانہ میں نہیں سنی تھی۔ پرانے شکاری اور وہ جو میرے ساتھ تھے حیرت میں پڑ گئے اور بولے کہ انھیں یاد نہیں اور نہ ہی اپنے بزرگوں سے سنا کہ اس طرح کی آواز ہرن سے مستی کے زمانہ کے علاوہ نکلتی ہو۔ یہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ یہ بات بہت حیرت ناک ہے۔ میں نے پہاڑی بکرے کا گوشت دوسرے جنگلی جانوروں کے مقابلہ میں زیادہ ذائقہ دار پایا، گوکہ اس کی کھال کی مہک بہت بری ہے یہاں تک کہ جب اسے پکایا جاتا ہے تب بھی اس کی مہک ضائع نہیں ہوتی۔ میں نے حکم دیا کہ جو سب سے بڑا بکرا ہو اس کا وزن کیا جائے، یہ دو من اور چوبیس سیر کا تھا جو ولایت کے من کے مطابق 21 من (ص،84) کے برابر تھا۔ میں نے حکم دیا کہ بڑا مینڈھا وزن کیا جائے یہ دو من سولہ سیر پایا گیا جو 76 ایرانی من کے برابر ہے۔ میں نے شکاریوں اور ان لوگوں سے جن کو شکار کا شوق ہے کئی بار سنا ہے کہ پہاڑی مینڈھے کی سینگ میں ایک خاص موقعہ پر ایک کیڑا پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ

---

1 ہندستانی 'ہانکا' اس میں چاروں طرف سے جانور کو گھیر کر شکار کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

2 قمرگاہ یا Ring Hunt کے ذریعہ 265 شکار ہوئے بقیہ دوسرے اوقات میں گولیوں کا نشانہ بنے۔ جملہ شکار کا میزان بظاہر 476 ہونا چاہیے۔ 3 متن میں "تفنگ در شکم آہو زدم" ہے۔



Marfat.com

چڑچڑے پن کا شکار ہو جاتا ہے جو اسے مادہ بھیڑ کی طرف لڑنے کو متوجہ کرتا ہے اور یہ کہ جب وہ اپنا کوئی مقابل نہیں پاتا تو وہ اپنا سر درخت یا چٹان سے ٹکرا کر اپنی کوفت کو دور کرتا ہے۔ دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اسی طرح کا کیڑہ مادہ بھیڑ کی سینگ میں بھی پیدا ہوتا ہے اور چونکہ مادہ لڑتی نہیں ہے، یہ بیان صاف طور سے غلط معلوم دیتا ہے۔ گوکہ جنگلی گدھے کا گوشت حلال ہے اور بہت سے لوگ کھانا پسند کرتے ہیں۔ یہ مجھے کسی طرح بھی اچھا نہیں لگا۔

چونکہ اس سے پہلے دلیپ سنگھ اور اس کے والد رائے سنگھ کو سزا کا حکم دیا گیا تھا، خبر ملی کہ زاہد خاں پسر صادق خاں، عبدالرحیم پسر شیخ ابوالفضل، راناشنکر اور معزالملک نے منصب داروں کی ایک دوسری فوج اور دربار کے مریدوں نے دلیپ سنگھ کے متعلق خبر سنی کہ وہ ناگور کے قرب و جوار میں جو صوبہ اجمیر میں ہے، موجود ہے وہ لوگ ادھر بڑھے اور اسے جا لیا چونکہ اس کے پاس فرار کی کوئی راہ نہیں تھی مجبوراً اس نے ثابت قدمی سے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔ مختصر جھڑپ کے بعد اسے شکست ہوئی اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور وہ خود اپنا اسباب لے کر تباہی کے غار میں پہنچ گیا۔

شکستہ صلاح و گستہ کمر نہ یارائے جنگ و نہ پروائے سر

(ترجمہ) ٹوٹے بازوؤں اور ڈھیلی کمر کے ساتھ کوئی لڑنے کی قوت نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی سر بچا سکتا ہے۔

عمر کی زیادتی کے باوجود میں نے قلیج خاں کو اس کے منصب پر برقرار رکھا کیونکہ اس نے میرے والد کی خدمت کی تھی۔ میں نے حکم دیا کہ سرکار کالپی میں اسے جاگیر دی جائے۔

ذی قعدہ کے ماہ میں، قطب الدین خاں کوکہ کی والدہ جنھوں نے مجھے دودھ پلایا تھا اور جو میرے لیے ماں کی طرح تھیں بلکہ میری ماں سے بھی زیادہ مہربان تھیں اور جن کی آغوش میں میں نے بچپن میں پرورش پائی تھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ میں نے ان کے جنازہ کو کچھ دور تک کاندھا دیا۔ بہت زیادہ افسوس اور غمزدہ ہونے کے سبب مجھے کئی دنوں تک کھانے کی طرف کوئی رغبت نہیں رہی اور میں نے کئی دنوں تک لباس بھی نہیں تبدیل کیا۔



Marfat.com

## 'جشن نوروز دوئم' از جلوس ہمایوں

چہار شنبہ 22 ذی قعدہ 1015ھ مطابق 10/ مارچ 1607 دن کے تین پہر ڈھل جانے کے بعد جب سورج اپنے خانہ شرف میں داخل ہوا تو محل کو عام دستور کے مطابق سجایا گیا۔ ایک بڑے جشن کا اہتمام کیا گیا اور ایک مبارک ساعت پر میں تخت نشین ہوا۔ میں نے امرا اور دیگر درباریوں کو مہربانی اور عنایتوں سے سرفراز کیا۔ اسی مبارک دن قندھار سے موصول شدہ ایک خبر سے معلوم ہوا کہ جو فوج مرزا غازی پسر مرزا جانی کی قیادت میں بھیجی گئی تھی تاکہ وہ شاہ بیگ کی مدد کرسکے، 12 شوال کو قندھار میں داخل ہوگئی۔ جب ایرانیوں کو فاتح فوج کی خبر شہر کی آخری منزل کے قریب آجانے کی ملی تو ان کو تعجب ہوا اور وہ سراسیمہ، پریشان و شرمندہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس وقت تک نہیں رکے جب تک ہلمند نہیں پہنچ گئے جو پچاس یا ساٹھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ فرح کے صوبہ دار اور اس علاقہ کے بہت سے دوسرے حاکم سوچ رہے تھے کہ مرحوم بادشاہ کے بعد ابتری کا فائدہ اٹھاکر وہ قندھار پر بہ آسانی قبضہ حاصل کرلیں گے اور شاہ عباس سے کسی حکم کا انتظار کیے بغیر یہ اکٹھا ہوگئے اور سیوستان کے ملک کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ کسی شخص کو، حسین خاں صوبہ دار ہرات کے پاس بھیج کر اس سے مدد مانگی۔ اس نے بھی ایک فوج بھیجی۔ اس کے بعد انھوں نے قندھار پر حملہ کردیا۔ شاہ بیگ خاں جو وہاں کا صوبہ دار تھا یہ دیکھ کر کہ جنگ کے دوسر[1] ہیں اور اگر خدانخواستہ اس کی شکست ہوگئی تو قندھار سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ سوچ کر اس نے محصور ہونے کے بجائے کھلی جنگ کو ترجیح دی۔ اس نے یہ سوچ کر قلعہ میں رہنے کو ترجیح دی اور دربار کو تیز رفتار قاصد بھیجا۔ اتفاق سے اس وقت میں آگرہ سے خسرو کے تعاقب میں نکل چکا تھا اور لاہور میں تھا۔ اس خبر کے سننے کے فوراً بعد (شاہ بیگ خاں سے) امرا و منصبداروں کی ایک بڑی فوج، مرزا غازی کی رہنمائی میں بھیجی گئی۔ قبل اس کے کہ مرزا قندھار پہنچے، شاہ ایران کو یہ اطلاع ملی کہ صوبہ دار فرح اس علاقہ

---

1. متن میں جنگ 'دوسر دارد' ہے جس کا ترجمہ راجرس نے The Battle has two heads کیا ہے، یعنی جنگ مشکل ہے۔ (مترجم)



Marfat.com

کے کچھ جاگیرداروں کے ساتھ صوبہ قندھار کی طرف کوچ کر گیا ہے۔ یہ خیال کرکے یہ ایک ناواجب قدم ہے اس نے حسین بیگ کو جو ایک معروف اور اس کا قریبی آدمی تھا، تفتیش کے لیے بھیجا۔ اس نے ان لوگوں کے نام ایک فرمان بھی جاری کیا کہ وہ لوگ قندھار کے قلعہ کے پاس سے ہٹ جائیں اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوٹ جائیں کیونکہ ان کے اجداد کی دوستی اور موالات جہانگیر بادشاہ کے خاندان سے قدیم ہیں۔ اُس فوج نے حسین بیگ کی آمد اور فرمان کے ملنے سے پہلے ہی شاہی فوج کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہ لانے کی وجہ سے لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا۔ حسین بیگ مذکور نے ان لوگوں کی ملامت کی اور مجھ سے ملاقات کے لیے چل پڑا جس کی سعادت اسے لاہور میں حاصل ہوئی۔ اس نے بتلایا کہ بدقسمت فوج جس نے قندھار پر حملہ کیا تھا، شاہ عباس کی اجازت کے بغیر حرکت میں آئی تھی۔ اس نے کہا خدانخواستہ اس واقعہ کے نتیجہ میں میرے دل میں کوئی ناخوشگواری باقی نہ رہے۔ المختصر فاتح فوج قندھار پہنچی۔ اس نے حکم کے مطابق قلعہ کو سردار خاں کے حوالہ کیا اور شاہ بیگ خاں امدادی فوج کے ہمراہ دربار میں حاضر ہوا۔

27 ذی قعدہ کو عبداللہ خاں نے رام چند بندیلہ کو قید کر پابجولاں میرے سامنے پیش کیا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کے پاؤں کی بیڑیاں ہٹا دی جائیں۔ اسے خلعت عطا کی اور راجہ باسو کے حوالہ کردیا تاکہ وہ اس کی ضمانت لے کر اسے اور اس کے دوسرے گرفتار ساتھیوں کو رہا کردے۔ یہ میری مہربانی اور معافی کی وجہ سے ہوا۔ اسے ایسی معافی اور مہربانی کا تصور بھی نہیں تھا جو میں نے کی۔

2ر ذی الحجہ کو میں نے اپنے فرزند خُرم کو ایک تومان اور طوغ، علم اور نقارہ عطا کرکے 8,000 ذات اور 5,000 سوار کا منصب عطا کیا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے ایک جاگیر دی جائے۔ اسی روز پیر خاں پسر دولت خاں لودی کو جو دانیال کے بچوں کے ساتھ خاندیس سے آیا تھا، 3,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب سے اور صلابت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور اُسے علم اور نقارہ بھی عطا کیا۔ میں نے اُسے اپنی فرزندی کے لقب سے بھی سرفراز کیا جو اس کے ساتھیوں اور برابر والوں کو حاصل نہیں تھا۔ صلابت خاں کے بزرگ اور چچا کے دادا لودی قبیلہ میں بہت معظم اور معزز مانے جاتے تھے۔ چنانچہ سابق دولت خاں، صلابت خاں کے دادا جب ابراہیم (لودی) اپنے والد کے انتقال



Marfat.com

کے بعد اپنے والد کے زمانہ کے امرا سے برا سلوک کرنے لگا تب انھوں نے اپنے چھوٹے بیٹے دلاور خاں کو اعلیٰ حضرت بابر کے حضور میں کابل بھیجا اور انھیں ہندستان کی تسخیر کا مشورہ دیا۔ چونکہ بابر بھی ایسا ہی منصوبہ بنا رہے تھے وہ فوراً اس طرف روانہ ہوگئے اور اس وقت تک نہیں رکے جب تک کہ لاہور کے قرب و جوار میں نہیں پہنچ گئے۔ دولت خاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی (بابر) کی خدمت میں حاضر ہوا اور وفاداری کے ساتھ خدمات انجام دیں۔ وہ ضعیف آدمی تھا اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ تھا۔ اس نے بہت اچھی طرح خدمت انجام دی۔ بابر اسے بالعموم پدر (ابا) کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ اسے بدستور پنجاب کی صوبہ داری سونپ دی گئی اور اس کے امرا و جاگیرداروں کو اس کے زیر نگیں کردیا۔ بابر دلاور خاں کو لے کر لاہور لوٹ گئے۔ جب وہ دوبارہ پنجاب، ہندستان پر حملہ کرنے کی نیت سے آئے تو دولت خاں ان کے حضور میں حاضر ہوئے اور اسی دن ان کا انتقال ہوگیا۔ دلاور خاں کو خان خاناں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ وہ بابر کے ساتھ جنگ میں شریک تھا جو ابراہیم لودی سے لڑی گئی تھی۔ اسی طرح وہ مستقل طور پر ہمایوں کی خدمت میں رہا۔ بنگال سے ہمایوں کی واپسی کے وقت وہ تھانہ مونگیر میں تھا اور بہادری کے ساتھ شیر خاں (شیر شاہ سوری) سے جنگ آزما ہوا تھا اور میدان جنگ میں ہی گرفتار ہوا تھا۔ گوکہ شیر خاں نے چاہا تھا کہ وہ اس کی ملازمت قبول کرلے اس نے منظور نہیں کیا اور کہا "تمھارے اجداد ہمیشہ ہمارے ملازم رہے ہیں میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں۔" شیر خاں کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اسے دیوار میں چن دیا جائے۔

عمر خاں، صلابت خاں فرزند کے دادا، جو دلاور خاں کے چچازاد بھائی تھے۔ سلیم خاں کے زمانہ میں اعزاز کے ساتھ رہے۔ سلیم خاں کی موت کے بعد اور اس کے بیٹے فیروز کی محمد خاں کے ہاتھوں ہلاکت کے بعد عمر خاں اور اس کے بھائی محمد خاں سے شائی ہوگئے اور گجرات چلے گئے جہاں عمر خاں وفات پا گئے۔ دولت خاں اس کا بیٹا جو ایک شجاع، خوش شکل جوان تھا اور ہر معاملہ میں اچھا تھا، عبدالرحیم پسر بیرم خاں کی صحبت اختیار کی جسے اکبر کے عہد میں خان خاناں کے خطاب سے نوازا گیا تھا اور جس نے بیش قیمت خدمات انجام دی تھیں۔ خان خاناں اسے اپنے بھائی کی طرح عزیز رکھتا تھا بلکہ اپنے بھائی کے مقابلہ میں اسے ہزار گنا چاہتے تھے۔ خان خاناں کی بہت سی فتوحات، دولت خاں کی



Marfat.com

شجاعت اور مردانگی[1] کی مرہون منت تھیں۔ جب میرے معزز والد نے ولایت خاندیس اور اسیر کا قلعہ فتح کرلیا تو دانیال کو ان صوبوں کی ذمہ داری جو دکن کے حکمرانوں سے حاصل ہوئی تھی، سونپ کر خود آگرہ لوٹ آئے۔ اس وقت دانیال نے دولت خاں کو خان خاناں سے الگ کردیا اور اپنی خدمت میں رکھ کر حکومت کی باگ ڈور اسے سونپ دی۔ اس نے اس پر بہت مہربانیاں کیں جب تک کہ اس کی ملازمت ہی میں اس کی موت نہیں ہوگئی۔ اس نے دو بیٹے چھوڑے تھے۔ ایک محمد خاں اور دوسرا پیر خاں۔ محمد خاں بڑا تھا اور اپنے والد کی وفات کے چند دنوں بعد فوت ہوگیا۔ دانیال نے خود کو شراب میں غرق کردیا۔ اپنی تخت نشینی کے بعد میں نے پیرخاں کو طلب کیا۔ میں نے اس میں جوہر ذاتی اور فطری قابلیت دیکھی، اسے منصب عالی پر فائز کردیا جس کا ذکر کرچکا ہوں۔[2]

چونکہ میں نے ماوراالنہر کی تسخیر کا ارادہ کرلیا تھا جو ہماری پشتینی بادشاہت تھی، میں نے چاہا تھا کہ ہندستان سے بغاوت اور فتنہ و فساد دور کرکے اور اپنا ایک بیٹا وہاں چھوڑ کر بذات خود ایک بہادر فوج کے ساتھ جس میں کوہ شکن ہاتھی ہوں، برق رفتاری سے، کافی خزانہ لے کر پوری قوت سے اس ملک کی تسخیر کے لیے جاؤں۔ اس خیال کے تحت میں نے پرویز کو رانا کی سرکوبی کے لیے بھیجا اور خود دکن جانے کا ارادہ کیا۔ بالکل اسی وقت خسرو سے حرکت ناشائستہ سرزد ہوئی اور یہ لازم ہوگیا کہ اس کا تعاقب کیا جائے تاکہ اس کے فتنہ کو دفع کیا جاسکے۔ اسی وجہ سے پرویز کی مہم کوئی پسندیدہ صورت نہیں پیدا کرسکی اور مصلحت وقت کے تحت رانا کو مہلت دے دی گئی۔ وہ اس کے ایک بیٹے کو ساتھ لے کر چل پڑا اور لاہور میں میرے پاس حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ جب میں خسرو کے فتنہ سے بے فکر ہوگیا تب ایرانیوں کے قندھار کے محاصرہ کا قضیہ بھی اچھی طرح سے ختم ہوچکا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اب کابل کی سیر و شکار کے لیے چلنا چاہیے جو میرا وطن مالوف ہے اس کے بعد ہندستان لوٹوں گا جب میرا مقصد منصوبہ کے مطابق پورا ہوجائے گا۔ ان سب باتوں کے پیش نظر ۷/ ذی الحجہ کو ایک مبارک

---

1. جہانگیر خان خاناں کو پسند نہیں کرتا تھا اس لیے یہاں اسے اس انداز میں پیش کیا ہے۔

2. شاہ جہاں کے عہد میں، خان جہاں لودی (پیر خاں) دربار سے فرار ہوگیا تھا، اس کا تعاقب کیا گیا اور مار ڈالا گیا۔



Marfat.com

ساعت میں میں لاہور کے قلعہ سے نکلا اور دل آمیز میں مقیم ہوا جو راوی کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے۔ وہاں میں چار دنوں تک مقیم رہا۔ یکشنبہ 19/ فروردین کو جب سورج بام عروج پر تھا میں اس باغ سے نکلا۔ دربار کے چند ملازمین کو اُن کے منصب میں اضافہ کرکے سرفراز کیا گیا۔ دس ہزار روپے حسن بیگ کو عطا کیے گئے جو ایران کے حکمران کا ایلچی تھا۔ تاج خاں، میران صدر جہاں اور میر شریف آملی کو لاہور میں چھوڑ کر میں نے حکم دیا کہ آپس میں مشورہ کے بعد وہ کسی بھی مہم کے معاملہ میں فیصلہ لے سکتے ہیں جو درپیش ہو۔ دوشنبہ کو میں نے مذکورہ باغ سے کوچ کیا اور موضع ہرہر جو شہر سے 3½ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے، مقیم ہوا۔ منگل کے دن شاہی لشکر جہانگیرپور میں رکا جو میری ایک مقرر کردہ شکار گاہ ہے۔ میں نے اس کے قریب ایک ہرن منسراج[1] کی قبر کے سرہانے ایک مینار بنوایا تھا۔ منسراج پالتو ہرنوں کی لڑائی اور جنگلی ہرنوں کے شکار میں یکتا تھا۔ "اس دل کش مقام پر ایک ہرن خدا آگاہ جہانگیر بادشاہ کے دام میں آیا۔ ایک ماہ کے اندر اپنی جنگلی وحشت کو ترک کرکے وہ خاص ہرنوں کا سردار بن گیا۔" ہرن کی اس خصوصیت کی وجہ سے میں نے حکم دیا کہ اس جنگل[2] میں کوئی بھی ہرن کا شکار نہ کرے اور اس کا گوشت ہندو و مسلمانوں کے لیے ایسا ہی ہے جیسے گائے اور سور کا۔ قبر کے کتبہ کو ہرنی کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ میں نے سکندر معین کو جو اس گاؤں کا جاگیردار تھا حکم دیا کہ جہانگیرپور میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرے۔

جمعرات 14 کو میں چندالہ[3] پرگنہ میں مقیم ہوا۔ اس کے بعد شنبہ 16 تاریخ کو درمیان میں ایک منزل کرنے کے بعد میں حافظ آباد پہنچا[4] میں اس مقام پر رکا تھا جسے وہاں کے کروری میر قیام الدین نے اپنی کوششوں سے تیار کرایا تھا۔ دو کوچ کرنے کے بعد میں 21/ ذی الحجہ کو چناب پہنچا۔ میں نے دریا پل سے پار کیا جو وہاں تعمیر کیا گیا تھا اور حوالی گجرات میں مقیم ہوا جس زمانہ میں حضرت عرش آشیانی کشمیر گئے تھے دریا کے

---

1 شاید ہرن کا نام راج تھا اور لفظ 'من' (میرا) یعنی میرا ہرن راج۔ ملاحظہ ہو ایلیٹ جلد ششم، ص 302 اور مخطوطہ نمبر 124 (رائل ایشیاٹک سوسائٹی)

2 متن میں جنگل ہے، راجرس نے ترجمہ Plain یعنی میدان کیا ہے۔ (مترجم)

3 غالباً جندیالا۔ امپیریل گزیٹر، جلد ششم، ص 137،

4 انڈین گزیٹیر، جلد پنجم، ص 239



Marfat.com

کنارے ایک قلعہ تعمیر کیا گیا تھا۔ گوجروں کو جو گرد و نواح میں چوری اور رہ زنی کر رہے تھے، لا کر اس قلعہ میں آباد کیا گیا۔ چونکہ یہ گوجروں کا مسکن بن گیا تھا، اکبر نے اسے ایک الگ پرگنہ بنا دیا اور اسے گجرات کا نام دیا۔ کہا جاتا ہے کہ گوجر ایک ذات ہے جو کسب اور کم کام کرتے ہیں اور دودھ دہی پر گذارا کرتے ہیں۔ جمعہ کو میں خواص پور میں مقیم ہوا جو گجرات سے پانچ کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے خواص خاں نے جو شیر خاں افغان کا غلام تھا قائم کیا تھا۔ درمیان میں دو مقامات پر منزل کرنے کے بعد میں نے بہت (جہلم) کے کنارے قیام کیا۔ اس رات ہوا بہت تیز چلی اور سیاہ بادل نے آسمان کو ڈھک لیا۔ بارش اس قدر تیز تھی کہ معمر آدمیوں کی یادداشت میں ایسی بارش پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد اولے پڑے اور ہر اولہ مرغی کے انڈے کے برابر تھا۔ دریا میں سیلاب آجانے اور ہوا کی تندی سے پل ٹوٹ گیا میں نے حرم کی خواتین کے ساتھ بذریعہ کشتی دریا پار کیا۔ چونکہ وہاں کشتیاں کم تھیں میں نے حکم دیا کہ لوگ کشتیوں سے دریا نہ پار کریں دوبارہ پل تعمیر کیا جائے۔ ایک ماہ میں مکمل ہو گیا اور پوری فوج آرام کے ساتھ دریا پار کر گئی۔ جہلم کا منبع کشمیر کا ایک چشمہ ہے جسے ویرناگ کہتے ہیں۔ ہندستانی زبان میں سانپ کو ناگ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے وہاں ایک بڑا سانپ رہا ہوگا۔ میں اپنے والد کے زمانہ میں دوبار چشمہ کے پاس گیا تھا۔ یہ کشمیر کے شہر سے بیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ایک مثمن نما حوض ہے جو تقریباً بیس گز لمبا اور بیس گز چوڑا ہے۔ اس کے قریب ایک ویران عبادت گاہ کے آثار ہیں بہت سے غاروں اور چٹانوں کو تراش کر کمرے بنے ہیں۔ اس چشمہ کا پانی بے حد صاف ہے گو کہ میں اس کی گہرائی کا اندازہ نہیں کر سکا تاہم اگر ایک خشخاش کا دانہ بھی ڈالا جائے تو وہ سطح زمین تک صاف نظر آتا ہے۔ یہاں پر بہت مچھلیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ میں نے سنا تھا کہ اس چشمہ کی گہرائی کا ناپنا مشکل ہے۔ اس لیے میں نے حکم دیا کہ ایک رسی کے سرے پر پتھر باندھ کر ڈالا جائے اور جب رسی گز میں ناپی گئی تو یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کی گہرائی ایک آدمی کے قد سے ڈیڑھ گنا سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنی تخت نشینی کے بعد میں نے حکم دیا کہ چشمہ کے چاروں طرف پتھر نصب کیے جائیں اور ایک باغ تعمیر کیا جائے جس میں ایک نہر ہو اور اس میں مکانات اور محل بنائے جائیں اور اسے ایسا مقام بنا دیا جائے کہ دنیا کے سیاح یہ کہہ سکیں



Marfat.com

کہ شاید ہی ایسا کوئی اور باغ ہو۔ دریا قصبہ پامپور[1] جو شہر سے دس کوس کے فاصلہ پر ہے، پہنچتا ہے تو وسیع ہو جاتا ہے اور کشمیر سے پوری زعفران اسی موضع سے حاصل ہوتی ہے۔ (ص،93)۔ سالانہ فصل 500 ہندستانی من کے حساب سے جو ایرانی من کے حساب سے 5,000 ہے، پیدا ہوتی ہے۔اپنے محترم والد کی حاضری میں زعفران کے موسم کے زمانہ میں میں اس مقام پر آیا تھا، زعفران کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ دنیا کے دیگر پودوں میں پہلے شاخیں نکلتی ہیں تب پتے اور پھول۔ برخلاف اس کے جب زعفران کی ڈنڈی، خشک زمین سے چار انگل اونچی ہوتی ہے، اس میں پھول آجاتے ہیں جو سوسنی رنگ کے چار پنکھڑیوں کے ساتھ اور وسط میں چار ریشے نارنجی رنگ کے اس پھول کی طرح اور ایک انگلی کے جوڑ کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ زعفران ہوتا ہے۔ زمین پر ہل نہیں چلائے جاتے نہ ہی آبیاری کی جاتی۔ پودے مٹی کے ڈھیلوں کے درمیان اگتے ہیں۔ بعض مقامات پر اس کی زراعت ایک کوس تک ہوتی ہے اور دوسری جگہ آدھے کوس تک۔ یہ دور سے دیکھنے میں بہتر نظر آتا ہے۔ اس کے توڑنے کے وقت ان تمام لوگوں کے سروں میں اس کی تیز خوشبو سے دردِ[2] ہوتا جاتا ہے۔ گوکہ میں شراب پیتا ہوں اور افیون کھاتا ہوں، مجھے بھی دردِسر ہوگیا۔ میں نے حیوان صفت کشمیریوں سے پوچھا جو ان پھولوں کو توڑنے کے لیے مقرر کیے گئے تھے کہ وہ کیسا محسوس کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ان کو زندگی بھر دردِسر نہیں ہوا۔

ویرناگ کے چشمہ کا پانی اور دوسرے چشموں اور نالوں کا پانی دائیں اور بائیں سے دریائے بہت (جہلم) میں ملتا ہے.جو شہر کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اس کی چوڑائی[3] اکثر مقامات پر ایک تیر کی مار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ کوئی اس کا پانی نہیں پیتا کیونکہ یہ بہت ثقیل اور غیرہاضم ہے۔ کشمیر کے تمام لوگ ڈل جھیل کا پانی پیتے ہیں جو شہر سے قریب ہے۔ دریائے بہت (جہلم) اس جھیل سے گزرتا ہوا بارہ مولہ درہ، پکلی اور دنتور ہوکر پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔

کشمیر میں چشموں اور ندیوں کی وجہ سے پانی وافر مقدار میں ہے لیکن سب

---

1 متن میں یم پور ہے

2 راجرس کے ترجمہ میں My Attendants got headache ہے، (مترجم)

3 'از تکہ اندازی' راجرس سے ایک نیزہ کی مار کی دوری ترجمہ کرتا ہے (مترجم)



Marfat.com

سے اچھا لار کی گھاٹی میں ہے جو دریائے بہت سے موضع شہاب الدین پور کے قریب ملتی ہے۔ یہ کشمیر کے بہترین مقامات میں سے ایک ہے اور دریائے بہت پر (واقع) ہے۔ تقریباً ایک سو خوشنما چنار کے سرسبز درخت اور ایک قطعہ زمین پر سبز سہ برگہ مخملی گھاس پھیلی ہوئی ہے۔[1] یہاں تک کہ اس پر قالین لگانا بے دردی اور بے سلیقگی ہے۔ یہ موضع سلطان زین العابدین کا قائم کردہ ہے جو باون سال پہلے کشمیر کا حاکم مطلق تھا۔ وہاں کے لوگ اسے عظیم بادشاہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ لوگ اس کے خوارق و عادات کے متعلق بہت سی باتیں نقل کرتے ہیں۔ اس کی تعمیر کردہ بہت سی عمارتوں کے آثار کشمیر میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک جھیل کے درمیان میں ایک مقام ہے جسے لوگ وُلور کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی و چوڑائی تین چار کوس سے زیادہ ہے اسے زین لنگا کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کی تعمیر میں انھوں نے کافی محنت کی ہے۔ اس جھیل کے چشمے بہت گہرے ہیں۔ پہلی بار کشتی کے ذریعہ بہت سے پتھر لائے گئے اور اس جگہ ڈالے گئے لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ بالآخر کئی ہزار کشتیوں پر پتھر لائے گئے اور بڑی محنت کے بعد زمین کا ایک ٹکڑا پانی پر ابھرا؛ جس کی لمبائی سو گز اور چوڑائی سو گز تھی۔ ایک چبوترہ بنوایا اور اُس کے ایک طرف سلطان نے اپنے لیے ایک عبادت گاہ تعمیر کرائی تاکہ پروردگار کی عبادت کر سکے۔ اس کے مقابل کوئی اور بہتر مقام نہیں ہے۔[2] وہ یہاں اکثر بذریعہ کشتی آتا اور ملک علام و قیام کی عبادت میں مصروف ہو جاتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے کئی بار چالیس چالیس دن یہاں گزارے۔ ایک دن اس کا ایک ناخلف فرزند اسے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا اور اسے تنہا پاکر تلوار نکالے ہوئے اس کے پاس گیا جب اس کی نگاہ سلطان پر پڑی تو اس کی صلابت پدری اور شکوہ سے سراسیمہ ہو گیا اور حیران و پریشان لوٹ آیا۔ اس کے بعد ہی سلطان نکلا اور اس بیٹے کو کشتی پر بٹھا کر شہر کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں اس نے بیٹے سے کہا "میں اپنی تسبیح بھول آیا ہوں، چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر جاؤ اور اسے لے آؤ، جب بیٹا عبادت گاہ پہنچا تو باپ کو وہاں موجود پایا۔ وہ بے سعادت بھرپور شرمندگی سے اپنے باپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنی خطا

---

1. متن میں سہ برگہ ہے لیکن یہ غالباً غلط ہے۔ غالباً سر برگہ، یعنی پتیوں سے بھرا کے معنی میں ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ گھاس پر قالین لگانا بے دردی اور بے سلیقگی ہے۔ راجرس

2. متن میں نقش برجائے آتا ہے لیکن صحیح 'نفیس تر' معلوم ہوتا ہے۔ راجرس



Marfat.com

کی معافی مانگی۔ لوگ اسی طرح کی بہت سی کراماتیں سناتے ہیں۔ وہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ انھوں نے علم خلع بدن کی بھی بہت اچھی مہارت حاصل کرلی تھی۔[1] جب وہ اپنے بیٹوں کے طور طریقوں سے یہ محسوس کرتا کہ وہ تخت نشین ہونے کے لیے بے قرار ہیں تو وہ ان سے کہتا: ''میرے لیے یہ بہت آسان ہے کہ حکومت سے الگ ہو جاؤں بلکہ زندگی سے بھی گذر جاؤں لیکن جب میں گزر جاؤں گا تو تم بھی کچھ نہیں کرپاؤ گے اور تمھاری خوش حالی کے دن زیادہ نہیں ہوں گے اور جلد ہی تم کو اپنے گناہوں کی سزا مل جائے گی۔'' ایسا کہہ کر اس نے کھانا اور پینا ترک کردیا اور اس طرح چالیس دن گزار دیے وہ راتوں کو سوتا بھی نہیں تھا اور خود کو اہل سلوک کی طرح اللہ کی عبادت اور ریاضت میں غرق کردیا۔ چالیسویں دن اس کا سلسلہ حیات منقطع ہوگیا اور اللہ کے جوارِ رحمت میں جگہ پائی۔ اس نے تین فرزند چھوڑے تھے۔ آدم خاں، حاجی خاں اور بہرام خاں۔ یہ لوگ آپس میں لڑے اور تباہ ہوگئے۔ کشمیر کی حکومت چک قبیلہ کے ہاتھ آگئی جو ملک کے عام سپاہی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے دور حکومت میں تین حکمرانوں نے اولور جھیل میں قطعہ زمین جسے زین العابدین نے تیار کیا تھا، اس کے تین طرف عمارتیں تعمیر کروائیں لیکن ان میں سے کوئی ایسی مستحکم نہیں ہے جیسی زین العابدین کی بنوائی ہوئی ہیں۔

کشمیر کی خزاں اور بہار قابل دید ہے۔ میں نے موسم خزاں دیکھی اور مجھے اس سے بھی زیادہ بہتر لگی جو میں نے سنی تھی۔ میں نے اس صوبہ میں پہلے موسم خزاں نہیں دیکھا تھا لیکن کبھی دیکھنے کی امید ضرور رکھتا تھا۔ شنبہ یکم محرم 18/اپریل 1607 کو میں دریائے بہت کے کنارہ کو چھوڑ کر ایک دن کے وقفہ کے بعد قلعہ رہتاس پہنچا جس کی تعمیر شیر خاں افغان نے کی تھی۔ یہ قلعہ زمین کے ایک شگاف میں بنا ہوا ہے اور اس کی مضبوطی کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ چونکہ یہ مقام گھکروں کے علاقہ کے قریب ہے جو مغرور اور سرکش لوگ ہیں، اس نے اس قلعہ کو خاص طور سے ان کی سرکوبی اور شکست

---

1 جسم سے روح کو الگ کرنے کا فن: ارسکن (راجرس) یہ علم سترہویں صدی تک غالباً ہندستان کے جوگیوں میں پایا جاتا تھا۔ سجان رائے بھنڈاری لکھتا ہے کہ جوگی اس کی اہلیت رکھتے تھے کہ روح کو دوسرے جسم میں منتقل کردیں۔ خلاصۃ التواریخ، دہلی 1918، ص، 22(مترجم)



Marfat.com

کے لیے استعمال کیا تھا۔ جب قلعہ کی کچھ عمارت بن چکی تھی تب شیر خاں کا انتقال ہو گیا اور اس کے فرزند سلیم خاں کو اس کی تکمیل کی سعادت ملی۔ ہر ایک دروازہ[1] پر قلعہ کے اخراجاتِ تعمیر پتھر پر کندہ ہیں۔ سولہ کروڑ اور دس لاکھ دام بلکہ زیادہ جو ہندستانی روپیوں کے مطابق چالیس لاکھ پچیس ہزار ہوں گے اور ایرانی سکوں میں ایک لاکھ بیس ہزار تومان اور تورانی سکوں کے حساب سے ایک ارب، اکیس لاکھ اور بہتر ہزار خانی جو رائج الوقت ہیں۔[2]

سہ شنبہ مطابق 4 ماہ مذکور، چار کوس اور تین پاؤ (4¾) سفر کرنے کے بعد میں نے ٹیلہ پر قیام کیا۔[3] وہاں سے موضع بھکرا آیا۔[4] گھکروں کی زبان میں بھکرا کے معنی جنگل ہے۔ اس جنگل میں سفید اور خوشبو کے پھولوں کے جھرمٹ ہیں۔ ٹیلہ سے بھکرا تک میں دریا کے بیچ سے گذرا[5] جس میں پانی بہہ رہا تھا۔ دریا کے اطراف میں کنیر کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہندستان میں یہ پھول ہمیشہ کھلتا رہتا ہے۔ دریا کے کناروں پر ایسے پھول کثیر تعداد میں کھلے ہوئے تھے۔ گھوڑسواروں اور پیادوں کو جو میرے ہمراہ تھے، حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سروں پر پھولوں کے گچھے رکھیں اور جس نے ایسا نہیں کیا ان کی پگڑیاں اتار دی گئیں اور ایک عجیب طرح کی گلزاری پیدا کی گئی۔

جمعرات، بتاریخ 6/ماہ مذکور میں ہتیہ[6] کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس گزرگاہ پر

---

1. متن میں، لیکن مخطوطہ اور ایلیٹ، جلد ششم، ص، 307 پر ان میں سے ایک دروازہ۔

2. جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں وہ غلط معلوم ہوتے ہیں اور مخطوطہ سے مختلف ہیں۔ دیکھیے ایلیٹ، جلد ششم، ص 307۔ بظاہر صحیح رقم 34,25,000 روپے ہے۔ ص، 61 پر توران خانی سکہ کی قیمت روپیہ کے ایک تہائی بتلائی گئی ہے۔ اگر دام کی اس وقت عام قیمت ایک روپے برابر چالیس دام لیا جائے تو چالیس لاکھ پچیس ہزار روپے ہوں گے اور توران خانی کو روپے کا ایک تہائی لیا جائے تو اسے ایک ارب کے بجائے ایک کروڑ ہونا چاہیے۔ غالباً جہانگیر نے ارب کروڑ کے معنی میں لکھا ہے نہ کہ سو کروڑ۔ بلاک مین، ص 486 پر ایک عمدہ حاشیہ جہانگیر کے گھکر ملک کی مہم پر موجود ہے۔ بلاک مین نے ان اعداد کو چار کروڑ روپے میں لیا ہے لیکن غالباً یہ نقطہ کی غلطی کی وجہ سے ہے۔

3. مخطوطہ اور متن میں 'پیلہ' ملتا ہے میں نے بلاک مین کے حاشیہ، ص، 487 کے مطابق ٹیلہ لکھا ہے۔ ایلیٹ بھی جلد ششم، ص 307 پر ٹیلہ لکھتا ہے۔

4. ٹالبوٹ کے لدھیانہ کے ذکر میں بھاکرا کا نام رینگنے والے پودے کا ہے دیکھیے J R A S 1869, p 86

5. متن میں رودخانہ ہے۔ بلاک مین کے مطابق اسے دریائے کہان ہونا چاہیے اور خانہ غلط ہے۔ بجائے 'کہان'

6. متن میں تمہا ہے۔



Marfat.com

بہت سے پلاس[1] کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ یہ پھول بھی ہندستان کے جنگلوں میں خاص طور سے پائے جاتے ہیں۔ اس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی لیکن اس کا رنگ آتشی مائل نارنجی ہوتا ہے۔ اس پھول کا نچلا حصہ سیاہ ہوتا ہے اور پھول گلاب کے پھول کے برابر ہوتا ہے۔ یہ اتنا خوبصورت ہوتا ہے کہ اس سے آنکھیں ہٹانا مشکل ہوتا ہے۔ چونکہ ہوا بہت پرلطف تھی اور بادلوں نے سورج کو چھپا رکھا تھا اور ہلکی پھوار پڑ رہی تھی مجھے شراب کی خواہش ہوئی۔ مختصر یہ کہ راستہ بہت شگفتگی اور خوشی سے طے ہوا۔ لوگ اسے ہتیا کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ اس کی بنیاد گھکر نام کے ایک ہاتھی پر رکھی گئی تھی۔ مارگلہ سے ہتیا تک کے علاقہ کو پوتہوار[2] کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس علاقہ میں کوّے کم پائے جاتے ہیں۔ رہتاس سے ہتیا تک بھوگیالوں[3] کی آبادی ہے جو گھکروں کے قرابت دار ہیں اور ان کے اجداد بھی وہی ہیں۔

7/ تاریخ بروز جمعہ میں نے 4½ کوس کی مسافت طے کی اور پکا[4] (باپاکا) کے مقام پر قیام کیا۔ اس مقام کو پکا اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہاں کی سرائے پختہ اینٹوں سے بنی ہے اور ہندی میں پکی ہوئی چیز کو پکا کہتے ہیں۔ جگہ دھول اور مٹی سے بھری ہوئی تھی۔ گاڑیاں سڑک کی خرابی کی وجہ سے بہت مشکل سے یہاں پہنچیں۔ یہ لوگ کابل سے رِواج (روحبارب) لائے تھے جو اکثر برباد ہوگئے۔

شنبہ 8/ کو ہم نے مزید 4½ کوس کا فاصلہ طے کیا اور موضع کھار[5] میں قیام کیا۔ کھار کو گھکری زبان میں لگان (Rent) اور ٹوٹ پھوٹ (Breakage) کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں درخت بہت کم ہیں۔ یکشنبہ 9/ کو میں راولپنڈی کے باہر مقیم ہوا۔ یہ مقام ایک ہندو نے جس کا نام راول تھا آباد کیا تھا۔ پنڈی گھکری زبان میں موضع کو کہتے ہیں۔ اس مقام پر ایک گھاٹی میں ایک چشمہ رواں تھا جس کا پانی ایک جوہڑ میں جمع ہوتا تھا چونکہ یہ

---

1. راجرس پلاس کے درخت لکھتا ہے، مترجم
2. ملاحظہ ہو ایلیٹ، جلد ششم، ص، 309 حاشیہ
3. بوگیال، ایلیٹ جلد ششم، ص 309
4. پکا کا ذکر تعمیر جلد اول، ص، 114 پر ملتا ہے۔
5. ایلیٹ، جلد ششم، ص 309، حاشیہ پر کھور، مانیکیالہ ٹوپ کے قریب۔



Marfat.com

جگہ سرسبز تھی میں تھوڑی دیر کے لیے یہاں رکا اور گھکریوں سے جوہڑ کی گہرائی پوچھی۔ ان لوگوں نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔ ان لوگوں نے یہ بتلایا کہ انھوں نے اپنے اجداد سے سنا تھا کہ اس جوہڑ میں گھڑیال ہیں جو ان جانوروں کو زخمی کر دیتے ہیں جو اس کے قریب جاتے ہیں اسی وجہ سے کسی کو اسے کے قریب جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔ میں نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس کے اندر ایک بھیڑ پھینک دیں۔ وہ تیر کر جوہڑ کے باہر آگئی۔ تب میں نے ایک فراش کو حکم دیا کہ وہ اندر جائے وہ بھی بخیریت نکل آیا۔ اس سے واضح ہوگیا کہ گھکروں کے بیان میں صداقت نہیں ہے۔ جوہڑ کی لمبائی ایک تیر کی مار کے برابر تھی۔

دوشنبہ 10/تاریخ کو ہماری منزل خربوزہ[1] سرائے تھی۔ گزشتہ زمانہ میں گھکروں نے یہاں ایک گنبد بنا رکھا تھا اور مسافروں سے محصول وصول کرتے تھے، چونکہ گنبد خربوزہ نما تھا اس لیے اس کا نام یہی پڑ گیا۔ منگل 11/تاریخ کو میں آب سیاہ پر جسے ہندی میں کالا پانی کہتے ہیں رکا۔ یہاں ایک پہاڑی درہ ہے جسے مرگلا کہتے ہیں۔ ہندی میں مار کے معنی پیٹنا ہے اور گلہ کاروان کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہاں تک گھکر ملک کی سرحد ہے۔ یہ قبیلہ بالکل جانوروں کی طرح ہے جو آپس میں ہمیشہ جھگڑتا رہتا ہے۔ گو کہ میں نے اس جنگ و جدال کو روکنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔

جان جاہل بسختی ارزانی

(ترجمہ) احمقوں کی روح پریشانیوں کا شکار رہتی ہے۔[2]

12/ تاریخ بروز بدھ ہمارا مقام بابا حسن ابدال تھا۔ اس مقام سے ایک کوس

---

1 الفنسٹن کے نقشہ میں اس سرائے کی نشاندہی کی گئی ہے۔

2 راجرس کا ترجمہ یوں ہوگا "احمق کا دل کبھی تھوڑے میں کچھ نہیں خرید سکتا" غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ احمقوں کو سخت شرائط زندگی عطا کرتا ہے۔ ارسکن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "احمقوں کو رلانا، کھانا واقعی مشکل کام ہے۔" غالباً اس کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ "تم احمق کا دل بھاری قیمت پر خریدتے ہو، یعنی ان کے دلوں کے جیتنے کے لیے تم کو بھاری قیمت چکانی پڑتی ہے۔ ایلیٹ نے غالباً سب سے بہتر ترجمہ کیا ہے۔ "وحشیوں کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے۔" گو کہ ایلیٹ کی جلد ششم، ص، 310 پر ترجمہ یوں ہے: "احمقوں کی زندگی مشکل دنوں میں بہت ارزاں ہو جاتی ہے۔"



Marfat.com

مشرق میں ایک آبشار ہے جس سے بہت زور شور سے پانی نکلتا ہے۔ اس طرح کا کوئی آبشار کابل کی راہ میں نہیں ملتا۔ کشمیر کی راہ میں اس طرح کے دو یا تین آبشار ملتے ہیں[1]۔ اس کے درمیانی نشیبی حصہ پر راجہ مان سنگھ نے ایک چھوٹی سی عمارت تعمیر کرائی ہے۔ اس نشیبی حصہ میں بہت سی مچھلیاں ہیں جن کی لمبائی نصف گز تا چوتھائی گز ہے۔ میں اس مسحور کن مقام پر تین دنوں تک مقیم رہا اور ان لوگوں کے ساتھ شراب نوشی کی جن سے میں بے تکلف تھا۔ مچھلیوں کا شکار بھی کیا۔ اب تک میں نے سُرنا جال نہیں پھینکا تھا جو ایک طرح کا مشہور جال ہے اور جسے ہندی میں بھنور جال کہتے ہیں۔ اسے پھینکنا آسان نہیں ہے۔ میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے پھینکا اور بارہ مچھلیاں پکڑیں۔ ان کے نتھنوں میں موتی پہناکر دوبارہ انھیں پانی میں چھوڑ دیا۔ میں نے وہاں کے لوگوں (ص،100) سے اور قصہ خوانوں سے بابا حسن کے متعلق دریافت کیا لیکن کوئی بھی کچھ نہیں بتلا سکا۔ اس مقام پر ایک چشمہ ہے جو ایک پہاڑی کے نیچے پھوٹتا ہے۔ اس کا پانی بے حد صاف، شیریں اور عمدہ ہے جیسا کہ امیر خسرو کے اس شعر سے واضح ہے ؎

در تہ آبش ز صفا ریگِ خورد کور تواند بدل شب شمرد

(ترجمہ) پانی کی سطح میں اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے ایک نابینا بھی رات کی تاریکی میں ریت کے ذرات گن سکتا ہے۔

خواجہ شمس الدین محمد خوانی نے جو بہت دنوں تک میرے محترم والد کے وزیر رہے تھے، اس مقام پر ایک چبوترہ اور تالاب بنوا دیا ہے جس میں پانی براہ راست چشمہ سے آتا ہے اور پھر اس کا استعمال زراعت اور باغات کی آبیاری کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس چبوترہ کے کنارے اس نے ایک گنبد اپنی قبر کے لیے تعمیر کرایا تھا۔ اتفاق سے یہ اس کی قسمت میں نہ تھا اور وہاں پر میرے والد محترم کے حکم پر حکیم ابوالفتح گیلانی اور اس کے بھائی حکیم ہمام جو ان کے بہت قریب تھے دفن کیے گئے۔

15/ تاریخ کو ہم امروہی[2] پر مقیم ہوئے۔ یہ بہت ہی شاندار اور سرسبز مقام

---

1۔ غالباً یہ جملے جہانگیر کے بارہ مولا کی راہ سے کشمیر جانے کے بعد لکھے گئے یعنی چودھویں سنہ جلوس میں۔

2۔ ایلیٹ نے امردی لکھا ہے لیکن مخطوطہ میں امروہی ہے۔ ماثر، جلد دوم، ص، 755 پر اہروی ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو بلاک مین، ص 522



Marfat.com

ہے۔ یہاں کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آتا۔ اس موضع میں اور اس کے قرب و جوانب میں سات آٹھ ہزار خاطروں اور دلازاکوں کے خاندان آباد ہیں۔ یہ قبائل ہر طرح کی شرارت، ظلم اور رہ زنی کرتے رہتے ہیں۔ میں نے حکم دیا کہ اس کا انتظام حکومت ظفر خاں پسر زین خان کوکہ کے سپرد کیا جائے اور شاہی لشکر کی کابل سے واپسی تک تمام دلازاکوں کو لاہور کی طرف بھیج دیا جائے اور خاطروں کے سرداروں کو قید کرلیا جائے۔

دوشنبہ 17ر کو کوچ کیا گیا۔ ایک منزل طے کرنے کے بعد شاہی لشکر قلعہ اٹک کے قریب جودریائے نیلاب (سندھ) پر واقع ہے، خیمہ زن ہوا۔ اس جگہ مہابت خاں کو ترقی دے کر 2,500 کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یہ قلعہ مرحوم اکبر بادشاہ نے خواجہ شمس الدین خوافی کی نگرانی میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اس زمانہ میں دریائے نیلاب کا پانی اترا ہوا تھا[1] اور یہاں پر اٹھارہ کشتیوں کا پل تعمیر کیا گیا تھا تاکہ لوگ آسانی سے دریا پار کرسکیں۔ میں نے امیرالامرا کو اس کی جسمانی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے اٹک میں ہی چھوڑ دیا۔ بخشیوں کے نام ایک حکم جاری کیا گیا کہ چونکہ صوبہ کابل بڑی فوج کے اخراجات نہیں پورے کرسکتا اس لیے صرف دربار کے ضروری خادمین ہی کو دریا سے پار اترنے کی اجازت دینی چاہیے اور جب تک بادشاہ سلامت لوٹ نہیں آتے ہیں لشکر اٹک میں ہی مقیم رہے۔ بدھ 19ر کو چند شاہزادے اور خاص ملازمین کے ہمراہ ایک بیڑہ پر سوار ہوکر ہم لوگوں نے دریائے نیلاب کو بخیر و عافیت پار کرلیا۔ میں دریائے کاما کے کنارے اترا۔ دریائے کاما قصبہ جلال آباد جو قلعہ نما شہر ہے، کے قریب سے گزرتا ہے۔ جالا ایک طرح کا ڈھانچہ ہے جو یہ لوگ گھاس اور بانس کی مدد سے بناتے ہیں اور اس کے نچلے حصہ میں چمڑہ لگا دیتے ہیں جس میں ہوا بھری ہوتی ہے اس صوبہ میں لوگ اسے شال یا سال کے نام سے جانتے ہیں۔ ان دریاؤں اور چشموں میں جن کے اندر چٹانیں ہوتی ہیں یہ کشتی کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہیں۔ میر شریف آملی اور دیگر افراد کو بارہ ہزار روپے عطا کیے گئے جن کو لاہور میں خدمت گزاری کے لیے

---

1. متن میں "درطغیان فروآمدہ" آیا ہے۔ غالباً اس کا صحیح مطلب اس کے برعکس یہ ہے کہ "بہت جوش سے کم ہوا تھا، لیکن اگر ایسا تھا تو کیا اٹھارہ کشتیوں کا پل بنایا جاسکتا تھا؟ یہ 4 یا 5ر مئی کا دن تھا۔ ایلیٹ کے مطابق نیلاب میں بھرپور پانی تھا۔



Marfat.com

مقرر کیا گیا تھا تاکہ وہ فقرا کے درمیان تقسیم کردیں۔ عبدالرزاق ماموری اور بہاری داس جو بخشیوں کے احدی تھے کے نام حکم جاری کیا گیا کہ وہ (ص،102) اس فوج کو مکمل کردیں جو ظفر خاں کی معیت کے لیے تیار کی گئی تھی اور اسے روانہ کردیں۔ ایک منزل کے سفر کے بعد شاہی سواری بارا کی سرائے میں مقیم ہوئی۔ دریائے کرما کے دوسرے کنارے پر ایک قلعہ ہے جسے زین خان کوکہ نے تعمیر کرایا تھا تب وہ یوسف زئی افغانوں کے خلاف مہم پر بھیجا گیا تھا۔ اسے نوشہر کا نام دیا گیا۔ اس پر پچاس ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہمایوں اس علاقہ میں گینڈے کا شکار کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ انھوں نے دو تین بار اپنے والد کے ساتھ اس شکار کو دیکھا تھا۔ احمد بیگ جو پشاور کا جاگیردار تھا، یوسف زئیوں اور غوری خیل ملکوں کے ساتھ میرے پاس حاضر ہوا۔ چونکہ احمد بیگ کی خدمات قابل اطمینان نہیں تھیں میں نے اس کا تبادلہ اس ولایت (علاقہ) سے کرکے شیر خاں افغان کے حوالہ کردیا۔ 26 بروز بدھ میں سردار خاں کے باغ میں خیمہ زن ہوا جو اس نے پشاور کے مضافات میں تعمیر کرایا تھا۔ میں گورکھتری دیکھنے گیا جو اس کے قریب جوگیوں کے عبادت کی جگہ ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں کسی فقیر سے ملوں گا اور اس کے توسط سے کمال حاصل کرسکوں گا۔ لیکن یہ تلاش نادرالوجود یا پارس کی تلاش کی طرح تھی۔ میرے سامنے ایک گروہ جسے مذہب کا کوئی علم نہ تھا، آیا۔ ان سے ملاقات کرکے مجھے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا بلکہ کوفت ہوئی۔ 27 کو (جمعرات) میرا قیام جامرود میں ہوا اور 28 کو درہ خیبر پر علی مسجد کے قریب۔ شنبہ کو میں درہ مار پیچ سے گزر کر غریب خانہ پر رکا۔ اس مقام پر ابوالقاسم نمکین جو جلال آباد کا جاگیردار تھا، میرے لیے ایک خوبانی لایا جو خوبصورتی میں اچھی کشمیری خوبانیوں سے کمتر نہیں تھی۔ اس منزل پر لوگ کابل سے شاہ دانہ (ولایتی مکوہ) لائے جس کا نام میرے والد نے شاہ آلو رکھا تھا، چونکہ میں اسے بہت پسند کرتا تھا اور مجھے اب تک یہ نہیں مل پائی تھی، میں نے اسے (ص،103) خوب کھایا جیسے میں مزے لے کر شراب پیتا ہوں۔ بروز منگل 2/صفر میں بساول میں قیام پذیر ہوا جو دریا کے کنارے واقع ہے۔ دریا کے دوسرے جانب پہاڑ ہے جس پر کوئی درخت اور نہ ہی گھاس ہے جس کی وجہ سے اسے بے دولت پہاڑ کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ اس طرح



Marfat.com

کے پہاڑوں میں سونے کی کانیں ہوتی ہیں۔ آلہ بوغان کے پہاڑ سے گزر کر جب میرے والد کابل جارہے تھے میں نے قمرگاہ سے شکار کیا تھا اور کئی سرخ ہرن[1] شکار کیے تھے۔ چونکہ میں نے شہری انتظامیہ کے تمام حقوق امیرالامرا کو سونپ دیے تھے اور اس کی بیماری بہت بڑھ گئی تھی اور وہ نسیان کا بھی شکار ہوچکے تھے جو دن بہ دن بڑھتا ہی جارہا تھا میں نے بدھ بتاریخ 3/صفر وزارت کی ذمہ داریاں آصف خاں کو سونپ دیں۔ انھیں خلعت خاص کے ساتھ ایک قلم اور قلمدان بھی عطا کیا گیا۔ یہ ایک شاندار اتفاق تھا کہ اٹھائیس سال پہلے میرے محترم والد نے اسی مقام پر ان کو ترقی[2] دے کر میر بخشی کے عہدہ پر فائز کیا تھا۔ ایک لعل جسے اس کے بھائی ابوالقاسم نے چالیس ہزار روپیوں میں خریدا تھا اور اسے دے دیا تھا، وزارت پر سرفراز ہونے کے بعد اس نے بطور نذر مجھے پیش کیا۔ اس نے عرض داشت پیش کی کہ خواجہ ابوالحسن جو بخشی اور قور وغیرہ کے عہدہ پر فائز تھا اس کے ساتھ جائے گا۔ جلال آباد کو ابوالقاسم نمکین کے بجائے طرب خاں کے حوالہ کیا گیا۔ دریا کی سطح پر ایک سفید چٹان موجود تھی۔ میں نے حکم دیا کہ اسے ایک ہاتھی کی شکل میں تراش دیا جائے اور اس کے سینہ پر یہ مصرعہ کندہ کر دیا جائے جو ہجری تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے

سنگ سفید فیل جہانگیر بادشاہ

(ترجمہ) جہانگیر بادشاہ کا سفید ہاتھی یعنی 1016ھ۔

اسی دن کلیان جو راجہ بکرماجیت کا فرزند تھا گجرات سے آیا۔ اس باغی بدمعاش کے متعلق بہت سی غیر معمولی حرکتیں میرے گوش گزار کی جاچکی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اس نے ایک مسلمان رقاصہ[3] کے والدین کو قتل کر کے اپنے مکان میں

1. مخطوطہ میں چند کے بجائے صد آتا ہے یعنی سو، متن میں چند ہے۔

2. یہ آصف خاں قیام الدین جعفر بیگ ہیں (بلاک مین، ص، 411) بظاہر اُن کا تقرر بہ حیثیت میر بخشی 1581 میں ہوا تھا جس سال اکبر کابل گیا تھا۔ بلاک مین کے مطابق آصف خاں کو میر بخشی، قاضی علی کی جگہ پر بنایا گیا تھا۔ اکبر نامہ جلد سوم، ص 372 مطابق قاضی علی بخشی کو اسی سال پنجاب میں متعین کیا گیا تھا۔ اٹھائیس سال پہلے کا ذکر جو جہانگیر کر رہا ہے 988ھ یا 81-1580 بنتا ہے۔ بساول دریائے کابل کے دائیں کنارہ پر جلال آباد کے نیچے واقع ہے۔

3. متن میں باولی ہے لیکن مخطوطہ میں لولی یعنی رقاصہ ہے۔



Marfat.com

دفن کردیا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے قید رکھا جائے تا آنکہ میں اس کے متعلق پوری تحقیقات نہ کرلوں۔ حقیقت حال معلوم ہوجانے کے بعد میں نے حکم دیا کہ اس کی زبان تراش دی جائے اور ہمیشہ کے لیے قید کردیا جائے اور اس کا کھانا کتوں کے رکھوالوں اور دوسرے کم ذاتوں کے ساتھ دیا جائے۔ بدھ کو میں سرخاب کے مقام پر مقیم ہوا۔ وہاں سے میں جگ دلک[1] میں رکا۔ اس منزل پر میں نے بہت سے بلوط[2] کے درخت دیکھے۔ جو جلانے کے لیے بہترین لکڑی ہے۔ اس مقام پر نہ تو درے ہیں اور نہ ہی ڈھلانیں تاہم یہاں بے شمار چٹانیں ہیں۔ جمعہ 12/ تاریخ کو میں آب باریک پر قیام پذیر ہوا اور شنبہ 13 کو یورت بادشاہ پر۔ یکشنبہ 14/ تاریخ کو میں خورد کابل پر اترا۔ اس منزل پر میں نے ملا صادق حلوائی کے فرزند قاضی عارف کو شہر کابل کا صدر اور قاضی بنا دیا۔ کچھ لوگ پکی ہوئی خوبانیاں موضع کل بہار سے یہاں لائے۔ تقریباً سو خوبانیاں میں نے بڑی رغبت سے کھائیں۔ دولت، موضع جگری[3] کا رئیس کچھ غیر معمولی قسم کے پھول لایا۔ ایسے پھول میں نے زندگی بھر نہیں دیکھے تھے۔ اس کے بعد میں بکرامی میں اترا۔ اس منزل پر لوگ میرے لیے ایک چتلا جانور لائے جو اڑنے والے چوہے کی طرح تھا اور جسے ہندی میں گلہری کہتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا (ص، 105) کہ جس گھر میں یہ جانور ہوگا چوہے نہیں آسکتے۔ اس وجہ سے لوگ اسے چوہوں کا مالک کہتے ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے یہ جانور نہیں دیکھا تھا اس لیے میں نے اپنے مصور کو اس کی تصویر بنانے کا حکم دیا۔ یہ نیولے سے بڑا ہوتا ہے۔ مختصراً یہ ایک مشک بلاؤ کی طرح ہوتا ہے۔ احمد بیگ خاں کو بنگش افغانوں کی سرکوبی پر مقرر کرنے کے بعد میں نے عبدالرزاق ماموری کو، جو اٹک میں تھا، حکم دیا کہ تین لاکھ روپے جو موہن داس پسر راجہ بکرماجیت کی تحویل میں تھے، حاصل کرکے مذکورہ فوج کے ہاتھ امدادی فوج میں تقسیم کردے اور ایک ہزار بندوقچیوں کو بھی اس فوج کے ساتھ جانے کا حکم دیا گیا۔

شیخ عبدالرحمٰن فرزند شیخ ابوالفضل کو ترقی دے کر 2,000 ذات اور پندرہ سو

---

1. عام طور سے بلوط کہا جاتا ہے یہ اوک کا درخت ہے یا شاہ بلوط، دیکھیے ارسکن، بابر ص، 415، سر الیگزینڈر نے اسے بلوط متبرک لکھا ہے۔

2. متن میں 'جگدلک' ملتا ہے، مترجم

3. متن، ص 52 پر رئیس چکری ہے۔



Marfat.com

(1,500) سوار کے منصب اور افضل خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ پندرہ ہزار روپے عرب خاں کو دیے گئے اور مزید 20,000 روپے دیے گئے تاکہ وہ پیش بلاغ[1] کے قلعہ کی مرمت کرا سکے۔ میں نے دلاور خان افغان کو سرکار خان پور[2] جاگیر میں دیا۔ جمعرات، 17/ تاریخ کو مستان پل سے لے کر شاہ آرا باغ تک جو میری منزل تھا، روپے، نیم روپے اور پاؤ روپے سڑک کے دونوں طرف فقرا اور ضرورت مندوں کے لیے پھیلا دیے گئے۔ میں مذکورہ بالا باغ میں داخل ہوا۔ یہ بالکل نیا اور سرسبز تھا۔ چونکہ یہ جمعرات کا دن تھا میں نے اپنے بے تکلف لوگوں کی شراب سے تواضع کی۔ سرشاری اور جوش کے عالم میں، میں نے ان لوگوں کو حکم دیا جو میرے ہم عمر تھے اور بچپن کے ساتھی تھے کہ چشمہ کے اوپر سے چھلانگ ماریں جو باغ کے درمیان بہہ رہا تھا اور جس کی چوڑائی چار گز کے قریب تھی۔ اس پر سے اکثر چھلانگ نہیں مار سکے اور کنارہ پر یا چشمہ کے اندر گر پڑے۔ گوکہ میں نے چھلانگ لگا دی (ص،106) لیکن میں اب چالیس سال کا ہو چکا تھا اور اس تیزی سے نہیں چھلانگ لگا سکا تھا جو میں نے تیس برس کی عمر میں والد صاحب کی موجودگی میں لگائی تھی۔ اس دن میں نے کابل کے ساتھ دیگر مشہور مقامات کی بھی سیر کی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس سے پہلے میں کبھی اتنا چلا تھا۔

سب سے پہلے میں شہر آرا کے گرد گھوما۔ اس کے بعد مہتاب باغ، بعدازاں اس باغ کو دیکھا جسے بیکا بیگم[3] میرے والد کی دادی نے بنوایا تھا۔ پھر اُرتا باغ سے گذر کر جسے مریم مکانی یعنی میری دادی نے بنوایا تھا، صورت خانہ پہنچا جس میں ایک بہت بڑا چنار کا درخت ہے جس کا ثانی کابل کے کسی بھی باغ میں نہیں ہے۔ پھر چار باغ دیکھتا ہوا جو شہر کا سب سے بڑا باغ ہے، میں اپنی جائے رہائش پر لوٹ آیا۔ درختوں پر شاہ آلو کثرت سے لگے ہوئے تھے۔ ہر ایک ایسا نظر آتا تھا جیسے گول یاقوت جڑے ہوں جو شاخوں پر مدورانہ لٹکے ہوئے ہوں۔ باغ سہر آرا کی تعمیر شہر بانو نے کرائی تھی جو مرزا ابوسعید کی بیٹی تھیں اور مرحوم بادشاہ بابر کی سگی چچی تھیں۔ وقتاً فوقتاً اس باغ میں اضافہ ہوتا رہا۔

---

1. پیش بلاغ کے قلعہ کا ذکر اکبرنامہ، جلد سوم، ص 512 پر ملتا ہے۔ افغانستان کے نقشہ میں قلعہ ڈاکا اور جلال آباد کے درمیان دکھلایا گیا ہے۔
2. متن مبہم ہے۔ مخطوطہ کے مطابق اسے جون پور ہونا چاہیے۔
3. متن میں "بیگہ بیگم" ملتا ہے۔ (مترجم)



Marfat.com

اس سے زیادہ معطر اور دل کش باغ کابل میں کوئی اور نہیں ہے۔ اس میں ہر طرح کے پھل اور انگور ہیں۔ یہ اس قدر طراوت والے ہیں کہ اس کے صحن پر قدم[1] رکھنا بھی معقولیت اور اچھے سلیقہ سے بعید ہوگا۔ اس باغ کے قریب ایک شاندار قطعہ زمین پر نظر پڑی جس کو میں نے اس کے مالکان سے خریدنے کا حکم دیا۔ یہ بھی حکم دیا کہ گذرگاہ سے آنے والے چشمہ کو اس قطعہ زمین میں دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے تاکہ ایک باغ بنایا جاسکے جو اتنا خوبصورت اور لطیف ہو کہ اس کا مقابل دنیا میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ میں نے اس کا نام جہان آرا رکھا۔ جب میں کابل میں تھا تو کئی بار شہر آرا (ص، 107) باغ میں گیا۔ کبھی اپنے بے تکلف دوستوں اور درباریوں کے ساتھ اور کبھی حرم کی بیگمات کے ساتھ۔ میں نے حکم دیا کہ رات کے وقت کابل کے علما اور طلبا مجلس طبخ بغرا[2] انجام دیں اور عشک رقص کا بھی اہتمام ہو۔

ہر ایک بغرائی رقاص کی ٹولی کو میں نے خلعت عطا کی اور ایک ہزار روپے دیے تاکہ وہ آپس میں تقسیم کرلیں۔ بارہ قابل اعتماد درباریوں کے لیے میں نے حکم دیا

---

1 ارسکن نے 'باکشف پائے' کا ترجمہ سلیپر پہنے، کیا ہے اور ایلیٹ نے جوتے پہنے ہوئے (راجرس) دونوں ترجمے درست نہیں معلوم دیتے۔ متن سے ظاہر ہے کہ یہاں جوتے اور سلیپر کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مترجم

2 بایزید بیات ہمایوں کے متعلق بدخشاں میں "کھانے کی دعوت" کا ذکر کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اکبرنامہ، جلد اول، انگریزی ترجمہ، ص 496 حاشیہ نمبر 2، یہ لوگ بغرا پکاتے تھے جو نمکرونی یا آٹے کی سیو جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے۔ متن میں 'رقص از عشق' غلط ہے۔ اصل الفاظ جیسا کہ مخطوطہ سے ظاہر ہوتا ہے 'ارغشتک' ہے جو ایک طرح کا رقص ہے (بچوں کا تماشہ نہیں جیسا جانسن میں ہے) ولرز میں تحریر ہے اور برہان قاطع میں بھی اس کے متعلق ملتا ہے۔ یہ ایک رقص ہے جو جوان لڑکے یا لڑکیوں کا ہوتا ہے جس میں گانا بھی ہوتا ہے اور ہاتھوں سے تال بھی دی جاتی ہے۔ شاید اس رقص کے متعلق الفنسٹن نے اپنے کابل کے ذکر میں تحریر کیا ہے۔ (جلد اول، ص 311) وہ لکھتا ہے۔ "تمام مغربی افغانوں کی سب سے بڑی تفریح اتن کا کھمبور پر رقص کرنا ہوتا ہے۔ دس سے بارہ مرد یا عورتیں ایک دائرہ میں کھڑے ہوجاتے ہیں (گرمیوں میں اپنے گھروں یا خیمہ کے سامنے اور سردیوں میں آگ کے چاروں طرف) اس دائرہ میں ایک شخص کھڑا ہوکر نغمہ سرا ہوتا ہے اور کوئی ساز بھی بجاتا ہے۔ رقاص مختلف انداز اور طریقوں سے گھومتے ہیں، چلاتے ہوئے اور تالی بجاتے ہوئے کبھی آہستہ اور کبھی تیزی سے رقص کرتے ہوئے جیسی موسیقی ہو اور سب مل کر گاتے ہیں۔ جب مجھے یہ دکھلایا گیا تو محبت کا ایک راگ بے حد دل کش دھن میں گایا جارہا تھا، جو بہت سادہ تھا اور اسکاٹوں کے انداز سے جداگانہ۔" ارسکن کا ترجمہ: کسٹرڈ اور روٹیاں پیش کی گئیں اور رقاصہ لڑکیوں نے "ارغشتک" رقص پیش کیے۔



Marfat.com

کہ انھیں بارہ ہزار روپے دیے جائیں تاکہ جب تک میرا قیام کابل میں ہو، ہر جمعرات کو غربا اور مساکین میں تقسیم کیے جاتے رہیں۔ میں نے حکم دیا کہ دو چنار کے درختوں کے درمیان جو نہر کے کنارے پر، باغ کے درمیان تھے، ایک کا نام میں نے فرح بخش اور دوسرے کا سایہ بخش رکھا تھا، وہاں ایک سنگ سفید پر جو ایک گز لمبا اور پون گز چوڑا ہو، میرا اور میرے اجداد کے نام تیمور تک کندہ کراکر نصب کردیا جائے۔ دوسری طرف میں نے تمام محصولات اور کابل پر لگے بار کو منسوخ کردیا اور جو بھی میرے اخلاف اور جانشینوں میں اس کی تعمیل نہیں کرے گا وہ اللہ کے غضب اور ناخوشی کا سزاوار ہوگا۔ میری جانشینی کے وقت تک یہ مقرر اور طے تھے اور ہر سال اس کے تحت اللہ کے بندوں سے بڑی رقم وصول کی جاتی تھی۔ اس تعدی کا خاتمہ میرے دور حکومت میں کیا گیا۔ کابل کے اس سفر میں راحت اور اطمینان، اس جگہ کے میرے محکومین اور رعایا کو پہنچایا گیا۔ غزنین کے قرب و جوار کے اچھے علما کو خلعتوں سے سرفراز کیا گیا۔ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا گیا اور ان کی خواہشات کو بہترین طریقہ سے پورا کیا گیا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ روز پنج شنبہ 18/ صفر 1066ھ میرے کابل میں داخلہ کا تاریخی دن ہے[1]۔ میں نے حکم دیا کہ یہ تاریخ پتھر پر کندہ کرادی جائے۔ پہاڑی کی ڈھلان پر ایک تخت کے قریب جو کابل شہر کے جنوب میں واقع ہے اور جو تخت شاہ کے نام سے معروف ہے، ان لوگوں نے پتھر کا ایک چبوترہ بنوایا تھا جہاں فردوس مکانی جیٹھا کرتے تھے اور شراب سے شغل فرماتے تھے۔ اس چٹان کے ایک کونے میں ان لوگوں نے ایک چلچی بنا رکھی تھی جس میں ہندستانی دو من کے وزن کے برابر شراب آتی تھی۔ اس (بابر) نے اپنا نام معہ تاریخ کے اس دالان کی دیوار پر جو پہاڑی سے متصل ہے کھدوا دیا۔ اس کے الفاظ ہیں "تخت گاہ بادشاہ عالم پناہ ظہیرالدین محمد بابر ابن عمر شیخ گورگانی خلد اللہ ملکہ غنی 914ھ" (دنیا کو پناہ دینے والے ظہیرالدین محمد بابر پسر عمر شیخ گرگانی کا تخت جس کی سلطنت کو اللہ دوام بخشے 914ھ (1508-9AD)" میں نے بھی حکم دیا کہ اس تخت کے

---

[1] الفاظ سے سنہ تاریخ 1066ھ بنتی ہے لیکن ہم اسے پنج شنبہ کے بجائے پنج شنبہ پڑھیں تو مادہ تاریخ 1016ھ نکلے گا۔ جو جہانگیر کے کابل میں داخلہ کا ہجری تاریخ مادہ ہے اور 4/جون 1607 کے مطابق ہے۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں حاشیہ پر ایک تحریر سے مادہ تاریخ صاف ہوجاتی ہے۔ "روز پنجشنبہ ہیژدہ صفر، بیژدہم کے میم اور واؤ کو ہٹانے کے بعد مادہ تاریخ 1016ھ نکلتا ہے۔



Marfat.com

برابر پتھر تراش کر ایک اور تخت تیار کیا جائے اور ایک دوسری چلچی اسی کے برابر اسی طرح کی بنائی جائے اور اس پر میرا نام صاحب قران کے نام کے ساتھ کندہ کیا جائے۔ ہر روز جب میں اس تخت پر بیٹھتا تھا تو حکم کے مطابق دونوں چلچیوں کو شراب سے بھر دیا جاتا اور ان ملازمین میں تقسیم کردی جاتی جو وہاں موجود ہوتے۔ غزنین کے ایک شاعر نے میرے کابل آنے کی اس مصرعہ سے تاریخ نکالی "بادشاہ بلاد ہفت اقلیم 1016ھ" میں نے اسے خلعت سے نوازا اور حکم دیا کہ اس تاریخ کو دیوار پر اس تخت کے قریب کندہ کردیا جائے۔ پچاس ہزار روپے پرویز کو دیے گئے۔ وزیر الملک کو میر بخشی کا عہدہ دیا گیا۔ ایک فرمان قلیچ خاں کے نام جاری کیا گیا کہ 70,000 روپے (ستر ہزار) لاہور کے خزانہ سے قندھار کی فوج کے اخراجات کے لیے بھیجے۔ کابل کے خیابان اور بی بی ماہرو کو دیکھنے کے بعد میں نے وہاں کے شہر کے حاکم کو حکم دیا کہ وہ ان جگہوں پر نئے پیڑ لگوائے جہاں سے حسین بیگ روسیاہ نے کٹوا دیے تھے۔ میں اولنگ لورت جالک بھی دیکھنے گیا۔ عجیب دلکش مقام ہے۔ جگری کے رئیس نے تیر سے ایک رانگ شکار کیا اور میرے پاس لایا۔ میں نے اس وقت تک رانگ نہیں دیکھا تھا۔ یہ پہاڑی بکری کی طرح ہوتا ہے اور صرف اس کے سینگوں میں فرق ہوتا ہے۔ رانگ کے سینگ مڑے ہوئے ہوتے ہیں جبکہ بکری کے سیدھے اور اینٹھے ہوئے۔ کابل کے متعلق واقعات حضرت فردوس مکانی نظر سے گذرے۔ یہ خود آنجناب کے ہاتھوں تحریر کردہ ہیں لیکن اس کے چار جز میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہیں اور اس کے آخری جز کی عبارت ترکی (زبان) میں لکھی ہے تاکہ یہ ظاہر ہوجائے کہ یہ چار جز میرے ہاتھوں قلمبند ہوئے ہیں۔ باوجودیکہ میں ہندستان میں بڑا ہوا ہوں، ترکی لکھنے اور بولنے سے قاصر نہیں ہوں۔[1]

---

[1] غالباً وہ حصے جو جہانگیر نے لکھے ہیں اور المنسکی کے ایڈیشن میں شائع ہوئے ہیں اور جس میں بابر کی وفات تک کے احوال درج ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بڑی حد تک اکبرنامہ سے نقل کیے گئے ہیں۔ جہانگیر اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ اسے اس نے پہلے لکھا ہے یا اس وقت جب وہ کابل میں تھا۔ بلاک مین کی تحریر J.A.S.B 1869 ص 134، ایک جز= دو ورق کاغذ۔ یہ پیراگراف ایلیٹ، جلد ششم، ص، 315 میں چھپا ہے۔ گوکہ جہانگیر یہ نہیں لکھتا کہ اس نے چار جز کب لکھے، میرا خیال یہ ہے کہ اس کی تحریر کا مطلب یہ ہے کہ یہ اضافے مخطوطہ میں کیے گئے تھے جب وہ ہندستان میں ایک متعلم تھا اور ترکی زبان لکھنے کی مشق کرتا تھا۔ اس نے ان جزوں کا ترجمہ اکبرنامہ سے کیا ہوگا۔ میں اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہوں کہ اس نے کابل میں ترکی زبان میں حاشیہ لکھا



Marfat.com

بیست و پنجم (25صفر) میں نے اپنی محلات کے ساتھ جلگاہ سفید سنگ، جو نہایت صاف و شفاف تھا، دیکھا اور مسرور ہوا۔ جمعہ 26 کو زیارت حضرت فردوس مکانی کی۔ زر و طعام، نان اور بہت سا حلوہ مرحومین کے ایصال ثواب کے لیے فقرا میں تقسیم کرنے کے احکام دیے۔ رقیہ سلطان بیگم جو مرزا ہندال کی بیٹی تھیں اور جن کے مزار پر انھوں نے اب تک حاضری نہیں دی تھی، اس روز اس کا اعزاز حاصل کیا۔ جمعرات 3 ربیع الاول کو میں نے اسپان دوانده (مقابلہ میں دوڑنے والے گھوڑوں[1]) کو خیابان میں پیش کرنے کا حکم دیا۔ شاہزادوں اور امرا نے گھوڑے دوڑائے۔ ایک عربی النسل گھوڑا جسے عادل خان دکن کے حکمراں نے مجھے بھیجا تھا، تمام گھوڑوں کے مقابلہ میں بہتر دوڑا۔ اس موقعہ پر مرزا سنجر ہزارہ جو مرزا باشی کا فرزند تھا اور ہزارہ علاقہ کے بڑے سرداروں میں تھا، میری خدمت میں حاضر ہوا۔ موضع میرداد کے ہزارہ لوگوں نے میرے سامنے دورانگ پیش کیے جن کو ان لوگوں نے تیروں سے مارا تھا۔ میں نے اس ڈیل ڈول کے رانگ نہیں دیکھے تھے یہ مارخور سے بیس فیصدی زیادہ بڑے تھے۔

اطلاع ملی کہ شاہ بیگ خاں، صوبہ دار قندھار پرگنہ شور[2] پہنچ گیا جو اس کی جاگیر ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ کابل اس کے سپرد کرکے ہندستان لوٹ چلوں۔ راجہ بیر سنگھ دیو کی عرض داشت نظر سے گذری کہ اس نے اپنے بھتیجہ کو قید کرلیا ہے جو شورش برپا کر رہا تھا اور اس کے بہت سے آدمیوں کو ہلاک بھی کرچکا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے گوالیار کے قلعہ میں قید کردیا جائے۔

---

اور بتلایا کہ یہ جز اس نے لکھے ہیں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پہلے ہی لکھا گیا ہو۔ ایلیٹ جلد ششم، ص 318 پر یہ الفاظ ہیں "اس کام کی تکمیل کے لیے" لیکن یہ الفاظ مخطوطات میں نہیں ملتے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ایلیٹ میں جو ترجمہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہانگیر کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ کام مکمل نہیں تھا۔ لیکن یہ چار جز بقیہ کی طرح ہی بابر کے ہاتھوں نہیں لکھے گئے تھے اس لیے جہانگیر نے اس کی دوبارہ نقل کی لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنے میں اس کا کوئی مقصد تھا۔ یہ توجہ طلب مضمون جسے ڈاکٹر طوتغل نے بعنوان بابر اور ابوالفضل 1883 میں رسالہ Zeitschrift. d. Deutschan. Morgenl. Gesellesch میں، ص، 141 پر شائع کیا ہے۔ جس میں اس نے المنسی سے جزء کا [illegible] ہے۔ لیکن توزک جہانگیری کے پیراگراف کا ذکر نہیں ہے۔

1. متن میں ایک گھوڑے کا ذکر ہے لیکن مخطوطہ میں یہ نہیں ہے۔ یہاں 'ایک' غلط معلوم ہوتا ہے۔
2. امپیریل گزیٹیر، جلد پنجم، ص 188



Marfat.com

سرکار پنجاب کے پرگنہ گجرات کو میں نے شیر خاں افغان کے حوالہ کیا۔ میں نے چن قلیج خاں فرزند قلیج خاں کو ترقی دے کر 800-ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ میں نے 12 تاریخ کو خسرو کو بلا بھیجا اور حکم دیا کہ اس کے پاؤں کی بیڑیاں ہٹا دی جائیں تاکہ وہ شاہ آرا باغ تک آسکے۔ محبت پدری کا تقاضا تھا کہ اسے بھی اس باغ کی سیر کا موقع ملے۔ میں نے اٹک کا قلعہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقہ کو احمد بیگ کی جگہ ظفر خاں کے حوالہ کردیا۔ تاج خاں کو جسے بنگش افغانوں کی سرکوبی کے لیے نامزد کیا گیا تھا، میں نے 50,000 روپے عطا کیے۔ 14 تاریخ کو علی خاں کروری[1] جو میرے والد صاحب کا قدیم ملازم تھا اور نقارخانہ کا داروغہ تھا، نوبت خاں کے خطاب سے سرفراز کرکے 500 ذات اور 200 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ میں نے رام داس کو مہا سنگھ کا اتالیق مقرر کیا جو راجہ مان سنگھ کا پوتا تھا اور جسے بنگش افغانوں کی مہم پر مامور کیا گیا تھا۔ جمعہ 18 کو میری چالیس سال کی عمر کا وزن قمری تھا۔ اس دن (ص،112) دو گھڑی دن گذرنے کے بعد محفل جمی۔ میں نے 10,000 روپے، وزن کردہ روپیوں میں سے اپنے اعتماد کے ملازمین کو دیے کہ وہ اسے ضرورت مندوں اور مستحقین میں تقسیم کردیں۔ اس دن سردار خاں صوبہ قندھار کی ایک عرض داشت پیش کی گئی جو ہزارہ اور غزنین کی راہ سے بارہ دنوں میں پہنچی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شاہ عباس کا قاصد، جو دربار کے لیے روانہ ہوچکا تھا، ہزارہ[2] کے علاقہ میں پہنچ چکا تھا۔ شاہ نے اپنے آدمیوں کو لکھا تھا "قندھار میں میرے حکم کے بغیر فساد پھیلانے کا کیا انجام ہوا! شاید علم نہیں ہے کہ ہمارا سلطان تیمور سے کیا رشتہ ہے اور خاص طور سے ہمایوں اور ان کے شاندار جانشینوں سے۔ اگر اتفاقاً وہ یہ ملک اپنے قبضہ میں بھی کرلیتے تو اسے ہمارے بھائی جہانگیر کے حوالہ کرکے اپنے اپنے گھروں کو لوٹنا پڑتا۔" میں نے فیصلہ کیا کہ شاہ بیگ کو ہدایت کردوں کہ وہ غزنین کی شاہراہ کو اتنا محفوظ بنا دے کہ مسافر قندھار سے کابل تک آرام کے ساتھ سفر کرسکیں۔ اسی وقت میں نے قاضی نورالدین کو صوبہ مالوہ اور اجین کی صدارت پر مامور کیا۔ مرزا شاہ مدان ہزارہ کا بیٹا اور قراچہ خاں کا پوتا جو ہمایوں کے باثر امرا میں تھا، میری خدمت میں حاضر ہوا۔ قراچا

---

1. غالباً بلاک مین، ص 533 کا علی دست خاں
2. مخطوطہ میں ہرات ہے اور غالباً درست ہے۔



Marfat.com

بیگ نے ہزارہ قبیلہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی اور اس کا بیٹا اسی سے تولد ہوا[1] تھا۔ شنبہ 19 کو رانہ شنکر پسر رانا اودے سنگھ کو ترقی دے کر 2,500 ذات اور 1,000 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ حکم جاری کیا گیا کہ رائے منوہر کا منصب 1,000 ذات اور 600 سوار کردیا جائے۔ شنواری کے افغانوں نے ایک پہاڑی مینڈھا پیش کیا جس کی دونوں سینگیں مل کر ایک ہوگئی تھیں اور رانگ کی سینگیں لگتی تھیں۔ یہی افغان ایک مارخور ہلاک کرکے لائے (ارسکن نے اس کا ترجمہ سانپ کھانے والی بکری کیا ہے) اس طرح کا مارخور میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ سوچا تھا۔ میں نے اپنے مصور کو حکم دیا کہ وہ اس کی تصویر بنائے۔ وہ ہندستانی وزن کے مطابق چار من کا تھا اور اس کی سینگ کی لمبائی 1½ گز[2] تھی۔ یکشنبہ 27 تاریخ کو میں نے شجاعت خاں کو 1,500 ذات اور 1,000 سوار کا منصب دیا اور حویلی گوالیار کو اعتبار خاں کی جاگیر کردیا گیا۔ میں نے قاضی عزت اللہ اور ان کے بھائیوں کو بنگش کی مہم پر مامور کیا۔ اس دن کے آخری حصے میں آگرہ سے اسلام خاں کی عرض داشت پہنچی اور ساتھ میں جہانگیر قلی کا خط بھی جو اس نے اس کو بہار سے لکھا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ 3 صفر (30/ مئی 1607) ایک گھڑی گزرنے کے بعد علی قلی استلجو نے بردوان صوبہ بنگال میں قطب الدین خاں کو مجروح کردیا اور وہ رات کی دو گھڑی گذرنے کے بعد مر گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ مذکورہ علی، قلی شاہ اسماعیل (دوم) ایران کا سفر ایلچی تھی۔ اس کے انتقال کے بعد وہ اپنی فطری شیطنت اور شرارت کی عادت کی وجہ سے فرار ہوگیا اور قندھار آیا۔ خان خاناں جسے تلتہ[3] علاقہ کا حاکم بنایا گیا تھا ملتان میں ملاقات کے بعد اس کے ساتھ اس علاقہ کی طرف روانہ ہوا۔ خاں خاناں نے اسے میدان (جنگ) میں[4] دوسرے شاہی ملازمین مرحوم اکبرشاہ کے ساتھ رکھ دیا۔ اس مہم میں اس کی کارگذاری کی وجہ سے اس کی شرائط کے مطابق اسے ایک منصب پر ترقی دے دی گئی۔ وہ عرصہ تک میرے والد

---

1. غالباً یہ مرزا شادمان ہے لیکن یہاں شاید مطلب یہ ہے کہ قراچانے اپنے بیٹے کے لیے ایک لڑکی ہزارہ قبیلہ سے چاہی اور یہ نہیں کہ اس نے خود ہزارہ قبیلہ میں شادی کی تھی۔

2. مخطوطہ میں 1½ گز سے 1/3 کم (نیم پاؤ)۔

3. اسے میرے خیال میں ٹھٹھ (سندھ) ہونا چاہیے۔

4. غائبانہ یعنی خفیہ طور پر لیکن اس جملہ کا صرف یہ مطلب ہے کہ یہ تقرری بادشاہ کی موجودگی میں نہیں ہوئی تھی۔



Marfat.com

کی خدمت کرتا رہا۔ اس زمانہ میں جب اکبر دکن کے صوبہ جات کی طرف روانہ ہوئے اور مجھے رانا کے خلاف مہم پر جانے کا حکم ہوا، وہ میرے پاس آیا اور میرا ملازم ہو گیا۔ میں نے اسے شیر افگن کا خطاب دیا۔ جب میں الہ آباد سے اپنے والد محترم کے حضور میں حاضری کے لیے آیا اور مجھ پر نظر کرم نہ دیکھ کر میرے بہت سے خادمین اور لوگ ادھر ادھر اور بیرون ملک چلے گئے، اس نے بھی میری ملازمت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ میری تخت نشینی کے بعد، از راہ سخاوت میں نے اس کے جرم سے چشم پوشی اختیار کی اور حکم دیا کہ بنگال میں اسے جاگیر دی جائے۔ تب خبر ملی کہ ایسے شر پسند کا وہاں رکھنا مناسب نہیں ہے۔ اس لیے قطب الدین خاں کو حکم جاری کیا گیا کہ اسے دربار میں بھیج دے اور اگر وہ کوئی خرافات یا بغاوت کی جرات کرے تو اسے سزا دی جائے۔ مذکورہ خان اس کی شرارتوں سے واقف تھا۔ جیسے ہی اسے حکم ملا وہ موجود آدمیوں کو لے کر بردوان کی طرف فوراً چل پڑا جو اس کی جاگیر میں تھا۔ جب اسے (شیر افگن کو) قطب الدین کی آمد کی اطلاع ملی وہ دو برداروں کو لے کر اس کے استقبال کے لیے تنہا نکل پڑا۔ جب وہ اس کی فوج کے درمیان پہنچا تو مذکورہ خان نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ قطب الدین کی اس حرکت سے اس کے دل میں شک پیدا ہوا اور اسے دھوکا دینے کے لیے شیر افگن نے کہا: "یہ حرکت کیا ہے؟" مذکورہ خان نے اپنے آدمیوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس سے تنہا ملا تاکہ وہ شاہی حکم کا مطلب سمجھا سکے۔ اس نے یہ موقع غنیمت جان کر تلوار کھینچ لی اور دو تین گہرے زخم اس کو لگا دیے۔ امباخان کشمیری جو کشمیر کے حکمرانوں کی نسل سے تھا اور مذکورہ خان سے قرابت داری (بذریعہ شادی) رکھتا تھا اور جو اس کی وفاداری اور مردانگی کی بہت عزت کرتا تھا آگے بڑھا اور علی قلی کے سر پر دو تین کاری ضرب لگائی۔ اس خطرناک آدمی نے امباخاں کو اپنی تلوار کی نوک سے شدید زخمی کر دیا۔ جب لوگوں نے قطب الدین کو اس حال میں دیکھا تو (ص، 115) اس کے آدمیوں نے شیر افگن پر حملہ کر دیا اور اس کے ٹکڑے کر کے جہنم رسید کیا۔ ایسی امید کی جاتی ہے کہ اس سیاہ رو بدمعاش کا وہاں پر ہمیشہ کے لیے مقام ہو گا۔ امباخاں کو اسی جگہ شہادت ملی اور قطب الدین چار پہر گزرنے کے بعد حق سے جا ملا۔ میں اس ناخوشگوار واقعہ کے متعلق کیا لکھوں کہ میں کتنا غمگین اور پریشان ہوا۔ قطب الدین کو کہ میرے لیے پیارے فرزند، مہربان بھائی اور ہم مزاج دوست کی طرح تھا۔ اللہ کی مرضی کے



Marfat.com

آگے کوئی اور کیا کر سکتا ہے؟ قسمت پر چھوڑ کر میں نے بے نیازی کا رویہ اختیار کیا۔ مرحوم بادشاہ (اکبر) کے بعد دو بدترین واقعات ہوئے جیسے قطب الدین کوکہ کی والدہ کا انتقال اور خود اس کی شہادت۔

جمعہ 6/ربیع الآخر کو میں خرم کی رہائش پر آیا جو اڑتا باغ میں بنایا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عمارت بہت دل کش اور تناسب کے ساتھ تعمیر کی گئی ہے۔ میرے والد محترم کا قاعدہ تھا کہ سال میں ان کا دو بار وزن کیا جائے۔ ایک شمسی اور دوسرا قمری حساب سے۔ شہزادوں کا وزن شمسی سال کے مطابق ہوتا تھا۔ مزید برآں اس سال جو میرے بیٹے خرم کا 16واں قمری سال کا آغاز تھا اور منجموں اور جوتشیوں[1] نے یہ عرض کیا تھا کہ اہم واقعہ اس (خرم) کے زائچہ (جنم پتری) کے حساب سے رونما ہوگا کیونکہ شہزادہ کی صحت[2] اچھی نہیں تھی۔ میں نے حکم دیا کہ شہزادہ کو ضابطہ کے مطابق سونے، چاندی اور دوسری دھاتوں میں وزن کیا جائے اور انھیں فقرا اور ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ پورا دن بابا خرم کی رہائش گاہ پر تفریح اور خوش گپیوں میں گزرا اور اس کی بہت ساری نذریں قبول کی گئیں۔

چونکہ میں کابل کی خوبیوں کا تجربہ کرچکا تھا اور وہاں بہت سے پھل کھا چکا تھا، اہم معاملات اور دارالسلطنت سے طویل دوری کے پیش نظر، یکشنبہ 4/ جمادی الاول کو میں نے حکم دیا کہ سفر مینا کو ہندستان کی طرف روانہ کردیا جائے۔ کچھ دنوں بعد میں نے شہر چھوڑا اور شاہی پرچم سنگ سفید کے مرغزاروں کی طرف روانہ ہوا۔ گوکہ انگورا بھی اچھی طرح نہیں پک پائے تھے، میں نے اس سے پہلے بھی اکثر کابل کے انگور کھائے تھے۔ کئی قسم کے اچھے انگور ہوتے ہیں۔ خاص طور پر صاحبی اور کشمشی۔ شاہ دانہ بھی ایک خوشبودار پھل ہے اور اسے پھلوں کے مقابلہ میں کوئی بھی زیادہ کھا سکتا ہے۔ میں نے ایک دن میں 150 شاہ دانے کھائے تھے۔ اصطلاحاً شاہ آلو کے معنی گیلاس[3] (شاہ دانہ، شاہ آلو)

---

1. ان دو الفاظ کے استعمال سے مراد یہ ہے کہ غالباً ہندو اور ایرانی منجم دونوں شامل تھے۔ بلاک مین، ص ۱۱، پر کہتا ہے کہ شاہ جہاں کی تاریخ پیدائش 30 ربیع الاول تھی۔
2. لفظی ترجمہ "اس کی صحت اعتدال سے ہٹ گئی تھی۔"
3. کشمیری میں گیلاس 'چیری' کو کہتے ہیں۔ دیکھیے بلاک مین، آئین، ص 616۔ ابوالفضل آئین (بلاک مین ۷۰) میں لکھتا ہے کہ اکبر اسے گیلاس شاہ آلو کہتا تھا۔



Marfat.com

ہیں جو ملک کے اکثر مقامات پر ملتے ہیں لیکن گیلاس گیلاس کی طرح ہے جو کہ چلپاسا (گلہری) کے ناموں میں ایک ہے، میرے والد اسے شاہ آلو کہتے تھے۔ زرد آلو پیوندی[1] اچھا ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ شہر آرا باغ میں، خاص طور پر ایک درخت، جسے مرزا حکیم میرے چچا نے لگایا تھا اور مرزائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس درخت کی خوبانیاں دوسرے خوبانیوں کے درخت سے مختلف ہیں۔ شفتالو بھی بہت کثرت سے ہوتے ہیں اور ذائقہ دار ہیں۔ لوگ شفتالو استالیف سے لائے تھے۔ میں نے اپنی موجودگی میں ان کا وزن کروایا اور یہ ٹھیک 25 روپیوں کے ہم وزن تھے جو مروجہ 68 مثقال کے برابر ہے۔ کابل کے پھلوں کی مٹھاس کے باوجود ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میرے ذوق کے مطابق آموں جیسی خوشبو رکھتا ہو۔ پرگنہ مہابن، مہابت خاں کو جاگیر میں دیا گیا۔ عبدالرحیم جو احدیوں کا بخشی تھا، ترقی دے کر 700 ذات اور 200 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ مبارک خاں سروانی کو سرکار حصار کا فوجدار مقرر کیا گیا۔ میں نے حکم دیا کہ مرزا فریدوں برلاس کو صوبہ الہ آباد میں جاگیر دی جائے۔ میں نے 14/ تاریخ ماہ مذکور، ارادت خاں برادر آصف خاں کو 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب عطا کیا اور اسے خلعت خاص اور ہاتھی سے نوازتے ہوئے صوبہ پٹنہ و حاجی پور کی بخشی گیری پر متعین کیا۔ چونکہ وہ میرا قوربیگی تھا میں نے اس کے ہاتھوں ایک تلوار مرصع اپنے فرزند اسلام خاں، جو اس صوبہ کا صوبہ دار تھا، بھیجا۔ جب ہم لوگ گزر رہے تھے تو میں نے علی مسجد اور غریب خانہ کے قریب ایک مکڑے کو جو کیکڑے کے برابر تھا دیکھا جس نے ایک سانپ کو جو ½1 گز لمبا تھا گردن سے پکڑ رکھا تھا اور اسے ادھ مرا کردیا تھا۔ میں ایک منٹ کے لیے رکا اور اسے دیکھا، ایک لمحہ بعد سانپ مر گیا۔

میں نے کابل میں سنا تھا کہ محمود غزنوی کے عہد میں ایک شخص خواجہ تابوت[2] ضحاک اور بامیان کے قرب و جوار میں مر گیا تھا جسے ایک غار میں دفن کردیا

---

1. پیوندی کا مطلب پیوند لگانا اور غالباً اس کا یہاں پر یہی مطلب ہے لیکن اسٹینگاز میں بیر کے نام کا ایک درخت لکھا ہے۔ متن میں تحریف معلوم ہوتی ہے اور شاید جہانگیر نے "زرد آلو درخت جو خوبانیوں سے مشابہ تھا" لکھا ہے۔

2. متن میں "یاقوت" لکھا ہے۔ لیکن اقبال نامہ، ص، 25 سے اور انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 سے معلوم ہوتا ہے کہ نام خواجہ تابوت تھا (خواجہ کفن بردار) اقبال نامہ کا مصنف اس کی تفتیش کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس نے جو دیکھا تھا اس کی طویل تفصیل لکھی ہے۔ اس کے ساتھ ایک جراح بھی گیا تھا کیونکہ خواجہ کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ وہ شہید ہوئے تھے اس لیے ضروری تھا کہ زخموں کے متعلق بھی معلوم کیا جائے۔ کفن کی کہانی



Marfat.com

گیا تھا جس کے اعضا اب تک خراب نہیں ہوئے تھے۔ یہ عجیب سی بات تھی میں نے اپنے ایک معتمد خفیہ نویس کو ایک جراح کے ساتھ اس غار میں بھیجا تاکہ اصل حالات دیکھ کر مجھے خاص طور پر مطلع کرے۔ اس نے آکر بتلایا کہ جسم کا نچلا حصہ جو زمین سے لگا ہوا ہے۔ اکثر جگہ ایک دوسرے (اعضا) سے الگ ہوچکا ہے اور جسم کا نصف جو زمین کے اوپر ہے اپنی حالت پر ہے۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اور سر کے بال بدستور قائم ہیں لیکن داڑھی اور مونچھ کے بال اور ناک کے بھی ایک طرح جھڑ چکے ہیں۔ تاریخ وفات جو دروازہ پر کندہ تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اس کی وفات محمود غزنوی سے پہلے واقع ہوئی تھی۔ کسی کو بھی حقیقت حال کا علم نہیں تھا۔ جمعرات 15/ تاریخ کو ارسلان بی کا ہمرو کے قلعہ کے حاکم ولی محمد خاں جو توران کے حکمراں کا ایک درمیانہ درجہ کا منصب دار تھا میرے پاس حاضر ہوا۔[1] میں نے ہمیشہ یہی سنا تھا کہ مرزا حسین پسر شاہ رخ مرزا کو ازبکوں نے ہلاک کردیا تھا۔ اس وقت ایک خاص آدمی آیا اور ایک عرض داشت اس کے نام کی پیش کی اور ایک لعل پیازی رنگ کا نذر کے لیے لایا جس کی قیمت سو روپیوں کے برابر ہوگی۔ اس نے درخواست کی کہ ایک فوج اس کی مدد کے لیے دی جائے تاکہ وہ بدخشاں کو ازبکوں سے آزاد کراسکے۔ اسے ایک مرصع خنجر بھیجا گیا اور یہ حکم جاری کیا گیا چونکہ شاہی سواری اس علاقہ میں موجود ہے، اگر وہ واقعی مرزا حسین پسر مرزا شاہ رخ ہے تو اسے پہلے میرے پاس آنا چاہیے تاکہ اُس کے عرضی دعویٰ پر غور کرکے میں اسے بدخشاں بھیج سکوں۔ دو لاکھ روپے فوج کے لیے بھیجے گئے جو مہاسنگھ اور رام داس کی سرکردگی میں باغی بنگشوں کی سرکوبی کے لیے بھیجی گئی تھی۔

جمعرات 22/ تاریخ کو بالا حصار پہنچا اور وہاں کی عمارتوں کا معائنہ کیا۔ چونکہ یہ مقام میرے لیے مناسب نہیں تھا، میں نے حکم دیا کہ ان عمارتوں کو مسمار کردیا جائے

---

آئین اکبری، اول، ص 194 پر ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو جیرٹ، جلد دوم، صفحات 10-409 لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ترجمہ زیادہ درست نہیں ہے۔ متن کے لوقاف اور اعراب درست معلوم دیتے ہیں۔ یہ جہانگیر اور اقبال نامہ کا اندازہ ہے کہ بامیان کی دیوہیکل مورتوں کا ذکر نہیں کرتے گو کہ ابوالفضل کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو جیرٹ کا حاشیہ۔ اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ خواجہ تابوت کے متعلق مشہور ہے کہ وہ چنگیز خاں کے عہد میں مارا گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو سلطان محمود کے جہانگیر کے حوالہ سے مراد سلطان محمد غوری ہے۔

1. اس کو سیہوان کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ (اقبال نامہ، ص، 27)



Marfat.com

اور ایک محل اور شاہی دیوان تعمیر کیا جائے۔ اسی دن لوگ استالیف سے ایک شفتالو لائے جو اتنا بڑا تھا جیسے الو کا سر[1] (ص، 119) میں نے اتنا بڑا شفتالو نہیں دیکھا تھا۔ حکم دیا کہ اس کا وزن کیا جائے۔ یہ 63 اکبری روپیوں کے برابر یا ساٹھ تولے کا نکلا۔ جب میں نے آدھا کاٹا تو اس کا بیج دو حصوں میں کٹ گیا۔ اس کا مغز شیریں تھا۔ میں نے کابل میں کبھی بہت اچھے پھل کسی درخت سے نہیں کھائے۔ 25/ تاریخ کو مالوہ سے خبر آئی کہ مرزا شاہ رخ اس جہان فانی سے رحلت کر گئے اور اللہ پاک نے انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دی ہے۔ اس دن جب وہ میرے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور اپنی موت تک ان کی کسی حرکت سے شاہی ذہن مکدر نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے اپنے فرائض پورے خلوص سے ادا کیے۔ مذکورہ مرزا کے بظاہر چار بیٹے تھے۔ حسن اور حسین ایک ماں سے جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ حسین برہان پور سے فرار ہوگیا تھا اور سمندر کی راہ سے عراق پہنچا وہاں سے بدخشاں جہاں لوگوں کے مطابق اب بھی موجود ہے۔ جیسا کہ ابھی لکھا گیا ہے کہ اس نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا۔ کسی کو یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں ہے کہ وہ وہی حسین مرزا ہے یا بدخشاں کے عوام نے اسے دوسرے باطل مرزاؤں کی طرح کھڑا کردیا ہے اور اس کا نام حسین مرزا دے دیا۔ اس وقت سے جب مرزا شاہ رخ بدخشاں سے آئے اور میرے والد کے حضور میں حاضری دی تب سے 25 برس گزر چکے ہیں، کبھی بدخشاں کے لوگ ازبکوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر بدخشاں کے کسی لڑکے کو جو شکل سے امیرزادہ نظر آتا ہو مرزا شاہ رخ کے اصل نام سے اور مرزا سلیمان کی نسل کا مشہور کردیتے ہیں۔ کثیر تعداد میں اویماقات اور بدخشاں کے پہاڑی لوگ (ص، 120) جسے لوگ غرچال (جارجین) کہتے ہیں، اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ازبکوں سے لڑ جھگڑ کر بدخشاں کے بعض ضلعوں پر قبضہ کرلیتے ہیں۔ ازبکوں نے اس نقلی مرزا پر حملہ کرکے گرفتار کرلیا اور اس کے سر کو نیزہ پر رکھ کر پورے بدخشاں میں لے جایا گیا۔ بدخشاں کے مفسدوں نے ایک دوسرے مرزا کو پیدا کرلیا۔ اب تک کئی مرزا قتل کیے

---

1 مخطوطہ میں صرف "اس ڈیل ڈول کا میں نے کبھی نہیں دیکھا" ملتا ہے۔ غالبًا متن میں درست ہے اور اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے "اتنا بڑا جیسے سر" یہی پھل یا اس کا درخت ہے اور شاید اس سے یہاں یہی مراد ہے یا اس کے معنی یہ ہوسکتے ہیں "بڑے بڑے ڈیل ڈول کے برابر" یا سر غلطی ہے برائے سہ اور معنی ہوں گے: تین سروں کے برابر" یعنی 'تین شفتالوؤں کے برابر'



Marfat.com

جا چکے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بدخشاں کے لوگوں کا نشان موجود ہے وہ اسی طرح کی شورشیں برپا کرتے رہیں گے۔ مرزا کے تیسرے بیٹے کا نام مرزا سلطان ہے جو مرزا کے بقیہ تمام بیٹوں سے شکل و صورت اور مزاج میں بہت شاندار ہے۔ میں نے اس کو اس کے والد محترم سے مانگ لیا تھا اور اپنے پاس رکھا تھا اور بہت توجہ سے اسے اپنے بیٹے کی طرح سلوک کیا۔ میری تخت نشینی کے بعد اسے 2,000 ذات اور 1,000 سوار کا منصب دیا گیا اور صوبہ مالوہ بھیج دیا گیا جو اس کے والد کی جگہ تھی۔ چوتھا بیٹا بدیع الزماں ہے جسے وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے اسے 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب دیا گیا۔

جب کابل میں تھا تو کوئی قمرگاہ شکار نہیں کیا گیا تھا۔ جب ہندستان کی واپسی کا وقت قریب آیا تو میری زبردست خواہش ہوئی کہ سرخ ہرنوں کا شکار کروں۔ میں نے لوگوں کو جس قدر جلد ممکن ہو آگے جانے کا حکم دیا کہ فراق[1] پہاڑی کا حصار کریں جو کابل سے سات کوس دور واقع ہے۔ 4 جمادی الاول بروز منگل میں شکار کے لیے گیا۔ تقریباً ایک سو ہرن قمرگاہ میں آگئے۔ ان میں سے نصف کا شکار بڑے جوش و خروش کے ساتھ کھیلا گیا۔ میں نے 5,000 روپے رعیت کو انعام میں دیے جو شکار کے وقت موجود تھی۔ اسی دن شیخ عبدالرحمٰن پسر شیخ ابوالفضل کے منصب میں 500 سوار کے اضافہ کا حکم دیا گیا تاکہ یہ بڑھ کر 2,000 ذات اور 2,000 سوار ہو جائے۔ جمعرات 6 تاریخ کو میں مرحوم بادشاہ بابر کے جائے تخت پر گیا۔ چونکہ مجھے دوسرے دن کابل سے رخصت ہونا تھا میں اس دن کو تقریب کے دن کی طرح سمجھتا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ شراب کی محفل اسی جگہ جمائی جائے اور شراب اسی حوض میں پُر کی جائے جو انھوں نے چٹان تراش کر کے بنائی تھی۔ تمام درباریوں اور ملازمین کو جو موجود تھے جام تقسیم کیے گئے۔ جمعہ 7 تاریخ کو جب دن کا ایک پہر ڈھل گیا، شہر کو خوشی سے اور مبارک ساعت میں چھوڑ کر سفید سنگ کے مرغزار میں گیا۔ شہر آرا سے جلگاہ تک میں فقرا اور غربا کو درب اور چارن یعنی نصف اور پاؤ روپے لٹاتا آیا[2] اس دن جب میں اپنے ہاتھی پر سوار ہوا تاکہ کابل سے رخصت ہوسکوں تب یہ خبر ملی کہ امیرالامرا اور شاہ بیگ خاں روبہ صحت ہیں۔ میں نے اپنے ان دو خاص ملازمین کی اچھی صحت کی خبر کو اپنے لیے مبارک تصور کیا۔

---

1۔ انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 میں قرقرا پہاڑ لکھا ہے اس کو حزق بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

2۔ بلاک مین، ص 31



Marfat.com

سفید سنگ کی جلگاہ سے کوچ کر کے میں منگل 11 کو بکرام میں قایم ہوا۔ جو ایک کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ میں نے تاش بیگ خاں کو کابل میں چھوڑا تاکہ وہ اس کی اور قرب و جوار کی معقول طور پر نگہداشت کرسکے جب تک کہ شاہ بیگ نہیں لوٹتا ہے۔ منگل 18 کو 2½ کوس جائے اقامت بت خاک سے دو آبہ[1] تک بذریعہ سڑک کوچ کیا اور ایک چشمہ کے کنارے قیام کیا جہاں چار چنار قسم کے درخت ہیں۔ کسی نے بھی اب تک اس منزل کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تھی اور وہ اس کی معقولیت اور حالت سے ناواقف تھے۔ درحقیقت یہ ایک شاندار منزل ہے اور اس کے لیے مناسب ہے کہ ایک عمارت تعمیر کی جائے۔ اس منزل پر ایک دوسرے قمرگاہ شکار کا انتظام کیا گیا۔ 117 ہرن وغیرہ حاصل کیے گئے۔ 24 رانگ ہرن، 50 سرخ ہرن، 16 پہاڑی بکریاں حاصل کی گئیں۔ (ص،122) میں نے اب تک زندہ[2] رانگ ہرن نہیں دیکھا تھا۔ سچ یہ ہے کہ ایک شاندار جانور ہے اور اچھی ڈیل ڈول کا ہوتا ہے۔ گوکہ ہندستانی سیاہ ہرن بہت خوبصورت ساخت کا ہوتا ہے، اس ہرن کی ہیئت اور بناوٹ بالکل مختلف ہوتی ہے، ایک مینڈھا اور رانگ کا وزن کیا گیا۔ شاخ دار مینڈھے کا وزن ایک من اور تیس سیر اور رانگ کا وزن دو من دس سیر پایا گیا۔ گوکہ اس جسامت کا رانگ بھاگ نکلا اور بمشکل تمام دس بارہ تیز قسم کے کتے تھک جانے کے بعد اسے پکڑ سکے۔ بھیڑ کا گوشت باربری بکری کی مہک میں شاخدار مینڈھے سے بہتر نہیں ہوتا۔ اسی موضع میں کلنگوں کو بھی پکڑا گیا۔

ہرچند کہ خسرو نے بار بار شیطنت کا کام کیا تھا اور اس کا مستحق تھا کہ اسے سخت ترین سزا دی جائے۔ میری پدرانہ محبت مجھے اس کی جان لینے کی اجازت نہیں دیتی تھی، گوکہ حکومت کے قوانین میں اور اس طرح کی ناپسندیدہ حرکتوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ میں نے اس کی غلطیوں کو نظرانداز کردیا اور اسے بڑے آرام و آسائش سے رکھا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے آدمیوں کو مفسدین کے پاس بھیجا کرتا تھا جو انجام سے بے خبر تھے اور انھیں اکساتا تھا کہ وہ فساد برپا کریں اور میری جان لے لیں۔ وہ انھیں اس کے لیے انعام و اکرام کا لالچ دیتا تھا۔ ایک گروہ اس قماش کے تنگ نظروں کا یکجا ہوکر چاہتا تھا کہ مجھ پر حملہ آور ہوں جب میں کابل اور اس کے قرب و جوار میں شکار پر

1. 'دو آبہ' بطور مقام منزل کا ذکر فتح بھی کرتا ہے۔
2. متن میں لفظ 'زندہ' نہیں ہے۔



Marfat.com

ہوں۔ چونکہ اللہ پاک اس معزز شاہی سلسلہ کا نگہبان اور محافظ رہا ہے۔وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ جس دن میرا قیام سرخاب میں تھا، اس گروہ کا ایک آدمی اپنی جان پر کھیل کر خواجہ وصی کے پاس گیاجو میرے بیٹے خرم کا دیوان تھا اور بتلایا کہ تقریباً 500 آدمی خسرو کے اشارہ پر فتح اللہ پسر حکیم ابوالفتح، نورالدین پسر غیاث الدین علی آصف خاں اور شریف پسر اعتمادالدولہ (نورجہاں کے والد) کے ساتھ سازش کرکے ایک مناسب موقع کے منتظر ہیں تاکہ وہ بادشاہ کے دشمنوں اور بدخواہوں کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ خواجہ وصی نے یہ بات خرم کو بتلائی اور اُس نے بہت گھبراہٹ کے ساتھ مجھے فوراً صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے خرم کو اطمینان دلایا اور دعا دی۔ اس کے لیے تیار ہوا کہ ان تمام مفسدین کو گرفتار کرکے مختلف سزائیں دوں۔ پھر خیال آیا کہ کوچ کر رہا ہوں اور ان لوگوں کی پکڑ دھکڑ سے فوج[1] میں خلفشار اور ہنگامہ پیدا ہوسکتا ہے اس لیے حکم دیا کہ اس سازش کے سرغنہ افراد ہی کو گرفتار کیا جائے۔ میں نے فتح اللہ کو ایک خاص معتمد کے حوالے کردیا اور حکم دیا کہ باقی دو رذیلوں کو اور دوسرے تین چار سازشی روسیاہ سرغناؤں کو موت کی سزا دی جائے۔ میں نے قاسم علی کو جو میرے والد مرحوم اکبر بادشاہ کے ملازمین میں تھا اپنی تخت نشینی کے بعد دیانت خاں کے خطاب سے نوازا۔ وہ برابر فتح اللہ خاں پر غیر وفاداری کا الزام لگاتا تھا اور اس کے متعلق باتیں بتاتا تھا۔ ایک دن اس نے فتح اللہ سے کہا: ”جس زمانہ میں خسرو فرار ہوا تھا اور بادشاہ اس کے تعاقب میں تھے تو تم نے مجھ سے کہا تھا کہ پنجاب خسرو کو دے دینا چاہیے اور جھگڑے کو ختم کرنا چاہیے، فتح اللہ نے اس سے انکار کیا اور دونوں نے قسمیں کھائیں اور ایک دوسرے کو مطعون کرنے لگے۔ اس قضیہ کو دس پندرہ دن بھی نہیں ہونے تھے جب وہ منافق گرفتار کرلیا گیا اور اس کی غلط قسم نے اس کا کام پورا کیا۔

شنبہ 22 جمادی الاول کو حکیم جلال الدین مظفر اردستانی جو ایک خاندان کے تھے جو ادویہ میں مہارت رکھتے تھے اور گالین کی نسل سے تھے۔ ہر حالت میں وہ بے

---

1۔ اردو یا لشکر غالباً اس وقت جہانگیر کے ساتھ نہیں تھا اس لیے اس نے سوچا کہ اگر اس نے پانچ سو آدمیوں کی گرفتاری کے لیے فوج بھیجی تو خلفشار ہوگا اس لیے اس نے اسی پر اتفاق کیا کہ سازش کے سرغنہ افراد گرفتار کرلیے جائیں۔ اقبال نامہ، ص 27 پر اس سازش کی پوری تفصیل ملتی ہے۔



Marfat.com

مثال شفابخش تھے اور ان کے تجربات نے ان کے علم[1] میں اضافہ کر دیا تھا۔ چونکہ جوانی میں وہ بہت خوبصورت اور اچھی شکل کے تھے اور وہ برابر شاہ طہماسپ کی محفلوں میں جایا کرتے تھے اور بادشاہ ان کے لیے یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے ؎

خوش طبیبی است بیا تاہمہ بیمار شدیم

(ترجمہ) ہمارے قریب ایک شاندار معالج ہے، آؤ ہم سب بیمار ہو جائیں۔

حکیم یاد علی جو ان کے ہم عصر تھے فضیلت میں ان سے زیادہ تھے۔ مختصر یہ کہ طبی مہارت اور مزاج میں وہ کامل تھے۔ اس زمانہ کے دوسرے معالج ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ طبی مہارت کے علاوہ ان میں اور بہت سی فضیلتیں تھیں۔ وہ مجھ سے مکمل طور پر وفادار تھے۔ انھوں نے لاہور میں ایک مکان بنوایا تھا جو بہت خوشنما اور نفیس تھا اور مجھ سے بارہا درخواست کی تھی کہ میں وہاں آکر اسے عزت بخشوں۔ چونکہ میں انھیں بہت پسند کرتا تھا اس لیے میں راضی ہو گیا۔ مختصر یہ کہ مذکورہ حکیم مجھ سے متعلق ہونے اور معالج ہونے کی وجہ سے دنیاوی امور کے نظم میں زبردست مہارت رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے لیے الہ آباد میں، میں نے اسے اپنا دیوان مقرر کر دیا تھا۔ اپنی زبردست ایمانداری کی وجہ سے وہ اہم معاملات کو بجا لانے میں بہت سخت تھا، جس کی وجہ سے عوام پریشان رہتے تھے۔ بیس سال سے وہ پھیپھڑوں کے ناسور میں مبتلا تھا اور اپنی عقلمندی سے اپنی صحت کو کسی حد تک برقرار رکھے ہوئے تھا۔ جب وہ گفتگو کرتا تو بہت کھانستا تھا یہاں تک کہ اس کے گال اور آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آہستہ آہستہ اس کی رنگت نیلی پڑ جاتی۔ میں نے اکثر اس سے کہا "آپ ایک قابل معالج ہیں، آپ اپنے زخموں کا علاج خود کیوں نہیں کر لیتے۔" انھوں نے بتلایا کہ پھیپھڑوں کے زخم اس طرح کے نہیں ہیں کہ اچھے ہو سکیں۔ ان کی بیماری کے دوران ان کے ملازمین میں کسی ایک نے اس دوا میں زہر ملا دیا جو وہ روزانہ لیا کرتے تھے اور ان کو دے دیا۔ جب ان کو اس کا احساس ہوا تو انھوں نے اس کی اصلاح کی کوشش کی۔ وہ نہیں پسند کرتے تھے کہ خون نکلے گو کہ یہ ضروری تھا۔ ایک دن اپنے گھر سے جا رہے تھے کہ ان پر کھانسی کا دورہ پڑا اور ان کے پھیپھڑے کے زخم کھل گئے۔ ان کے دماغ اور منھ سے اتنا خون نکلا کہ وہ بے

1. غالباً اس کے معنی یہ ہیں کہ "اس کا تجربہ اس کے علم سے زیادہ تھا۔"



Marfat.com

ہوش ہو کر گر پڑے اور ایک مہیب آواز نکالی۔ ایک آفتابچی یہ کیفیت دیکھ کر دیوان خانہ میں آیا اور انھیں خون میں ڈوبا دیکھ کر شور مچایا کہ انھوں نے حکیم کو مار دیا ہے۔ ان کا معائنہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ان کے جسم پر کسی زخم کا نشان نہیں ہے اور پھیپھڑوں کے زخم ہی بہہ نکلے ہیں۔ لوگوں نے قلیج خاں کو مطلع کیا جو لاہور کا حاکم تھا۔ اس نے حقیقت حال معلوم کر کے اسے دفن کر دیا۔ مرحوم نے کوئی لائق اولاد نہیں چھوڑی۔

24 تاریخ کو باغ وفا اور نیملہ کے درمیان شکار کھیلا گیا، تقریباً 40 سرخ ہرن شکار کیے گئے۔ ایک مادہ تیندوا اس شکار میں ہمارے ہاتھ لگا۔ اس علاقہ کے زمیندار لغمانی[1] شالی[2] اور افغان حاضر ہوئے اور بتلایا کہ اس سے پہلے انھوں نے نہ اپنے اجداد سے کبھی سنا اور نہ ہی اس علاقہ میں کبھی 120 سال سے کوئی تیندوا نظر آیا۔ 2/ جمادی الآخر باغ وفا میں پڑاؤ کیا گیا اور جشن شمسی کا تلادان (وزن) کیا گیا۔ اسی دن ارسلان بے ازبک جو عبدالمومن خاں کے سرداروں اور امرا میں ایک تھا اور اس وقت قلعہ کاہ مرد[3] کا حاکم تھا اپنا قلعہ چھوڑ کر میری خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ وہ خلوص نیت اور دوستی کے جذبات کے ساتھ آیا تھا میں نے اسے ایک خصوصی خلعت دے کر سرفراز کیا۔ وہ ایک سیدھا سادھا ازبک ہے اور تربیت و اعزاز کے لیے مناسب ہے۔ اس ماہ کی چار تاریخ کو حکم جاری کیا گیا کہ عزت خاں[4] حاکم جلال آباد ارزینہ شکار گاہ کو قمرگاہ کے لیے تیار کر دے۔ تقریباً 300 جانور پکڑے گئے، یعنی 35 قوچ (شاخدار مینڈھا) 25 قوشقی، 90 جنگلی بھیڑیں، 55 تغلی (یاک)، 95 ہرن (سفیدہ)

دن کے درمیانی حصہ میں شکار گاہ پہنچا تھا۔ ہوا بے حد گرم تھی اور عربی کتے

---

1. متن میں یغمانی اور راجرس میں لغمانی
2. متن میں شاذی اور راجرس کے ترجمہ میں شالی
3. متن میں کامرو اور راجرس کے ترجمہ میں کارد ہے۔
4. انڈیا آفس کے مخطوطہ میں اسے حاکم (گورنر) نہیں بتلایا گیا ہے اور پکڑے گئے جانوروں کے نام میں بھی مخطوطہ اور متن میں درج ناموں میں مطابقت نہیں ہے۔ مخطوطہ میں دیے گئے نام بظاہر غلط ہیں اور اسے میں نے خارج کر دیا ہے۔ اقبال نامہ، ص، 30 پر شکار گاہ کا نام ارزانہ ملتا ہے۔ ارسکن کے یہاں ارزینہ ہے۔



Marfat.com

(تازی) تھک چکے تھے۔[1] کتوں کے دوڑنے کا وقت صبح یا شام ہوتا ہے۔ شنبہ 12 تاریخ کو میری منزل اکورہ سرائے تھی۔ اس منزل پر شاہ بیگ خاں[2] ایک معقول فوج کے ساتھ آیا اور حاضری دی۔ یہ ان لوگوں میں تھا جس کی پرورش میرے والد مرحوم بادشاہ اکبر نے کی تھی۔ بذات خود وہ ایک بہادر اور مستعد شخص ہے یہاں تک کہ میرے والد کے عہد میں وہ اکیلے مستقل طور پر کئی جنگوں میں لڑا۔ خود میرے دور حکومت میں قندھار کا دفاع بادشاہ ایران کی فوج سے کیا۔ قبل اس کے کہ شاہی امداد پہنچے وہ ایک سال تک محصور رہا۔ اس کا رویہ اپنے سپاہیوں سے ایک امیر جیسا ہے اور ضابطہ کے مطابق نہیں ہے۔ خاص طور پر ان سے جو اس کی جنگی مہموں میں اس کے معاون رہے تھے۔ وہ اپنے ملازمین سے بہت لطیفے بازی کرتا ہے جو اسے ایک غیر شاندار شخصیت میں پیش کرتا ہے۔[3] لیکن چونکہ یہ اس کی فطرت کا جزو ہے اس طرح کی تنبیہوں کا اثر اس پر نہیں ہوتا۔

دوشنبہ 14 تاریخ کو میں نے ہاشم خاں کو جو میرے شاہی خاندان کے خانہ زادوں میں ہے ترقی دے کر 3,000 ذات اور 2,000 سوار کے منصب پر فائز کیا اور صوبہ اڑیسہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اسی دن مجھے خبر ملی کہ بدیع الزماں پسر مرزا شاہ رخ اپنی حماقت اور جوانی کے نشہ میں باغیوں کی ایک جماعت کے ساتھ رانا سے ہاتھ ملانے اس کے صوبہ کو جانے والا ہے۔ عبداللہ خاں جو اس صوبہ کا صوبہ دار ہے اطلاع پاکر اس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور راستہ میں اسے قید کرلیا اور اس کے بہت سے بدبخت ساتھیوں

---

1 ارسکن کے مطابق بہت سے شکاری کتے (ہاؤنڈز) ضائع ہوئے۔ غالباً اس سے مراد گرے ہاؤنڈ ہے جو عرب اور جگہوں پر پالے جاتے ہیں۔

2 بلاک مین، ص 377، ماثرالامرا، جلد دوم، ص، 642، ایک ارغن تھا۔

3 یہ پیراگراف غیرواضح ہے اور متن بھی ناقص ہے، ارسکن کا ترجمہ اردو میں یوں ہوگا "اس کا رویہ سپاہیوں سے مردانہ اور بے تکلفانہ ہے لیکن ضابطہ کے خلاف۔ خاص طور پر ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے ہیں یا اب ساتھ ہیں۔ اس کے ملازمین اس کی بہت چاپلوسی کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی شخصیت ہلکی نظر آتی ہے۔" بظاہر ارسکن نے اسے 'تازی' یا 'تاز' پڑھا ہے بجائے باز جیسا کہ متن میں ہے اور مخطوطہ کے مطابق ہے۔ میرا بہرحال خیال یہ ہے کہ 'نازکشیدن' کا مطلب 'مذاق' ہے۔ متن کے 'تاباماندند' کے بجائے، مخطوطہ میں 'یاناماندند' ہے جس کے معنی ہیں وہ سپاہی جنھوں نے اس کی اچھی طرح خدمت کی ہے یا کر رہے ہیں ہمیں بلاک مین، ص 378 سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ بیگ ایک یورپی ترک تھا۔



Marfat.com

کو قتل کردیا۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ اہتمام خاں آگرہ سے جاکر مرزا کو دربار میں پیش کرے۔ 25 تاریخ ماہ مذکور کو خبر ملی کہ امام قلی خاں بھتیجہ ولی خاں حکمراں ماورالنہر نے اسے مار ڈالا ہے جو مرزا حسین کہلاتا تھا اور جس کے متعلق خبر تھی کہ وہ مرزا شاہ رخ کا فرزند ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرزا شاہ رخ کے بیٹوں کا قتل ایسا ہی ہے جیسے شیطانوں کا قتل۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے ہر قطرہ خون سے دوسرے شیطان جنم لیتے ہیں۔ ڈھاکہ کے مقام پر شیر خاں افغان حاضر ہوا جسے میں نے پشاور میں متعین کیا تھا تاکہ وہ خیبر کی حفاظت کرسکے۔ اس نے شاہراہ کی حفاظت اور نگرانی میں کوئی لاپروائی نہیں برتی۔ ظفرخاں پسر زین خاں کوکہ کو دلازاک افغانوں اور خاطور قبیلہ کے خلاف متعین کیا گیا جنھوں نے ہر طرح کی شورش اٹک اور بیاس کے قرب و جوار میں پھیلا رکھی تھی۔ اس خدمت کی انجام دہی اور ان باغیوں پر جن کی تعداد تین لاکھ گھرانوں پر مشتمل تھی فتح حاصل کرنے کے بعد اور ان کو لاہور کی طرف روانہ کرکے وہ میری خدمت میں میری جائے اقامت پر حاضر ہوا۔ یہ ظاہر تھا کہ اس نے یہ خدمت اسی طرح انجام دی تھی جیسا کہ اس کو لازم تھا۔ چونکہ ماہ رجب جو الٰہی ماہ آبان کے مطابق تھا شروع ہوچکا تھا، اور یہ معلوم تھا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں میرے والد کا جشن وزن قمری ہوتا تھا، میں نے فیصلہ کیا کہ ان تمام اشیا کی قیمت جس کے لیے وہ حکم جاری کیا کرتے تھے تاکہ ان کا وزن قمری اور شمسی ماہ کے مطابق ہو، اس کا تخمینہ لگایا جائے اور جو بھی تخمینہ آئے اسے بڑے شہروں میں اس روشن خیال کے ایصال ثواب کے لیے بھیج دیا جائے تاکہ ضرورت مندوں اور فقرا کے درمیان تقسیم کردیا جائے۔ اس (تخمینہ) کا مجموعہ ایک لاکھ روپے جو 300 عراقی تومان کے برابر تھا اور ماورالنہر کے تین لاکھ سکوں کے مساوی تھا، آیا۔

معتمد آدمیوں نے اس رقم کو بارہ شہروں جیسے آگرہ، دہلی، لاہور، گجرات (احمد آباد) وغیرہ میں تقسیم کردیا۔ جمعرات 3/رجب کو میں نے صلابت خاں، اپنے فرزند کو، خان جہاں کے خطاب سے نوازا۔ یہ میرے اپنے بیٹوں سے کم نہیں ہے اور حکم دیا کہ تمام فرمانوں اور احکام میں اسے خان جہاں لکھا جائے۔ ایک خلعت خاص اور مرصع تلوار بھی اسے پیش کی گئی۔ شاہ بیگ خان کو بھی خان دوراں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ میں نے اسے ایک خنجر (پیش قبض مرصع) ایک نر ہاتھی اور خاص گھوڑے سے بھی نوازا۔



Marfat.com

اس کو تمام تیرہ، کابل، بنگش اور صوبہ سواد (سوات) و باجور وغیرہ کی سرکاریں، ایک جاگیر اور فوجداری بھی دی گئی تاکہ وہ ان علاقوں کے افغانوں کی سرزنش کرسکے۔ اس نے بابا حسن ابدال میں مجھ سے رخصت لی۔ میں نے رام داس کچھواہہ کے لیے بھی حکم دیا کہ اسے اس علاقہ میں جاگیر دی جائے اور اس صوبہ کی اضافی فوج میں اسے شامل کرلیا جائے۔ مرتضیٰ خاں (سید فرید) جو گجرات کا صوبہ دار تھا، کے نام ایک فرمان جاری کیا گیا۔ چونکہ میاں وجیہ الدین[1] کے فرزند کے اچھے کردار اور کمال پرہیزگاری کے متعلق بتلایا گیا ہے اس لیے وہ میری جانب سے ان کی خدمت میں روپے پیش کرے اور درخواست گزار ہو کہ وہ اسمائے الٰہی میں سے چند مجھے لکھ بھیجیں، جن کو آزمایا جاچکا ہے۔ اگر اللہ پاک کی مجھ پر مہربانی رہی تو میں اس کا برابر ورد[2] کروں گا۔ اس سے پہلے میں ظفرخاں کو رخصت کرچکا تھا کہ حسن ابدال جاکر شکار اکٹھا کرے۔ اس نے ایک شاخ بند بنایا تھا۔ 27 سرخ ہرن اور 68 سفید ہرن اس شاخ بند میں آئے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے 29 ہرنوں کا تیر سے شکار کیا تھا اور پرویز و خرم نے بھی کچھ تیروں سے مار گرائے تھے۔ اس کے بعد درباریوں اور ملازمین کو حکم دیا گیا کہ وہ بھی شکار کریں۔ خان جہاں کا نشانہ سب سے اچھا تھا اور ہر بار جب وہ تیر چلاتا تھا تو ہرنوں کے اندر پیوست ہوتا چلا جاتا تھا۔[3] 14/ رجب کو دوسری بار ظفرخاں نے قمرگاہ کا انتظام راولپنڈی میں کیا۔ میں نے فاصلہ سے تیر چلاکر ایک سرخ ہرن کو مارا اور بہت خوش ہوا کہ تیر اس کے پیوست ہوا جس کی وجہ سے وہ گر پڑا۔ 34 سرخ ہرن اور 35 سیاہ دم کے ہرن (مرگ) جسے ہندی زبان میں چکارہ کہتے ہیں اور دو سور شکار کیے گئے۔ 21/ تاریخ کو ایک اور قمرگاہ کا انتظام ہلال خاں کی کوششوں سے کیا گیا جو قلعہ روہتاس کے تین میل کے دائرہ میں تھا۔ اس شکار میں میرے ساتھ حرم کی خواتین بھی تھیں۔ یہ شکار بھی دلچسپ تھا اور نمایاں کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ 200 سرخ ہرن اور سفید ہرن شکار کیے گئے۔ روہتاس سے گزرتے وقت پہاڑیوں پر یہ ہرن

---

1. گجرات کے ایک مشہور بزرگ، ان کا انتقال 998ھ میں ہوا۔

2. جہانگیر نے جو لفظ استعمال کیا ہے اور جس کا ترجمہ کیا گیا ہے "برابر دہرایا" وہ اصلاً مداومت ہے" اور ارسکن کے خیال میں جہانگیر امید کرتا تھا کہ اس ورد سے اس کی حیات طویل ہوگی۔

3. متن میں "ہر آہوئے کہ زد برسر تیر رفت" لفظی ترجمہ ہوگا "جب بھی کسی ہرن کو تیر مارا تو وہ تیر سر تک گھس گیا" غالباً اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر تیر نشانہ پر لگا۔



Marfat.com

پائے جاتے ہیں۔ پورے ہندستان میں کوئی ایسا مقام سوائے گرجھاک[1] اور نندنہ کے نہیں ہے جہاں اس طرح کے سرخ ہرن پائے جاتے ہوں۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو پکڑا جائے اور زندہ رکھا جائے تاکہ ممکن ہے کہ ان میں سے چند ہندستان میں افزائش نسل کے کام میں لائے جاسکیں۔ 25 تاریخ کو ایک اور شکار رہتاس کے قرب و جوار میں کھیلا گیا۔ اس شکار میں میرے ساتھ میری بہنیں اور دوسری خواتین بھی شامل تھیں۔ تقریباً 100 ہرنوں کو شکار کیا گیا۔ مجھے بتلایا گیا کہ شمس خاں جو جلال خاں[2] گھکر کا چچا تھا باوجود پیری کے شکار میں ایسی دلچسپی لیتا ہے جو نوجوان بھی اس کا اتنا لطف نہیں اٹھا پاتے۔ جب میں نے یہ سنا کہ وہ فقرا اور درویشوں سے بہت رغبت رکھتا ہے تو میں اس کے گھر گیا اور اس کی دلچسپی اور طور طریقوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میں نے اسے 2,000 روپے اور اتنی ہی رقم اس کی ازواج اور اولاد کو بھی دی اور پانچ گاؤں جن سے کثیر آمدنی تھی ان کو مدد معاش میں عطا کیے تاکہ وہ اپنے دن آرام و سکون سے گزاریں۔ 6 شعبان کو میری منزل چنڈالہ پر امیرالامرا حاضر ہوئے۔ میں اس کی صحبت پاکر بہت خوش ہوا کیونکہ تمام ہندو اور مسلمان اطبا کا خیال تھا کہ وہ جانبر نہیں ہوسکے گا۔ اللہ پاک نے اپنی شان کریمی سے اسے شفا دی تاکہ لوگوں پر واضح ہوجائے کہ جو لوگ اس کی مرضی نہیں جانتے اور صرف ظاہری اسباب تلاش کرتے ہیں اور ہر مشکل بیماری میں مایوس ہوجاتے ہیں، یہ سمجھ لیں کہ کوئی ہے جس کے پاس ایسی طاقت ہے جو اپنی مہربانی اور رحم سے شفا عطا کرسکتا ہے۔ اسی دن رائے رائے سنگھ[3] راجپوتوں کا ایک نہایت معقول امیر، خسرو کے معاملہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوتے ہوئے اور جو اب تک اپنے گھر میں رہ رہا تھا، آیا اور امیرالامرا کی نگرانی میں باریابی کی سعادت حاصل کی۔ اس کے جرائم معاف کردیے گئے۔ جب میں آگرہ سے خسرو کے تعاقب میں نکلا تھا تب اس پر پورا اعتماد کرتے ہوئے آگرہ اس کے حوالہ کیا تھا تاکہ جب خواتین[4] کو بلوایا جائے تو وہ ان کے رکاب میں حاضر ہو۔ جب خواتین کو طلب کیا گیا تو وہ ان کے ساتھ دو تین منزلوں تک گیا اور موضع متھرا میں صرف انتفانہ

---

1. متن میں "گرجھاک"
2. جلال خاں سلطان آدم کا پوتا تھا، بلاک مین صفحات 455،486
3. اس کے متعلق آگے گجرات کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔
4. جہانگیر کی ایک بیوی رائے رائے سنگھ کی بیٹی تھی۔ دیکھیے بلاک مین، ص 310



Marfat.com

حکایات سن کر، ان سے الگ ہوگیا اور اپنے آبائی وطن بیکانیر چلا گیا۔ اس نے سوچا کہ چونکہ خلفشار پیدا ہو چکا ہے، اسے دیکھ لینا چاہیے کہ کون سی راہ مناسب ہوگی۔ اللہ نے جو رحیم و کریم ہے اور اپنے بندوں کو سایہ عاطفت میں رکھتا ہے، کچھ ہی عرصہ میں ان باغیوں کے اتحاد کی ڈور توڑ دی اور یہ نمک حرامی اس کی گردن کا بوجھ بن گئی۔ امیرالامرا کو خوش کرنے کے لیے میں نے حکم دیا کہ میں نے اسے جو پہلے منصب دیا تھا، اسی پر اس کو مستقل کردیا جائے اور اس کی جاگیر بدستور برقرار رکھی جائے۔ میں نے سلیمان بیگ کو جو میری خدمت میں شہزادگی کے زمانہ سے تھا ترقی دے دی اور فدائی خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ دوشنبہ 12 کو دل آمیز باغ میں منزل ہوئی یہ دریائے راوی کے کنارہ واقع ہے۔ اس باغ میں میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مرزا غازی جس نے قندھار میں فوج کی قیادت بخوبی کی تھی، حاضر ہوا، میں نے اسے کافی نوازا۔

منگل 13 کو میں ایک مبارک ساعت میں لاہور میں داخل ہوا۔ دوسرے دن میر خلیل اللہ پسر غیاث الدین محمد، میر میران، جو شاہ نعمت اللہ ولی کی نسل سے تھے، میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ طہماسپ کے دور حکومت میں پورے ملک میں اس پایہ کا کوئی خاندان نہیں تھا کیونکہ شاہ کی بہن جانش بیگم کی شادی میر نعمت اللہ کے گھر میں ہوئی تھی جو میر میران کے والد تھے۔ ان سے جو بچی پیدا ہوئی شاہ نے اس کی شادی اپنے فرزند اسماعیل مرزا سے کردی اور میر میران کے بیٹوں کو اپنا داماد بنا لیا۔ اپنی چھوٹی بیٹی کی شادی اس کے بڑے بیٹے سے کردی جس کا نام وہی تھا جو اس کے دادا کا تھا اور اسماعیل مرزا کی بیٹی سے رشتہ ازدواجی کے ذریعہ رشتہ دار تھا، جو شاہ کا بھانجی زادہ تھا۔ (میر خلیل اللہ کے ایک دوسرے بیٹے سے۔) شاہ کی وفات کے بعد بتدریج یہ خاندان زوال پذیر ہوگیا یہاں تک کہ شاہ عباس کے زمانہ میں یہ مکمل طور پر گمنام ہوگیا اور جائداد و دوسری اشیا جو ان کے پاس تھیں جاتی رہیں اور یہ اپنی جگہ پر بھی نہیں رہ سکے۔ میر خلیل اللہ میری خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ راستہ میں اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اس کی کیفیت سے خلوص جھلکتا تھا، میں نے اسے خاص طور پر نوازا۔ بارہ ہزار روپے نقد دیے اور ترقی دے کر 1,000 ذات اور 200 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ اس کے لیے ایک جاگیر کا بھی حکم کیا۔



Marfat.com

دیوانیان کو حکم جاری کیا گیا کہ میرے فرزند خرم کو 8,000 ذات اور 5,000 سوار کا منصب مقرر کیا جائے اور اجین و سرکار حصار فیروزہ، اس کی تنخواہ (جاگیر) کر دی جائے۔ جمعرات 22 کو آصف خاں کی دعوت پر میں حرم کی خواتین کے ساتھ اس کے گھر گیا اور رات وہیں گزاری۔ دوسرے دن اس نے مجھے نذر پیش کی جو دس لاکھ روپیوں کی مالیت کی تھی جس میں جواہرات، مرصع اشیا، خلعتیں، ہاتھی اور گھوڑے تھے۔ چند عدد لعل اور یاقوت، موتی، سلک کے کپڑے، چینی میں بنے ظروف اور خطائی قبول کیے گئے۔ بقیہ میں نے اسے تحفہ میں لوٹا دیا۔ مرتضیٰ خاں نے گجرات سے نذر میں ایک لعل کی انگوٹھی جو خوشنما رنگ کی تھی مجھے بھیجی جس کا مغز آب، پتھر اور گھیر ایک ٹکڑے ہی میں تھے۔ اس کا وزن 1½ ٹانک اور ایک سرخ تھا جو ایک مثقال اور پندرہ سرخ کے برابر تھا۔ میں نے اسے بہت پسند کیا۔ اس روز تک کسی نے بھی نہیں سنا تھا کہ اس طرح کی انگوٹھی کسی بادشاہ کے ہاتھ لگی ہو۔ ایک اکیلا لعل جس کا وزن چھ سرخ یا دو ٹانک اور پندرہ سرخ[1] ہو اور جس کی قیمت 2,5000 پونڈ[2] بتلائی جاتی ہو بھیجی گئی تھی۔ اس انگوٹھی کی قیمت بھی اسی رقم کے برابر تھی۔

اسی دن شریف مکہ کا ایلچی ایک خط اور کعبہ کے دروازے کا پردہ لے کر میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے مجھ سے بہت اخلاص کا اظہار کیا۔ مذکورہ ایلچی نے 500,000 دام جو 7,000 یا 8,000 روپیوں کے مساوی تھے، اُسے دیے تھے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ہندستان کی قیمتی اشیا جن کی مالیت ایک لاکھ روپیوں کی ہو شریف مکہ کو بھیجی جائیں۔ جمعرات 10 تاریخ کو مرزا غازی کی جاگیر میں ایک قطعہ کا اضافہ کیا گیا۔ گوکہ

---

1 بظاہر متن میں کوئی غلطی ہے کیونکہ ایک لعل جو چھ سرخ وزن کا ہو دو ٹانک اور پندرہ سرخ وزن کا نہیں ہو سکتا۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں بجائے سرخ کے لفظ "برجا" ہے مجھے اس کے معنی نہیں معلوم۔ غالباً اس سے مراد شش گوشہ ہے۔ اس نظریہ کی اقبالنامہ، ص 31 سے تائید ہوتی ہے جس میں شش پہلو ہے۔ ارسکن کے مخطوطہ میں بھی شش گوشہ ہے جس کا اس نے ترجمہ کیا ہے کہ چھ پہلو کا لعل جس کا وزن دو ٹانک اور پندرہ سرخ ہے۔ انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 305 میں شش پرچہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ اور برجا بھی (مخطوطہ 181) اسٹینگاس کا پارچہ ہے جس کے معنی پہلو یا ٹکڑا ہیں۔

2 راجرس نے اس کی تصحیح کی ہے اور اسے پونڈ کی بجائے 'روپے' لکھا ہے۔ دیکھیے ص 118۔ مترجم



Marfat.com

تتھ کا پورا علاقہ اس کی جاگیر میں تھا، اسے ترقی دے کر 5,000 ذات اور 5,000 سوار کا منصب دیا گیا۔ قندھار کی حکومت اور اس علاقہ کے تحفظ کے لیے جو ہندستان کی سرحد پر واقع ہے اس کے شاندار انتظامیہ میں دیے گئے۔ میں نے اسے خلعت اور ایک تلوار مرصع سے نوازتے ہوئے رخصت دی۔ غرض کہ مرزا غازی (اعلیٰ قابلیت رکھتا تھا) کامل[1] شخص تھا، اچھے شعر کہتا تھا اور قاری تخلص رکھتا تھا۔ اس کا ایک شعر ہے ۔

گریہ ام گر سبب خندہ او شد چہ عجب

ابر ہر چند کہ گرید رخ گلشن خندہ

(ترجمہ) اگر میرے رونے سے وہ مسکرا دے تو تعجب کیوں؟ جیسا کہ ابر اشک بار ہوتے ہیں اور گلشن کے چہرہ کھل اٹھتے ہیں۔

15/ تاریخ کو، خان خاناں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ 40 ہاتھی، چند جواہرات سے مرصع ظروف، کچھ ایرانی خلعتیں اور کپڑے جو دکن اور اس کے قریب بنائے جاتے ہیں اس نے بھیجے تھے جس کی مجموعی قیمت ایک لاکھ پچاس ہزار روپے تھی۔ مرزا رستم اور اور صوبہ کے اکثر منصب‌داروں نے بھی نذر بھیجی تھی۔ ان میں سے کچھ ہاتھی پسند آئے۔ 18 تاریخ ماہ مذکور کو خبر ملی کہ رائے درگا[2] میرے والد محترم کے پروردوں میں ایک، فوت ہوگیا۔ وہ چالیس برس تک ایک امیر کی طرح میرے والد صاحب کی حاضری میں رہا۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ وہ 4,000 کے منصب پر پہنچ گیا۔ میرے والد کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے وہ رانا اودے سنگھ کے معتمد ملازمین میں تھا۔ وہ 29 تاریخ کو فوت ہوا تھا۔ وہ ایک اچھا فوجی تھا۔ سلطان شاہ افغان جس کے مزاج میں فتنہ جوئی اور بغاوت تھی اپنا وقت خسرو کی ملازمت میں گزار رہا تھا اور وہ اس سے بہت بے تکلف تھا، یہاں تک کہ یہی باغی اس کے فرار کا سبب بنا تھا۔ خسرو کی شکست اور گرفتاری کے بعد وہ خضر آباد کی پہاڑیوں کے دامن میں تنہا بھاگ کر گیا تھا۔ بالآخر میر مغل نے جو وہاں کا کروری تھا اسے گرفتار کرلیا۔ چونکہ وہ ایک ایسے فرزند کی تباہی اور

---

1. روز روشن، بھوپال 1297، ص، 455، ماثرالامرا، جلد دوم، ص 347
2. رائے درگا، بلاک مین، ص 417



Marfat.com

بربادی کا سبب تھا، میں نے حکم دیا کہ اسے لاہور کے میدان میں تیروں سے ہلاک کر دیا جائے۔ مذکورہ کروری کو اعلیٰ منصب پر ترقی دے دی گئی اور ایک شاندار خلعت سے سرفراز کیا۔ 29 رکو[1] شیر خاں افغان، جو میرے قدیم ملازمین میں ایک تھا، فوت ہو گیا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی جان خود ہی لی کیونکہ وہ مستقل شراب نوشی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ ہر گھڑی چار بھرے ہوئے دو آتشہ شراب کے پیالے پی جاتا تھا۔ گزشتہ سال اس نے رمضان کے روزے توڑ دیے تھے۔ اس سال اس کے دماغ میں تھا کہ وہ شعبان کے ماہ میں روزے رکھے گا جو اس نے گزشتہ سال رمضان میں چھوڑ دیے تھے اور دو ماہ تک لگاتار روزے رکھے گا۔ اپنے معمول کی عادت ترک کرنے کی وجہ سے، جو دوسرا نیچر بن جاتی ہے وہ کمزور ہو گیا اور بھوک بھی جاتی رہی۔ بہت زیادہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے وہ ستاون سال کی عمر میں مر گیا۔ اس کے بیٹوں اور بھائیوں کی سرپرستی کرتے ہوئے اس کے منصب اور جاگیر کا کچھ حصہ ان کو دے دیا۔ ماہ شوال کی پہلی تاریخ کو میں مولانا محمد امین سے ملنے گیا جو شیخ محمود کمانگر کے مریدوں میں ہیں۔ مذکورہ شیخ محمود[2] اپنے وقت کے برگزیدہ لوگوں میں ہیں اور بادشاہ ہمایوں ان پر بہت اعتقاد رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار ان کا ہاتھ بھی دُھلایا تھا۔ مذکورہ مولانا نیک ذات ہیں دنیاوی لگاؤ اور علائق سے بے نیاز ہیں۔ وہ اپنے طور طریقے سے ایک فقیر ہیں اور نفس کشی سے آگاہ ہیں۔ ان کی صحبت میں مجھے بہت اچھا لگا۔ میں نے ان سے ان فکروں کا ذکر کیا جو میرے دماغ کو الجھائے رکھتی ہیں۔ انھوں نے مجھے بہت اچھے طریقہ سے سمجھایا اور مشورے دیے جس سے میری بے حد تسلی ہوئی۔ میں نے ان کو 1,000 بیگھ زمین اور 1,000 روپے نقد ضروریات زندگی کے لیے پیش کرتے ہوئے ان سے رخصت لی۔ یکشنبہ کو ایک پہر دن گذرنے کے بعد میں لاہور سے دارالسلطنت آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے قلیج خاں صوبہ دار، میر قوام الدین احمد دیوان، شیخ یوسف بخشی اور جمال الدین کوتوال، ہر ایک کو ان کے عہدوں کے مطابق خلعتیں نذر کیں۔ 25 تاریخ کو سلطان پور سے دریا پار کرنے

1 راجرس نے تصحیح نامہ میں لکھا ہے کہ اسے 'نویں دہائی' پڑھنا چاہیے یعنی (اسی اور نوے سال کے درمیان) ماثرالامرا، جلد دوم، ص 143 میں درج ہے کہ وہ 82 سال کی عمر میں فوت ہوا۔

2 اصلاً زین العابدین محمود، ملاحظہ ہو بدایونی میں حکایات، منصب، ص، 589، اکبرنامہ، ترجمہ، جلد اول، ص 611، بلاک مین، ص 539 حاشیہ



Marfat.com

کے بعد دو کوس کوچ کر کے نکودر میں مقیم ہوا۔ میرے محترم والد نے شیخ ابوالفضل[1] کو 2,0000 روپیوں کے وزن کے برابر سونا دیا تھا تاکہ وہ دونوں پرگنوں کے درمیان پشتہ تعمیر کریں اور ایک جھرنا بنوائیں۔ سچ یہ ہے کہ یہ منزل مجھے بہت خوشگوار اور شاداب لگی۔ میں نے معزالملک جاگیردار نکودر کو حکم دیا کہ پشتہ کے ایک طرف وہ ایک عمارت اور باغ تعمیر کرائیں تاکہ مسافران اُسے دیکھ کر فرحت محسوس کر سکیں۔ شنبہ 10 ذی قعدہ کو وزیرالملک جو میری تخت نشینی سے پہلے میری خدمت میں رہنے کا شرف رکھتے تھے اور میرے سررشتہ کے دیوان تھے اسہال سے فوت ہوگئے۔ ان کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے گھر میں ایک بدبخت فرزند تولد ہوا تھا جس نے چالیس دنوں کے وقفہ میں اپنے ماں اور باپ کو ختم کردیا[2] اور خود تین سال کی عمر میں مر گیا۔ مجھے خیال آیا کہ وزیرالملک کا گھر اس طرح بالکل برباد نہیں ہونا چاہیے۔ ان کے بھائی منصور کی سرپرستی کر کے میں نے اسے منصب دار بنا دیا۔ بلاشبہ اس نے میرے لیے کوئی محبت ظاہر نہیں کی۔[3] دوشنبہ 14/ تاریخ کو میں نے راستہ میں سنا کہ پانی پت اور کرنال کے درمیان دو شیر تھے جو مسافروں کو سخت تکلیف پہنچا رہے تھے۔ میں نے ہاتھی یکجا کیے اور انھیں روانہ کردیا۔ جب میں وہاں پہنچا (جہاں شیر تھے) تو میں ایک مادہ ہاتھی پر سوار ہوگیا اور حکم دیا کہ ہاتھیوں کو ان کے (شیروں) کے چاروں طرف قمرگاہ کے طریقہ پر چھوڑ دیا جائے۔ اللہ کی مدد سے میں نے دونوں شیروں کو بندوق سے ہلاک کردیا اور (اس طرح) خونخوار شیروں سے نجات دلائی جنھوں نے اللہ کے بندوں کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ جمعرات (ص، 137) 18/[1] تاریخ کو میں نے دہلی میں سلیم خاں افغان کے مکان پر قیام کیا جو اس

---

1. میں یہ نہیں جانتا کہ یہ مصنف (ابوالفضل) ہے۔ اکبرنامہ میں اس تعمیر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ نکودر ضلع جالندھر میں واقع ہے (امپیریل گزیٹر) جلد دہم، ص 180 اور جیرٹ جلد دوم، ص،317) غالباً نکودر کے دو مقبرے جن کا ذکر امپیریل گزیٹر میں ملتا ہے اور جہانگیر کے زمانہ کا بتلایا گیا ہے مقیم وزیرالملک اور اس کی بیوی کے ہیں۔ یہ رائے غلط ہے کنگھم نے آرکیالوجیکل سروے رپورٹ میں اسے ایک موسیقار اور اس کے شاگرد کا مقبرہ لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو سروے رپورٹ، جلد چہاردہم، ص 58 اور ضمیمہ راجرس، ص 448۔

2. خورد یعنی کھا گیا۔ بظاہر وہ اس واقعہ کا حوالہ دے رہا ہے کہ اس کی پیدائش ایک بدنصیبی تھی۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں "شیر مادر و پدر خود" یعنی اپنے ماں باپ کا دودھ

3. مخطوطہ نمبر 181 میں یہ بطور اقتباس دیا گیا ہے۔



Marfat.com

نے اپنے دور حکومت میں دریائے جمنا کے درمیان بنوایا تھا اور سلیم گڑھ نام رکھا تھا۔ میرے محترم والد نے اس جگہ کو مرتضیٰ خاں جو دہلی کا اصل باشندہ تھا دے دیا۔ مذکورہ خان نے دریا کے کنارے ایک بہت خوبصورت اور منور چبوترہ بنوا دیا تھا۔ اس عمارت[2] کے نیچے پانی کے قریب ایک چوکنڈی چمکتے ہوئے ٹائلوں کی ہمایوں بادشاہ کے حکم سے بنوائی گئی تھی۔ ایسی پرفضا جگہیں کم ہی ہیں۔ اس زمانہ میں جب ہمایوں بادشاہ نے دہلی کو اپنی موجودگی سے اعزاز بخشا تھا وہ اپنے بے تکلف ساتھیوں اور خاندان کے لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے اور محفلیں جماتے تھے۔ میں نے چار دن اس مقام پر گزارے اور اپنے بے تکلف دوستوں اور درباریوں کے ساتھ شراب کی محفلیں جمائیں۔ معظم خاں جو دہلی کا حاکم تھا نذریں گزاریں۔ جاگیرداروں اور شہریوں نے بھی نذر اور تحفے پیش کیے۔ میری خواہش تھی کہ پرگنہ پالم کی قمرگاہ شکار میں چند دن گزاروں جو مذکورہ شہر کے قریب ہے اور ایک مقررہ شکار گاہ ہے۔ چونکہ مجھ سے کہا گیا تھا کہ آگرہ پہنچنے کی مبارک ساعت قریب آچکی ہے اور کوئی دوسرا مناسب وقت جلد نہیں ملے گا، میں نے اپنا ارادہ (شکار) ترک کردیا اور ایک کشتی پر سوار ہوکر چل دیا۔ 20 ذی قعدہ کو مرزا شاہ رخ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں جس کا اس نے کوئی ذکر اپنے والد سے نہیں کیا تھا لائے گئے۔ میں نے لڑکوں کو اپنے معتمد ملازمین کے حوالہ کردیا اور لڑکیوں کو حرم کی ملازماؤں کی نگرانی میں دیا تاکہ ان کی دیکھ بھال ہوسکے۔ اسی ماہ کی 21 کو راجہ مان سنگھ رہتاس کے قلعہ جو صوبہ بہار پٹنہ میں ہے، چھ سات بار بلانے کے بعد آئے اور میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بھی خان آعظم کی طرح اس سلطنت کے منافقوں میں ایک اور بوڑھا بھیڑیا ہے۔ ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے اور ان لوگوں کے لیے میں نے کیا کیا ہے، اس سے اللہ ہی واقف ہے جو سارے راز کو جاننے والا ہے۔ کسی کے لیے کوئی اس طرح کی مثال دینا ممکن نہیں ہے۔ مذکورہ راجہ نے نذر میں سو ہاتھی نر و مادہ، جن میں کوئی بھی اس لائق نہیں تھا جو میرے ذاتی ہاتھیوں میں شامل کیا جاسکے۔ چونکہ یہ ان لوگوں میں تھا

1. یہ 17/ تاریخ ہونی چاہیے اگر دوشنبہ کو 14 تاریخ تھی۔
2. مخطوطہ میں 'متصل آب چوکنڈی' ہے۔ (فشکلا ایک چوکنڈی کی طرح) یہ اس عمارت کی چھت تھی جس سے ہمایوں گرا تھا۔ (راجرس) غالباً بیورج سے سہو ہوا ہے۔ ہمایوں کی موت پرانے قلعہ کے زینہ سے گرنے سے واقع ہوئی تھی جس میں اس نے لائبریری بنا رکھی تھی (مترجم)



Marfat.com

جن پر میرے والد کی نظر کرم تھی، میں نے اس کے جرائم کا ذکر اس کے سامنے نہیں کیا لیکن شاہی التفات کے ساتھ اسے ترقی دی۔

اسی دن ایک بات کرنے والی چکاوت (جل سخن گوئے یعنی لارک) لائی گئی جو واضح طور پر طور "میاں طوطی" بولتی تھی، یہ بہت عجیب اور شاندار تھی۔ ترکی میں اس چڑیا کا نام "طرغی" ہے۔[1]

## میرے سنہ جلوس کے تیسرے نئے سال کا جشن

جمعرات 2 ذی الحجہ مطابق یکم فروردین (19/مارچ 1608) سورج جو عالم کو منور کرتا ہے اور گرمی دیتا ہے برج حوت سے برج حمل میں داخل ہوا جو خوشیوں اور عیش کا گھر ہے۔ عالم کو ایک نئی آب و تاب بخشی اور بہار کی مدد نے ان کو نئے لباس عطا کیے جو موسم سرما اور خزاں سے پژمردہ ہوگئے تھے۔ نئے سال نے انھیں اعزاز کے سبز زمرد کے لباس پہنا کر اس کی تلافی کی اور کفارہ ادا کیا۔

باز فرماں آمد از سالار دہ
مرعدم را کانچہ خوردی بازدہ

(ترجمہ) پھر دنیا کے حاکم کا حکم ناپید کے لیے آیا ویسے ہی ہو جاؤ جیسا برباد ہونے سے پہلے تھے۔

موضع رنکتا میں جو آگرہ سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے، نئے سال کا جشن منایا گیا۔ سورج کے نصف النہار سے گزرنے کے قبل میں شان اور مسرت کے ساتھ تخت نشین ہوا۔ امرا درباری اور تمام ملازمین مجھے مبارک باد دینے حاضر ہوئے۔ اسی محفل میں خان جہاں کو میں نے 5,000 ذات و سوار کا منصب دیا۔ میں نے اسے بخشی کے

---

1. طرغائی یا طرغی وامبری (Vambery) کے مطابق ایک خوش الحان پرندہ ہے اور تیمور کے والد کا نام بھی ہے، غالباً یہ ایک بڑی مینا تھی اور آئین کی بھیم یا بھرنگراج، جیریٹ جلد دوم، ص 125 اور حاشیہ اسکلی (Scully) کی فرہنگ میں طرغی کو لویا چکارک لکھا ہے، متن میں الفاظ کی نشست مختلف ہے اور مخطوطہ میں الگ۔ اس میں "مشخص میاں طوطی گفتہ" تحریر ہے جس کا ترجمہ ارسکن نے "اس نے صاف طور پر میاں طوطی" کہا۔ لیکن غالباً جہانگیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ طوطے کی طرح صاف بولی۔



Marfat.com

عہدے کے لیے بھی منتخب کیا۔ وزیر خاں کو صوبہ بنگال کی وزارت سے برطرف کر کے اس کی جگہ ابوالحسن شہاب خانی کو بھیجا اور نورالدین قلی کو آگرہ کا کوتوال مقرر کیا چونکہ اکبر کا شاندار مقبرہ راہ میں تھا میں نے سوچا کہ گزرتے وقت اس کی زیارت کی سعادت بھی حاصل کرلی جائے۔ جو لوگ تنگ نظر تھے انھوں نے سوچا کہ میں نے زیارت کی اس لیے سوچی کہ وہ جگہ میری راہ کا چوراہا تھی۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے آگرہ جاؤں گا اس کے بعد پیادہ پا اس زیارت گاہ کی زیارت کروں گا جو 2½ کوس کے فاصلہ پر ہے اور اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے والد میری پیدائش کے لیے آگرہ سے اجمیر گئے تھے۔ 5 تاریخ ماہ مذکور بروز شنبہ جب دو گھڑی دن گزر چکا میں ایک مبارک ساعت میں آگرہ لوٹ آیا اور دونوں ہاتھوں سے چھوٹے سکوں کی شکل میں 5,000 روپے لٹاتے ہوئے آگرہ کے عالی شان محل میں داخل ہوا جو قلعہ کے اندر ہے۔ اس دن راجہ بیر سنگھ دیو[1] ایک سفید چیتا مجھے دکھلانے کے لیے لائے۔ گوکہ اس طرح کے دوسرے جانوروں (ص، 140) پرندوں اور چرندوں کی سفید قسمیں ہوتی ہیں جسے طیوغان[2] کہتے ہیں لیکن میں نے کبھی سفید چیتا نہیں دیکھا تھا۔ اس کے نشان جو عموماً سیاہ ہوتے ہیں نیلگوں تھے۔ بھورے رنگ کے جانوروں کو جو میں نے دیکھے ہیں ان میں باز، چھوٹے قسم کے باز، شکارا جسے فارسی زبان میں بیگو کہتے ہیں۔ گوریا، کوے، بودنہ[3] یا بٹیر اور مور ہیں۔ چڑیاخانوں میں بہت سے باز چھوٹے قسم کے ہیں۔ میں نے سفید اڑنے والی گلہری بھی دیکھی ہے اور کچھ چھوٹے باز چکاروں کے درمیان جسے ایران میں سفیدا کہا جاتا ہے۔ میں نے بارہا چھوٹے قسم کے باز دیکھے ہیں۔ اس وقت رتن جو بھوج ھرا کا بیٹا ہے اور راجپوتوں میں ایک اعلیٰ راجپوت امیر ہے میرے پاس آیا اور حاضری دی۔ ساتھ میں نذر کے لیے تین ہاتھی بھی لایا تھا۔ ان میں سے ایک بہت پسند آیا جس کی قیمت دفتر میں 1,5000 روپے لگائی گئی۔ اسے میرے خاص ہاتھیوں میں شامل کیا گیا۔ میں نے اس کا نام رتن گج رکھا۔ پہلے زمانہ

1. راجرس نے بیر سنگھ لکھا ہے اور متن میں نرسنگھ دیو ہے۔ (مترجم)

2. طوئے غن یا طوئے غن Zmker (زنکر) نے ترکی میں سفید باز کے لیے لکھا ہے، ملاحظہ ہو ایلیٹ، جلد ششم، ص 317، راجرس نے طیوغان اور متن میں طویغان لکھا ہے۔ (مترجم)

3. بودنہ یا بٹیر ہونا چاہیے۔



Marfat.com

میں راجپوت راجاؤں کے ہاتھی کی قیمت 2,5000 روپیوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھی لیکن اب یہ بہت مہنگے ہوگئے ہیں۔ میں نے رتن کو سربلند رائے کے خطاب سے سرفراز کیا۔ میں نے میران صدر کو ترقی دے کر 5,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ معظم خاں کا منصب 4,000 ذات اور دو ہزار سوار کیا گیا۔ عبداللہ خاں کو ترقی دے کر 3,000 ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ مظفر خاں اور بھاؤ سنگھ دونوں کو 2,000 ذات اور 1,000 سوار کا منصب دیا گیا۔ ابوالحسن دیوان کا منصب 1,000 ذات اور 500 سوار کیا گیا۔ اعتمادالدولہ کا منصب 1,000 ذات اور 250 سوار کیا گیا۔ 25/ تاریخ کو راجہ سورج سنگھ جو میرے بیٹے خرم کے ماموں تھے آئے اور تسلیمات بجا لائے۔ وہ اپنے ساتھ شیام کو جو ہندی میں شعر کہتا تھا لائے تھے۔ حقیقت میں اسے مہارت حاصل ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھی پر سواری کیسے کی جاتی ہے۔ راجہ سورج سنگھ اپنے ساتھ ایک اور شاعر کو بھی لائے تھے جو ہندی زبان میں شاعری کرتا تھا۔ اس نے میرے سامنے بھی ایک نظم پیش کی جو میری تعریف میں تھی جس کا مفہوم تھا کہ اگر سورج کے کوئی بیٹا ہوتا تو ہمیشہ دن رہتا اور کبھی رات نہیں آتی کیونکہ اس کے غروب ہونے کے بعد وہ اس کی جگہ لے لیتا اور دنیا میں کبھی اندھیرا نہ ہوتا۔ اللہ کی حمد و ثنا کہ اس نے تمھارے والد کو ایسا فرزند عطا کیا جو اس کی موت کے بعد لوگ غم میں رات کی طرح نہیں بتلا ہیں۔ سورج اس پر رشک کرتا ہے اور کہتا ہے "اگر میرے بھی کوئی فرزند ہوتا جو میری جگہ لے لیتا تو رات کو کبھی دنیا میں آنے کا موقعہ نہیں ملتا، آپ کی روشنی، عروج اور انصاف کی تجلی سے بغیر کسی بدقسمتی کے عالم اس طرح منور ہے کہ کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ رات کا نام و نشان نہیں ہے۔ ایسے ہندی اشعار جن میں اس طرح کی تازگی بھری ہو میرے کانوں تک کم پہنچے ہیں۔ اس قصیدہ کے لیے میں نے اسے ایک ہاتھی انعام میں دیا۔ راجپوت شاعر کا نام چرن بتلاتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایک شاعر[1] نے ان جذبات کو فارسی میں یوں بیان کیا ہے۔

گر پسر داشتی جہاں افروز　　شب نگشتی ہمیشہ بود روز
زانکہ چوں او نہفتہ افروز　　بہ نمودی کلاہ گوشہ پسر

---

1. بظاہر یہ ہندی کا ترجمہ ہے



Marfat.com

شکر کز بعد انچناں پدرے        جانشین گشت ایں چنیں پسرے

کہ زشنقار کشتن ان شاہ        کس بہ ماتم نہ کرد جامہ سیاہ

(ترجمہ) اگر دنیا کو منور کرنے والے آفتاب کا کوئی بیٹا ہوتا تو رات نہ ہوتی اور ہمیشہ دن ہوتا کیونکہ جب اس کے کہ سونے کے تاج والا سر غروب ہوتا تو اس کا بیٹا مرصع تاج کے ساتھ بلند ہوتا۔ شکر ہے کہ ایسے پدر کے بعد ایسا فرزند تخت پر جلوہ افروز ہے کہ بادشاہ کے وصال کے بعد بھی کسی نے بطور ماتم سیاہ لباس زیب تن نہیں کیا۔"

جمعرات 8/ محرم 1017ھ[1] (24/ اپریل 1608) جلال الدین مسعود جو 400 ذات کا منصب دار تھا اور بہادر شخص تھا اور جس نے کئی جنگوں میں کارنامے انجام دیے تھے۔ اسہال کے مرض میں پچاس ساٹھ سال کی عمر میں فوت کرگیا۔ وہ افیون کا عادی تھا اور افیون ٹکڑے کرکے کھاتا تھا جیسے پنیر اور یہ اس سے خراب بات تھی کہ وہ افیون اپنی ماں کے ہاتھوں سے کھاتا تھا۔ جب اس کی بیماری حد سے زیادہ بڑھ گئی اور موت کے آثار ظاہر ہوئے تو اس کی ماں نے محبت کی شدت میں اسے اور زیادہ افیون کھلا دی جو وہ اپنے بیٹے کو دیتی تھی۔ اس کی موت کے بعد وہ بھی مر گئی۔ میں نے ایسی ماں کی محبت بیٹے کے لیے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ ہندوؤں میں رسم ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد عورتیں خود کو جلا ڈالتی ہیں خواہ محبت کی وجہ سے یا اپنے باپ کی عزت کے تحفظ کے لیے یا پھر اپنے دامادوں کے سامنے شرمساری سے بچنے کے لیے، لیکن اس طرح کی بات ہندو اور مسلمان ماؤں کی طرف سے عمل میں نہیں آتی۔

15 تاریخ ماہ مذکور کو میں نے اپنا سب سے اچھا گھوڑا راجہ مان سنگھ کو بطور لطف و کرم دیا۔ شاہ عباس نے یہ گھوڑا کچھ دوسرے گھوڑوں کے ساتھ بھیجا تھا اور منوچہر اس کے معتمد غلام کے ذریعہ معقول تحائف مرحوم بادشاہ اکبر کی خدمت میں آئے تھے۔ اس گھوڑے کا تحفہ پاکر راجہ اس قدر خوش ہوا کہ اگر میں اسے بادشاہت بھی دے دیتا تو وہ ایسی خوشی کا اظہار نہ کرتا، جس وقت یہ گھوڑا لایا گیا تھا تو تین چار سال کا تھا۔ یہ ہندستان میں جوان ہوا۔ دربار کے تمام مغل راجپوت اور ملازمین نے یہ کہا کہ اس طرح

---

1. متن میں 1014ھ غلط ہے



Marfat.com

کا کوئی گھوڑا عراق سے ہندستان کبھی نہیں آیا تھا۔ جب میرے محترم والد نے صوبہ خاندیش اور دکن میرے بھائی دانیال کو دیا اور آگرہ لوٹ رہے تھے تو انھوں نے ازراہ کرم دانیال سے کہا کہ وہ مانگے جو بھی اس کی خواہش ہو۔ موقعہ کا فائدہ اٹھاکر اس نے یہ گھوڑا مانگا اور انھوں نے وعدہ کے مطابق اسے دے دیا۔

منگل 20 تاریخ کو اسلام خاں کی ایک رپورٹ اس خبر کے ساتھ آئی کہ جہانگیر قلی خاں صوبہ دار بنگال جو میرا خاص ملازم تھا، فوت ہوگیا۔ اس کی فطری کمال اور طبعی خوبیوں کی وجہ سے اسے بڑے امرا کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔ اس کی موت سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میں نے بنگال کی حکمرانی شاہزادہ جہاندار کے اتالیق اور اپنے فرزند[1] اسلام خاں کو سونپی۔ اس کی جگہ پر صوبہ بہار کی حکومت افضل خاں (پسر ابوالفضل) کو دی گئی۔ حکیم علی کے بیٹے کو جسے میں نے برہان پور کچھ ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجا تھا آیا اور اپنے ساتھ کرناٹک کے کچھ بازی گروں کو بھی لایا جن کا کوئی ہمسر اور مقابل نہیں ہے۔ مثلاً ان میں سے ایک دس گیندوں سے جوہر ایک نارنگی کے برابر ہوتا ہے، ایک چکوترہ کے برابر اور ایک سرخ[1] کے برابر، بغیر اس کے کہ کون چھوٹا اور کون بڑا ہے ایک ساتھ کھیلتا ہے اور کبھی غلطی نہیں کرتا۔ بہت سے ایسے شعبدے دکھلائے جس سے عقل حیران رہ گئی۔ اسی زمانہ میں ایک فقیر لنکا سے آئے اور اپنے ساتھ ایک عجیب جانور جسے دیونگ[2] کہتے ہیں ساتھ لائے۔ اس کا چہرہ بالکل ایک بڑے چمگادڑ کی طرح کا اور پورا جسم بندر کی ساخت کا تھا لیکن اس کے دم نہیں تھی۔ اس کی حرکتیں بالکل بندر جیسی تھیں جسے لوگ بن مانس (جنگلی آدمی) ہندی زبان میں کہتے ہیں۔ اس کا جسم دو تین ماہ کے جوان بندر جیسا تھا۔ یہ درویش کے ساتھ پانچ سال[3] سے تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جانور اس سے زیادہ بڑا نہیں ہوگا۔ اس کی غذا دودھ ہے اور یہ موز بھی کھالیتا ہے۔ یہ بہت بدصورت تھا۔

---

1. جہانگیر اسلام کو فرزند کہتا ہے کیونکہ وہ اس کے دودھ شریکی بھائی کا بیٹا تھا۔ جہانگیر قلی کا مطلب "جہانگیر کا غلام"

2. Abrus Precatorius کا بیج

3. یادیوتک، مخطوطہ میں یونک اور وبونک ہے۔ متن مبہم ہے جس میں لفظ Bat (چمگادڑ) کو Lamb یعنی میمنہ کردیا گیا ہے۔



Marfat.com

اسی دن مرزا فریدوں برلاس کو ترقی دے کر 1,500 ذات اور 1,300 سوار کا منصب دار کردیا گیا۔ حکم دیا گیا کہ پائندہ خان[1] مغل کو جو بطور سپاہی خدمت گزاری کرتے ہوئے بوڑھا ہوچکا تھا، ایک جاگیر 2,000 ذات کے منصب کے برابر دی جائے۔ اسلام خاں الف خاں کو ترقی دے کر 700 ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اسلام خاں میرا فرزند جو صوبہ بنگال کا صوبہ دار تھا، منصب میں ترقی پاکر 4,000 ذات اور 3,000 سوار کا منصب دار بنا۔ قلعہ رہتاس کی قلعہ داری کشور خاں پسر قطب الدین خاں کوکہ کو سپرد کی گئی۔ اہتمام خاں کو 1,000 ذات اور 300 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا اور اسے میر بحر بناکر بنگال کے نوارہ کے فرائض سونپے گئے۔ یکم صفر کو شمس الدین خاں پسر خان اعظم نے دس ہاتھیوں کی نذر پیش کی جسے 2,000 ذات اور 1,500 سوار کا منصب دے کر جہانگیر قلی خاں کا خطاب دیا گیا۔ ظفر خاں کو 2,000 ذات اور 1,000 سوار کا منصب ملا۔ میں نے راجہ مان سنگھ کے سب سے بڑے بیٹے جگت سنگھ کی بیٹی سے شادی کرنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے 16 تاریخ کو ساچق (رسم حنابندی یا مہندی) کے لیے 8,0000 روپے مذکورہ راجہ کے گھر اسے اعزاز دینے کے لیے بھیجے۔ مقرب خاں نے بندرگاہ کیمبے سے ایک یورپین پردہ بھیجا۔ خوبصورتی میں اس طرح کا پردہ کسی مغربی ملک کے پینٹر کا بنایا ہوا میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اسی دن میری چچی نجیب النسا بیگم[2] 61 سال کی عمر میں دق اور بخار سے انتقال کر گئیں۔ میں نے ان کے فرزند مرزا ولی کو 1,000 ذات اور 200 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ ایک آدمی جس کا نام اقم حاجی تھا ماوراالنہر سے آیا۔ وہ عرصہ تک ترکی میں رہا تھا، معقولیت اور مذہبی معلومات رکھتا تھا اور جس نے خود کو سلطان ترکی کا قاصد بتایا، آگرہ میں میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس ایک انجانی تحریر تھی۔ اس کی حالت اور طریق کار دیکھ کر دربار کے کسی فرد کو یہ یقین نہیں ہوا کہ وہ قاصد ہوگا۔ تیمور نے جب ترکی فتح کیا تھا تو یلدرم بایزید کو جو وہاں کا حکمراں تھا گرفتار کرلیا تھا اور اس سے خراج اور ایک سال کے مال کی تحصیل کے بعد اسے آزاد کرنے اور اس کا ملک اسے لوٹانے کا فیصلہ کیا۔ اسی زمانہ میں یلدرم کی موت واقع ہوگئی۔ تیمور نے اس کی

---

1. بلاک مین، ص 387

2. مرزا حکیم کی بہن، ان کو فخرالنسا بھی کہتے تھے۔ بلاک مین، ص 322، مخطوط میں بخت النسا ملتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ متن کی خواندگی نجیب النسا غلط ہے۔ ملاحظہ ہو گلبدن بیگم کی سوانح، ص 214



Marfat.com

مملکت اس کے بیٹے موسیٰ چلپی کو سونپ دی اور لوٹ گیا۔ اس زمانہ سے آج تک باوجودیکہ لطف و کرم کے کوئی بھی بادشاہ کی طرف سے نہیں آیا تھا اور نہ ہی کسی کا ایلچی وہاں بھیجا گیا تھا۔ ایسی صورت میں یہ کیسے یقین کیا جاتا کہ اس شخص کو بادشاہ نے ماورالنہر سے بھیجا تھا۔ میں کسی طرح بھی اس بات کو سمجھ نہیں سکا اور کسی نے بھی اس کے دعوے کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لیے میں نے اس سے کہا وہ جہاں بھی جانا چاہے چلا جائے۔

4/ ربیع الاول کو جگت سنگھ کی بیٹی حرم میں داخل ہوئی اور شادی کی رسم مریم زمانی کے گھر پر انجام پائی۔ راجہ مان سنگھ نے اس کے ساتھ جو سامان بھیجا تھا ان میں ساٹھ (60) ہاتھی بھی تھے۔

چونکہ میرا پکا ارادہ رانا پر فتح حاصل کرنے کا تھا، مجھے خیال آیا کہ مجھے مہابت خاں کو بھیجنا چاہیے۔ میں نے 12,000 پوری طرح سے مسلح سوار فوج منتخب کیے اور اُسے قابل حاکموں (افسران) کے ساتھ بھیجا۔ مزید برآں 1,500 احدی، 2,000 بندوقچی پیدل معہ ستر گجنال[1] اور شترنال[2] توپوں کے جو ہاتھیوں اور اونٹوں پر لدی تھیں اور 60 ہاتھی اس ذمہ داری کے لیے مقرر ہوئے۔ 20 لاکھ روپیوں کے خزانہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ ماہ مذکور کی 16 تاریخ کو میر خلیل اللہ جو میر نعمت اللہ یزدی کے پوتے تھے اور جن کے متعلق اور جن کے خاندان کے متعلق تمام احوال لکھے جاچکے ہیں، اسہال کے مرض سے فوت ہوگئے۔ ان کے بشرے سے شان فقیری ہویدا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتے اور میری خدمت میں زیادہ دن تک رہتے تو وہ اعلیٰ منصب پر پہنچتے۔ برہان پور کے بخشی نے کچھ آم بھیجے ان میں ایک کے وزن کرنے کا میں نے حکم دیا۔ وہ 52½ تولے کا نکلا۔ چہار شنبہ 18 تاریخ کو میرے قمری سال کے وزن کی تقریب مریم زمانی کے گھر ہوئی۔ میرے وزن کے لیے جو روپے استعمال ہوئے تھے، ضرورت مندوں اور عورتوں میں تقسیم کردینے کا حکم دیا۔ جمعرات 4 ربیع الآخر کو ظاہر بیگ جو احدیوں کا بخشی

1. لفظی معنی ہاتھی پر لے جائی جانے والی نال۔ آئین اکبری، جلد اول، ص 113، پر اسے ہاتھی کی پیٹھ پر لے جائی جانے والی نال لکھا گیا ہے۔ دیکھیے، ولیم اِرون، دی آرمی آف دی انڈین مغلس، ص 135 (مترجم)
2. شترنال، زمبورک اور شاہب کو اِرون نے ایک ہی طرح کا ہتھیار بتلایا ہے۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے "دی آرمی آف دی انڈین مغلس" صفحات 36-135 (مترجم)



Marfat.com

تھا مخلص خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور ملا تقیہ شستری[1] جو کمال اور فضیلت سے مالامال تھے، تاریخ و فن انساب سے بخوبی واقف تھے مورخ خاں کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ 10 تاریخ ماہ مذکور برخوردار، برادر عبداللہ خاں پسر مہتر خاں نے مجھے ایک یشب کی صراحی پیش کی جو مرزا ولوغ بیگ گورگان کے عہد میں ان کے معزز نام سے بنی تھی۔ یہ ایک نادرالوجود اور خوب صورت چیز تھی۔ اس کا پتھر خالص اور بے حد سفید تھا۔ اس صراحی کی گردن کی گولائی میں مرزا کا مبارک نام اور ہجری سنہ "رقاع[2] تحریر" میں تھا۔ میں نے حکم دیا کہ صراحی کے لبوں پر میرا نام اور اکبر کا مبارک نام بھی کندہ کیا جائے۔ مہتر[3] خاں اس مملکت کا قدیم بندہ تھا۔ اس نے مرحوم بادشاہ ہمایوں کے ساتھ خدمت کرنے کا اعزاز پایا تھا اور میرے محترم والد اکبر کے زمانہ میں امیر کے منصب پر فائز تھا۔ وہ اسے اپنا ایک معتمد ملازم سمجھتے تھے۔ 16 تاریخ کو ایک فرمان جاری کیا گیا کہ سنگرام[4] کے ملک کو انعام میں میرے فرزند اسلام خاں، اسی مقصد کے لیے افضل خاں صوبہ دار بہار کے حوالہ کردیا جائے اسی تاریخ کو میں نے مہابت خاں کو 3,000 ذات اور 2,500 سوار اور یوسف خاں پسر حسین خاں ٹکریا کو 2,000 ذات اور 800 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ 24 تاریخ کو میں نے مہابت خاں امرا و دیگر افراد کو جو رانا کی مہم پر مامور کیے گئے تھے رخصت کیا۔ مذکورہ خان کو خلعت سے بھی نوازا گیا اور ایک مرصع تلوار، خاص ہاتھی اور گھوڑا بھی دیا گیا۔ ظفر خاں کو عَلم سے مشرف کرتے ہوئے ذاتی خلعت اور مرصع خنجر سے نوازا گیا۔ شجاعت خاں کو بھی عَلم پیش کر کے نوازا گیا اور میں نے اسے خلعت اور خاص ہاتھی سے مشرف کیا۔ راجہ بیر سنگھ کو خلعت عطا کی گئی اور ایک خاص گھوڑا بھی دیا گیا۔ منگلی خاں کو ایک گھوڑا اور مرصع خنجر عطا کیا گیا۔ نارائن داس کچھواہہ، علی قلی درمن اور ہزبر خاں تہمتن نے رخصت لی۔ بہادر خاں اور معزالملک بخشی کو مرصع خنجر دیا گیا اور اسی طرح تمام امرا اور سرداروں کو ان کے مرتبہ کے مطابق ہر ایک کو شاہی تحائف سے نوازا گیا۔ دن کا ایک پہر گزرنے کے بعد جب خان خاناں جسے میرے اتالیق

---

1. متن میں "شمشیری" جو غلط ہے مخطوطہ میں شستری (شوشتری) ہے جو درست ہے۔ بلاک مین، صفحات 208-209

2. رقاع ایک طرز تحریر ہے جسے ابن مقلہ نے ایجاد کیا تھا۔ دیکھیے بلاک مین، صفحات 100-99

3. اصل نام انیس الدین تھا، بلاک مین، ص 417

4. یہ کھڑگ پور کے راجہ سنگرام ہوں گے جو باغی تھے۔ بلاک مین، ص 446 اور حاشیہ۔



Marfat.com

ہونے کا اعلیٰ شرف حاصل تھا، برہان پور سے آئے اور میری خدمت میں حاضری دی۔ مسرت و شادمانی سے وہ اس قدر مغلوب ہوچکے تھے کہ انھیں یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کیسے آئے۔ وہ متحیرانہ میرے قدموں میں گر پڑے۔ سرپرستی اور کرم گستری سے میں نے ان کا سر اٹھایا اور محبت سے سینہ سے لگا لیا اور ان کے چہرہ کا بوسہ لیا۔ وہ میری نذر کے لیے دو لڑی موتیوں کی، کچھ لعل و زمرد و جواہرات جن کی قیمت تین لاکھ روپیوں کی تھی، لائے تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے میرے سامنے اور بھی بیش بہا قیمتی اشیا پیش کیں۔ 17 جمادی الاول کو وزیر خاں جو بنگال کا دیوان تھا آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ اس نے 60 ہاتھی نر و مادہ اور ایک قطبی لعل[1] نذر میں پیش کیا۔ چونکہ وہ قدیم ملازمین میں تھا اور ہر ذمہ داری ادا کرتا تھا میں نے حکم دیا کہ وہ میری حاضری میں رہے۔ چونکہ قاسم خاں اور اس کے بڑے بھائی اسلام خاں، ایک ساتھ امن سے نہیں رہ سکے، میں نے اول الذکر کو اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا تھا وہ کل آیا اور حاضری دی۔ 22 تاریخ کو آصف خاں نے مجھے ایک لعل جس کا وزن سات ٹانک تھا اور جسے اس کا بھائی ابوالقاسم بندرگاہ کھمبے سے پچھتر ہزار روپیوں میں لایا تھا، مجھے نذر میں پیش کیا۔ دلیپ رائے پسر رائے رائے سنگھ نے بڑی غلطی کی تھی لیکن چونکہ اس نے میرے فرزند خاں جہاں کے یہاں پناہ لی تھی اس کے جرائم معاف کردیے گئے اور میں نے دیدہ و دانستہ اس کی تقصیروں کو معاف کردیا۔ 24 تاریخ کو خان جہاں کے فرزندان جو اس کے بعد آئے تھے حاضر ہوئے اور 2,5000 روپے نذر میں پیش کیے۔ اسی دن مذکورہ خاں نے نوے ہاتھی نذر میں پیش کیے۔ جمعرات یکم جمادی الثانی میرے شمسی سال کی وزن کرنے کی تقریب مریم زمانی کے گھر منائی گئی۔ کچھ روپے میں نے عورتوں میں تقسیم کردیے اور حکم دیا کہ بقیہ روپے ممالک محروسہ کے فقرا میں تقسیم کردیے جائیں۔ 4 تاریخ ماہ مذکور میں نے دوانین (دیوانیان) کو حکم جاری کیا کہ ایک جاگیر اس کے منصب کے مطابق 7,000 روپے خاں اعظم کو پیش کیے جائیں۔

آج کے دن ایک دودھ دینے والی ہرنی کو پیش کیا گیا، وہ ہر ایک کو آسانی سے دودھ نکالنے دیتی تھی۔ روزانہ چار سیر دودھ دیتی تھی۔ میں نے اس طرح کی بات پہلے

---

[1] راجرس نے ترجمہ میں لفظ قبطی یعنی مصری کو ترجیح دی۔ بعد میں غلط نامہ کے ذریعہ اس کی تصحیح کردی ہے۔ دیکھیے توزک، جلد اول، ص 448



Marfat.com

کبھی نہ سنی اور نہ دیکھی تھی۔ ہرن، گائے اور بھینس کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ دمے کے مرض میں یہ بہت فائدہ مند ہے۔ اس ماہ کی گیارہ تاریخ کو راجہ مان سنگھ نے رخصت چاہی تاکہ وہ دکن کی فوج مکمل کرسکیں جس پر ان کو متعین کیا گیا تھا اور اپنے وطن آمبیر بھی جاسکیں۔ میں نے ان کو اپنا ایک نرہاتھی، جس کا نام ہوشیار مست تھا دے کر رخصت کیا۔ دوشنبہ 12 کو چونکہ مرحوم بادشاہ اکبر کی برسی تھی، اس تقریب کے لیے مقررہ اخراجات کے علاوہ میں نے 4,000 روپے مزید بھیجے تاکہ فقرا، درویشوں کو جوان روشن خیال بزرگ کے مقبرہ میں موجود ہوں تقسیم کردیا جائے۔ اس دن میں نے عبداللہ پسر اعظم خاں کو سرفراز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور عبدالرحمٰن پسر قاسم خاں کو تربیت خاں کا خطاب دیا۔ منگل 13 تاریخ کو میں نے خسرو کی بیٹی کو بلا بھیجا۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ اس قدر رہ چکی تھی کہ اسے کوئی اور یاد نہیں تھا۔ منجم کہا کرتے تھے کہ اس کی آمد (پیدائش) اس کے باپ کے لیے مبارک نہیں لیکن میرے لیے مبارک ہوگی۔ بالآخر یہ معلوم ہوگیا کہ انھوں نے درست ہی کہا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ مجھ کو اسے تین سال کے بعد دیکھنا چاہیے۔ میں نے اسے اس وقت دیکھا جب وہ اس عمر سے گزر چکی تھی۔ 21 تاریخ ماہ مذکور کو، خان خاناں نے فیصلہ کیا کہ نظام الملک کے صوبہ کو خالی کرالے جس میں مرحوم اکبر بادشاہ کے بعد شورش پیدا ہوگئی تھی اور تحریراً اس نے کہا تھا "اگر میں اس خدمت کو دو سال میں انجام نہ دے سکا تو میں اس کا مجرم گردانا جاؤں، اس شرط پر کہ جو فوج بھیجی جاچکی تھی اس کے علاوہ 12,000 مزید گھڑسوار اور دس لاکھ روپے مزید مجھے بھیجے جائیں" میں نے فوج کے لیے روپیوں کے انتظام کا حکم جاری کردیا کہ جلد انھیں تیار کرکے بھیج دیا جائے۔ 26 کو مخلص خاں بخشی احدیان کو صوبہ دکن کا بخشی مقرر کیا گیا اور میں نے اس کی جگہ ابراہیم حسین خاں میر بحر کو دے دی۔ یکم رجب کو پیشرو خاں اور کمال خاں جو میرے حضور میں مستقل خدمت گزاری کے لیے مامور تھے وفات پا گئے۔ شاہ طہماسپ نے پیشرو خاں کو میرے دادا (ہمایوں) کو بطور غلام پیش کیا تھا۔ ان کا نام سعادت تھا۔ جب مرحوم اکبر بادشاہ کے زمانہ میں وہ ترقی پاکر داروغہ اور مہتر فراش خانہ بنے تو ان کو پیشرو خاں کا خطاب ملا تھا۔ وہ اس خدمت میں بہت ماہر تھے۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک لباس تھا جو ان کی قابلیت کے قد پر



Marfat.com

چڑھادیا گیا تھا۔ جب وہ نوے سال کی عمر کے تھے تو بھی وہ ایک 14 سال کے بچے سے زیادہ پھرتیلے تھے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ میرے دادا، والد اور میری ملازمت میں رہے۔ جب تک وہ مر نہیں گئے وہ ایک لمحہ بھی شراب کے نشہ سے خالی نہیں رہے۔

آلودہ شراب فغانی[1] بخاک رفت

آہ از ملائیکش کفن تازہ بوکنند[2]

(ترجمہ) فغانی شراب میں غرق ہوکر خاک میں مل گیا۔ افسوس کہ فرشتے اس کے کفن سے تازہ بو پا رہے ہیں۔

اس نے پندرہ لاکھ روپے چھوڑے اس کا ایک بہت احمق بیٹا تھا جس کا نام رعایت تھا۔ اس کے والد کی خدمات کے پیش نظر میں نے فراش خانہ کے نصف حصہ کا انتظام اس کے ذمہ کیا اور نصف کا تحمک خاں کو۔ کمال خاں ایک غلام تھا جو میری خدمت بہت خلوص سے کرتا تھا۔ وہ دہلی کے کلال ذات کا تھا۔ اس کی بڑی ایمانداری اور اعتماد کی وجہ سے میں نے اسے بکاول بیگی (داروغہ باورچی خانہ) بنا دیا۔ ایسے ملازم کم ہی ملتے ہیں۔ اس کے دو بیٹے تھے دونوں کے ساتھ میں نے بہت اچھا سلوک کیا لیکن اس (کمال خاں) جیسے دوسرے کہاں! ماہ مذکور کی 2 تاریخ کو لال کلاونت[3] جو بچپن سے میرے والد کی خدمت میں پلا تھا اور جس نے ان کو ہندی زبان کے صوتی آہنگ کو سکھایا تھا، 65 یا 70 سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس کی کنیزوں میں سے ایک نے افیون کھاکر خودکشی کرلی۔ مسلمانوں میں شاید ہی عورتوں نے ایسی وفاداری دکھلائی ہو۔

ہندستان اور خاص کر صوبہ سلہٹ جو (صوبہ بنگال) کے تابع ہے یہ دستور تھا کہ اس جگہ کے لوگ اپنے بچوں میں سے کچھ کو مخنث کر کے مال واجی کی جگہ ان کو گورنر (صوبہ دار) کے سامنے پیش کردیتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ رسم دوسرے صوبوں میں بھی

---

1. فغانی ایک مشہور شاعر اور بے نوش تھا۔ دیکھیے ریو، جلد دوم، ص 561، اسپرنگر نے اودھ کیٹلاگ، ص، 403 پر فغانی کے معنی گریہ وزاری دیے ہیں اور یہ شعر ذومعنی ہے۔

2. ایلیٹ کے مخطوطہ اور برٹش میوزیم کے مخطوطہ میں دوسری سطر کا ترجمہ یوں ہے: "افسوس کہ فرشتوں نے اس کا کفن دوسری خوشبو کا بنادیا۔" فرشتوں سے مراد منکر اور نکیر ہیں۔

3. بلاک مین، ص 612



Marfat.com

اختیار کرلی گئی اور اس طرح ہر سال کچھ بچے تباہ کیے جاتے ہیں اور افزائش نسل سے محروم کردیے جاتے ہیں۔ اس وقت میں نے حکم دیا کہ اب کوئی بھی یہ شرمناک دستور نہ اپنائے اور نوجوان مخنثوں کی تجارت کو مکمل طور پر ختم کردیا جائے۔ اسلام خاں اور دوسرے صوبے داران بنگال کو فرمان بھیجے گئے کہ جو بھی اس قسم کی حرکت کرے اسے سزائے موت دی جائے اور یہ کہ کم عمر کے مخنثوں کو پکڑ لیا جائے جو کسی کے قبضہ میں ہوں۔ پچھلے بادشاہوں میں کسی نے بھی اس میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ اللہ پاک کی مہربانی سے کم عرصہ میں یہ قابل اعتراض رسم مکمل طور پر ختم کردی جائے گی۔ مخنثوں کی تجارت ممنوع ہونے کی وجہ سے کسی کی ہمت اس ناخوشگوار اور بے سود کام کرنے کی نہیں ہوگی۔ میں نے خان خاناں کو شاہ طہماسپ کے بھیجے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک سمندی (لاکھی) گھوڑا پیش کیا۔ یہ میرے ذاتی اصطبل کے گھوڑوں میں سب سے بہتر تھا۔ وہ اسے پاکر اتنا خوش ہوا کہ اس کا بیان مشکل ہے۔ سچ یہ ہے کہ اس ڈیل ڈول کا خوب صورت گھوڑا مشکل ہی سے ہندستان میں آتا ہے۔ میں نے اسے فتوح نامی ہاتھی بھی دیا۔ جنگ میں اس کا کوئی ثانی نہیں اور وہ بیس دوسرے ہاتھیوں سے لڑ سکتا ہے۔

چونکہ کشن سنگھ نے جو مہابت خاں کے ساتھ تھا، قابل ستائش خدمت انجام دی تھی اور رانا کے آدمیوں سے جنگ کرتے ہوئے پاؤں میں بھالا لگ جانے کی وجہ سے زخمی ہوگیا تھا اور اس کے بیس امیر کام آئے تھے اور 3,000 گرفتار کرلیے گئے تھے، میں نے اسے ترقی دے کر 2,000 ذات اور 1,000 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ ماہ مذکور کی 14 تاریخ کو میں نے مرزا غازی کو حکم جاری کیا کہ وہ قندھار پہنچے۔ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جیسے ہی مرزا مذکور بھکر سے اس صوبہ کی طرف روانہ ہوا اس صوبہ کے صوبہ دار سردار خاں کی موت کی خبر ملی۔ سردار خاں میرے چچا محمد حکیم کے مستقل ملازمین میں ایک تھا اور تختہ بیگ[1] کے نام سے مشہور تھا۔ میں نے اس کے منصب کا نصف اس کے بیٹوں کو دے دیا۔

دوشنبہ 17 تاریخ کو میں پیدل، مرحوم روشن دماغ بادشاہ (اکبر) کے مقبرے پر گیا۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو میں پلکوں اور سر کے بل راستہ طے کرتا۔ میرے محترم والد،

---

1. بلاک مین، ص 469



Marfat.com

میری پیدائش کی وجہ سے، فتح پور (سیکری) سے اجمیر تک خواجہ معین الدین سنجری چشتی کی درگاہ تک پیدل زیارت کے لیے گئے تھے جو 120 کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اگر میں نے یہ راستہ بسر و چشم طے کیا تو کیا کیا! جب مجھے اس زیارت کا شرف ملا تو میں نے عمارت دیکھی جو ان کے مزار پر تعمیر کی گئی تھی۔ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ کس قسم کی ہوگی۔ اس کا فیصلہ تو دنیا کے مسافران ہی کر سکتے ہیں کہ دنیا میں اس طرح کی عمارت کوئی اور بھی ہے یا نہیں۔ چونکہ اس عمارت کی تعمیر کے وقت بدبخت خسرو کا معاملہ درپیش تھا میں لاہور روانہ ہوگیا اور ماہرین عمارت نے اپنے نقشہ کے مطابق اس کی تعمیر کردی۔ آخرکار ایک حد تک اخراجات ہوئے۔ تین چار سال تک کام چلتا رہا اور ایک بڑی رقم صرف ہوئی۔ میں نے حکم دیا کہ ماہرین عمارات تجربہ کار لوگوں کی صلاح کے مطابق ایک منصوبہ کے تحت دوبارہ بنیاد رکھیں۔ آہستہ آہستہ ایک عظیم عمارت کھڑی ہوگئی اور ایک بہت خوشنما باغ مقبرہ کی عمارت کے چاروں طرف بنایا گیا اور ایک اونچا اور بڑا دروازہ جس میں مینارے بنے ہوئے تھے سفید پتھر سے تعمیر کیا گیا۔ مختصر یہ کہ لوگوں نے مجھے بتلایا کہ اس عظیم عمارت کی تعمیر پر پندرہ لاکھ روپے جو 50,000 ایرانی تومان اور 45,00000 جورائج الوقت خانی (روپے) کے برابر تھا۔

اتوار 23 کو میں درباریوں کے ایک گروہ کے ساتھ حکیم علی[1] کے گھر، اس تالاب کو دیکھنے گیا جسے لاہور کے تالاب کی نقل میں میرے والد نے بنوایا تھا۔ یہ تالاب چھ گز لمبا اور چھ گز چوڑا ہے۔ اس کے ایک طرف خوب روشن کمرہ بنایا گیا ہے جس کا داخلہ پانی میں سے ہے مگر پانی اس میں نہیں داخل ہوتا۔ دس بارہ آدمی یہاں یکجا ہوسکتے ہیں۔ اس نے مجھے نقد اور جواہرات کی نذر پیش کی جو اس کے زمانہ میں اکٹھا[2] ہوئی تھی۔ کمرہ کا معائنہ کرنے اور کئی درباریوں کے وہاں آجانے کے بعد میں نے اس کا منصب 2,000 کا کردیا اور واپس محل لوٹ آیا۔ اتوار 14 شعبان کو خان خاناں کو ایک مرصع تلوار میان دار، ایک خلعت اور ایک ہاتھی سے سرفراز کیا اور دکن کے فرائض کی انجام دہی کے لیے رخصت کردیا۔ راجہ سورج مل سنگھ جو اس کے ساتھ اس خدمت کے لیے کردیا گیا تھا، 3,000 ذات اور 2,000 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ چونکہ میرے سامنے پھر

---

1. بیورج کے متن میں غیر واضح ہے لیکن اشاریہ میں حکیم علی ملتا ہے۔ مترجم
2. "جو روپے اور اشیا وہ اس وقت پیش کر سکتا تھا،" ایلیٹ جلد ششم، ص 320



Marfat.com

عرض داشت پیش کی گئی کہ مرتضیٰ خاں کے بھائی اور ملازمین احمد آباد، گجرات کی رعیت اور عوام کو ستا رہے ہیں اور وہ ان عزیزوں کو روکنے میں ناکام ہے، میں نے اس صوبہ کو اس سے منتقل کر کے اعظم خاں کے سپرد کردیا اور آخرالذکر کو حکم دیا گیا کہ وہ دربار میں حاضر ہو اور اس کی جگہ اس کا بڑا بیٹا جہانگیر قلی خاں اس کی جگہ پر نائب کی حیثیت سے گجرات جائے۔ جہانگیر قلی کا منصب 3,000 ذات اور 2,500 سوار مقرر کیا گیا۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ موہن داس دیوان اور مسعود بیگ حمزانی بخشی کے ساتھ مل کر وہ صوبہ کا انتظام سنبھالے۔ موہن داس کو ترقی دے کر 800 ذات اور 300 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا اور مسعود بیگ کو 300 ذات اور 150 سوار کا منصب دار بنایا گیا۔ تربیت خاں جو ذاتی ملازمین میں ایک ہے اس کے منصب کو 700 ذات اور 400 سوار کیا گیا۔ نصراللہ کو بھی یہی منصب ملا۔ مہتر خاں جن کے حالات لکھے جاچکے ہیں اسی زمانہ میں انتقال کر گئے۔ میں نے ان کے فرزند مونس خاں کو ترقی دے کر 500 ذات اور 130 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ بدھ 4 ذی الحجہ کو خسرو کی بیوی کو جو خان اعظم کی بیٹی ہے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام بلند اختر رکھا۔ 6 تاریخ ماہ مذکور کو مقرب خاں نے ایک تصویر بھیجی (ایک رپورٹ کے ساتھ کہ یورپین لوگوں کا یقین ہے کہ یہ تصویر تیمور کی ہے، جس زمانہ میں یلدرم بایزید ان کی فاتح فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، ایک عیسائی (نظارین[1]) جو اس زمانہ میں قسطنطنیہ کا حکمراں تھا، ایک ایلچی معہ تحائف اور پیشکش ایک اطاعت گزار کی طرح بھیجا تھا اور مصور بھی اس ایلچی کے ہمراہ گیا تھا اس نے تصویر بنائی اور ساتھ لایا تھا۔ اگر یہ کہانی درست ہے تو اس سے بہتر تحفہ مجھے نہیں پیش کیا جاسکتا تھا، لیکن چونکہ اس تصویر کی شباہت اس کی کسی بھی اولاد سے نہیں ملتی تھی، میں اس بیان کی صداقت تسلیم نہیں کر سکا۔

---

1. بظاہر جس شخص کو نظارین کہا گیا ہے وہ قسطنطنیہ کا بادشاہ تھا، لیکن کیا یہ اصل تصویر تھی جو White اور Devy کے ترجمہ، تیمور انسٹی ٹیوٹ میں موجود ہے۔



Marfat.com

# سال چہارم جلوس مبارک کا جشن

14 / ذی الحجہ 1017ھ (مطابق 21/ مارچ 1609) جب عظیم سیارہ جو تمام عالم کو منور کرتا ہے ستاروں کے جھرمٹ سے نکل کر حمل میں داخل ہوا تو سال نو، دنیا کو تابناکی دینے والا، مبارک سلامت اور مسرت و شادمانی کے ساتھ شروع ہوا۔ جمعہ 5 محرم 1018ھ کو حکیم علی کا انتقال ہوگیا۔ وہ ایک بے مثال معالج تھے۔ انھوں نے عربی علوم سے بہت استفادہ حاصل کیا تھا۔ انھوں نے میرے والد کے زمانہ میں ایک شرح (ابی سینا) کے اصول پر لکھی تھی۔ وہ ایک سمجھ دار آدمی سے زیادہ محنتی شخص تھے جیسے ان کا سراپا ان کی طبیعت سے زیادہ بہتر تھا۔ ان کی اکتسابی استعداد ان کی ذہانت سے بڑھ کر تھی۔ مختصراً وہ ایک بڑے دل اور خراب مزاج کے آدمی تھے 20 کو صفر میں نے مرزا برخوردار کو خان عالم کے خطاب سے سرفراز کیا، لوگوں نے میرے سامنے فتح پور کے قریب سے لاکر ایک تربوز پیش کیا۔ اس سے بڑا تربوز میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کو وزن کرنے کا حکم دیا اور یہ 33 سیر کا پایا گیا۔ دوشنبہ 19 ربیع الاول کو میرا سالانہ قمری جشن وزن (تلادان) میری والدہ محترمہ کے مکان پر منایا گیا۔ روپیوں کا ایک حصہ ان عورتوں میں تقسیم کردیا گیا جو وہاں اس روز موجود تھیں۔

چونکہ یہ بات واضح تھی کہ صوبہ دکن کے معاملات کو چلانے کے لیے ضروری تھا کہ کسی شاہ زادہ کو وہاں بھیجا جائے، مجھے خیال آیا کہ اپنے بیٹے (پرویز) کو وہاں بھیج دینا جانا چاہیے۔ میں نے حکم دیا کہ اس کا اسباب وہاں بھیج دیا جائے اور اس کی روانگی کا وقت مقرر کردیا جائے۔ میں نے مہابت خاں کو دربار میں حاضری کا حکم دیا جسے باغی رانا کے خلاف فوجی مہم کا سربراہ بنایا گیا تھا تاکہ وہ ہیڈکوارٹر پر بعض معاملات کو درست کرسکے۔ اس کی جگہ عبداللہ خاں کو مقرر کیا گیا جسے میں نے فیروز جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ میں نے عبدالرزاق بخشی کو اس حکم کے ساتھ اس فوج کے تمام منصب داروں کے پاس روانہ کیا تاکہ مذکورہ خان کے احکام کی تعمیل سے وہ گریز نہ کریں اور اس کے تمام اچھے برے احکام کی طرف توجہ دیں۔ 4 جمادی الاول کو گڈریوں میں سے ایک نے جو ایک خاص قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، میرے سامنے ایک خصّی (بکرا) پیش کیا جو ایک مادہ کی طرح تھن رکھتا تھا اور روزانہ اتنا دودھ دیتا تھا کہ کافی کے پیالہ کے ساتھ ساتھ پیا جاسکے[1]۔

---

[1] غالباً اس سے مراد کافی کے اس دودھ سے ہے جس سے کافی کا ایک پیالہ تیار ہوسکے۔



Marfat.com

چونکہ دودھ اللہ کی نعمتوں میں ایک ہے اور بہت سے جانوروں کی نشوونما کا ایک ذریعہ ہے میں نے اس عجیب و غریب بات کو نیک شگن جانا۔

تاریخ 6 ماہ مذکور کو خرم، پسر خان اعظم کو 2,000 ذات اور 1,500 سوار کا منصب عطا کر کے میں نے اسے سورت کی حکومت پر جو جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) کے نام سے معروف ہے روانہ کیا، میں نے حکیم صدرا کو مسیح الزماں[1] کے خطاب سے سرفراز کیا اور 500 ذات اور 300 سوار کا منصب عطا کیا۔

16 تاریخ کو ایک تلوار مرصع مع نیام کے راجہ مان سنگھ کو بھیجی گئی۔

22 تاریخ کو 20 لاکھ روپے دکن کی فوج کے اخراجات کو دینے کے بعد، جو پرویز کے لیے حکم کیا گیا تھا، ایک علاحدہ پانچ لاکھ کا مزید خزانہ، پرویز کے نجی اخراجات کے لیے دیا گیا۔

25 تاریخ کو چہار شنبہ کے دن جہاندار (اس کا فرزند) جو اس سے پہلے قطب الدین خاں کوکہ کے ساتھ بنگال میں متعین تھا میرے پاس حاضر ہوا۔ حقیقت میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ پیدائشی مجذوب[2] ہے، چونکہ ذہنی طور پر میں دکن کی مہم کے لیے تیار ہو چکا تھا، یکم جمادی الآخر کو میں نے امیرالامرا کو اس مہم کے لیے نامزد کیا۔ اسے ایک خلعت اور گھوڑا بھی دیا۔ جگناتھ کے بیٹے کرم چند کو ترقی دے کر 2,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا اور اسے پرویز کے ساتھ بھیج دیا۔ 4 تاریخ کو (ماہ مذکور) 370 احدی گھڑسواروں کی تقرری عبداللہ خاں کے ساتھ کی گئی تاکہ وہ رانا کے خلاف جانے والی فوج کی مدد کر سکے۔ ایک ہزار گھوڑے بھی سرکاری اصطبل سے روانہ کیے گئے تاکہ منصب داروں اور احدیوں کو جسے وہ مناسب سمجھے، دے دے۔ 17 تاریخ کو میں نے ایک لعل جس کی قیمت 60,000 روپے تھی پرویز کو اور ایک دوسرا لعل جس میں دو موتی بھی تھے اور جس کی مالیت 40,000 روپے تھی خرم کو دیے۔ دوشنبہ 28 تاریخ کو جگناتھ کو ترقی دے کر 5,000 ذات اور 3,000 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا اور آٹھ رجب کو

---

1۔ ایک ہمعصر لیکن گمنام مصنف کے مطابق جس کا حوالہ ایلیٹ نے جلد ششم، ص 448 پر کیا ہے۔ یہ انعام خسرو کی آنکھ کو دوبارہ اچھا کرنے پر دیا گیا۔

2۔ متن میں مجذوب مادرزاد، غالباً اس کے معنی ہیں کہ وہ ایک پیدائشی احمق ہے۔ راجرس انگریزی ترجمہ۔ مجذوب کے لفظی معنی ہیں خدا کی محبت میں ڈوبا ہوا، آپ سے گذرا ہوا، یاد الٰہی میں مدہوش (مترجم)



Marfat.com

رائے جے سنگھ کو ترقی دے کر 4,000 ذات اور 3,000 کے منصب پر فائز کیا گیا اور دکن کی مہم پر مامور کیا گیا۔ جمعرات 9 تاریخ کو شاہزادہ شہریار گجرات سے آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔

منگل 4 تاریخ کو میں نے اپنے بیٹے پرویز کو دکن کی فتح کی مہم پر روانہ کیا۔ اسے ایک خلعت فاخرہ، ایک خاص گھوڑا، ایک خاص ہاتھی، ایک تلوار اور مرصع خنجر سے نوازا گیا۔ سرداران اور امرا جو اس کے ساتھ متعین کیے گئے تھے، ہر ایک کو ان کے مرتبے کے مطابق ایک گھوڑا، خلعت، ہاتھی، تلوار اور مرصع خنجر سے نواز کر کے خوش کیا گیا۔ میں نے ایک ہزار احدیوں کی تقرری بھی کی تاکہ وہ پرویز کے پاس دکن کی مہم کے وقت حاضر رہیں۔ اسی وقت عبداللہ خاں کی عرض داشت موصول ہوئی کہ رانا کا پہاڑی ملک اور بنجر علاقوں میں تعاقب کرتے ہوئے اس نے کئی ہاتھی اور گھوڑے پکڑ لیے ہیں۔ رات کے وقت وہ بمشکل اپنی جان بچاکر فرار ہونے میں کامیاب ہوسکا۔ چونکہ اس کا ناطقہ بند کردیا گیا ہے اس لیے جلد ہی اسے گرفتار کرلیا جائے گا یا مار دیا جائے گا۔ میں نے خان مذکور کو 5,000 ذات کا منصب اور ایک موتیوں کی مالا، اور دس ہزار روپے پرویز کو دیے۔ چونکہ میں نے صوبہ خاندیش اور برار مذکورہ بیٹے کو دے دیا تھا۔ اسے قلعہ اسیر (گڑھ) کی ذمہ داری بھی سونپ دی اور اسے 300 گھوڑے بھیجے تاکہ احدیوں، منصب داروں اور جسے بھی وہ لطف و کرم کے لائق سمجھے تقسیم کردے۔

26 تاریخ کو سیف خاں بارہہ کو 2,500 ذات اور 1,500 سوار کا منصب عطا کرتے ہوئے سرکار حصار کی فوجداری سونپی۔ دوشنبہ 4 شعبان کو ایک ہاتھی وزیر خاں کو دیا گیا۔

جمعرات 22 کو میں نے حکم جاری کیا کہ چونکہ بانگ اور بوزہ (چاول کی شراب) نقصان دہ ہے اس کی فروخت بازار میں نہ کی جائے اور جوئے بازی کو بھی بند کردیا جائے۔ ان امور پر میں نے سخت احکامات جاری کیے۔ 25 تاریخ کو میرے ذاتی جانوروں کے پنجرہ سے ایک شیر ایک سانڈ سے جنگ کرنے کے لیے لایا گیا۔ بہت سے لوگ اس تماشہ کو دیکھنے کے لیے جمع ہوئے۔ ان کے ساتھ جوگیوں کا بھی ایک گروہ تھا۔ ان میں سے ایک جوگی برہنہ تھا۔ شیر بغرض کھیل، بغیر کسی غصہ کے اس کی طرف بڑھا اور جوگی کو زمین پر گرا دیا اور اس طرح کی حرکت کرنے لگا جیسے وہ اس کی مادہ ہو۔



Marfat.com

دوسرے دن اور کئی مواقع ایسی بات ہوئی۔ چونکہ اس طرح کی بات پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی اور یہ بے حد عجیب تھی اسے قلمبند کیا گیا۔[1] 2رماہ رمضان کو اسلام خاں کی درخواست پر، غیاث خاں[2] کو ترقی دے کر 1,500 ذات اور 800 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ ایک ہزار تولچہ سونا اور چاندی اور ایک ہزار روپے خیرات میں اس دن دیے گئے جب سورج کا قافلہ برج عقرب میں داخل ہوا جو عام ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق سنکرانت کہا جاتا ہے۔

ماہ مذکور کی 10 تاریخ کو شاہ بیگ یوزی[3] کو ایک ہاتھی دیا گیا اور سلام اللہ عرب کو جو ایک ممتاز نوجوان شخص ہے اور مبارک درفل[4] کا رشتہ دار (داماد) ہے۔ شاہ عباس کی اس سے بدگمانی کی وجہ سے وہ میرے پاس آیا۔ میں نے اس کی سرپرستی کی اور اسے 400 ذات اور 200 سوار کا منصب عطا کیا۔ مزید برآں میں نے ایک اور فوج جس میں 193 منصب دار، 46 احدی تھے، پرویز کی مدد کے لیے دکن روانہ کیے۔ 50 گھوڑے بھی دربار کے ایک معتمد ملازم کو سونپے گئے کہ وہ اسے پرویز تک پہنچا دے۔

جمعہ 13 تاریخ کو مجھے ایک خاص خیال آیا اور یہ منظوم غزل وجود میں آئی۔

---

1. یہ واقعہ اقبال نامہ، ص، 37 پر بھی موجود ہے جہاں بتلایا گیا ہے کہ یہ شیر ایک قلندر بطور تحفہ لایا تھا اس کا نام لال خاں تھا اور بالکل پالتو تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ شیر نے اپنے پنجوں اور جبڑوں سے اسے بالکل نقصان نہیں پہنچایا۔

2. مخطوطہ میں یہ نام "عنایت" ہے

3. انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181، میں شاہ بیگ خاں

4. سلام اللہ کا ذکر بعد میں ہے (راجرس، ص 178) اور اسے مبارک کا بھتیجا بتلایا گیا ہے جو درفل اور جوتا ملک کا حاکم تھا۔ اقبال نامہ، 38 پر اس کا ذکر ہے جہاں مبارک کو جزیہ اور سافل کا حکمراں لکھا گیا ہے۔ لیکن اقبال نامہ کے ایک مخطوطہ میں جو میرے پاس ہے صرف جزیہ اور جوننا کا ذکر ہے۔ میرا خیال ہے کہ جزیہ یقینی طور پر جو نیا یا جو نے ہوگا جو سر ولیم جونس کے مطابق جزیرہ جوہانہ یا نیزوان کے ناموں میں ایک ہے۔ (کامورو جزائر میں ایک) سفل یقیناً سوفالہ ہوگا جو افریقہ کے مشرقی ساحل کا ایک شہر ہے۔ سر ولیم جونس جوہانہ میں اترے تھے اور اس کا مفصل حال لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ان کی کتابیں) اقبال نامہ کے مطابق سلام اللہ نے خود کو شراب سے ہلاک کر لیا۔ اس کے متعلق مختصر حال، مآثر الامرا، ص ۱۸۰ پر ملتا ہے جہاں بتلایا گیا ہے کہ وہ اپنے خطاب شجاعت خاں کے نام سے معروف تھا۔



Marfat.com

من چوں کنم کہ تیر غمت بر جگر رسد | تا چشم نارسیدہ دگر بر دگر رسد
مستانہ می خرامی و مست تو عالمی | سندم کنم کہ مبادا نظر رسد
در وصل دوست مستم ودر ہجر بے قرار | داد از چنیں غمی کہ مرا سر بسر رسد
مدہوش گشتہ ام کہ بپوئم رہ وصال | فریاد ازاں زماں کہ مرا ایں خبر رسد
وقت نیاز و عجز جہانگیر ہر سحر | امید آنکہ شعلہ نور اثر رسد

(ترجمہ) میں کیا کروں کیونکہ تیرے کھو دینے کے غم کے تیر نے میرے جگر کو چیر ڈالا ہے۔ یہاں تک کہ بد نظر مجھ تک دوبارہ نہ آکر دوسروں تک جاسکتی ہے، تو اس طرح محو خرام ہے جیسے تمام عالم مست ہوجائے۔ میں دوست کے وصل سے مست ہوجاتا ہوں اور اس کے ہجر میں بے قرار۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ غموں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ میں دیوانہ ہوگیا ہوں کہ کسی طرح وصال حاصل کروں۔ تف ہے اس وقت پر جس نے مجھے اس حال میں ڈال دیا ہے۔ اے جہانگیر عجز و نیاز و بندگی کا وقت سحر کے وقت ہوتا ہے۔ امید یہی ہے کہ نور کے شعلہ (تجلی الٰہی) کا اثر تجھے بھی پہنچے گا۔

یک شنبہ 15 تاریخ کو میں نے 50,000 روپے بطور ساچق مظفر حسین مرزا کی بیٹی کے گھر بھیجا جو پسر بہرام مرزا پسر مرزا اسماعیل صفوی تھا اور اپنے بیٹے خرم کی شادی کے لیے اس سے مطالبہ کیا تھا۔ 17 تاریخ ماہ مذکور کو مبارک خاں سروانی کو 1,000 ذات اور 300 سوار کا منصب دے کر سرفراز کیا۔ اسے 5,000 روپے بھی دیے گئے اور 4,000 روپے حاجی بیگ ازبیک کو دیے گئے۔ 22 تاریخ ماہ مذکور کو ایک لعل اور موتی شہریار کو دیے گئے۔ ایک ہزار روپے اویماق (خاص سوار فوج) کے رکھ رکھاؤ کے لیے دیے گئے جسے دکن میں مامور کیا گیا تھا، فرخ بیگ مصور کو جس کا ثانی اس زمانہ میں کوئی نہیں ہے 2,000 روپے دیے گئے۔ 4,000 روپے بابا شاہ ابدال کے اخراجات کے لیے دیے گئے۔ ایک ہزار روپے ملا علی احمد مہرکن اور ملا روز بیہان شیرازی کو دیے گئے تاکہ اسے حضرت شیخ سلیم کے سالانہ عرس کے موقعہ پر ان کے مقبرہ پر خرچ کریں۔ ایک ہاتھی محمد حسین کاتب اور 1,000 روپے خواجہ عبدالحق انصاری کو دیے گئے۔ میں نے دیوانیان کو احکام جاری کیے کہ مرتضیٰ خاں کے منصب میں اضافہ کرکے 5,000 ذات اور سوار کیا گیا ہے۔



Marfat.com

انھیں ایک جاگیر دی جائے۔ میں نے بہاری چند قانون گو سرکار آگرہ کو حکم دیا کہ وہ 1,000 پیادوں اور زمینداران سے ساز و سامان لے کر اور ان کی ماہانہ تنخواہ مقرر کر کے پرویز کے پاس ان کو بھیج دے۔ پانچ لاکھ روپے مزید پرویز کے اخراجات کے لیے مقرر کیے گئے۔ جمعرات 4 شوال کو اسلام خاں کو 5,000 ذات اور 3,000 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ ابوالولی بیگ ازبیک کو 1,500 اور ظفر خاں کو 2,500 کا منصب دیا گیا۔ 2,000 روپے مرزا شاہ رخ اور ایک ہزار روپے پٹھان مصر کو عطا کیے گئے۔ میں نے حکم دیا کہ سب کو نقارے دیے جائیں کیونکہ سب کے منصب 3,000 سے اوپر ہیں۔ میرے وزن کے روپیوں میں سے 5,000 روپے مزید بابا حسن ابدال پر پُل بنانے کے لیے ابوالوفا پسر حکیم ابوالفتح کو دیے گئے تاکہ وہ پوری کوشش کر کے پل اور مذکورہ عمارت کو مکمل اور مضبوط حالت میں رکھ سکے۔

شنبہ 13 تاریخ کو جب دن کی چار گھڑیاں باقی تھیں، چاند کو گہن لگنے لگا۔ آہستہ آہستہ پورا چاند گہنا گیا اور یہ رات کی پانچ گھڑیوں کے گزر جانے تک جاری رہا۔ اس کے برے اثرات سے بچنے کے لیے میں نے خود کو سونے، چاندی اور اناج میں وزن کروایا۔ ہر طرح کے جانور جیسے ہاتھی، گھوڑے وغیرہ جن کی قیمت 1,5000 روپے تھی خیرات میں دیے اور میں نے حکم دیا کہ ان کو غربا اور مستحقین میں تقسیم کیا جائے۔

25 تاریخ کو رام چند بندیلا کی درخواست پر میں نے اس کی بیٹی کو اپنی خدمت میں قبول کیا۔ میں نے میر فاضل جو میر شریف کا بھتیجا تھا ایک ہاتھی دیا۔ اسے قبولہ اور اس کے علاقہ کا فوجدار مقرر کیا گیا تھا۔ عنایت اللہ کو عنایت خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ بدھ تاریخ یکم ذی قعدہ کو بہاری چند 500 ذات اور 300 سوار کے منصب سے سرفراز کیا گیا۔ ایک خنجر جو جواہرات سے مرصع تھا اپنے بیٹے بابا خرم کو دیا۔ ملا حیاتی جس کے ذریعہ میں نے خان خاناں کو پیغام بھیجا تھا جس میں زبانی طور پر ہر قسم کی مہربانیوں اور محبت کا اظہار تھا، آیا اور میرے سامنے ایک لعل اور دو موتی رکھے جن کی قیمت 20,000 روپے تھی اور جسے خان خاناں نے اس کے ذریعہ بھیجا تھا۔ میر جمال الدین حسین جو برہان پور میں تھا اور جسے میں نے بلا بھیجا تھا، آیا اور میری خدمت میں



Marfat.com

حاضری دی۔ میں نے شجاعت خاں دکنی کو روپے پیش کیے۔ ماہ مذکور کی 6 تاریخ کو قبل اس کے کہ پرویز وہاں پہنچے، خان خاناں اور وہاں کے امرا کی ایک عرض داشت ملی کہ دکنی اکٹھا ہوگئے ہیں اور فساد برپا کر رہے ہیں۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا، باوجودیکہ پرویز کو نامزد کیا جاچکا تھا اور جو فوج اس کے ساتھ روانہ ہوچکی تھی اور اس کی خدمت میں دے دی گئی تھی ان کو اب بھی مدد کی ضرورت تھی۔ مجھے خیال آیا کہ مجھے خود جانا چاہیے اور اللہ کی مدد سے اس مہم کو تکمیل تک پہنچانا چاہیے۔ اس دوران آصف خاں کی بھی عرض داشت پہنچی کہ میری توجہ اس علاقہ کے لیے بہت ضروری ہے۔ عادل خاں بیجاپوری کی بھی عرض داشت ملی کہ دربار کے معتمدین میں سے کسی ایک کو وہاں مامور کردیا جائے تاکہ اس سے وہ اپنی خواہشات کا اظہار کرسکے اور وہ تمام باتیں مجھ تک پہنچا سکے۔ اس نے امید ظاہر کی کہ اس سے ان کے بندگان کا فائدہ ہوگا۔ اس وجہ سے میں نے اپنے امرا سے اور وفاداروں سے مشورہ کیا اور کہا کہ اس کے متعلق وہ جو بھی سوچتے ہوں بتلائیں۔ میرے فرزند خان جہاں نے عرض کیا کہ اب تک اتنے امرا دکن کی فتح کے لیے روانہ کیے جاچکے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ میں خود اس مہم پر جاؤں، اس نے عرض کیا کہ اگر اسے اجازت دی جائے تو وہ خود اس مہم پر جائے گا اور شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اگر اللہ کی مرضی ہوئی تو اس کی (شاہزادہ کی) خدمت کرتے ہوئے وہ فرض انجام دے گا۔ اس کی باتوں کو تمام وفاداروں نے تسلیم کیا۔ میں نے اس سے جدائی کو کبھی نہیں سوچا تھا لیکن چونکہ معاملہ اہم تھا میں نے مجبوراً اسے اجازت دے دی اور حکم دیا کہ جیسے ہی وہاں کے حالات درست ہوجائیں وہ بغیر تاخیر کے لوٹ آئے اور ایک سال سے زیادہ ان علاقوں میں نہ رہے۔ 17 ذی قعدہ کو بروز جمعرات وہ وہاں جانے کے لیے آزاد تھا۔ میں نے اس کو ایک خاص سنہری زری کی خلعت، ایک گھوڑا مع زین مرصع، ایک تلوار مرصع اور ایک خاص ہاتھی دیا۔ میں نے اسے طومان اور طوغ بھی عطا کیا۔ میں نے فداخان کو جو میرے وفادار ملازمین میں سے ایک تھا اور جسے میں نے خلعت، ایک گھوڑا اور اخراجات سے نوازتے ہوئے ترقی دے کر 1,000 ذات اور 400 سوار منصب کے اصل میں اضافہ کرکے سرفراز کیا۔ ہدایت کی کہ وہ خان جہاں کے ساتھ جائے تاکہ عادل خاں کے پاس اس کی درخواست کے مطابق، اگر کسی کو بھیجنے کی ضرورت



Marfat.com

ہو تو وہ بھیج سکے۔ لنکو پنڈت جو مرحوم اکبر بادشاہ کے عہد میں، عادل خاں کی طرف سے نذر لے کر حاضر ہوا تھا میں نے خان جہاں کے ساتھ جانے کی اجازت دی۔ اسے ایک گھوڑا، خلعت فاخرہ اور روپے بھی دیے۔ امرا اور سپاہی جو عبداللہ خاں کے ساتھ مقرر کیے گئے تھے تاکہ رانا کو مار بھگائیں، افراد جیسے بیر سنگھ دیو، شجاعت خاں، راجہ بکرماجیت اور دوسرے معہ چار یا پانچ ہزار سواروں کے، خان جہاں کی مدد کے لیے مقرر کیے گئے۔ میں نے معتمد خاں کو اس اعلان کے ساتھ بھیجا کہ میں نے اسے سزاول مقرر کیا ہے اور یہ کہ وہ خان جہاں کے ساتھ اجین میں سرگرم عمل ہوگا۔ محل کے لوگوں میں سے میں نے 6,000 یا 7,000 گھوڑے اس کے ساتھ بھیجے۔ سیف خان بارہہ، حاجی بے ازبیک، سلامت اللہ عرب جو مبارک عرب کے بھائی کا بیٹا تھا اور جس کے زیر نگیں صوبہ جوترا[1] دارفل اور قرب و جوار کے علاقے تھے اور دوسرے منصب دار درباری، کو رخصت کرتے وقت میں نے ہر ایک کے منصب میں اضافہ کر کے خلعت فاخرہ عطا کی اور ان کے اخراجات کے لیے روپے دیے۔ محمد بیگ کو فوج کا بخشی مقرر کرتے ہوئے میں نے اسے دس لاکھ روپے اس کے ساتھ کر دیے۔ میں نے پرویز کو ایک خاص گھوڑا، خان خاناں، دوسرے امرا اور عہدہ داران کو جو اس صوبہ میں مامور کیے گئے تھے، خلعت بھیجی۔

ان معاملات کو درست کرنے کے بعد میں شکار کے لیے شہر سے باہر آگیا۔ 1,000 روپے میر علی اکبر کو دیے۔ چونکہ ربیع کی فصل کا وقت تھا، اس اندیشہ سے کہ رعیت کی فصل فوج کے گزرنے سے خراب نہ ہو اور باوجودیکہ میں نے ایک قورے ساول[2] (ارسکن کے یہاں کور، بساول) (غالباً ایک طرح کا آگے چلنے والا حاکم) جس کے ساتھ احدیوں کی ایک جماعت تھی مقرر کیا تھا تاکہ وہ کھیتوں کی حفاظت کر سکیں، میں نے کچھ خاص لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کا جائزہ لیتے رہیں کہ منزل بہ منزل فصل کو کتنا نقصان پہنچتا ہے اور رعیت کو اس کا معاوضہ دیں۔ میں نے دس ہزار روپے خان خاناں کی بیٹی کو دیے جو دانیال کی بیوی تھی۔ ایک ہزار روپے عبدالرحیم خر کو اخراجات کے لیے دیے اور ایک ہزار روپے قاچار دکنی کو دیے۔ 12 تاریخ کو عبداللہ کے بھائی خنجر

---

1. جوترا یا جوتر غالباً غلط ہے، جزیرہ ہنزوں کے لیے۔ دارفل انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 میں درفل ہے۔

2. شاہی محل کا ایک حاکم، مترجم



Marfat.com

خاں کو 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب دیا۔ اسی دن دو ہرن مع سینگوں کے ایک اور فاختہ پکڑے گئے۔ 13 تاریخ کو میں نے خان جہاں کو ایک خاص گھوڑا بھجوایا۔ مرزا شاہ رخ کے فرزند بدیع الزماں کو ترقی دے کر 1,000 ذات اور 500 سوار کے منصب پر سرفراز کیا۔ میں نے اسے 5,000 روپے اس کے اخراجات کے لیے دیے اور خان جہاں کے ساتھ دکن میں خدمت کے لیے مامور کیا۔ اسی دن دو نر اور تین مادہ ہرن شکار کیے گئے۔ بدھ کے دن مطابق 10 تاریخ میں نے ایک مادہ نیل گاؤ اور سیاہ ہرن کا شکار بندوق سے کیا اور 15 کو ایک مادہ نیل گاؤ اور چلکارہ کا شکار کیا۔ اسی ماہ کی 17 تاریخ کو جہانگیر قلی خاں نے گجرات سے لاکر دو لعل اور ایک موتی میرے سامنے پیش کیے۔ اسی کے ساتھ ایک مرصع افیون کا بکس جسے مقرب خان نے کیمبے سے میرے لیے بھیجا تھا۔ 20 تاریخ کو میں نے بندوق سے ایک شیرنی اور نیل گاؤ کا شکار کیا۔ شیرنی کے ساتھ دو بچے تھے لیکن وہ گھنے جنگل اور پیڑوں میں نظر سے گم ہوگئے۔ حکم دیا گیا کہ ان کی تلاش کی جائے اور پیش کیا جائے۔ جب میں اپنے جائے قیام پر پہنچا تو میرے بیٹے خرم نے میرے سامنے ایک بچہ کو پیش کیا اور دوسرے دن مہابت خاں نے دوسرے بچہ کو پکڑلیا اور میرے سامنے لایا۔ 22 تاریخ کو جب میں ایک نیل گاؤ کو نشانہ بنانے ہی والا تھا کہ اچانک ایک جلودار[1] اور دو کہار سامنے آگئے اور نیل گاؤ بھاگ گیا۔ طیش میں آکر میں نے حکم دیا کہ جلودار کو اسی جگہ مار ڈالا جائے اور کہاروں کو لنگڑا کر کے گدھے پر سوار کر کے کیمپ میں گھمایا جائے[2] تاکہ آئندہ کسی کو ایسا کرنے کی جرات نہ ہو۔ اس کے بعد میں گھوڑے پر سوار ہوکر باز اور شکار میں مصروف رہا پھر جائے قیام پر لوٹ آیا۔

دوسرے دن اسکندر معین کی رہنمائی میں میں نے ایک بڑی نیل گائے کا شکار کیا۔ اسے میں نے 600ذات اور 500 سوار کے منصب پر ترقی دی۔

جمعہ 24 تاریخ کو صفدر خاں صوبہ بہار سے آیا اور میری خدمت میں حاضری کی

---

1. شاہی محل کا ایک حاکم۔ مترجم

2. جہانگیر کا رویہ بڑی حد تک ظالمانہ تھا لیکن متن میں اسے اور ظالمانہ طور پر پیش کیا ہے کیونکہ اس میں لفظ چھوٹا ہوا کہاروں کے پاؤں کی وہ نس جو وتر کہلاتی ہے کاٹ دی گئی تھی۔ پاؤں نہیں کاٹے گئے تھے۔ ارسکن نے اس پیراگراف کا اچھا ترجمہ کیا ہے جو انڈیا آفس کے مخطوطہ کے مطابق ہے۔



Marfat.com

سعادت حاصل کی۔ اس نے نذر میں 1,000 مہریں، ایک تلوار، پانچ مادہ اور ایک نر ہاتھی پیش کیے۔ نر ہاتھی قبول کیا گیا۔ اسی دن سمرقند یادگار خواجہ بلخ سے آئے اور حاضری دی۔ انھوں نے نذر میں ایک البم، چند گھوڑے اور دیگر تحائف پیش کیے۔ انھیں خلعت سے نوازا گیا۔

بدھ 6/ ذی الحجہ معزالملک جسے فوج کی بخشی گیری سے ہٹا دیا گیا تھا اور جسے رانا کے خلاف بھیجا گیا تھا، بیمار اور بری حالت میں میرے سامنے حاضر ہوا۔ مذکورہ ماہ کی 14 کو عبدالرحیم[1] خر کی تمام خطاؤں کو معاف کر کے میں نے اسے یزباشی (تمندار) اور 20 سوار کے منصب پر ترقی دی اور اسے کشمیر کے بخشی کی معیت میں کشمیر جانے کا حکم دیا تاکہ وہ قلیچ خاں کی فوج، تمام جاگیرداروں اور ایماقوں کے متعلق فہرست تیار کر کے لائے جس میں وہ تمام شامل ہوں جو میری ملازمت میں ہوں یا نہ ہوں۔ کشور خاں جو قطب الدین خاں کا فرزند تھا، رہتاس کے قلعہ سے حاضر ہوا اور میری خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔

---

[1] یہ وہی عبدالرحیم ہے جو خسرو کا رفیق تھا اور اس کی گرفتاری کے بعد ایک گدھے کی کھال میں بند کر دیا گیا تھا۔ چونکہ ابھی زندہ تھا وہ تباہی سے بچ گیا اور رہا ہونے کے بعد بادشاہ کا ذاتی ملازم بن گیا یہاں تک کہ بتدریج بادشاہ اس پر مہربان ہوگیا (حاشیہ سید احمد)



Marfat.com

# تخت نشینی کے پانچویں سال کا جشن

یک شنبہ 24/ ذی الحجہ (20 مارچ 1610) دوپہر اور تین گھڑیوں کے گزرنے کے بعد، سورج برج حمل میں داخل ہوا جو خوش بختی اور عزت کا گھر ہے۔ اس مبارک موقعہ پر سال نو کی دعوت بک بھل میں، جو پرگنہ باری کا ایک موضع ہے، مقرر کی گئی۔ اپنے محترم والد کے دستور کے مطابق میں تخت پر بیٹھا۔ اس صبح کو جو نئے سال کا دن تھا اور جس نے دنیا کو منور کردیا تھا اور جو یکم فروردین کے مطابق میرا پانچواں سنہ جلوس تھا، میں نے ایک عام استقبالیہ دیا اور تمام امرا و ملازمین درباری کو تسلیمات بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ کچھ امرا کی پیش کردہ نذریں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ خان اعظم نے ایک موتی پیش کیا جس کی قیمت 4000 روپے تھی۔ میران صدر جہاں نے 20 باز اور شکرے اور دیگر تحائف، مہابت نے دو یورپین بکس، جس کے اغل بغل (پہلو) شیشے کی چادر کے بنے تھے تاکہ اس میں جو بھی رکھا جائے وہ باہر سے اس طرح نظر آتا رہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ درمیان میں کوئی اور شے ہے۔

کشور خاں نے 22 نر و مادہ ہاتھی پیش کیے تھے۔ اس طرح سے دربار کے دیگر ملازمین نے میرے سامنے اپنی اپنی نذر گزاری۔ نصراللہ خاں پسر فتح اللہ شربتی کو ان نذروں کا انچارج بنایا گیا۔ سارنگ دیو جسے فاتح فوج کے لیے احکام دکن لے جانے کے لیے مقرر کیا تھا، کے ذریعہ میں نے ایک ایک ہزار روپے تبرکاً پرویز اور ہر عہدہ دار کو بھیجے۔ میں نے غازی الدین خاں بدخشی کے فرزند حسام الدین کو جس نے گوشہ نشینی اور درویشی اختیار کرلی تھی ایک ہزار روپے اور فرجی شال پیش کی۔ نئے سال کے دوسرے دن میں شیر کے شکار کے لیے روانہ ہوا۔ دو نر اور ایک مادہ شکار کیے گئے۔ میں نے احدیوں کو انعامات دیے جنھوں نے بہادری کا مظاہرہ کیا اور شیروں کے مقابلہ میں گئے۔ ان کی ماہانہ تنخواہوں میں اضافہ کردیا گیا۔ اسی ماہ کی 26 تاریخ کو میں زیادہ تر نیل گاؤ کے شکار میں مصروف رہا۔ چونکہ ہوا گرم تھی اور آگرہ میں داخل ہونے کی ساعت قریب آچکی تھی، میں روپ[1] باس گیا اور اس کے نواح میں چند روز تک ہرن کے شکار کرتا

---

1. آگرہ کے قریب ایک مقام



Marfat.com

رہا۔ یکم محرم 1019ھ بروز شنبہ، روپ خاص[1] جو روپ باس کا بانی تھا اپنی نذر پیش کی جو مجھے اچھی لگی قبول کرلی گئی بقیہ اسے انعام میں لوٹا دی گئی۔ اسی وقت بایزید منگلی اور اس کے برادران جو صوبہ بنگال سے آئے تھے میری خدمت میں حاضر ہوئے اور تسلیمات بجا لانے کا شرف حاصل کیا۔ سید آدم پسر سید قاسم بارہہ جو احمد آباد سے آئے تھے اسے بھی یہی عزت حاصل ہوئی۔ صوبہ ملتان کی فوجداری تاج خاں کی جگہ ولی بیگ ازبیک کو دی گئی۔

دوشنبہ 3 محرم، پانچ سنہ جلوس میں مندا کار باغ میں رکا جو شہر کے نواح میں ہے، صبح کو شہر میں داخلہ کی مبارک ساعت تھی۔ ایک پہر اور دو گھڑی گزر جانے کے بعد میں ایک گھوڑے پر سوار ہوکر، آبادی کے ابتدائی حصہ میں پہنچا اور جب میں بالکل قریبی نواح میں پہنچا تو ہاتھی پر سوار ہوگیا تاکہ عوام دور اور نزدیک سے دیکھ سکیں۔ راستہ کے دونوں طرف روپے لٹاتا ہوا، اس گھڑی پر جو منجموں نے منتخب کی تھی، دوپہر گزر جانے کے بعد میں مبارک باد اور تہنیت کے ساتھ محل میں داخل ہوا۔ نئے سال کی عام رسم کے مطابق میں نے حکم دیا تھا کہ محل کو اس طرح سجایا جائے جیسے جنت کا صحن ہو۔ سجاوٹ دیکھنے کے بعد میری خدمت میں خواجہ جہاں نے وہ نذر پیش کی جو اس نے تیار کی تھی، زیورات اور جواہرات، ملبوسات اور اشیا میں جو بھی مجھے پسند آئی، قبول کرلی اور بقیہ اسے انعام میں دے دی گئی۔ میں نے محکمہ شکار کے منشی کو حکم دیا تھا کہ وہ ان تمام جانوروں کی فہرست تیار کرے جو میرے شہر چھوڑنے کے بعد اور دوبارہ داخل ہونے تک شکار کیے گئے تھے۔ ان لوگوں نے بتلایا کہ 56 دنوں میں 1,362 جانور، چوپائے اور پرندے شکار ہوئے۔ شیروں کی تعداد 7، نیل گاؤ نر و مادہ 70، سیاہ بط 51، پہاڑی بکریاں اور ہرن وغیرہ 82، کلنگ، مور، سرخاب اور دوسرے پرندے 129، مچھلیاں 1023

7/ تاریخ جمعہ کے دن مقرب خاں بندر کھمبے اور سورت سے آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ وہ اپنے ساتھ جواہرات اور جواہرات سے بنی اشیاء سونے چاندی کے ظروف جو یورپ میں بنے تھے اور دیگر خوبصورت اشیا اور نادر تحائف، مرد و زن

---

1. بعد میں اسے خواص خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور قنوج کا فوجدار بنا دیا گیا۔



Marfat.com

حبشی غلام، عربی گھوڑے اور ہر طرح کی چیزیں جو اس کے ذہن میں آئیں، ساتھ لایا۔ میرے سامنے اس کے تحائف 2½ ماہ تک پیش کیے جاتے رہے۔ ان میں سے اکثر (کو دیکھ کر) میں خوش ہوا۔ اس دن صفدر خان کو جس کے پاس 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب تھا، 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ اس کے منصب میں کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اپنی سابقہ جاگیر پر لوٹ جائے۔ کشور خاں اور فریدوں خاں برلاس[1] کو بھی عَلم دیا گیا۔ ایک جنگی ہاتھی افضل خاں (پسر ابوالفضل) کو اس کے فرزند بشوتن کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اپنے والد کے پاس لے جائے۔ میں نے خواجہ حسین جو خواجہ معین الدین چشتی کے اخلاف میں ہیں، رسم کے مطابق 1,000 روپے چھ ماہ کے لیے دیے۔ خان خاناں نے بطور نذر "یوسف زلیخا" جو ملا میر علی کی کتابت کی ہوئی تھی اور باتصویر خوب صورت جلد میں تھی اور جس کی قیمت 1,000 روپے تھی، بھیجی۔ اسے اس کا ایک وکیل معصوم لایا اور پیش کیا۔ نئے سال کے جشن کے آخر دن تک روزانہ میرے سامنے امرا اور دربار کے ملازمین کی طرف سے نذریں پیش کی جاتی رہیں۔ جو بھی نوادرات میرے سامنے پیش کیے گئے اور مجھے پسند آئے انھیں میں نے قبول کرلیا اور بقیہ لوٹا دیا۔

جمعرات 13 تاریخ کو جو 19/ فروردین کے مطابق ہے اور جو سورج کے نصف النہار پر پہنچنے، خوشی اور عیش کا دن ہے، میں نے حکم دیا کہ مختلف قسم کی شراب تیار کی جائے اور دربار کے امرا و ملازمین کو حکم جاری کیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی پسند کی شراب منتخب کرلے۔ بہت سے لوگوں نے شراب پی، کچھ نے مفرح اور کچھ نے افیون سے جو بھی تیار کیا گیا تھا کھایا۔ یہ محفل کامیابی کے ساتھ منعقد کی گئی۔ جہانگیر قلی خاں نے گجرات کے نذر میں چاندی کا تخت بھیجا تھا جو منقش تھا اور نئے فیشن اور طریقہ سے رنگا ہوا تھا جو مجھے نذر کیا گیا۔ مہاسنگھ کو ایک عَلم عطا کیا گیا۔ میں نے اپنی حکومت کے آغاز میں بار بار احکام جاری کیے تھے کہ کوئی کسی کو آختہ نہ کرے اور نہ ہی ان کی خرید و فروخت کرے اور کوئی بھی ایسا کرے گا تو مجرم قرار دیا جائے گا۔ اس وقت افضل خاں نے صوبہ بہار سے یہ بُرا کام کرنے والے کچھ لوگ دربار میں بھیجے جو مستقل طور پر یہ

[1] محمد قلی برلاس، اکبر کے عہد کا ایک عہدہ دار، بلاک مین، صفحات 342 اور 478



Marfat.com

گھناؤنا کام انجام دے رہے تھے۔ میں نے ناعاقبت اندیشوں کو تاعمر قید رکھنے کا حکم جاری کیا۔

12 تاریخ کی رات کو ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا۔ دہلی کے چند قوال میرے سامنے نغمہ سرا تھے اور سیدی شاہ[1] مسخرہ پن میں ایک مذہبی رقص کی نقالی کر رہا تھا۔ امیر خسرو کا شعر میان خانہ غزل تھا ؎

ہر قوم راست را ہے دینی و قبلہ گاہی
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہی

(ترجمہ) ہر قوم اپنے عقیدے کی راہ راست پر ہے اور قبلہ رکھتی ہے۔ میں نے اپنا قبلہ ترچھی ٹوپی والے کے ساتھ قائم کردیا ہے۔

میں نے پوچھا کہ آخری مصرعہ کے کیا معنی ہیں، ملا علی احمد مہر کن جو اپنے فن میں اس عہد کا یکتا ہے اور جسے خلیفہ کا خطاب ملا ہے اور قدیم ملازم ہے اور جس کے والد سے بچپن میں میں نے پڑھا تھا، آگے آیا اور کہا "میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ ایک دن شیخ نظام الدین اولیا نے اپنی ٹوپی اپنے سر کے ایک طرف رکھی تھی اور دریائے جمنا کے کنارے چھت کی بالکنی پر تشریف فرما ہوکر ہندوؤں کی عقیدت کو بغور دیکھ رہے تھے، اسی وقت امیر خسرو حاضر ہوئے۔ شیخ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، کیا تم اس مجمع کو دیکھتے ہو اور تب انھوں نے یہ مصرعہ پڑھا ؎

ہر قوم راست راہی دینی و قبلہ گاہی

امیر نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ادب کے ساتھ شیخ کو اپنی عقیدت پیش کی اور فرمایا

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہی

(ترجمہ) میں نے اپنے قبلہ کا رخ اس کی طرف کردیا ہے جس کے سر پر ترچھی کلاہ ہے۔

---

1 اقبال نامہ، ص، 41، پر شیدی (ایک درویش، بگا بھگت) آر۔ اے۔ ایس کے مخطوطہ میں سیدی شیدا آیا ہے۔ شیاد، ص، 60 پر ایک عیار کے معنی میں ہے۔ یہاں غالباً اس کا مطلب 'مسخرہ' ہے۔



Marfat.com

جب یہ الفاظ کہے گئے اور مذکورہ ملا کی زبان پر دوسرے مصرعہ کے آخری الفاظ پہنچے تو بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ اس کے گرنے کی وجہ سے میں تشویش زدہ ہوکر اس کے سر کے قریب پہنچا۔ وہاں جو لوگ بھی موجود تھے ان میں سے اکثر کا خیال تھا کہ اسے مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ وہاں جو اطبا موجود تھے انھوں نے سرسری طور پر پوچھا، اس کی نبض ٹٹولی اور دوا لائے۔ انھوں نے جی توڑ کوشش کی لیکن وہ ہوش میں نہ آسکا، وہ فوراً ہی مالک حقیقی سے جا ملا، چونکہ اس کا جسم کافی گرم تھا، انھوں نے سوچا کہ شاید اس کے اندر اب بھی جان باقی ہے، کچھ دیر بعد یہ ظاہر ہوگیا کہ سب کچھ ختم ہوچکا ہے اور وہ مر چکا ہے۔ وہ لوگ اس کا مردہ جسم اس کے گھر لے گئے۔ میں نے اس طرح کی موت کبھی نہیں دیکھی تھی، میں نے اس کے بیٹوں کو اس کی تجہیز و تکفین کے لیے روپے بھیجے۔ دوسرے دن لوگوں نے اس کا جنازہ دہلی بھیجا جہاں اس کے خاندانی قبرستان میں اسے دفن کردیا گیا۔

جمعہ 11 کو کشور خاں جسے 1,500 کا منصب حاصل تھا ترقی دے کر 2,000 ذات و سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ میں نے اسے اپنے ذاتی اصطبل سے ایک عراقی گھوڑا، خلعت فاخرہ اور ذاتی ہاتھی جس کا نام بخت[3] جیت تھا، عطا کیا۔ اسے اُچ کا فوجدار بھی مقرر کیا گیا اور اس علاقہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے اسے جانے کی رخصت دی۔ بایزید منکلی کو ایک خلعت اور گھوڑے سے عزت بخشتے ہوئے اسے اور اس کے بھائی کو کشور خاں کے ساتھ رخصت کیا۔ میں نے اپنے ذاتی ہاتھی خانہ سے ایک ہاتھی جس کا نام عالم گمان تھا، حبیب اللہ کے ذمہ کیا کہ وہ اسے راجہ مان سنگھ تک پہنچا دے اور اسے رخصت کیا۔ کیشو داس[1] مارو کے لیے ایک خاص گھوڑا بنگال بھیجا ایک مادہ ہاتھی عرب خاں جاگیردار جلال آباد کو بھیجا۔ اس وقت افتخار خاں نے نذر میں ایک نایاب ہاتھی بنگال سے بھیجا۔ چونکہ یہ مجھے پسند آیا، میں نے اسے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ میں نے احمد بیگ خاں[2] کو جسے بنگش فوج کا کماندار بنایا تھا، اس کی اور اس کے بیٹوں کی اچھی خدمات کی وجہ سے 2,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب میں 500 ذات کا اور اضافہ

---

1. کیشو داس غالباً کرمسی، جو اکبر کی ایک زوجہ تھی، کا والد تھا، دیکھیے بلاک مین، ص، 310
2. بلاک مین، ص 465　　3. تختی، انگوٹھی؟



Marfat.com

کردیا۔ میں نے سونے کا ایک تخت[3] جو جواہرات سے مرصع تھا پرویز کو بھیجا۔ ایک سرپیچ جس میں لعل اور موتی جڑے ہوئے تھے اور جو 2,000 روپیوں کی لاگت سے تیار کیا گیا تھا، حبیب پسر سربلند خاں کے ہاتھ خان جہاں کو برہان پور بھیجا۔ اس وقت یہ معلوم ہوا کہ قمر خاں پسر کوکب ایک سنیاسی سے بہت بے تکلف ہوگیا ہے۔ جاہلانہ اور کافرانہ گفتگو سے اس نے اس بے وقوف کو متاثر کردیا ہے۔ اس احمقانہ حرکت میں اس نے نقیب خاں کے پسر عبداللطیف اور اس کے چچازاد بھائی کو بھی ساتھ ملا لیا ہے۔ جب یہ صورت حال معلوم ہوئی تو تھوڑا دھمکانے کے بعد انھوں نے اپنے تعلقات کے متعلق بہت نفرت انگیز اور گھناؤنے تعلقات کا اعتراف کیا، ان کی سزا کو ضروری جان کر میں نے کوکب[1] اور شریف کو اپنی موجودگی میں سو کوڑے لگوانے کے بعد قید کرلیا۔ یہ خصوصی سزا شرعی حکم کے تحت دی گئی تھی تاکہ ناواقف افراد اس طرح کی حرکت میں ملوث نہ ہوں۔ بروز دوشنبہ 24 کو معظم کو دہلی روانہ کیا گیا تاکہ وہاں کے باغیوں کی سرکوبی کرسکے جس کی وجہ سے گرد و نواح کے علاقے متاثر ہو رہے تھے۔ شجاعت خاں دکنی کو 2,000 روپے عطا کیے گئے۔ میں نے شیخ حسین درشنی کو چند فرامین کے ساتھ بنگال جانے کا حکم دیا۔ وہاں کے ہر ایک حاکم کے لیے تحفہ بھی ساتھ کردیا گیا۔ میں نے اس کو اس کے احکامات دے کر روانہ کیا۔ میں نے اسلام خاں کو اس کے کارناموں اور قابل ستائش خدمات کے لیے 5,000 ذات و سوار کے منصب پر ترقی دی اور خاص خلعت بھی عطا کی۔ میں نے کشور خاں کو بھی خلعت خاص سے مشرف کیا اور راجہ کلیان کو ایک گھوڑا دیا۔ اسی طرح سے دوسرے امرا کو بھی خلعتیں اور گھوڑے دیے گئے۔ میں نے فریدوں برلاس کو جو 1,500 ذات اور 1,300 سوار کا منصب رکھتا تھا ترقی دے کر 2,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر فائز کیا۔

یکم صفر، دوشنبہ کی شب کو ملازمین کی غفلت کی وجہ سے خواجہ ابوالحسن کے مکان میں آگ لگ گئی۔ قبل اس کے کہ وہ آگاہ ہوتے اور آگ بجھائی جاتی، اس کا بہت

---

1۔ کوکب کا پھر ذکر آیا ہے یعنی 12ویں سنہ جلوس کے آخر میں۔ اس کے والد کے متعلق احوال کے لیے، ملاحظہ ہو، بلاک مین، 485



Marfat.com

سا مال و اسباب جل گیا۔ خواجہ کی تالیف قلب کے لیے اور اس کے نقصان کی تلافی کے لیے میں نے اسے 40,000 روپے دیے۔ سیف خاں بارہہ، جس کی پرورش میں نے کی تھی اور بڑا کیا تھا، علم سے سرفراز کیا گیا۔ میں نے معزالملک کے اصل منصب میں جو 1,000 ذات اور 225 سوار تھا، 200 ذات اور 275 سوار کا اضافہ کرکے کابل کا دیوان مقرر کرکے وہاں کے لیے رخصت کیا۔ دوسرے دن میں نے ایک پھول کٹار (خنجر) جو قیمتی جواہرات سے مرصع تھا، خان جہان کے لیے برہان پور بھیجا۔

ایک بیوہ عورت نے شکایت کی کہ مقرب خاں نے اس کی بیٹی کو بجبر بندرگاہ کیمبے میں رکھ لیا تھا۔ کچھ دنوں تک اس لڑکی کو اپنے گھر میں رکھا اور جب میں نے دریافت کیا تو بتلایا کہ وہ ایک ناگزیر موت مر گئی۔ میں نے اس معاملہ کی تفتیش کا حکم دیا۔ بہت تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے خادمین میں سے ایک نے یہ شرمناک حرکت کی تھی اور اسے جان سے مار دیا تھا۔ میں نے مقرب خاں کے منصب کو نصف کردیا اور اس عورت کے لیے وظیفہ مقرر کیا جسے یہ دکھ پہنچایا گیا تھا۔

یکشنبہ تاریخ 7 ماہ مذکور، ایک قِران نشین (برا، منحوس ملن) واقع ہوا۔ میں نے سونے اور چاندی اور دوسری دھاتیں، مختلف قسم کے کھانے اپنی مملکت کے فقرا اور ضرورت مندوں میں تقسیم کے لیے خیرات میں دیں۔ دو شنبہ کی شب (8 تاریخ) کو شیخ حسین سرہندی اور شیخ مصطفیٰ کو بلا بھیجا جو مانے ہوئے درویش اور غریب تھے۔ ایک محفل منعقد کی گئی اور آہستہ آہستہ گرم جوشی کے ساتھ سماع اور وجد میں تبدیل ہوگئی۔ محفل کے اختتام پر میں نے ہر ایک کو روپے دے کر رخصت کیا۔ چونکہ مرزا غازی بیگ ترخان نے برابر عرض داشت بھیجی تھی کہ قندھار کے لیے اور مدد دی جائے اور وہاں قلعہ کے بندوقچیوں کی ماہانہ تنخواہ بھیجی جائے۔ میں نے حکم دیا کہ دو لاکھ روپے[1] لاہور کے خزانہ سے وہاں بھیجے جائیں۔

19 اردی بہشت کو سال پنجم سنہ جلوس، مطابق 4 صفر، پٹنہ جو بہار صوبہ کی راجدھانی ہے ایک عجیب واقعہ ہوا۔ افضل خاں اس صوبہ کا صوبہ دار ہے، اپنی جاگیر جو

---

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص 321



Marfat.com

اسے حال ہی میں تفویض کی گئی تھی جو پٹنہ سے 60 کوس کے فاصلہ پر ہے۔ وہ وہاں گیا قلعہ اور شہر کی ذمہ داری اس نے شیخ بنارسی اور غیاث زین خانی جو اس صوبہ کا دیوان تھا اور دیگر منصب داران کو سونپ دی تھی۔ اسے یہ خیال تھا کہ اس علاقہ میں کوئی دشمن نہیں ہے۔ اس نے پوری طرح سے خود کو مطمئن نہیں کیا جو اسے کرنا چاہیے تھا تاکہ شہر اور قلعہ کی حفاظت ہو سکے۔ اتفاقاً اس وقت ایک غیر معروف شخص جس کا نام قطب تھا اور اُچ کے لوگوں سے تعلق تھا اور مفرور باغی تھا۔ اجینہ (بھوج پور) کے علاقہ میں پہنچا جو پٹنہ کے نواح میں ہے۔ اس نے درویشانہ شکل بنا رکھی تھی اور فقیرانہ لباس میں تھا۔ اس نے وہاں کے لوگوں سے آشنائی پیدا کی جو ہمیشہ بغاوت کے لیے تیار رہتے تھے۔ اس نے ان لوگوں کو بتلایا کہ وہ خسرو تھا اور قید سے بھاگ کر وہاں پہنچا تھا۔ اس نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کا ساتھ دیں اور مدد کریں تو معاملات کے تصفیہ کے بعد وہ لوگ مملکت کے وزیر ہوں گے۔ مختصراً ان سادہ لوحوں کو بے وقوف بنا کر اس نے اپنی آنکھ کا وہ حصہ دکھلایا جہاں چند دنوں پہلے کچھ خراشیں آگئی تھیں اور جس کے نشانات موجود تھے۔[1] ان لوگوں سے بتلایا کہ قید میں اس کی آنکھوں پر کٹوریاں باندھ دی گئی تھیں اور یہ

---

1. بظاہر اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جہانگیر نے اپنے بیٹے کو اندھا کر دیا تھا یا اندھا کرنے کی کوشش کی تھی گو کہ وہ اس کا کوئی ذکر نہیں کرتا ہے، ورنہ یہ بگلا بھگت اس کا بہانہ کیوں کرتا کہ اس کے نشانات اندھا کرنے کے تھے۔ ٹیورنیر کہتا ہے کہ خسرو کو اندھا کر دیا گیا تھا۔ دو جیرک بھی کہتا ہے کہ جہانگیر نے کابل سے لوٹتے وقت اندھا کر دیا تھا جب وہ اس مقام پر پہونچا جہاں خسرو نے جنگ کی تھی۔ اسے کسی پودے کے عرق کے ذریعہ اندھا کیا گیا تھا جو اس کی آنکھوں میں ڈالا گیا تھا۔ یہ عرق دودھ کی شکل کا تھا۔ اُس کا ایک کماندار، جو اس کے ساتھ تھا، اُسے بھی مع اُس کے بیٹے کے اندھا کر دیا گیا تھا۔ ڈبلو۔ فنچ بھی اس بغاوت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ بھی لکھتا ہے کہ خسرو کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اسے شیشہ کے ذریعہ میدان جنگ میں اندھا کیا گیا۔ ایک اور کہانی یہ ہے کہ جہانگیر نے صرف اس کی آنکھوں پر رومال بندھوایا تھا اور اُسے اپنی مہر سے چہرہ کو بند کر دیا تھا۔ ڈانورس کی کتاب 'Rise of the Portuguese Power in India' ص 165 پر ایک حاشیہ ہے کہ ارمز کے بادشاہ نے پندرہ شہزادوں کو سرخ گرم پیالوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے گزار کر اندھا کر دیا گیا تھا۔



Marfat.com

اس کے نشانات ہیں۔ اس طرح کی دروغ بیانی اور فریب سے اس کے گرد بہت سے پیدل اور سوار یکجا ہوگئے تھے اور یہ اطلاع حاصل کرلی کہ افضل خاں پٹنہ میں موجود نہیں تھا۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر ان لوگوں نے حملہ کردیا اور جب دن کے دو تین پہر گزر چکے تھے یہ لوگ شہر میں آگئے اور بغیر کسی مزاحمت کے قلعہ کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ دشمنوں نے جس تیزی سے سارے مراحل طے کیے تھے اس سے قلعہ کا دروازہ بند کرنے کی بھی مہلت نہیں ملی۔ غیاث خاں کے ساتھ وہ دریا کی طرف کی ایک چور کھڑکی سے ایک کشتی کی مدد سے افضل خاں کی طرف جانے کو تیار ہوا۔ باغی بڑے آرام سے قلعہ میں داخل ہوگئے اور افضل خاں کے مال و اسباب اور شاہی خزانہ پر قبضہ کرلیا ایسے عناصر جو ایسے مواقع کے منتظر تھے اور جو شہر اور اس کے گرد و نواح میں موجود تھے ان کے ساتھ ہوگئے۔ یہ خبر افضل خاں کو گورکھپور (کھرک پور[1]) میں ملی جب شیخ بنارسی اور غیاث وہاں بذریعہ کشتی پہنچے۔ شہر سے خطوط موصول ہوئے کہ یہ ذلیل شخص جو خود کو خسرو بتلاتا ہے خسرو نہیں ہے۔ افضل خاں اللہ پر بھروسہ کرکے اور میری خوش بختی سے باغیوں کے خلاف روانہ ہوا۔ پانچ دنوں کے اندر وہ پٹنہ کے نواح میں پہنچا۔ جب افضل خاں کے آنے کی خبر ان بدمعاشوں کو ملی تو انھوں نے قلعہ اپنے ایک معتمد کو سپرد کرکے اور سوار و پیدل فوج کو ترتیب دے کر افضل خاں سے مقابلہ کے لیے چل پڑے۔ دریائے پُن پُن کے کنارہ پر جنگ ہوئی۔ ایک ہلکی جھڑپ کے بعد، ان بدبختوں کی صفوں میں شگاف پڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بڑی بدحواسی کے عالم میں وہ بدبخت چند ساتھیوں کے ساتھ قلعہ میں پہنچے۔ افضل خاں نے تعاقب کیا اور ان بدبختوں

---

1. کھرک پور۔ یہ لفظ کچھ مخطوطات میں گورکھپور لکھا گیا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں اس مقام سے مطلب کھرک پور ہے کیونکہ حال ہی میں عبدالرحمٰن کو سنگرام کی اسٹیٹ جاگیریں دی گئی تھیں۔ یہ بھی درست ہے کہ اس نے اس بگلا بھگت سے پُون پُون، پٹنہ سے مشرق میں جنگ لڑی تھی جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ گنگا کے ذریعہ نچلے حصہ کی طرف آرہا تھا۔



Marfat.com

کو قلعہ کا پھاٹک بند کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ سراسیمگی کے عالم میں یہ بھگوڑے افضل خاں کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں محصور ہو کر تین پہر تک لڑتے رہے۔ انھوں نے تیروں سے تقریباً تیس افراد کو زخمی کیا۔ جب اس کا ساتھی جہنم رسید ہو گیا تو وہ لوگ بے سہارا ہو گئے۔ جان کی امان کے خواستگار ہوئے اور افضل خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس معاملہ کو ختم کرنے کے لیے، افضل خاں نے اسے اسی روز قتل کر دیا اور اس کے بعض رفقا کو قید کر دیا جو اس کے ساتھ زندہ گرفتار ہوئے تھے۔ یہ خبریں یکے بعد دیگرے مجھے ملتی رہیں۔ میں نے شیخ بنارسی اور غیاث زین خاں کو، دیگر منصب داروں کے ساتھ جنھوں نے قلعہ کی حفاظت میں کوتاہی کی تھی، آگرہ طلب کیا اور حکم دیا کہ ان کی داڑھیاں اور مونچھیں کاٹ دی جائیں اور زنانہ لباس پہنا کر اور گدھے پر سوار کر کے آگرہ شہر میں گھمایا جائے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔

اس وقت یکے بعد دیگرے مجھے پرویز، دوسرے امرا اور مملکت کے خیر خواہوں کی عرض داشتیں موصول ہوئیں جو دکن کی مہم پر مامور کیے گئے تھے۔ ان لوگوں نے درخواست کی تھی کہ عادل خاں متمنی تھا کہ اس کے پاس میر جمال الدین حسین انجو کو بھیجا جائے جس کے قول اور عمل پر دکن کے تمام حکمراں مکمل اعتبار کرتے ہیں۔ اس کے درمیان میں پڑنے کی وجہ سے ان لوگوں کے خوف و خدشات دور ہو جائیں گے اور وہاں کے معاملات بھی اچھی طرح انجام پا جائیں گے جو عادل خاں کو بھی بھلا لگے گا، جس نے بادشاہ کی وفاداری اور خدمت کی راہ اختیار کر لی ہے۔ اسے ہر صورت میں ان کے دماغ سے خوف نکال کر شاہی عنایات کی امید پیدا کرنی چاہیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اسی ماہ کی 16 تاریخ کو میں نے مذکورہ میر کو دس ہزار روپے کے تحفے دے کر روانہ کیا۔ میں نے قاسم خاں کے سابق منصب 1,000 ذات اور 500 سوار میں 500 سوار کا اضافہ کر دیا تاکہ وہ اپنے بھائی اسلام خاں کی مدد کے لیے بنگال جا سکے۔ اسی وقت بکرماجیت زمیندار صوبہ باندھو (مانڈو) کی سرکوبی کے لیے جو باغی ہو گیا تھا راجہ مان سنگھ کے پوتے مہا سنگھ کو مقرر کیا کہ وہ جا کر اس علاقہ سے سرکشی کو دور کرے اور ساتھ ساتھ راجہ کی جاگیر کا انتظام بھی کرے جو اس کے قرب و جوار میں ہے۔



Marfat.com

اس ماہ کی 20 تاریخ کو میں نے ایک ہاتھی شجاعت خاں دکنی کو عطا کیا۔ بہ حیثیت صوبہ دار جلال آباد اس نے عرض داشت بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ وہاں کا قلعہ شکستہ حال ہے۔ میں نے حکم دیا کہ وہاں کے قلعہ کی مرمت کے لیے جو بھی ضرورت ہو وہ لاہور کے خزانہ سے حاصل کی جائے۔

افتخار خاں نے بنگال میں قابل تحسین کام کیا تھا۔ اس صوبہ کے صوبہ دار کی درخواست پر میں نے اس کے اصل منصب میں جو 1,500 ذات اور 500 سوار تھا، 500 کا اضافہ کردیا۔

28 تاریخ کو عبداللہ خاں فیروز جنگ کی عرض داشت ملی جس میں چند جانباز ملازمین کے لیے لطف و کرم کی سفارش کی گئی تھی جو اس کے ساتھ باغی رانا کے خلاف مہم پر مامور کیے گئے تھے چونکہ غزنین خاں جالوری نے ان سب میں سب سے زیادہ جرات کا مظاہرہ کیا تھا، میں نے اس کے سابقہ منصب میں 500 ذات اور 400 سوار کا اضافہ کردیا۔ پہلے اس کا منصب 1,150 ذات اور 300 سوار تھا، اسی طرح سے ہر ملازم کو اس کی خدمات کے مطابق ترقی دی گئی۔

دولت خاں جسے الہ آباد بھیجا گیا تھا تاکہ وہاں سے سنگ سیاہ کا تخت لائے، 4 مہر مطابق (15/ستمبر 1610) کو آیا اور تخت کو مکمل حفاظت کے ساتھ لاکر دربار میں حاضر ہوا۔ حقیقتاً یہ ایک شاندار پتھر کی سِل تھی جو بے حد سیاہ اور چمکدار تھی۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ یہ کسوٹی ہی کی قسم کی چیز ہے۔ لمبائی میں یہ چار کیوبٹ[1] میں، 1/8 کم ہے اور چوڑان میں 2½ کیوبٹ اور ایک تاسو[2] جبکہ اس کی موٹائی 3 تاسو ہوگی۔ میں نے سنگ تراشوں کو حکم دیا کہ اس کی بغل میں مناسب اشیا کندہ کریں، انھوں نے اسی طرح

---

1. ایک قدیم پیمانہ 18 سے 122 انچ تک، درع، نیم گز۔ (مترجم)

2. تاسو یا طاسو کے متعلق ولسن کی گلاسری (Wilson's Glossary) کے مطابق ایک گز کا 24واں حصہ یا ایک انچ کا تیسرا حصہ۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں اس کی چوڑائی 3½ کیوبٹ اور ایک تاسو لکھی ہے۔ اس پتھر کے متعلق کین کی گائیڈ اور این ڈبلیو پی کے گزیٹر آگرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک کتبہ میں اس کی تاریخ 1011ھ یا 1602ء ملتی ہے۔ آرکیالوجیکل IV، ص 5-132 کے مطابق یہ 10 فٹ اور 7½ انچ لمبی اور 9 فٹ 10 انچ چوڑی اور 6 انچ موٹی تھی۔ یہ ایک ہشت پہلو پایہ پر قائم تھی۔ ملاحظہ ہو بیل کی مفتاح التواریخ صفحات 1-300 جہاں پتھر کے متعلق اور کتبہ کی تفصیلات نقل ہیں۔



Marfat.com

کے پتھر کے پائے بنائے۔ میں اکثر اس تخت پر بیٹھتا تھا۔

چونکہ خان عالم کے بھائیوں نے اس کی ضمانت دی تھی، میں نے عبدالسبحان خاں کو زنداں سے باہر نکالا جو وہاں کئی جرائم کی پاداش میں قید تھا۔ اسے ترقی دے کر 1,000 ذات اور 400 سوار کے منصب پر فائز کر کے الہ آباد کی فوجداری پر مامور کیا۔ اسے اسلام خاں کے بھائی قاسم خاں کی جاگیر بھی عنایت کی۔ میں نے تربیت خاں کو سرکار الور کی فوجداری پر روانہ کیا۔ 12 تاریخ ماہ مذکور کو خان جہاں کی عرض داشت ملی کہ میرے حکم کے مطابق خان خاناں، مہابت خاں، میر جمال الدین کے ساتھ دربار کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو شاہی حکم کے مطابق بیجاپور جانا تھا۔ یہ لوگ برہان پور سے عادل خاں کے وکلا کے ساتھ بیجاپور گئے تھے۔ اسی ماہ کی 21 تاریخ کو میں نے مرتضیٰ خاں کو ترقی دے کر پنجاب کی صوبہ داری پر مامور کیا جو میری مملکت کی بڑی اور اہم تعیناتیوں میں ایک ہے۔ اسے ایک شال بھی عنایت کی۔ تاج خاں جو صوبہ ملتان میں تھا، کابل کی صوبہ داری پر مامور کیا گیا اور اس کے موجودہ منصب میں جو 3,000 ذات اور 1,500 سوار ہے 500 سوار کا اضافہ کیا گیا۔

عبداللہ خاں فیروز جنگ کی درخواست پر رانا شنکر کے فرزند کے منصب میں اضافہ کیا گیا۔

مہابت خاں جسے برہان پور امرا کی افواج کی تصدیق اور خان خاناں کو لانے کے لیے بھیجا گیا تھا، جب آگرہ کے نواح میں پہنچا تو خان خاناں کو چند منزل پیچھے چھوڑ کر میرے حضور میں حاضر ہو کر اعزاز و قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ چند دنوں بعد 12 آبان کو خانخاناں آئے اور حاضری دی، چونکہ بہت سے وفاداروں نے حکومت کے سامنے اس کے احوال کے متعلق عرض داشتیں دی تھیں، درست یا غلط، اپنے خیالات کے مطابق اور میں اس سے ناخوش تھا کیونکہ جو احترام اور عنایات میں نے پہلے اس کے ساتھ روا رکھی تھیں اور یہ کہ پہلے میں نے اس کے معاملہ میں مشاہدہ کیا تھا اور اپنے والد پر بھی اس کے معاملہ میں کوئی اثر نہیں پایا تھا۔ میں نے اس معاملہ میں انصاف کیا کیونکہ پہلے اسے دکن میں ایک خاص مدت تک خدمت انجام کو کہا، جہاں وہ سلطان پرویز اور دیگر امرا کے ساتھ اس مہم پر گیا تھا۔ برہان پور پہنچنے کے بعد اس نے موقع سے کوئی فائدہ



Marfat.com

نہیں اٹھایا اور بے موقعہ پیش قدمی کی۔ ضروری سامان رسد بھی نہیں فراہم کیا اور سلطان پرویز کو لے کر گھاٹ کے اوپری حصہ میں چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ امرا میں اتحاد کے فقدان کی وجہ سے اور اس کی غداری، اور اختلاف رائے سے حالت اس قدر بگڑ گئی کہ اناج کا حصول دشوار ہوگیا اور کافی روپے دینے کے باوجود ایک من غلہ ملنا دشوار تھا۔ فوج کے حالات اس قدر ابتر ہوگئے تھے کہ کچھ بھی اچھی طرح نہیں ہوپارہا تھا۔ گھوڑے، اونٹ اور دوسرے چوپائے مر گئے۔ حالات کی ضرورت کے تحت اس نے دشمن سے صلح کرلی اور سلطان پرویز کے ساتھ معہ فوج کے برہان پور لوٹ گیا۔ چونکہ معاملہ اچھی طرح نہیں تمام پاسکا تھا، مملکت کے تمام خیرخواہان جانتے تھے کہ یہ اختلاف رائے اور افراتفری، غداری اور خانخاناں کی جانب سے انتظامات کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے دربار میں عرض داشتیں بھیجیں۔ گوکہ یہ بالکل قابل یقین بات تھی اور یہی میرے دماغ پر بھی اثرانداز تھی کہ خان جہاں کا اس کے متعلق مراسلہ ملا کہ یہ تمام افراتفری اور فتنہ، خان خاناں کی غداری کے سبب تھا۔ خان جہاں نے درخواست کی تھی کہ یا تو یہ مہم اسے مکمل طور پر سونپ دی جائے یا اسے دربار بلالیا جائے۔ اس مہم کے لیے اس شخص کا تقرر کیا جائے جو آپؐ کا پروردہ اور پیارا تھا اور 30,000 سوار اس غلام کی مدد کے لیے مقرر کیا جانا چاہیے تاکہ دو سال کے اندر تمام شاہی صوبوں کو آزاد کرایا جاسکے جو دشمن کے قبضہ میں جاچکے تھے اور قندھار و سرحد کے دیگر قلعہ جات کو دربار کے غلاموں کے قبضہ میں لاکر وہ صوبہ بیجاپور کی مملکت کا حصہ بنا سکے۔ اگر وہ مذکورہ بالا عرصہ میں یہ خدمت نہ انجام دے سکے تو اسے در دولت پر قدم بوسی اور سلام و نیاز سے محروم کردیا جائے اور وہ بھی اپنا چہرہ دربار کے ملازمین کو نہیں دکھلائے گا۔ جب خان خاناں اور سرداروں کے تعلقات اس حد تک پہنچ گئے تو میں نے کسی طرح مناسب نہیں سمجھا کہ اسے وہاں مزید رہنے دیا جائے۔ اسے خان جہاں کو وہاں کی کمان سونپ کر دربار میں آنے کا حکم دیا گیا۔ دراصل میری اس ناراضگی اور عدم توجہی کا سبب یہ تھا۔ آئندہ اس کی طرف توجہ اور عدم توجہ کا انحصار اس پر ہے کہ کیا تصویر سامنے آتی ہے۔

میں نے سید علی بارہہ کو، جو ہمارے نامور نوجوانوں میں ایک ہے، ترقی دے کر اس کے سابقہ منصب 1,000 ذات اور 500 سوار میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ



Marfat.com

کردیا۔ خان خاناں کے فرزند داراب خان کو 1,000 ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کرکے سرکار غازی پور اس کی جاگیر میں دیا۔ اس سے پہلے میں نے مرزا مظفر حسین پسر سلطان حسین مرزا صفوی کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے سلطان خرم سے طے کی تھی اور آج کی تاریخ یعنی 17 آبان کو شادی کی تقریب مقرر کی گئی تھی۔ میں بابا خرم کے گھر گیا اور رات وہاں گزاری۔ میں نے بہت سے امرا کو خلعت فاخرہ پیش کی۔ میں نے گوالیار کے قلعہ میں مقید لوگوں میں سے چند کو رہا کردیا، خاص طور سے حاجی بیرک کو۔ اسلام خاں نے خالصہ کے پرگنات سے ایک لاکھ روپے کی تحصیل کی تھی۔ چونکہ وہ فوج کا سربراہ تھا اور میری خدمت میں تھا، میں نے یہ رقم اس کو تحفہ میں پیش کردی۔ بھروسہ کے لوگوں میں کچھ سونا، چاندی اور کچھ ہر طرح کے زیورات اور اناج دے کر میں نے فیصلہ کیا کہ یہ لوگ یہ تمام چیزیں آگرہ کے غربا میں تقسیم کردیں گے۔ اسی دن خان جہاں کی ایک رپورٹ ملی کہ ایرج، خان خاناں کے فرزند نے شاہزادہ سے رخصت حاصل کرلی ہے اور حکم کے مطابق اسے دربار روانہ کردیا گیا ہے۔ بیجاپور کا ابوالفتح جو ایک تجربہ کار شخص ہے اس کے متعلق جو حکم جاری کیا گیا تھا کہ اسے دربار روانہ کیا جائے، ایسا کرنے سے دوسرے سرداروں پر برا اثر پڑے گا کیونکہ ان کے ساتھ وعدے کیے گئے تھے، اس لیے ان کو نگرانی میں رکھا گیا تھا۔[1]

ایک حکم جاری کیا گیا کہ کیشوداس پسر رائے کالاہ(؟) جو پرویز کی خدمت میں تھا اگر اس کے بھیجنے میں کوئی مزاحمت ہو تو اسے بھیج دے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔ جیسے ہی یہ اطلاع پرویز کو ملی اس نے اجازت دے دی اور خان جہاں سے کہا "یہ چند الفاظ جو میری زبان سے نکلے ہیں تم اس کی ترجمانی کردو گے کہ میں اپنے وجود کو اور زندگی کو اپنے مجازی خدا (جہانگیر) کی خدمت میں نثار کردوں گا۔ اس میں کیا رکھا ہے کہ میں کیشوداس[2] کی کامل تباہی یا اس کے بھیجنے کی مخالفت کروں۔ جب وہ (بادشاہ) راز دار ملازمیں کو کسی سبب سے طلب کرتے ہیں تو اس سے احساس ناامیدی اور تشویش پیدا ہوتی

---

1. مخطوطہ میں اسی طرح ہے۔ بظاہر خان جہاں کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس دکنی شخص کو آگرہ بھیج دیا گیا (گویا بطور سزا) تو دوسرے دکنی سرداروں کی ہمت شکنی ہوگی۔

2. یہاں متن واضح نہیں ہے۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں سرگلہ ہے۔ یہ کیشوداس کا خطاب ہوسکتا ہے۔



Marfat.com

ہے اور اس علاقہ میں اس کی تشہیر سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے مالک و قبلہ خفا ہیں۔ باقی کے لیے بادشاہ کا حکم ہے۔" ۔

اس دن سے جب میرے مرحوم برادر دانیال کی کاوشوں سے احمد نگر کا قلعہ سلطنت کے فاتح سرداروں کے قبضہ میں آیا تھا اور آج تک، اس جگہ کے تحفظ اور نگرانی کی ذمہ داری خواجہ بیگ مرزا صفوی کو سونپی گئی تھی جو عفو و پناہ شاہ طہماسپ کے ایک عزیز تھے۔ جب باغی دکنیوں کی شورش زیادہ بڑھ گئی اور انھوں نے قلعہ مذکور کا محاصرہ کرلیا تو اس نے قلعہ کے تحفظ کے ساتھ وفاداری اور فرائض کی انجام دہی میں کوئی غلطی نہیں کی۔ جب خان خاناں اور دوسرے امرا اور دوسرے سرداران برہان پور میں پرویز کی خدمت میں حاضری کے لیے جمع ہوئے اور باغیوں کو پسپا کرنے اور شکست دینے کے متعلق اختلاف رائے کے بعد امرا میں جھگڑے شروع ہوگئے، رسد اور چارے کی کمی ان کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی جن کے سپرد اہم ذمہ داریاں تھیں، انھوں نے اتنی عظیم فوج کو نامناسب راہ پر ڈال دیا تھا جو پہاڑیوں اور دشوار گزار دروں میں تھا جس کی وجہ سے یہ بیکار اور ناکارہ ہوگئی تھی۔ ان لوگوں کی وجہ سے قلیل عرصہ میں اناج کے لیے حالات اس قدر بدتر اور دشوار ہوگئے کہ لوگ ایک روٹی کے لیے جان دے رہے تھے۔ تب وہ مجبوراً بغیر اپنے مقصد کی تکمیل کے لوٹے۔ قلعہ کی محافظ فوج، جو اس فوج سے مدد کی امید رکھتی تھی اس خبر کے سننے کے بعد ہمت ہار بیٹھی اور بدحواسی میں فوراً قلعہ خالی کرنے کا ارادہ کیا۔ جب خواجہ بیگ مرزا کو صورت حال معلوم ہوئی تو اس نے لوگوں کی دل جمعی کی کوشش کی اور انھیں پرسکون رہنے کی تلقین کی۔ ہر چند کہ اس نے اپنی بہترین کوشش کی لیکن اس کا کوئی اچھا اثر نہیں نکلا۔ بالآخر ایک معاہدہ کے تحت اس نے قلعہ خالی کردیا اور برہان پور کی طرف روانہ ہوگیا اور مذکورہ بالا روز وہ شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے آنے کے متعلق مجھے عرض داشتیں موصول ہوئیں اور یہ ظاہر تھا کہ اس کی بہادری اور وفاداری پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کا منصب 5,000 ذات و سوار مستقل کردیا جائے اور جاگیر بھی دی جائے۔ 9/ تاریخ کو دکن کے امرا کی عرض داشت موصول ہوئی کہ 22 شعبان کو میر جمال الدین حسین بیجاپور گیا تھا۔ عادل خاں نے اپنے وکیل کو 20 کوس پہلے بھیج دیا تھا اور وہ خود تین کوس کے فاصلہ



Marfat.com

پر آیا اور اس کا استقبال کیا۔ میر کو اسی راہ سے لے کر اپنی قیام گاہ پر گیا۔

چونکہ مجھے شکار کھیلنے کی بہت زیادہ خواہش ہو رہی تھی، منجموں نے ایک مبارک ساعت نکالی۔ جب ایک پہر اور چھ گھڑیاں، جمعہ کی شب میں گزر چکیں تو 15 رمضان مطابق 10 آذر سنہ 5 جلوس میں شکار کے لیے روانہ ہوا اور پہلا مقام درہ باغ میں کیا جو شہر کے قریب ہے۔ اس مقام پر میں نے میر علی اکبر کو 2,000 روپے اور ایک فرغل عطا کرنے کے بعد شہر میں جانے کے لیے رخصت کیا۔ اس خیال سے کہ اناج اور پیداوار میرے آدمیوں کی وجہ سے پامال نہ ہو، میں نے حکم دیا کہ سب شہر ہی میں قیام کریں سوائے ان لوگوں کے جن کی ضرورت ہو اور جو میرے ذاتی ملازم ہیں۔ خواجہ جہاں کو شہر کی ذمہ داریاں سونپ کر میں نے اسے رخصت دے دی۔ 14 تاریخ کو سعداللہ خاں پسر سعید خان کو ایک ہاتھی دیا گیا۔ 28 تاریخ مطابق 21ر رمضان کو 44 ہاتھی جسے ہاشم خاں پسر قاسم خاں نے اڑیسہ سے بطور نذر بھیجے تھے میرے سامنے پیش کے گئے۔ ان میں سے ایک بہت اچھا اور سیدھا تھا اسے میں نے اپنے ذاتی ہاتھی خانہ میں ڈال دیا۔

28ر تاریخ کو سورج گرہن تھا۔ بداقبالیوں کو دور کرنے کی غرض سے میں نے خود کو سونے اور چاندی میں وزن کرایا۔ یہ ایک ہزار، آٹھ سو تولے سونا اور چار ہزار نو سو روپیوں کے وزن کے برابر تھا۔ اسے اور دوسری اشیا جیسے سبزیاں، کچھ جانور جیسے ہاتھی، گھوڑے اور دیگر جانور میرے حکم کے مطابق مستحق افراد جن کو کچھ نہیں دیا گیا تھا اور شہر آگرہ اور اس کے گرد و نواح کے شہروں کے غربا کے درمیان تقسیم کرنے کو کہا گیا۔

چونکہ اس فوج کا کام جسے پرویز کی کمان میں اور دوسرے امرا جیسے خان خاناں، اعلیٰ امرا جیسے راجہ مان سنگھ، خان جہاں، آصف خاں امیرالامرا کی قیادت اور دوسرے منصب داروں اور ہر قبیلہ کے سربراہوں کے ہمراہ دکن کی تسخیر پر مامور کیا گیا تھا اس طرح پورا ہوا تھا کہ وہ آدھے راستے سے لوٹ گئے تھے اور برہان پور میں مقیم تھے۔ تمام محرم راز ملازمین، اخبار نویس جو حقیقت حال سے اپنی رپورٹوں (اخبار) کے ذریعہ دربار کو مطلع کر رہے تھے کہ گو فوج کی تباہی کے کئی اسباب ہیں لیکن سب سے بڑا سبب امرا کی



Marfat.com

آپسی نااتفاقی، بالخصوص خان خاناں کی غداری تھی۔ مجھے خیال آیا کہ مجھے خان آعظم کو ایک نئی تازہ دم اور طاقتور فوج کے ساتھ، اس ناکامی کا ازالہ کرنے کے لیے اور ان معاملات کی اصلاح کے لیے بھیجنا چاہیے جو اس نااتفاقی کی وجہ سے پیدا ہوگئے تھے، جس کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ گیارہویں دن اسے (خان اعظم) اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مامور کیا گیا اور دیوانیان کو حکم جاری کیا گیا کہ تیاری کریں اور اسے جلد تر رخصت کریں۔ میں نے خان عالم، فریدوں خاں (ص 184) برلاس، یوسف خان فرزند حسین خاں ٹکریہ، علی خاں نیازی، باز بہادر قلماق اور دوسرے منصب داروں کو معہ دس ہزار سواروں کے اس کے ساتھ کردیا۔ یہ طے پایا تھا کہ احدیوں کے علاوہ جو اس ذمہ داری پر مامور کیے گئے تھے، دو ہزار اور احدی اس کے ساتھ جائیں یعنی کل ملاکر 1,2000 سوار۔ اس کے ساتھ تیس لاکھ روپے اور کئی ہاتھی کرتے ہوئے میں نے اسے ایک شاندار اعزازی خلعت، ایک مرصع تلوار، ایک گھوڑا جس کی زین جواہرات سے مرصع تھی، ایک ذاتی ہاتھی، 50,000 روپے اخراجات کے لیے عطا کیے۔ ایک حکم دیا گیا کہ محکمہ دیوانی کے اعلیٰ عہدہ داران اس کی وصولی اس کی جاگیر سے کریں، وہ امرا جو اس کے تابع تھے، خلعتوں، گھوڑوں اور تحائف سے سرفراز کیے گئے۔

میں نے مہابت خاں کے 4,000 ذات اور 3,000 سوار کے منصب میں پانچ سو سواروں کے اضافہ کرکے حکم دیا کہ وہ خان آعظم کی برہان پور کے لیے رہنمائی کرے اور اس کی تحقیق کرے (کہ کن حالات میں) فوج تباہ ہوئی اور خان آعظم کی تقرری کے حکم کو اس علاقہ کے امرا تک پہنچائے اور ان سے مشورہ کرکے ان کو اس مقصد کے لیے ہمنوا بنائے۔ اسے یہ بھی نگرانی کرنی تھی کہ اس علاقہ میں فوج کی تیاری کیسی تھی اور تمام معاملات کو درست کرنے کے بعد، خان خاناں کو دربار میں لائے۔ اتوار 4/شوال کو دن کے آخری حصہ میں میں چیتے کے شکار میں مشغول رہا۔ میں نے طے کیا تھا کہ اس دن اور جمعرات کے دنوں میں کوئی جانور نہیں ہلاک کروں گا اور میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ خاص طور پر اتوار کو اپنے والد محترم کے احترام میں جو اس دن گوشت نہیں کھاتے تھے اور کسی بھی جانور کو ہلاک کرنا ممنوع تھا کیونکہ اتوار کی شب میں آنجناب کی مبارک ولادت ہوئی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ بہتر ہوگا کہ تمام جانور اس دن قصائیوں کے



Marfat.com

عذاب سے آزاد رہیں۔ جمعرات کا دن، میری تخت نشینی کا روز ہے۔ اس دن کے لیے میں نے حکم دیا کہ جانور نہ ہلاک کیے جائیں۔ یہاں تک کہ (ص، 185) شکار کے وقت میں گولی یا تیر بھی جنگلی جانوروں پر نہیں چلاتا تھا۔ چیتے کے شکار میں انوپ رائے، جو میرے قریبی ملازمین میں ہے ان آدمیوں کی سربراہی کرتا تھا جو شکار کے لیے مجھ سے ذرا فاصلہ[1] پر تھے، اس درخت کے قریب آئے جن پر چند چیلیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب اس کی نظر ان چیلوں پر پڑی تو وہ کمان اور بغیر نوک کے چند تیروں (تکوں) کے ساتھ ان کی طرف بڑھا۔ اتفاقاً اس کی نگاہ درخت کے قریب نیم خوردہ بیل پر پڑی۔ اس کے قریب ایک بڑا اور طاقتور چیتا، قریب کی جھاڑی سے نکلا اور چل دیا۔ گو کہ دو گھڑی سے زیادہ دن باقی نہیں تھا اور چونکہ وہ میرے شکار کے شوق سے واقف تھا، اس نے کسی کے ذریعہ یہ اطلاع مجھے بھیجی۔ جیسے ہی اطلاع مجھے ملی میں فوراً ہی جوش میں جانے کو تیار ہوگیا اور پوری رفتار سے بابا خرم، رام داس، اعتمادرے، حیات خاں اور دو تین دیگر افراد جو میرے ساتھ تھے، روانہ ہوگیا۔ میں جب پہنچا تو دیکھا کہ چیتا ایک درخت کے سایہ میں کھڑا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس کو گھوڑے پر سوار رہ کر ہی بندوق کا نشانہ بناؤں، لیکن میں نے دیکھا کہ میرا گھوڑا ثابت قدم نہیں ہے۔ میں نے گھوڑے پر سے اتر کر، اس پر نشانہ لے کر فائر کردیا۔ چونکہ میں بلندی پر تھا اور چیتا نشیب میں، مجھے معلوم نہیں کہ اسے گولی لگی یا نہیں، جوش کے مارے میں نے دوبارہ گولی چلادی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس بار اسے گولی لگی۔ چیتا اٹھا اور جھپٹ پڑا، شکار کرنے والے سربراہ کو جو اس کے سامنے تھا اور جس کی کلائی پر باز تھا زخمی کردیا اور دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس صورت حال میں ایک دوسری بندوق[2] تپائی پر رکھتے ہوئے میں نے نشانہ لگایا۔ انوپ رائے نیزے کے سہارے کھڑا تھا اور ایک تلوار اس کی نیام میں، ایک کنکا اس کے ہاتھ میں تھا۔ بابا خرم میری بائیں جانب تھوڑے فاصلہ پر تھا، رام داس اور دوسرے ملازمین اس کے پیچھے

---

1. "پارہ دور تر" لیکن ماثر جہانگیری، جلد دوم، ص، 231 سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم سے پانچ اٹن دور۔ پارہ یا بارہ لفظ کے معنی ہیں آدمیوں کی جماعت۔ شاید یہ بارہ یعنی (12) ہے۔

2. یہاں 'ماجرا گرفتن' آیا جس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ تپائی کو درست کیا۔ آگے کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوق اس وقت تک بھری نہیں گئی تھی۔ اقبال نامہ، ص 47 میں "ماشہ رازیر کرد" یعنی آگ دکھلائی۔



Marfat.com

تھے۔ کمال قراول نے بندوق بھری اور میرے ہاتھ میں دی۔ جب میں اسے چلانے ہی کو تھا، چیتا دہاڑتا ہوا ہماری طرف جھپٹا میں نے فوراً بندوق چلا دی، گولی اس کے منہ اور دانتوں سے ہو کر نکل گئی۔ بندوق کی آواز سے وہ وحشی اور بھپر گیا اور ملازمین، جن کی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی اس کے حملہ کی تاب نہ لاسکے اور ایک دوسرے پر ڈھیر ہو گئے، یہاں تک کہ میں ان کی دھکا دھکی میں دو قدم آگے بڑھ گیا اور گر پڑا۔ اصل میں مجھے یقین ہے کہ دو یا تین آدمی میرے سینے پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے۔ اعتماد رے اور کمال نے اٹھنے میں میری مدد کی۔ اس موقعہ پر چیتے نے ان لوگوں کی طرف رخ کیا جو بائیں ہاتھ کی جانب تھے، انوپ رائے نیزہ کا سہارا ترک کر کے چیتے کی طرف جھپٹا، چیتے نے اسی تیزی سے جس طرح اس نے حملہ کیا تھا اس کی طرف پلٹ پڑا۔ اس نے اس کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے لاٹھی اس کے سر پر ماری۔ چیتے نے منہ کھول کر انوپ رائے کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور اس میں دانت گڑا دیے، لیکن لاٹھی اور اس کے بازو پر بندھے دست بند اس کے کام آئے جس کی وجہ سے اس کے بازو تباہ ہونے سے بچ گئے۔ چیتے کے حملہ اور اس کی جھپٹ سے انوپ رائے چیتے کے سامنے کے پاؤں کے قریب گر پڑا۔ چنانچہ اس کا سر اور چہرہ چیتے کے سینہ کے مقابل تھے۔ اس موقع پر بابا خرم اور رام داس انوپ رائے کی مدد کو آ گئے۔ شاہزادے نے چیتے کی کمر پر ضرب لگائی اور رام داس نے بھی دو بار تلوار ماری۔ ایک بار اس کے پٹھے کی چوڑی ہڈی پر۔ غرض کہ یہ ایک بہت ہی نازک کام تھا۔ حیات خاں نے چیتے کے سر پر ایک ڈنڈے سے کئی وار کیے جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ انوپ رائے نے طاقت لگا کر اپنا ہاتھ چیتے کے منہ سے نکال لیا اور اس کے گالوں پر دو تین گھونسے مارے اور اپنی طرف لڑھک کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا۔ اپنے ہاتھوں کو چیتے کے منہ سے باہر نکالتے وقت اس کے دانت اسی سے گزرے اور وہ کہیں کہیں پھٹ گئے اور اس کے دونوں پنجے اس کے کاندھوں سے گزر گئے۔ جب وہ کھڑا ہوا تو چیتا بھی کھڑا ہوا اور اپنے پنجوں سے اسکے سینہ کو زخمی کر دیا۔ چنانچہ ان زخموں نے اسے کئی دنوں تک بہت تکلیف پہنچائی۔ چونکہ زمین ناہموار تھی دونوں ایک دوسرے پر لڑھکتے رہے جیسے دو پہلوان ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوں۔ جس مقام پر میں کھڑا تھا وہاں زمین ہموار تھی۔ انوپ رائے کہتا ہے کہ خدا نے اسے عقل دی کہ وہ چیتے کو جان بوجھ کر پٹخنیاں دے کر ایک طرف لے گیا اس کے بعد اس



Marfat.com

کو کچھ ہوش نہیں رہا۔ اس وقت چیتا اسے چھوڑ کر بھاگنے کو تھا۔ وہ (انوپ) اس عالم حیرانگی میں اٹھا، اپنی تلوار اٹھائی اور اس کے سر پر وار کردیا۔ جب چیتے نے اپنا سر گھمایا تو اس نے دوسرا وار اس کے چہرہ پر کردیا۔ چنانچہ اس کی دونوں آنکھیں کٹ گئیں اور بھنوؤں کا چمڑہ جو تلوار کی مار سے کٹ گیا تھا، اس کی آنکھوں پر گر پڑا۔ اس حالت میں ایک لنگڑا جس کا نام صالح تھا، جلدی میں آیا کیونکہ یہ چراغ جلانے کا وقت تھا۔ اتفاقاً وہ چیتے کی راہ میں آگیا۔ چیتے نے اس کی کہنی پر پنجہ مار کر گرا دیا، اس کا گرنا اور مر جانا بیک وقت ہوا۔ دوسرے لوگ آگئے اور چیتے کا کام تمام کردیا۔ چونکہ انوپ رائے نے یہ خدمت میرے لیے انجام دی تھی اور یہ میں نے دیکھا تھا کہ کس طرح اس نے اپنی جان داؤں پر لگا دی تھی۔ جب وہ زخموں سے روبہ صحت ہوا اور میری خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا تو میں نے اسے انی رائے سنگھ دمن کے خطاب سے نوازا۔ انی رائے[1] کو ہندی زبان میں فوج کا رہنما کہا جاتا ہے اور سنگھ دلن کے معنی ہیں شیر کو مارنے والا۔ اسے اپنی ایک خاص تلوار عطا کرتے ہوئے میں نے اس کے منصب میں اضافہ کردیا۔ میں نے خان اعظم کے بیٹے خرم کو کامل خاں کے خطاب سے نواز کر جوناگڑھ کا صوبہ دار مقرر کیا۔

اتوار 3 ذی قعدہ کو میں نے خود کو مچھلی کے شکار میں مصروف رکھا اور 766 مچھلیاں پکڑیں۔ ان کو میری موجودگی میں امرا، اباچکیان[2] اور بیشتر ملازمین کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔ میں فلس والی مچھلی کے علاوہ کوئی دوسری مچھلی نہیں کھاتا کیونکہ دوسری مچھلیاں مردار کھاتی ہیں لیکن فلس والی نہیں۔ اسی وجہ سے ان کا کھانا میرے مزاج کے خلاف ہے۔ شیعہ جانتے ہیں کہ وہ کیوں نہیں کھاتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ اسے خلاف شرع جانتے ہیں۔[3] میرا ایک گھریلو پلا ہوا اونٹ ہے جو میرے ساتھ شکار میں تھا، پانچ نیل گایوں کو جن کا وزن 42 من تھا، لاد لایا، اس سے پہلے میں نے نیشاپور کے نظیری

---

1 انک سنسکرت میں فوج کے لیے آتا ہے۔ رائے خطاب ہے جس کے معنی قیادت کے ہیں۔

2 متن میں زنگچیان انڈیا آفس (181) میں اباکچیان یعنی اباکچی خانہ کے لوگ۔ دیکھیے آئین، فارسی متن، جلد اول، ص، 42، بلاک مین، جلد اول، ص، 46

3 بیورج کے مطابق یہ طنزیہ جملہ ہے۔ اگر بیورج کی بات مان لی جائے تو نورجہاں اور دیگر شیعہ امراء اس کے گہرے روابط کے کیا معنی ہیں؟ مترجم



Marfat.com

کو، جو فن شاعری میں دوسروں پر فضیلت رکھتے تھے، بلا بھیجا تھا جو اس وقت گجرات میں ایک تاجر کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس وقت وہ آئے اور میرے حضور میں حاضر ہوئے۔ انوری کے قصیدہ۔

باز ایں چہ جوانی و جمالست جہاں را

(ترجمہ) دوبارہ کیسی جوانی اور حسن اس دنیا کے لیے

میرے سامنے ایک نظم پیش کی جو انھوں نے لکھی تھی۔ میں نے انھیں آیک ہزار روپے، ایک گھوڑا اور ایک خلعت تحفہ میں پیش کیا۔

میں نے حکیم حمید گجراتی کو بھی جن کی مرتضٰی خاں بہت تعریف کرتے تھے (ص، 189) بلا بھیجا تھا۔ وہ آئے اور میری خدمت میں حاضری دی۔ جمعرات 10 ذی الحجہ کو بقرعید تھی۔ چونکہ اس دن (جمعرات) کو قربانی ممنوع تھی میں نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن جانوروں کی قربانی کی جائے۔ تین بھیڑوں کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے کے بعد میں شکار کے لیے نکلا اور اور چھ گھڑی رات گزرنے کے بعد لوٹ آیا۔ اس دن ایک نیل گاؤ کا شکار ہوا جس کا وزن 9 من 35 سیر تھا۔ اس نیل گاؤ کا ذکر اس لیے کیا جاتا ہے کیونکہ یہ عجیب و غریب ہے۔ گزشتہ دو برسوں میں جب بھی میں اس جگہ گھومتا ہوا شکار کے لیے پہنچا ہوں ہر بار اس (نیل گاؤ) پر گولی چلائی۔ چونکہ زخم جان لیوا جگہ پر نہیں لگے، وہ نہیں گرا اور بھاگ گیا۔ اس بار پھر میں نے اس نیل گاؤ کو شکار گاہ میں دیکھا اور محافظ (شکارگاہ) نے پہچان لیا، پچھلے دو برسوں سے وہ زخمی ہو کر بھاگ جاتا تھا، مختصراً میں نے اس دن اس پر تین گولیاں چلائیں۔ یہ بے سود ثابت ہوا میں نے اس کا تیزی سے پیچھا تین کوس تک کیا لیکن اپنی تمام کوششوں کے باوجود اسے پکڑ نہیں سکا۔ بالآخر عہد کیا کہ اگر یہ نیل گاؤ گرا تو اس کا گوشت پکاؤں گا اور خواجہ معین الدین کی نذر کرکے اسے غربا کو کھانے کے لیے دے دوں گا۔ میں نے اپنے والد محترم کے نام بھی ایک مُہر اور ایک ہزار روپے (دینے کا) عہد کیا۔ اس کے فوراً بعد وہ نیل گاؤ خستہ حال ہو کر چلنے کے لائق نہیں رہ گیا۔ میں اس کے سر کے لیے لپکا اور حکم دیا کہ اسے شرعی طور پر اسی جگہ حلال کیا جائے۔ اُسے میں اپنے خیمہ پر لا کر اپنے عہد کے مطابق عمل کیا۔ ان لوگوں نے اس نیل گاؤ کا گوشت پکایا اور مہر و روپیہ مٹھائی پر خرچ کردیا۔ میں نے غریب اور بھوکے



Marfat.com

لوگوں کو جمع کیا اور اس کو اپنی موجودگی میں تقسیم کردیا۔ اس کے دو تین دنوں کے بعد میں نے ایک دوسرا نیل گاؤ دیکھا۔ میں نے بہت کوشش کی اور چاہا کہ وہ ایک جگہ کھڑا ہوجائے تاکہ میں اس پر گولی چلاسکوں مگر مجھے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ اپنے کندھے پر بندوق رکھ کر میں نے غروب آفتاب تک اس کا تعاقب کیا۔ میں اس کے شکار سے مایوس ہوگیا تھا کہ اچانک میری زبان سے نکلا "خواجہ یہ نیل گاؤ بھی آپ کی نذر ہے" میرا کہنا اور اس کا بیٹھنا فوراً اور ایک ساتھ ہوا۔ میں نے گولی چلائی اور اسے زخمی کردیا۔ پہلے والے نیل گاؤ کی طرح اسے پکانے اور غربا کے کھانے کے لیے تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

شنبہ 19، ذی الحجہ کو میں نے پھر مچھلی کا شکار کیا۔ اس بار تقریباً 330 مچھلیاں پکڑی گئیں۔ بدھ کی رات مطابق 28 ماہ مذکور[1] میں نے روپ باس میں قیام کیا۔ چونکہ یہ میرے منتخب شکار گاہوں میں ایک ہے اور حکم تھا کہ اس کے گرد و نواح میں کوئی شکار نہ کھیلا جائے، بڑی تعداد میں ہرن اس جنگل میں ایک ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ قرب و جوار کے آباد علاقوں میں بھی آجاتے تھے اور انھیں کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا تھا، میں نے دو تین دنوں تک اس جنگلی میدان میں شکار کھیلا اور بہت سے چیتلوں اور ہرنوں کو مارا اور شکار کیا، چونکہ شہر میں داخلہ کی ساعت قریب تھی اور راستہ میں دو مقام کرتے ہوئے میں جمعرات کی شب 1611ء کو عبدالرزاق ماموری کے مکان پر اترا۔ جو درحقیقت شہر کے قریب تھا۔ اس رات دربار کے بہت سے ملازمین جیسے خواجہ جہان، دولت خان اور بہت سے دوسرے جو شہر میں رہ گئے تھے، آئے اور حاضری دی۔ ایرج نے بھی، جسے میں نے دکن سے بلا بھیجا تھا، میرے حضور میں حاضری کی سعادت پائی۔ میں جمعہ کے روز بھی باغ میں مقیم رہا، اس دن عبدالرزاق نے اپنی نذر گزاری۔ چونکہ یہ شکار کا آخری دن تھا، ایک حکم دیا گیا (ص، 191) کہ شکار کی مدت اور جانوروں کی تعداد جو شکار کیے گئے گن کر مجھے بتلائے جائیں۔ شکار کی مدت 9 تاریخ ماہ آذر سے 29 اسفند آر، پانچواں سال یا تین ماہ بیس دن تھی۔ اس زمانہ میں 12 چیتے، ایک بارہ سنگھا، 44 چلکارہ، ایک کوتاہ بچہ ہرن، ایک سالہ ہرن کے دو بچے، سیاہ ہرن 68، فاختائیں 41، ہرنیاں 31، لومڑیاں 4، گرارہ ہرن 8، پاتل 1، بھالو 5، بھیڑیے 3، نیل گاؤ 108، مچھلیاں 1096، عقاب 1،

---

[1] متن میں 14 کی رات ہے۔ میں نے انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 کا اتباع کیا ہے۔



Marfat.com

تغدار1، مور5، بگلے 5، تیتر 5، سرخاب1، سارس 5، ڈھیک1، کل جمع 1414۔

شنبہ 29 اسفندارمز مطابق 4 محرم میں ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوا۔ عبدالرزاق کے باغ سے محل کا فاصلہ ایک کوس اور بیس طناب ہے۔ میں نے 1,500 روپے لوگوں کے بیچ لٹائے۔ مقررہ وقت پر میں محل میں داخل ہوا، بازار سال نو کی تقریب کی طرح کپڑوں سے سجائے گئے تھے۔ شکار کے دوران، خواجہ جہان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ محل (زنانہ) میں ایک عمارت تعمیر کرے جو میری نشست کے لیے مناسب ہو۔ مذکورہ خواجہ نے تین ماہ کے اندر اس طرح کی ایک شاندار عمارت بڑے انکسار کے ساتھ مکمل کرادی جو ایک بے حد پھرتیلا کام ہے۔ سڑکوں کی خاک سے گزر کر میں اس جنت نما عمارت میں داخل ہوا اور رہائش گاہ کا معائنہ کیا جو میری پسند کے بہت مطابق تھی۔ خواجہ جہاں کو بہت تعریف اور توصیف سے نوازا گیا۔ اس نے نذر پیش کی تھی اسے میرے سامنے اسی عمارت میں دکھلایا گیا۔ ان میں سے چند کو پسند اور قبول کیا گیا اور بقیہ اسی کو دے دیا گیا۔



Marfat.com

# میری تخت نشینی کے بعد سال ششم کی تقریبات

دوشنبہ کے دن دو گھڑی اور چالیس پل گزرنے کے بعد، جب آفتاب اپنے برج، جو برج حمل کا جھرمٹ ہے، داخل ہوا، وہ فروردین کی یکم تاریخ مطابق 6/ محرم (21/ مارچ 1611) تھی، نئے سال کی تیاریاں ہو چکی تھیں۔ میں نے خود کو اقبال مندی کے تخت پر بٹھایا[1]۔ امرا اور دیگر ملازمین دربار میرے دربار حاضری کی خوش نصیبی سے سرفراز ہوئے اور اپنی مبارک بادیں پیش کیں۔ دربار کے ملازمین میں میران صدر جہاں، عبداللہ خاں فیروز جنگ اور جہانگیر قلی خاں کی نذریں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ بدھ، 8 محرم کو راجہ کلیان کی نذر، جو اس نے بنگال سے بھیجی تھی، میرے سامنے پیش کی گئی۔ جمعرات 9 ماہ مذکورہ شجاعت خاں اور کچھ دوسرے منصب داران، جو طلب کرنے پر ڈھاکہ سے حاضر ہوئے تھے، میرے سامنے پیش ہوئے۔ میں نے جواہرات سے مرصع ایک خنجر (کمر میں لگانے والا) رزاق وردی ازبیک کو پیش کیا۔ اسی دن مرتضیٰ خاں کی سال نو کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ اس نے ہر قسم کی اشیا رکھی تھیں سب کا ملاحظہ کرنے کے بعد مجھے جو پسند آیا جوہرات، ہاتھی، گھوڑے لے لیے اور بقیہ لوٹا دیے۔ میں نے ایک مرصع خنجر ابوالفتح دکنی کو پیش کیا۔ 300 روپے میر عبداللہ کو اور ایک عراقی گھوڑا مقیم خاں کو پیش کیا۔ میں نے شجاعت خاں کے منصب میں 500 ذات اور 500 سوار کا اضافہ کردیا۔ پہلے اس کا منصب 1,500 ذات اور 100 سوار تھا۔ میں نے اسے دکن سے طلب کیا تھا تاکہ اسے بنگال اسلام خاں کے پاس بھیج سکوں۔ درحقیقت اسے اس کی جگہ پر مستقل کرنا تھا اور اس صوبہ کی ذمہ داری سونپنی تھی۔

خرم کا منصب 8,000 ذات اور 5,000 سوار کا تھا۔ میں نے اس کے ذاتی بھتہ (الاؤنس) میں 2,000 کا اضافہ کردیا اور خواجہ جہاں کا 1,500 ذات اور 1,000 سوار کے منصب میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کردیا۔

---

1۔ جہانگیر یہ نہیں لکھتا کہ اس سال اس نے نور جہاں سے شادی کی تھی۔ اسے اس نے سال نو کے دن دیکھا تھا۔ (اقبال نامہ، 56)۔ جہانگیر کی ایک یادداشت سے (برٹش میوزیم مخطوطہ 3276) ص، 132 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے 14 خورداد (اواخر مئی 1611) میں شادی کی تھی۔ گیارہویں سال میں اس نے نور جہاں کا خطاب پایا۔ اس سے پہلے وہ نور محل کے نام سے معروف تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے نور جہاں کے شوہر کے انتقال کے چار سال اور کچھ دنوں بعد شادی کی تھی۔



Marfat.com

24/ محرم 18 فروردین، دن چڑھ جانے کے بعد یادگار علی سلطان، سفیر شاہ عباس حکمراں ایران، جو مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور میری تخت نشینی کی مبارک باد کے لیے آئے تھے، میرے حضور میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ اور میرے سامنے میرے بھائی شاہ عباس کے بھیجے گئے تحائف پیش کیے۔ وہ اچھے گھوڑے، کپڑے اور ہر طرح کے معقول تحفے لائے تھے۔ جب وہ مجھے تحفے پیش کر چکے تو میں نے اسی دن ان کو ایک شاندار خلعت، 30,000 روپے جو 1000 ایرانی تومان کے مساوی تھے، پیش کیے۔ انھوں نے مجھے ایک خط پیش کیا جو محترم والد مرحوم کی تعزیت اور مبارک بادوں کا مرکب تھا۔ چونکہ تہنیتی خط میں انھوں نے سب سے زیادہ دوستی کا اظہار کیا تھا اور ہر طرح سے آداب اور دوستی کا مظاہرہ کیا تھا، اس نے مجھے مسرور کیا۔ خط کی نقل درج ذیل ہے:

## شاہ عباس کے خط کی نقل (ترجمہ)

خدا کرے کہ ابر رحمت کے چھڑکاؤ سے اور فضل رحمانی کی بارش سے، ابداع اور اختراع ہو اور سلطنت کے باغ کی تازگی قائم رہے۔ خدا کرے کہ فرمانروائی کے پھولوں کی سیج، حکمرانی اور اعلیٰ حضرت کی شاندار قدر و منزلت، بے انتہا شادمانی اور آن بان، آفتاب کی طرح جاہ و جلال، بادشاہ جواں بخت، کیوان وقار شعار، شہرہ آفاق شہزادہ، جو افلاک پر قدرت رکھتے ہیں، خدیو، جہانگیر اور ملک کا فاتح فرمانروا، شہزادہ، سکندر کی طرح عالی مرتبت، سکندر شکوہ، جو عظمت اور شان کے تخت پر جلوہ فگن ہے، جس کے قبضہ میں اقلیمات (سات) ہیں، جو مسرت، قسمت اور خوش حالی میں اضافہ کرتا ہے اور مسرت کے باغ کو سجانے والا ہے، جو گلاب کے کیاریوں کو سجانے والا ہے، خوشیوں کے ملن کا مالک ہے، جو دل جمعی کا آغاز کرنے والا (ص 194) بادشاہی میں کامل ہے، آسمان کے اسرار کا شارح ہے، علم و فکر کے چہرہ کو نکھارنے والا ہے اور تخلیق کی کتاب کا اشاریہ ہے، انسان کامل کا نمونہ ہے، خدا کے نورِ تجلی کا آئینہ ہے، رفیع الشان فرد کو اور بلندی پر لے جانے والا ہے۔ اچھی قسمت کو بڑھانے اور بلندی دینے والا ہے۔ آسمانوں کی عظمت کا سورج ہے، خالق کون و مکان کے کرم کا سایہ ہے۔ یہ وہ ہے جو ستاروں بھری جنت میں جمشید کا مقام رکھتا ہے۔ اتحاد کا مالک ہے، عالم کی پناہ گاہ ہے، اللہ کے جود و کرم کا دریا ہے۔ لامحدود رحم و کرم کا سرچشمہ ہے، بے رنگی کو تازگی اور پاکیزگی عطا کرنے والا ہے۔ اس کا ملک بد نظروں کی تباہی سے محفوظ رہے۔ اس کی کاملیت کی صداقت، پیار، محبت اور شوق میں محفوظ رہے، اس کی عمدہ خصوصیات اور کریم النفسی کو تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔



Marfat.com

قلم را زبان نبود کہ راز عشق گوید باز

(ترجمہ) قلم میں طاقت نہیں جس سے اس کے عشق کا اظہار ہو سکے۔

گو کہ بظاہر فاصلوں (ہمارے درمیان) کی وجہ سے اپنی تمناؤں کے کعبہ کو حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے، تاہم وہ میری شدید روحانی ملاقات کی تمناؤں کا کعبہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ فطری وحدت کی بنا پر یہ کمترین اور وہ پرداختہ کروفر، حقیقت میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوگئے ہیں۔ درمیانی فاصلوں اور جسم کی ظاہری علاحدگی بھی روح کی قربت اور اتصال کو نہیں روک سکی۔ میرا چہرہ اب بھی دوستی پر قائم ہے اور اسی کے مطابق غم کا غبار میرے سورج جیسے آئینہ دار دماغ پر نہیں جم سکا ہے، بلکہ اس سے کاملیت کی نمائش کے حسن کا عکس ظاہر ہوتا ہے اور میری روح کی قوت شامہ نے ہمیشہ اس کی دوستی اور محبت کی لذت کی خوشبو پائی ہے اور عنبریں جیسی معطر پسندیدہ نسیم اور دوستی، روحانی رفاقت اور دائمی اتحاد نے دوستی کے زنگ کو مٹا دیا ہے۔ شعر ؎

ہم نشینم بخیال تو و آسودہ دلم
کیں وصالیست کہ درپے غم، ہجرانش نیست

(ترجمہ) تصورات میں میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں اور میرا قلب سکون پاتا ہے کیونکہ یہ ایسا ملن ہے جس میں ہجر کا درد نہیں ہوتا۔

خدائے عز و جلال کی تعریف کی جانی چاہیے کہ شجر تمنا اور حقیقی دوستی کا پودا ثمردار ہوا ہے، حسن مقصود جو برسوں سے نقاب میں پوشیدہ تھا، عجز و نیاز اور خدائے پاک کی مہربانی سے سامنے آگیا ہے اور خود کو حجلہ عروسی کی روپوشی سے باہر لاکر عیاں کردیا ہے اور امیدواروں کی بے رنگ تمناؤں میں امید کی تکمیل کی کرن جگا دی ہے، جو مبارک تخت پر بادشاہ کے پہلو میں جلوہ افروز ہوکر دربار کی رونق اور شان کو بڑھاکر بادشاہوں کے بادشاہ کی عظمت میں اضافہ کرتے ہیں۔ خلافت کے عالی علم بردار حاکم، اور فلک کو چھوتی ہوئی انصاف کی چھتری اور عالم پر حکمرانی کرنے والا، فرمانروائی اور تخت کا خالق اور علم و عقل کی گرہوں کو کشادہ کرنے والا، جس نے باشندگان عالم کے سروں پر ترحم، ملوکیت اور مساوات کا سایہ ڈال رکھا ہے۔ میری امید یہ ہے کہ خواہشات کی تکمیل کرنے والا اعلیٰ (حاکم) ترقی کے اور مبارک مدارج طے کرے گا اور اس کی مبارک تقدیر، تاج کو منور اور تخت کو روشن کرے گی اور اسے ایک اچھا شگون بناکر سب کو خوش حال دے گی اور وہ معاملات جو بادشاہی سے تعلق رکھتے ہیں اور شان و شوکت کا سبب ہیں۔



Marfat.com

خوشحالی اور وقار میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ زمانہ دراز سے رسم دوستی اور بے تکلفی کی راہیں جو ہمارے اجداد کے درمیان قائم رہی ہیں اور جواب دوبارہ ہمارے درمیان قائم ہیں اور جو دوستی پر قائم ہیں اور جس کا مقصد برابری ہے، کا مطالبہ تھا کہ جب اس کے جلوس اور تخت گورگانی پر بیٹھنے اور تیمور کے تاج کی وراثت کی اچھی خبر اس ملک میں آئے تو قصر شاہی کے معتمدین سے ایک کو فوراً مبارک باد پیش کرنے کے لیے نامزد کیا جائے لیکن آذربائیجان کے معاملات کی وجہ سے اور صوبہ شیروان کی تسخیر کے بغیر، جواب حاصل ہوئی ہے، اس الفت زدہ دماغ کو اطمینان نہیں تھا اور وہ اپنے دارالحکومت کو نہیں لوٹ سکتا تھا۔ اس اہم کام کی تکمیل میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ گوکہ رسمی تکلفات اور شائستگی ان لوگوں کے لیے بے معنی ہیں جو عالم اور صاحب بصیرت ہیں، تاہم اس کی پابندی دوستی کی پابندی (ص 196) کا تقاضہ ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس مبارک موقعہ پر جب کہ محترم فرشتوں کے خدام، اس صوبہ کے معاملات سے ہٹا دیے گئے ہیں اور میرے بہی خواہوں کی خواہش کے مطابق طے کردیے گئے ہیں اور میں اس طرف سے مطمئن ہوں۔ میں اپنے دارالحکومت اصفہان میں لوٹ آیا ہوں جوکہ حکومت کی مستقل جگہ ہے۔ اس لیے میں نے کمال الدین یادگار علی کو، جو امرا سے متعلق ہیں اور مخلص و کامل طور پر قابل اعتماد ہیں اور مزید برآں ہمارے خاندان کے جانثار ملازمین اور خالص صوفیوں کے سلسلہ میں ہیں۔ یہ ان کی خوش بختی ہے کہ وہ سب سے باوقار دربار، اور آپ کو تسلیم بجا لانے کے بعد، آپ سے تعزیت کریں اور اعزاز کے قالین کو بوسہ دے کر مزاج (اقدس) کا احوال پوچھیں اور مبارک باد پیش کریں۔ پھر وہ اپنی واپسی کی اجازت لے کر واپس آئیں اور آپ کے بہی خواہان کے پرخلوص دماغوں تک یہ بات واضح کردیں کہ آپ کی فرشتہ صفت شخصیت کے تحفظ اور مزاج کی سلامتی جو آفتاب کی طرح عیاں ہے، مسرتوں میں اضافہ کرتی ہے۔ امید ہے کہ پشتینی دوستی کا درخت اور پیہم توجہ اور بے تکلفی اور احترام کا باغ، ظاہری و باطنی دونوں ہی، جو محبت کے دریاؤں سے سیراب اور مخلصانہ احترام سے عظیم شان و شوکت و تازگی، بغیر اپنی پتیوں کے ضائع کیے ہوئے، بے تکلفی کی ڈور کو حرکت میں لاکر دوری کی بدنصیبی کو دور کردے گی۔ جو روح کی پکار ہے اور ہماری ظاہری دوستی کو روحانی زنجیروں میں باندھ دے گی اور معاملات کی تکمیل کے لیے سودمند ہوگی۔ اللہ پاک اس عظیم خاندان کی شان و شوکت اور خفیہ طاقت کے فروغ اور اس کے گھر کی رونق و قسمت میں مدد فرمائے۔"

یہاں برادرم شاہ عباس کے خط کی نقل (ترجمہ) تمام ہوئی۔



Marfat.com

میرے بھائی سلطان مراد اور دانیال کو جو میرے والد کی حیات ہی میں رحلت کر گئے تھے لوگ کئی ناموں سے یاد کرتے تھے۔ میں نے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو شہزادہ مغفور اور دوسرے کو شہزادہ مرحوم کے نام سے یاد کیا جائے۔

میں نے اعتمادالدولہ اور عبدالرزاق ماموری کو جن کے پاس 1,500 کے منصب تھے بڑھا کر 1,800 کردیا اور قاسم جان برادر اسلام خاں خانخاناں کے سوار کے منصب میں 250 کا اضافہ کیا۔ میں نے ایرج، خانخاناں کے سب سے بڑے بیٹے کو شاہ نواز خاں کا خطاب دیا اور سعداللہ خاں پسر سعید خاں کو نوازش خاں کے خطاب سے نوازا۔

میری تخت نشینی کے وقت پیمائش اور اوزان میں فی مہر تین رتی اور روپیوں میں اضافہ کیا گیا۔ اس وقت مجھ سے عرض کیا گیا کہ تجارتی معاملات میں یہ لوگوں کے لیے سہولت کا سبب ہوگا اگر مہر اور روپے کا وزن وہی رکھا جائے جیسا کہ پہلے جاری تھا، چونکہ تمام معاملات میں عوام کی سہولت اور خوشی مدنظر ہوتی ہے، میں نے حکم دیا کہ آج کے دن سے یعنی 11/ اردی بہشت چھ سنہ جلوس سے مہریں اور روپے پچھلے وزن کے مطابق، میرے ملک کے تمام ٹکسالوں میں ڈھالے جائیں۔ پہلے کی طرح شنبہ 2/ صفر 1020ھ بدسرشت احداد کو معلوم ہوا کہ کابل میں کوئی بڑا حاکم نہیں ہے۔ خان دوران، اندرون ملک[1] تھا اور صرف معزالملک، مذکورہ (خان) کے چند ملازمین کے ساتھ کابل میں تھا، اسے ایک اچھا موقعہ سمجھ کر، احداد نے بہت سے سوار اور پیدل فوج کے ساتھ اچانک کابل پر حملہ کردیا۔ معزالملک نے حتی الوسع اپنی صلاحیت کے مطابق سرگرمی دکھلائی۔ کابلی اور دوسرے باشندگان بالخصوص فرمولی[2] قبیلہ کے لوگوں نے سڑکوں کی ناکہ بندی کردی اور اپنے مکانوں کی مورچہ بندی کردی۔ افغان بندوقوں کے ساتھ مختلف سمتوں سے سڑکوں اور بازاروں میں آگئے۔ لوگوں نے اپنے کیواڑوں اور مکانوں کی آڑ لے کر بہت سے ان بدمعاشوں کو تیروں اور بندوقوں سے ہلاک کر ڈالا۔ برگی، احداد کا ایک معتمد بھی مارا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اور اس خوف سے کہ لوگ ہر طرف سے یکجا ہوکر ان کی راہ فرار مسدود کردیں گے، یہ لوگ ہمت چھوڑ بیٹھے اور سراسیمہ ہوکر بھاگ نکلے۔ ان میں سے تقریباً 80 کتے جہنم رسید ہوئے اور 200 جلدی سے گھوڑوں پر سوار ہوکر اپنی جانیں لے کر اس جان لیوا مقام سے بھاگ نکلے۔ نادعلی میدانی جو لوہ گر میں تھا،

---

1. خان دوراں اس وقت ضلع ننگ نہر میں تھے۔ اقبال نامہ، ص، 33
2. متن میں غلطی سے قزلباش لکھا ہے۔



Marfat.com

بالآخر اس روز وہاں پہنچ گیا اور کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔ چونکہ دونوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا اور اس کی جمعیت مختصر تھی، وہ لوٹ آیا۔ اس نے آنے میں جو مستعدی دکھائی تھی اور معزالملک نے جو سرگرمی دکھلائی تھی، دونوں کے منصب میں اضافہ کردیا گیا۔ نادعلی جو 1,000 ذات کا منصب دار تھا 1,500 ذات کا منصب دار بنا دیا گیا اور معزالملک کے منصب میں اضافہ کرکے 1,500 سے 1,800 کردیا۔ چونکہ یہ معلوم ہوچکا تھا کہ خان دوراں اور کابلی اپنے دن بے فکری سے گزار رہے تھے اور احداد کی سرکوبی میں کافی وقت لگ گیا تو مجھے خیال آیا کہ خانخاناں بغیر کسی (ذمہ داری) کام کے تھا۔ مجھے اسے اور اس کے بیٹے کو اسی ذمہ داری پر مامور کردینا چاہیے۔ جیسے ہی یہ خیال آیا (اسی وقت) قلیج خاں کو طلب کرنے کا فرمان جاری کیا گیا۔ وہ پنجاب سے حاضر ہوا اور حاضری سے سرفراز ہوا۔ تیور سے یہ اندازہ ہوا کہ وہ بدمزاج احداد کے خلاف مہم کی ذمہ داری خانخاناں کے سپرد کیے جانے پر خوش نہیں تھا۔ چونکہ اس نے اس ذمہ داری کو بہت وفاداری سے انجام دینے کا وعدہ کیا تھا، یہ طے کیا گیا کہ صوبہ پنجاب کی ذمہ داری مرتضیٰ خاں کو دی جائے اور خانخاناں کو وطن ہی میں روک لیا جائے اور قلیج خاں کو ترقی دے کر 6,000 ذات اور 5,000 سوار کا منصب دے کر کابل میں مامور کیا جائے (ص، 199)، تاکہ وہ احداد کے خلاف اور بالائے ملک میں لٹیروں کے خلاف مہم چلا سکے۔ میں نے حکم دیا کہ خانخاناں کو سرکار کالپی و قنوج، صوبہ آگرہ میں جاگیر دی جائے تاکہ وہ وہاں کے باغیوں کی سختی سے سرکوبی کرسکے اور ان کو وہاں سے اکھاڑ پھینکے۔ جب میں نے ان کو رخصت کیا تو ہر ایک کو خلعت خاص، گھوڑا اور ہاتھی عطا کیے اور وہ اعزاز پاکر رخصت ہوگئے۔ اسی وقت خلوص، دوستی اور پرانی خدمات کی وجہ سے میں نے اعتمادالدولہ کو 2,000 ذات اور 500 سوار کا منصب دیتے ہوئے 500 روپے بھی تحفہ میں پیش کیے۔ مہابت خاں جسے میں نے دکن میں ضروری انتظامات جنگ کے لیے اور فاتح فوج کی تیاری کے لیے بھیجا تھا اور امرا کو اتفاق و اتحاد کی صلاح دی تھی، میرے پاس دارالسلطنت آگرہ میں حاضر ہوا اور تاریخ 12 ماہ تیر مطابق 21/ ربیع الثانی میرے حضور میں حاضری دی۔ اسلام خاں نے بذریعہ خط مطلع کیا کہ عنایت خاں نے صوبہ بنگال میں اچھا کام کیا ہے اس وجہ سے میں نے اس کے 2,000 کے منصب میں 500 کا اضافہ کردیا۔ میں نے راجہ کلیان کے منصب میں جو اس صوبہ کا ایک رکن تھا 500 ذات اور 300 سوار کا اضافہ کرکے 1,500 ذات اور 800 سوار کردیا۔ میں نے ہاشم خاں[1] کو جو اڑیسہ میں تھا، کشمیر کی

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 324 سے تقابل کریں۔



Marfat.com

حکومت پر متعین کیا اور اس کے چچا خواجہ محمد حسین کو وہاں کے معاملات کی اس وقت تک دیکھ بھال کے لیے بھیج دیا جب تک کہ وہ وہاں نہیں پہنچ جاتا۔ میرے محترم والد کے عہد میں اس کے والد، محمد قاسم نے کشمیر فتح کیا تھا۔

چن قلیج جو قلیج خاں کے سب سے بڑے بیٹے تھے، صوبہ کابل سے آئے اور میرے حضور میں حاضری دی۔ اپنی فطری ذہانت کے علاوہ وہ خانہ زاد بھی تھے اس لیے انھیں خان کے خطاب سے نوازا گیا۔ اس کے والد کی درخواست پر اور اس شرط پر کہ وہ تیرہ میں ملازمت کرے گا، میں نے اس کے منصب میں 500 ذات اور 300 سوار کا اضافہ کردیا۔ 14 امرداد کو میں نے اعتمادالدولہ کو اس کی سابقہ خدمات، انتہائی خلوص اور قابلیت کی بنا پر سلطنت کی وزارت کا عہدہ دیا اور اسی دن یادگار علی کو (سفیر ایران) ایک جواہرات سے مزین پٹی اور خنجر پیش کیا۔ چونکہ عبداللہ خاں نے جسے باغی رانا کے خلاف مہم کا سپہ سالار بنایا گیا تھا، وعدہ کیا کہ وہ صوبہ دکن میں گجرات کی سمت سے داخل ہوگا، میں نے اسے ترقی دے کر اس صوبہ کا صوبہ دار مقرر کردیا اور اس کی درخواست پر راجہ باسو کو رانا کے خلاف مہم کی فوج کی کمان دے کر اس کے منصب میں 500 سوار کا اضافہ کردیا۔ گجرات کے بجائے میں نے صوبہ مالوہ خان اعظم کے حوالہ کیا اور چار لاکھ روپے فوج اور جنگی سامان کے لیے اس فوج کو بھیجے جو ناسک ہوکر جو صوبہ دکن کے قریب ہے، عبداللہ خاں کے ساتھ جانے کو مقرر کی گئی تھی، صفدر خاں معہ اپنے بھائیوں کے صوبہ بہار سے آیا اور قدم بوسی سے شرف یاب ہوا۔

شاہی غلاموں میں ایک جو مہر بنانے کے محکمہ میں ملازم تھا، میرے سامنے ایک ایسا نمونہ رکھا جسے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ سنا تھا۔ چونکہ یہ بے حد دلچسپ ہے، اس کا تفصیلی[1] ذکر کیا جاتا ہے۔ اخروٹ کی شکل کے خول میں ہاتھی دانت پر چار خانے بنائے گئے تھے جس میں دو آدمی کشتی لڑ رہے تھے اور ایک تیر بھالا لیے کھڑا تھا اور چوتھا شخص ایک سخت پتھر کے ساتھ۔ ایک اور آدمی اپنا ہاتھ زمین پر رکھے

---

[1] سنگ درشتی، ایلیٹ نے بھی یہی خواندگی کی ہے اور اس کا ترجمہ بھاری پتھر کیا ہے۔ لیکن دونوں مخطوطات میں سنگ و رسی یعنی ایک پتھر اور رسی، فلاخن لیے ہوئے ہے جو یقینی طور پر درست ہے۔ ملاحظہ ہو اقبال نامہ، ص، 57



Marfat.com

بیٹھا تھا جبکہ اس کے سامنے لکڑی کا ایک ٹکڑا ایک کمان اور برتن رکھے تھے۔ دوسرے خانہ میں ایک تخت بنایا گیا تھا (ص، 201) جس کے اندر ایک شامیانہ دکھایا گیا تھا اور اس میں ایک صاحب ثروت شخص تخت پر ایک پیر کے اوپر دوسرا پیر رکھ کر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے گرد پانچ ملازمین کھڑے تھے اور درخت کی ٹہنیاں تخت پر سایہ فگن تھیں۔ تیسرے خانہ میں رسی پر رقص کرنے والوں نے ایک لاٹھی سیدھی کھڑی کر کے، اس کے ساتھ تین رسیاں باندھ کر رکھی تھیں۔ اس رسی پر ایک رقاص تھا جس نے اپنا داہنا پیر پکڑ رکھا تھا اور اس کا بایاں ہاتھ سر کے پیچھے تھا اور وہ ایک پاؤں پر کھڑا تھا اور بانس کے اوپری سرے پر ایک بکری رکھی ہوئی تھی۔ ایک اور شخص کے گلے میں ڈھول تھا جسے وہ بجا رہا تھا جبکہ ایک دوسرا شخص اپنا ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑا رسی پر رقص کو دیکھ رہا تھا۔ پانچ دوسرے آدمی بھی کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا۔ چوتھے خانہ میں ایک درخت بنا تھا جس کے نیچے حضرت عیسیٰ کی شبیہ تھی۔ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ کے قدموں میں سر ڈال رکھا تھا اور ایک ضعیف آدمی ان سے گفتگو کر رہا تھا، چار دیگر افراد قریب ہی کھڑے تھے۔[1] چونکہ اس نے ایسا شاہکار بنایا تھا میں نے اسے تحفہ دے کر اور تنخواہ میں اضافہ کرکے شرف یاب کیا۔

30 شہر یور کو مرزا سلطان جسے دکن سے بلایا گیا تھا، آیا اور میرے حضور میں پیش ہوا۔ صفدر خاں کے منصب میں اضافہ کیا گیا اور اسے باغی رانا کے خلاف جانے والی فوج کے ساتھ مدد کے لیے مقرر کیا گیا۔ چونکہ عبداللہ خاں فیروز جنگ کا ارادہ پڑوسی دکن میں براہ ناسک داخل ہونے کا تھا، مجھے خیال آیا کہ رام داس کچھواہہ، جو میرے محترم والد کے مخلص ملازمین میں تھا، تعینات کرکے اس کے ساتھ کردیا جائے تاکہ وہ ہر مقام پر اس کی دیکھ بھال کرسکے اور اسے جلدبازی اور ناعاقبت اندیشانہ اقدام سے باز رکھے۔ اس مقصد کے لیے میں نے اسے بہت زیادہ لطف و کرم سے نوازا۔ راجہ کا خطاب دیا، جس کا اسے تصور میں بھی خیال نہیں تھا، میں نے اسے نقارہ اور رنتھمبور کا قلعہ بھی

[1] چوتھے خانہ کے متعلق سید احمد کی یادداشت، واضح طور پر یہ عظیم شاہکار محکمہ نمبر کے کسی ملازم کا نہیں تھا کیونکہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ چوتھے خانہ میں حضرت عیسیٰ کی شبیہ کیوں دکھائی گئی تھی۔ غالباً یہ عظیم کام فرانسیسی کاریگروں کا تھا جو کسی غلام کے ہاتھ پڑ گیا ہوگا، جسے اس نے اپنا بنا کر پیش کیا۔ (غالباً جو منظر پیش کیا گیا وہ تبدیل ہیئت ہے)



Marfat.com

دیا جو ہندستان کے منتخب قلعوں میں ایک ہے۔ اسے ایک شاندار خلعت سے بھی نوازا اور ایک گھوڑا اور ہاتھی دے کر رخصت کیا۔

میں نے خواجہ ابوالحسن کو جسے دیوان اعلیٰ کے عہدہ سے تبدیل کر دیا گیا تھا، دکن کی صوبہ داری کا نائب مقرر کیا کیونکہ وہ میرے مرحوم بھائی (دانیال) کی خدمت میں ان علاقوں میں بہت عرصہ تک رہ چکا تھا، میں نے ابوالحسن فرزند اعتمادالدولہ کو اعتقاد خاں کے خطاب سے نوازا اور معظم خاں کے بیٹوں کو معقول منصب اور ترقی دے کر بنگال بھیجا۔ اسلام خاں کی درخواست پر راجہ کلیان کو سرکار اڑیسہ کی حکومت پر متعین کیا گیا اور اس کے منصب میں 200 ذات و سوار کا اضافہ بھی کیا گیا۔ میں نے شجاعت خاں دکنی کو 400 روپے پیش کیے۔ 7 ماہ آبان، بدیع الزماں پسر مرزا شاہ رخ، دکن سے آیا اور میرے حضور میں پیش ہوا۔

اس وقت ماورالنہر میں بدامنی ہو جانے کی وجہ سے بہت سے امیر اور ازبک سپاہی، جیسے حسین بی، پہلوان بابا، نورس بی، ارمن اور مرام بی اور دوسرے دربار میں حاضر ہوئے۔ ان سب لوگوں کو خلعت، گھوڑوں، نقد، منصب اور جاگیروں سے سرفراز کیا گیا۔ 2/ آذر کو، ہاشم خاں بنگال سے حاضر ہوا اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ میں نے پانچ لاکھ روپے فاتح فوج کے اخراجات کے لیے روپ خاص اور شیخ انبیا کے ذریعہ احمد آباد عبداللہ خاں کی نگرانی میں روانہ کیا۔ پہلے دن میں موضع سمونا گڑھ گیا جو میری مقررہ شکار گاہوں میں ایک ہے۔ 22 ہرن شکار کیے گئے جن میں سے 16 میں نے اور 6 خرم نے مارے۔ وہاں دو شب و روز قیام کے بعد یکشنبہ کی شب کو میں شہر میں بخیر و عافیت لوٹ آیا۔ ایک رات اس شعر نے میرے دماغ کو جلا بخشی ۔

بود بر آسمان تا مہر رانور مبادا عکس او از چتر شہ دور

(ترجمہ) جب تک جنت کا نور خورشید میں موجود رہے، شاہ کی چھتری کے سایہ سے دور نہ ہو۔

میں نے بھی حکم دیا کہ روشنی کرنے والے اور قصہ خواں اپنا کام اس شعر سے شروع کریں۔ یہ اب تک رائج ہے۔ شنبہ 3 تاریخ خان اعظم کی عرض داشت موصول ہوئی کہ عادل خان بیجاپوری نے اپنی بے راہ روی ترک کر دی ہے اور نادم ہو کر ملازمین کے زمرہ میں پہلے سے زیادہ وفادار بن گیا ہے۔ 14 تاریخ مطابق شوال کی آخری تاریخ کو



Marfat.com

ہاشم خاں کو کشمیر جانے کی اجازت ملی۔ میں نے ایک خاص فرغل[1] یادگار علی سفیر ایران کو پیش کیا۔ میں نے اعتقاد خاں کو، سرانداز، اپنی خاص تلواروں میں سے ایک پیش کی۔ شادماں پسر اعظم خاں کو شادمان خاں کے خطاب سے شرف یاب کرتے ہوئے اس کے منصب میں اضافہ کرکے 1,700 ذات اور 500 سوار کردیا۔ اسے عَلم بھی عطا کیا گیا۔ سردار خاں برادر عبداللہ خاں فیروز جنگ اور اسلام ازبیک کو جسے سیوستان[2] کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، عَلم سے سرفراز کیا۔ میں نے حکم دیا کہ ہرن کی ان کھالوں سے جائے نماز تیار کی جائے، جن کا میں نے شکار کیا تھا اور انھیں دیوان عام میں رکھا جائے تاکہ لوگ اس کا نماز کے لیے استعمال کریں۔ شریعت کا خاص خیال کرتے ہوئے میں نے حکم دیا کہ میر عدل اور قاضی جو شریعت کے علمبردار ہیں، میرے سامنے زمین بوس نہ ہوں جو ایک طرح کا سجدہ ہے۔ جمعرات 22 کو، میں سامونگر شکار کے لیے گیا۔ چونکہ بہت سے ہرن قرب و جوار میں اکٹھا ہوگئے تھے، میں نے اس بار خواجہ جہان کو قمرگاہ تیار کرنے کے لیے بھیجا تاکہ وہ ہرنوں کو ہر طرف سے کھلی جگہ پر لے آئیں اور سرا پردہ و گلال باری[3] اس کے چاروں طرف قائم کردیں۔ ان لوگوں نے 1½ کوس زمین کے دائرہ میں سراپردہ کیا۔ جب اطلاع ملی کہ شکار گاہ تیار ہوچکی ہے اور بہت سے شکار گھیر لیے گئے ہیں، میں وہاں گیا اور جمعہ کے دن شکار کرنے لگا۔ دوسری جمعرات تک بیگمات کے ساتھ میں برابر قمرگاہ جاتا رہا اور جی بھر کر شکار کیا۔ کچھ ہرن زندہ پکڑ لیے گئے اور کچھ بندوقوں اور تیروں سے مار گرائے گئے۔ اتوار اور جمعرات کے دن میں جانوروں پر بندوق نہیں چلاتا، ان لوگوں نے ان کو جال میں زندہ پکڑ لیا۔ ان سات دنوں کے اندر 917 نر و مادہ جانور پکڑے گئے ان میں 614 ہرن زندہ پکڑے گئے تھے۔ 404 جانور فتح پور بھیج دیے گئے تاکہ وہاں میدان میں آزاد کر دیے جائیں اور 84 کے متعلق میں نے حکم دیا کہ ان کی ناکوں میں چھلے ڈال کر اسی جگہ پر انھیں آزاد کردیا جائے۔ 276 ہرن جو بندوقوں، تیروں یا چیتوں کے ذریعہ مارے گئے تھے، روزانہ بیگمات، محل کے غلاموں، امرا اور محل کے ملازمین میں تقسیم کردیے گئے۔ چونکہ میں شکار سے بہت دلگیر ہوگیا تھا، امرا کو حکم دیا کہ وہ شکارگاہ جائیں اور باقی جانوروں کا شکار کرلیں۔ میں خود بخیریت شہر لوٹ آیا۔ یکم بہمن

---

1. ملاحظہ ہو، بلاک مین، ص، 80، حاشیہ یہ یورپ سے آیا تھا۔
2. سندھ میں واقع ہے اور وہی سہوان کو دریائے سندھ پر واقع ہے۔
3. بلاک مین، ص، 45



Marfat.com

مطابق 17 ذی قعدہ میں نے حکم دیا کہ میری مملکت کے تمام بڑے شہروں جیسے احمد آباد، الہ آباد، لاہور، دہلی آگرہ وغیرہ میں غربا کے لیے مفت پکے ہوئے کھانے کی جگہ قائم کی جائے۔ تیس محالوں میں حکم جاری کیے گئے۔ چھ پہلے ہی قائم ہوگئے تھے،24 دوسرے ضلعوں میں قائم کرنے کے لیے حکم جاری کیے گئے۔ 4 بہمن کو میں نے راجہ بیر سنگھ دیو کے منصب میں 1,000 ذات کا اضافہ کردیا۔ پہلے یہ 4,000 ذات اور 2,000 سوار تھا۔ میں نے اسے جواہرات سے مرصع ایک تلوار دی۔ ایک دوسری تلوار اپنی خاص تلواروں میں سے جس کا نام شاہ بچہ تھا شاہ نواز خاں کو پیش کی۔ 16 اسفندارمز کو بدیع الزماں پسر مرزا شاہ رخ (ص، 205) کی تقرری باغی رانا کے خلاف فوج کے ساتھ کی گئی اور اس کے ذریعہ ایک تلوار راجہ باسو کے لیے بھیجی گئی۔ میرے علم میں یہ بات پھر آئی کہ امرا سرحدوں پر ایسے معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں جن سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے اور وہ کسی بھی قاعدہ و قانون کی پرواہ نہیں کر رہے ہیں۔ میں نے حکم دیا کہ بخشی احکامات جاری کریں جن کی تعمیل سرحدوں کے امیروں سے کرائی جائے کہ اس کے بعد وہ اس طرح کے معاملات میں دخل نہ دیں جن کا تعلق بادشاہ سے ہے۔ پہلی بات یہ کہ جھروکہ درشن نہ دیں اور اپنے افسروں اور کپتانوں کو مجبور نہ کریں کہ وہ ان کے پاس رہیں یا ان کو تسلیمات بجالائیں، ہاتھیوں کی لڑائی نہ کرائیں۔ اندھا کرنے کی سزا نہ دیں۔ ہاتھ، کان اور ناک کاٹنے کی سزا نہ دیں، کسی کو بجبر اسلام نہ قبول کرائیں اور ملازمین کو خطاب نہ عطا کریں اور شاہی ملازمین کو کورنش و سجدہ بجالانے کا حکم نہ دیں، نغمہ سرایان کو مجبور نہ کریں کہ دربار میں فرائض پورے کریں جیسا کہ شاہی دربار میں ہوتا ہے اور نہ ہی نقارہ بجائیں جب وہ باہر نکلیں اور جب شاہی ملازمین کو ہاتھی یا گھوڑا دیں تو ہاتھی کا انکس ان کی پشت پر نہ ہو اور نہ ہی ان کو تسلیمات بجالانے کے لیے مجبور کریں۔ جب وہ جلدی میں ہوں تو شاہی ملازمین کو پیدل اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اگر وہ انھیں کوئی خط لکھیں تو اس پر اپنی مہر[1] ثبت کریں، یہ قوانین جسے آئین جہانگیری کہا جاتا ہے، اس وقت جاری ہیں۔[2]

---

[1] دونوں مخطوطات میں "بررو" کے بجائے "براو" ہے۔ بلاشبہ یہ درست طور پر پڑھا گیا ہے۔ دیکھیے اقبال نامہ، ص، 59، بلاک مین، ص، 263 بھی ملاحظہ ہو برائے مختلف مقامات جہاں مہریں لگائی جاتی تھیں۔ بظاہر جہانگیر کا حکم یہ تھا کہ صوبائی گورنروں کو اپنے مراسلات اور اسناد پر سامنے مہریں لگانی چاہئیں۔

[2] یہ حوالہ بظاہر ان ضمنی قوانین سے متعلق نہیں ہے بلکہ ان بارہ ضوابط سے جو اس نے اپنی حکومت کے آغاز میں جاری کیے تھے۔



Marfat.com

# ساتویں نئے سال مبارک جلوس کا جشن

منگل یکم فروردین 7 جلوس مطابق 16 محرم 1021ھ (19/مارچ 1612) نئے سال کی مجلس جو دنیا کو منور کرتی ہے اور جشن جو خوشی لاتا ہے، دارالسلطنت آگرہ میں منعقد ہوا۔ جمعرات کی شب، چار گھڑیاں گزرنے کے بعد جو ماہ مذکور کی تیسری تاریخ تھی اور ساعت جسے منجموں نے طے کیا تھا، میں تخت پر بیٹھا۔ میں نے حکم دیا کہ سالانہ رسم کے مطابق بازاروں کو سجایا جائے اور مجلس روز شرف[3] تک جاری رکھی جائے۔ خسروبی ازبیک جو ازبکوں میں خسروتچی[4] کے نام سے معروف تھا، ان دنوں آیا ہوا تھا، میرے حضور میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی چونکہ وہ ماوراالنہر کے بااثر لوگوں میں ایک تھا، میں نے اسے کئی طرح کی عنایتوں سے نوازا اور اسے ایک اچھی خلعت بھی دی۔ میں نے یادگار علی، سفیر ایران کو اس کے اخراجات کے لیے 15,000 روپے دیے۔ اسی دن افضل خاں کی نذر جو اس نے صوبہ بہار سے بھیجی تھی میرے سامنے گزاری گئی اس میں 60 ہاتھی اور 18 گونتھ (ٹو) بنگال کے کپڑوں کے تھان، صندل کی لکڑیاں، چند مشک کی گانٹھیں، ایلوے کی لکڑی اور ہر طرح کی چیزیں تھیں۔ خان دوراںؒ کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ اس نے 45 گھوڑے، 2 اونٹ، چین میں بنے مٹی کے برتن، سمور کی بنی پوستین[5] اور دوسری قیمتی اشیا جو کابل اور نواح میں دستیاب تھیں، بھیجی تھیں۔ محل کے عہدہ داران نے اپنی نذر کے لیے بھی زحمت کی اور سالانہ رسم کے مطابق روزانہ کی مجلسوں میں ان کی نذر میرے سامنے پیش کی جاتی رہیں۔ ان کو تفصیل سے ملاحظہ کرنے کے بعد میں نے وہ چن لیا جو اچھا لگا باقی لوٹا دیا۔ 13/ فروردین مطابق 29/ محرم، اسلام خاں کی عرض داشت موصول ہوئی جس میں مطلع کیا گیا تھا کہ خدا کے کرم سے اور بادشاہ کے اقبال سے بنگال کو عثمان افغان کی شورش سے آزاد کرالیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ جنگ کے احوال قلمبند کیے

---

3 یعنی آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے تک، مترجم

4 انڈیا آفس مخطوطہ میں اور اقبال نامہ، ص، 60 پر قروچی۔ اسٹینگاز نے اس کے معنی "وہ، جو بادشاہ کے شکار کی نگرانی کرتا ہے اور پہرہ دیتا ہے" لکھا ہے۔

5 متن میں پشتہا، آیا ہے لیکن انڈیا آفس مخطوطہ میں پوستینہا ہے۔



Marfat.com

جائیں، بنگال کے کچھ حالات تحریر کیے جائیں گے۔ بنگال ایک وسیع ملک ہے اور طول میں چٹاگانگ سے گاری(؟) 450 کوس، اس کی چوڑائی شمالی پہاڑیوں سے سرکار مداران، 220 کوس اور اس کی کل جمع 60 کروڑ دام[1] ہے۔ سابق حکمراں ہمیشہ 20ہزار گھوڑے، ایک لاکھ پیدل اور 1,000 ہاتھی اور 4,000 سے 5,000 جنگی کشتیاں رکھتے تھے۔ شیر خاں اور اس کے بیٹے سلیم خاں کے زمانہ سے اس ملک پر افغانوں کا قبضہ تھا۔ جب اس ملک کے تخت کو میرے محترم والد نے زیب و زینت بخشی، انھوں نے فاتح افواج کو ادھر جانے کا حکم دیا اور بہت زمانہ تک، اس کی فتح ان کا مقصد تھا، حتیٰ کہ مذکورہ صوبہ، مملکت کے فاتح سرداروں کی کاوشوں سے داؤد کرانی کے ہاتھ سے نکل گیا جو اس کا آخری حکمراں تھا۔ بعد میں چند بقیہ افغان، ملک کے کونوں اور سرحدوں میں قائم رہے اور بعض دور کے مقامات پر قابض رہے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ ان میں سے بہت سے لاچار اور مایوس ہوگئے اور مملکت کے سرداروں کا قبضہ ان مقامات پر ہوگیا، جہاں وہ قابض تھے۔

جب اس مملکت کے معاملات اور حکومت کی ذمہ داری، اللہ کے کرم سے، اس ناچیز خادم تخت خداوندی کے سپرد ہوئی تو اس نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال، راجہ مان سنگھ کو دربار بلا بھیجا جسے اس جگہ (صوبہ) کی حکومت پر مامور کیا گیا تھا۔ اس کی جگہ اپنے معزز دودھ شریکی بھائی قطب الدین خاں کو تمام عہدہ داروں میں چن کر متعین کیا۔ جب وہ اس صوبہ میں داخل ہوا تو ان میں سے ایک فسادی کے ہاتھ شہید کردیا گیا، جسے اس صوبہ میں مامور کیا گیا تھا۔ وہ آدمی جس نے اس کا انجام نہیں سوچا تھا، اپنی حرکتوں کا انعام پایا گیا اور قتل کردیا گیا۔

میں نے جہانگیر قلی خاں کو جو صوبہ بہار کا صوبہ دار اور جاگیردار تھا، صوبہ بنگال کی قربت کی بنا پر، ترقی دے کر 5,000 ذات و سوار کا منصب دے کر، حکم دیا کہ بنگال جائے اور اس صوبہ کی ذمہ داری سنبھال لے۔ میں نے اسلام خاں کے نام حکم بھیجا جو دارالحکومت آگرہ میں تھا کہ بہار جاکر اس صوبہ کو اپنی جاگیر سمجھے۔ جب جہانگیر قلی خاں

---

[1] آئین سے منقول، ملاحظہ ہو، جیریٹ، جلد دوم، ص، 115، ایلیٹ، جلد ششم، ص 326، سانٹھ لاکھ دام ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیوں کے برابر ہے۔ (دیکھیے سید احمد، توزک جہانگیری، یادداشت)



Marfat.com

کی حکومت کو کچھ زمانہ گزرا تو وہ وہاں کی خراب آب و ہوا کی وجہ سے شدید بیماری کا شکار ہوگیا۔ آہستہ آہستہ بیماری کا اتنا غلبہ ہوگیا کہ وہ بے حد کمزور ہوکر بالآخر مر گیا۔ جب مجھے لاہور میں اس کے مرنے کی خبر ملی تو اسلام خاں کے نام حکم جاری کیا گیا کہ وہ جلداز جلد بنگال پہنچے۔ جب میں نے اسے یہ ذمہ داری سونپی تو مملکت کے اکثر عہدہ داروں نے کہا کہ وہ نوجوان اور ناتجربہ کار ہے۔ چونکہ اس کی شاندار افتاد طبع اور فطری صلاحیتوں کا ادراک میری دوربین نگاہوں نے کیا تھا، میں نے ذاتی طور پر اس ذمہ داری کے لیے اس کا انتخاب کیا تھا۔ جیسا کہ ہوا، اس صوبہ کے معاملات اس نے اس طرح سنبھال لیے کہ اس سے پہلے جب یہ (صوبہ) مملکت میں دائمی طور پر شامل ہوا تھا اور اب تک کوئی اور سردار یا کوئی اور ملازم دربار نہیں انجام دے پارہا تھا، اس کے قابل ذکر کارناموں میں ایک یہ ہے کہ اس نے باغی عثمان خاں کو بھگا دیا تھا۔ مرحوم بادشاہ (اکبر) کے عہد میں اس کی شاہی افواج سے برابر جھڑپیں ہوتی رہی تھیں لیکن اس کے اطراف کے زمینداروں کی سرکوبی کو اپنا خاص مقصد بنالیا تو اسے خیال آیا کہ اسے ایک فوج عثمان خاں کے خلاف اس کے صوبہ میں بھیجنی چاہیے۔ اگر وہ وفاداری کے ساتھ خدمت گزاری کے لیے تیار ہو تو بہت خوب ورنہ اس کی ویسے ہی سرکوبی کی جائے جیسے دوسرے باغیوں کی کی گئی تھی۔ اس وقت شجاعت خاں[1] بھی اسلام خاں کے ساتھ شریک ہوگیا تھا اور بہت سے سرکردہ لوگ جو اس کی ملازمت[2] میں تھے، اس کا نام سن کر شریک ہوگئے تھے۔ کئی دوسرے ملازمین مملکت جیسے کشور خاں، افتخار خاں، سید آدم بارہہ[3] شیخ اچھے مقرب خاں[4] کے بھتیجے، معتمد خاں فرزند معظم خاں، اہتمام خاں اور دوسرے۔ اس نے اپنے ساتھ اپنے آدمیوں کو بھی لے لیا۔

1. ان کا نام شیخ کبیر چشتی تھا۔ بلاک مین، ص، 519، ماثرالامراء، جلد دوم، ص 630

2. یہ غالباً صرف مبالغہ آرائی ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ کس طرح اس کے اور راجہ بیربل کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی تھی کہ یوسف زئی کے خلاف کون مہم پر جائے گا۔

3. متن میں اعظم بارہہ غلط ہے۔ دیکھیے بلاک مین، ص، 521، یادداشت

4. اچھے کے معنی "باز" ہے لیکن یہ بھی معنی ہوسکتے ہیں کہ اچ کا شیخ۔ زنکر میں اچھا کے معنی "ترکی میں والد" کے ہیں۔ اقبال نامہ میں 'اچھا' ہے۔



Marfat.com

جب سیارہ مشتری مناسب مقام پر تھا اس نے اس گروہ کو روانہ کیا اور میر قاسم پسر مرزا مراد کو ان کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا۔ اس نے کچھ اور زمینداروں کو ساتھ لیا تاکہ وہ راستہ کی رہنمائی کر سکیں۔ فاتح افواج روانہ ہوئیں۔ جب وہ عثمان کے قلعہ اور زمین کے قریب پہنچیں تو ان لوگوں نے چند خوش گفتار لوگوں کو اس کے پاس تنبیہ کے لیے بھیجا تاکہ وہ اسے سمجھا سکیں اور وفاداری کی راہ پر لا سکیں اور بغاوت سے دور کر کے صراط مستقیم پر لا سکیں۔ چونکہ اس کے دماغ میں غرور کافی جڑ پکڑ چکا تھا اور اس کی خواہش اور چیزوں کے علاوہ ملک پر قبضہ کرنے کی تھی، اس نے ان کے الفاظ پر کان نہیں دیے اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ میدان جنگ ایک نالے کے کنارے تھا اور ایک مقام جو مکمل طور پر دلدلی تھا۔ اتوار (21 مارچ 1612) مطابق 9ر محرم، شجاعت خاں نے جنگ کا وقت متعین کیا۔ فاتح افواج کی صف آرائی کی تاکہ ہر شخص اپنی جگہ پر پہنچ سکے اور جنگ کے لیے تیار رہے۔ عثمان نے وہ دن جنگ کے لیے نہیں مقرر کیا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی فوج جنگ کے لیے تیار ہو کر آ پہنچی ہے تو اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر نالے کے کنارہ پر آیا اور اپنی سوار اور پیدل فوج کی صف بندی فاتح فوج کے مقابل کی۔ جب معاملات گرم ہوئے اور دونوں فوجیں ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوئیں، اس احمق، ضدی شخص نے اپنا جنگی ہاتھی قراول دستوں کے سامنے کر دیا۔ سخت جنگ کے بعد، قراول دستہ کے بہت سے لوگ جیسے سید آدم بارہہ اور شیخ اچھے نے شہادت پائی۔ افتخار جو دائیں بازو کے دستہ کے سردار تھے، حملہ کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی اور جان قربان کر دی۔ اس کے ساتھ جو گروہ تھا وہ اس حد تک لڑا کہ سب کے سب ہلاک کر دیے گئے۔ اسی طرح کشور خاں[1] اور اس کے بائیں بازو کے گروہ کے آدمیوں نے اپنے مالک کے لیے اپنی جانوں کی قربانی دے دی لیکن دشمن کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ اس بدبخت (عثمان) نے جنگ کا مشاہدہ کیا اور یہ دریافت کیا کہ قراول دستہ اور دائیں و بائیں بازو کے لوگ قتل ہو گئے اور صرف میانہ کے لوگ بچ رہے۔ اس نے اپنی طرف کے لوگوں کے مقتول اور زخمی ہونے کا کوئی خیال

---

1. کشور، جہانگیر کا دودھ شریکی بھائی قطب الدین کا فرزند تھا جو شیر افگن کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔



Marfat.com

نہیں کیا اور شاہی فوج کے میانہ پر پوری قوت سے حملہ کردیا۔ ادھر سے شجاعت خاں کے بیٹے، دامادوں اور دوسرے عہدہ داروں نے، ان شکست خوردوں کی پیش قدمی روک دی اور ان پر چیتے اور تیندوؤں کی طرح پنجوں اور دانتوں سے جھپٹ پڑے۔ ان میں سے چند لوگ شہید ہوگئے (ص، 211) اور جو بچے وہ جان لیوا زخموں سے چور تھے۔ اس وقت عثمان نے گج پت نامی ایک مست ہاتھی کو جو اس کا اعلیٰ ترین ہاتھی تھا، شجاعت خاں کی طرف بڑھا دیا جس نے اپنے بھالے سے ہاتھی پر حملہ کردیا۔ مست ہاتھی پر نیزے کا کیا اثر تب اس نے تلوار سے اس پر دو ضرب لگائی، لیکن اس پر بھی وہ نہیں پلٹا بلکہ شجاعت خاں کو اس کے گھوڑے کے ساتھ پھینک دیا۔ وہ فوراً ہی گھوڑے سے الگ ہوگیا۔ جہانگیر شاہ کا نعرہ بلند کرکے وہ جھپٹا اور اس کے داروغہ اصطبل نے ہاتھی کے سامنے کے دونوں پاؤں پر دونوں ہاتھ سے تلوار ماردی۔ جیسے ہی ہاتھی گھٹنوں کے بل گرا، داروغہ اصطبل نے ہاتھی کے مہاوت کو، ہاتھی پر سے گھسیٹ لیا۔ شجاعت خاں جو ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے تھا اور پیدل تھا، ہاتھی کے سونڈ اور ماتھے پر اس شدت سے ضرب لگائی کہ وہ چنگھارتا ہوا پلٹ پڑا، چونکہ وہ بری طرح زخمی تھا، وہ اپنی ہی فوج کی طرف بھاگا اور گر گیا۔ شجاعت خاں کا گھوڑا بخیر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ جیسے ہی گھوڑے پر سوار ہونے کو تھا ان وحشیوں نے یک دوسرا ہاتھی اس کے علمبردار پر چھوڑ دیا، جس نے اس کے گھوڑے اور علم کو پھینک دیا۔ شجاعت خاں نے مردانہ وار نعرہ بلند کیا اور علمبردار کو یہ کہہ کر اٹھایا، ہمت سے کام لو، میں زندہ ہوں اور علم میرے قدموں کے پاس ہے۔[1] اس نازک موقعہ پر حکومت کے تمام عہدہ داران جو وہاں موجود تھے، اپنے تیر و کمان لے کر ہاتھی پر حملہ آور ہوگئے۔ شجاعت خاں خود آیا اور علمبردار کو اٹھنے کے لیے آواز دی اور ایک دوسرا گھوڑا منگواکر اسے سوار کرا دیا۔ علمبردار نے جھنڈا بلند کیا اور اپنی جگہ پر قائم ہوگیا۔ اس جنگ کے دوران، بندوق کی ایک گولی اس باغی کی پیشانی پر آگئی۔ بہت جستجو کی گئی کہ گولی کس نے چلائی۔ معلوم نہیں ہوسکا۔ جیسے ہی اسے گولی لگی وہ سمجھ گیا کہ اب وہ مرجائے گا، تاہم دو گھڑی تک، باوجود اس مہلک زخم کے، اس نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ لڑیں جس کی وجہ سے میدان

---

1 اقبال نامہ اور برٹش میوزیم کے مخطوطات میں اسے بخلا لکھا گیا ہے۔



Marfat.com

کارزار گرم اور ہلاکت خیز رہا۔ بعدازاں دشمنوں نے پیٹھ دکھا دی اور فاتح فوج ان کا تعاقب کرتے ہوئے برابر ان شرپسندوں کی پشت پر حملے کرتی رہی اور ان کے پڑاؤ تک جا پہنچی۔ بندوقوں اور تیروں کی بوچھار سے ان بدمعاشوں نے شاہی فوج کو اس مقام تک نہیں آنے دیا جہاں وہ تھے۔ جب ولی، عثمان کے بھائی اور ممریز اس کا فرزند اور دوسرے رشتہ داران اور ساتھیوں کو، عثمان کے زخم کا علم ہوا تب وہ ذہنی طور پر تیار ہوگئے کہ وہ اب اس زخم سے جانبر نہیں ہوسکے گا اور اگر وہ شکست کھا گئے اور بھاگنے پر مجبور ہوئے تو کوئی بھی زندہ قلعہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ رات اسی مقام پر گزاریں جہاں وہ خیمہ زن تھے اور رات کے آخری حصہ میں وہ قلعہ میں داخل ہونے کا موقعہ تلاش کریں۔ دوگھڑی رات گزرنے کے بعد عثمان خاں واصل جہنم ہوا۔ تیسرے پہر انھوں نے اس کے بے جان جسم کو اٹھایا۔ اس کا خیمہ اور سامان چھوڑ کر وہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے، مخبروں نے یہ خبرپاکر، شجاعت خاں کو مطلع کیا۔ دوشنبہ کی صبح کو وفاداران یکجا ہوئے اور ان کے تعاقب اور ان سیاہ بختوں کو سانس لینے کی مہلت نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ بالآخر سپاہیوں کی تکان اور شہدا کی تدفین اور مجروحین کی ہمدردی کے خیال سے وہ لوگ پس و پیش میں تھے کہ پیش قدمی کریں یا رک جائیں۔ عین اسی وقت عبدالسلام پسر معظم خاں حکومت کے ملازمین کی ایک جماعت کے ساتھ آگیا جس میں 300 سوار اور 400 بندوقچی تھے۔ جب یہ تازہ دم لوگ آگئے تو تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور اسی کے مطابق یہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ جب ولی نے جو عثمان کے بعد بغاوت کی جڑ تھا، شجاعت خاں کی تازہ دم فوج کے ساتھ فاتح فوج کی آمد کی خبر سنی تو اس نے سوائے اس کے کہ شجاعت خاں کے پاس اعتماد اور وفاداری کی سیدھی راہ چل کر حاضر ہونے کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں دیکھی۔ بالآخر اس نے خبر بھیجی کہ جس کے دم سے یہ تمام شورشیں جاری تھیں جاچکا تھا اور جو لوگ بچ گئے ہیں وہ ملازمین اور مسلمان ہیں۔ اگر وہ یقین دہانی کرے تو یہ لوگ اس کے سامنے حاضر ہوجائیں گے اور سرکار کی خدمت کریں گے اور اپنے تمام ہاتھی بطور نذر گزاریں گے۔ شجاعت خاں اور معتقد خاں جو عین جنگ کے دن آگئے تھے اور قابل تعریف کام کیے تھے اور وہ تمام لوگ جو وفادار تھے، وقت کے تقاضہ کو دیکھتے ہوئے



Marfat.com

اور جو بھی مملکت کے لیے سب سے بہتر تھا، یقین دلایا اور ان کی ہمت افزائی کی۔ دوسرے دن ولی اور اس کے بیٹے، بھائی اور عثمان کے داماد سب لوگ شجاعت خاں کے پاس اور دوسرے ملازمین مملکت کے پاس حاضر ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ نذر کے لیے 49 ہاتھی لائے تھے۔ اس کام کے اختتام کے بعد، شجاعت خاں (ص، 214) چند ملازمین شاہی کو وہاں[1] اور گرد و نواح میں چھوڑ کر جو اس تیرہ روزگار کے قبضہ میں تھا ولی اور دوسرے افغانوں کو ساتھ لے کر، دوشنبہ 6/صفر کو جہانگیر نگر (ڈھاکہ) آیا اور اسلام خاں سے ملاقات کی۔ جب یہ مسرت افزا خبر آگرہ آئی، یہ خادم تخت خداوندی، بارگاہ الٰہی میں ممنونانہ سربسجود ہوگیا اور اعتراف کیا کہ اس طرح کے دشمن کو مار بھگانا اللہ پاک کی بے پایاں مہربانی سے ممکن ہوا۔ اسلام خاں کو اس خدمت کے لیے میں نے بطور انعام 6,000 ذات کے منصب پر ترقی دے دی اور شجاعت خاں، "رستم زماں" کے خطاب سے نوازتے ہوئے اس کے منصب میں 1000 ذات و سوار کا اضافہ کردیا۔ میں نے دوسرے ملازمین کے منصبوں میں بھی ان کی خدمات کے مطابق اضافے کیے اور دوسرے اعزازات کے لیے منتخب کیا۔

1. متن میں 'دراد ہر و طرف کہ در تصرف آں تیرہ روزگار بود، آیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ 'ادہر' کسی مقام کا نام ہے یا اس کے کیا معنی ہیں۔ انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 اور 305 میں 'ارہد' ملتا ہے۔ بلاک مین، ص 520 پر مخزن افغانی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ جنگ ڈھاکہ سے سو کوس دور ہوئی تھی اور ایک جگہ اسے 'نیک اجیال' لکھا گیا ہے۔ وہ ایک یادداشت میں لکھتا ہے کہ مشرقی بنگال میں کئی 'اجیال' ہیں۔ وہ بلز آف ڈھاکہ، جس کا بلاک مین حوالہ دیتا ہے غالباً دن بھاول یا مدھوپور جنگل ہے۔ ریاض السلاطین میں جنگ کے مقام کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے مترجم مولوی عبدالسلام نے اپنی یادداشت (ص، 175) پر دو عیسیٰ خاں لکھ کر عبارت الجھا دی ہے اور پھر بے بنیاد نتیجہ نکالا ہے۔ بلاک مین، ص 520 پر لکھتا ہے کہ ماثرالامرا میں لکھا ہے کہ قیدیوں کو بعد میں قتل کردیا گیا۔ یہ پیراگراف ماثرالامرا، جلد دوم، ص 632 میں ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ قتل جہانگیر کے حکم پر عبداللہ (جو یقینی طور پر کسی بھی ظالمانہ کام کا اہل تھا) نے کیا۔ جہانگیر توزک، ص 112 پر لکھتا ہے کہ عثمان کے بیٹے اور بھائی دربار میں حاضر ہوئے۔ اس لیے بلاک مین کا ص، 520 پر بیان کہ دے راستہ میں قتل کردیے گئے، درست نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دے شجاعت کی موت کے بعد دربار میں آئے۔ جہانگیر، توزک، ص، 112 پر لکھتا ہے کہ اس نے ان قیدیوں کو ذمہ دار ملازمین کے حوالہ کیا تھا۔ عبداللہ ان میں سے ایک ہوسکتا ہے اور اس نے ان کو قتل کرکے چھٹکارا پالیا ہوگا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عثمان سے جنگ ڈھاکہ کے مشرق یا جنوب مشرق میں واقع ہوئی تھی نہ کہ اڑیسہ کے قریب جیسا کہ اسٹیورٹ کا گمان ہے۔



Marfat.com

جب عثمان خاں کی موت کی خبر پہلے ملی تو میں نے مذاق سمجھا لیکن حقیقت حال اور سچائی معلوم کرنے کے لیے میں نے خواجہ حافظ کے دیوان سے فال نکالی تو یہ غزل سامنے آئی ـ

دیدہ دریا کنم و صبر بصحرا فگنم — اندریں کار دل خویش بدریا فگنم

خوردہ ام تیر فلک بادہ بدہ تا سرمست — عقدہ در بند کمر نرگس و جوز افگنم

(ترجمہ) میں اپنی آنکھیں سرخ کرتا ہوں اور دیوانوں کو دلاسہ دیتا ہوں۔ اس حال میں خود اپنے دل کو سمندر میں غرق کرتا ہوں۔ میں آسمانی تیروں سے مجروح ہوں، شراب لاؤ تاکہ میں سرخوشی میں ان دونوں کو گرفت میں لے سکوں۔[1]

چونکہ یہ اشعار اس موقعہ کے لیے بہت مناسب تھے، میں نے اس سے شگون نکالا۔ اس کے چند دنوں بعد یہ خبر آئی کہ قسمت کے تیر یا بلکہ اللہ نے عثمان کو مار دیا۔ لوگوں نے بہت تفتیش کی وہ کون مارنے والا تھا، مگر معلوم نہ ہوسکا۔ اس کا ذکر یہاں اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ یہ عجیب طرح کا واقعہ ہے۔

16 فروردین کو مقرب خاں، جو میرے خاص مصاحبوں میں ایک ہے اور جہانگیری ملازمت کا معتمد ہے اور جو 3,000 ذات اور 2,000 سوار کا منصب دار ہے، کیمبے کے قلعہ سے آیا اور میرے پاس حاضری کے شرف سے باریاب ہوا۔ چند معاملات کی وجہ سے میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ بندرگاہ گوا جائے اور سرکار کی نجی ضرورتوں کی کچھ نادر چیزیں جو وہاں مل سکیں خریدے۔ حکم کے مطابق وہ مستعدی سے گوا گیا جہاں وہ کچھ دنوں تک مقیم رہا اور فرنگیوں سے نادر چیزیں، ان کی منہ مانگی قیمت پر، بغیر پیسوں کا

---

1۔ یہ اشعار دیوان حافظ سے ماخوذ ہیں (جس کا ترجمہ) ایم بروک باز (ایڈیٹر) نمبر 306 میں ہے۔ لیکن جہانگیر نے اپنے حوالہ میں دو سطریں چھوڑ دی ہیں۔ ایک ہندستانی لیتھوگراف (دیوان حافظ) میں صبر کے بجائے رخت ہے لیکن بروک باز میں 'صبر' آیا ہے۔ چوتھی سطر میں نرگس غلط پڑھا گیا ہے۔ ... تیر ... ہونا چاہیے۔ تیر فلک یعنی 'آسمان کا تیر' نام ہے آسمان کا جو سیارہ عطارد میں ہے۔ ... جوزا ... یعنی ایک خاص قسم کے جوزا میں ستاروں کا جھرمٹ ہو، سمجھا جاتا ہے کہ ظاہر ... ہے اور ایک ... کا تار بھی ان سطروں کے معنی ایسے معلوم ہوتے ہیں یعنی میں آسمانی تیروں سے مجروح ہو گیا ہوں۔ مجھے شراب دو تاکہ میں مدہوش ہو جاؤں اور مرتعش عطارد کی کمر میں گرہ لگا سکوں۔ فال کی موزونیت بہت واضح نہیں ہے، لیکن تیر کا ذکر بطور تلمیح کے عثمان کی موت ایک ان دیکھے نشانہ سے کیا گیا ہے۔



Marfat.com

خیال کیے خریدیں جو اسے بندرگاہ پر ملیں۔ جب وہ مذکورہ بالا بندرگاہ سے لوٹا تو اس نے لائی ہوئی اشیا یکے بعد دیگرے میرے سامنے پیش کیں۔ ان میں سے چند عجیب و غریب شاندار[1] جانور تھے جنھیں میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ آج تک کسی کو ان کے متعلق معلوم ہے۔ گوکہ بادشاہ بابر نے اپنی سوانح میں کئی طرح کے جانوروں کی شکل و صورت کا ذکر کیا ہے، انھوں نے کبھی مصوروں کو ان کی تصاویر بنانے کا حکم نہیں دیا۔ چونکہ یہ جانور مجھے عجیب و غریب لگے، میں نے ان کا ذکر کیا اور مصوروں کو حکم بھی دیا کہ ان کی تصویر جہانگیرنامہ میں بنائی جائے تاکہ ان کے متعلق جو بھی سنا گیا ہے، دیکھنے کے بعد اور تحیّر بڑھے۔ ان میں سے ایک جانور، جسمانی طور پر مورنی سے بڑا اور مور سے چھوٹا ہے۔ جب (ص، 216) یہ مست ہوتا ہے اور اس کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ اپنے پَروں کو مور کی طرح پھیلا دیتا ہے اور ناچتا ہے۔ اس کی چونچ اور پاؤں مرغ جیسے ہوتے ہیں۔ اس کا سر اور گردن اور حلق کا نچلا حصہ ہر منٹ رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ جب یہ مستی میں ہوتا ہے تو بالکل سرخ ہوتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے خود کو سرخ مونگے سے سجا لیا ہے۔ چند لمحوں کے بعد وہ ان ہی مقامات پر بالکل سفید ہو جاتا ہے اور کپاس کی طرح لگتا ہے۔ کبھی یہ فیروزہ کے رنگ کا لگتا ہے۔ گرگٹ کی طرح یہ برابر رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اس کے سر پر جو گوشت کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں مرغ کی کلغی کی طرح لگتے ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب یہ مستی میں ہوتا ہے تو مذکورہ گوشت کا ٹکڑا ایک بالشت کی لمبائی میں اس کے سر سے ہاتھی کے سونڈ کی طرح لٹکتا ہے اور جب اسے یہ اٹھاتا ہے تو وہ اس کے سر پر گینڈے کی سینگ کی طرح دو انگل چوڑا معلوم دیتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے چاروں طرف ہمیشہ فیروزی رنگت ہوتی ہے جو نہیں بدلتی۔ اس کے پر مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں جو مور کے پروں سے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ وہ ایک عجیب و غریب قسم کا بندر بھی لایا۔ اس کے ہاتھ، پاؤں، کان اور سر بندروں کی طرح ہیں اور منہ لومڑی کی شکل کا۔ اس کی آنکھوں کی رنگت باز کی آنکھوں جیسی ہے لیکن باز کی آنکھوں سے بڑی ہیں۔ سر سے پاؤں تک اس کی دم کے سرے تک یہ عام ہاتھ کی لمبائی کے برابر ہے۔ یہ بندر سے چھوٹا اور لومڑی سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کے بال بھیڑ کے اون کی طرح ہیں اور

---

1. اسے انگریزی زبان میں ٹرکی کہا جاتا ہے اور ہندستان میں لوگ اسے پیرو کہتے ہیں۔ فارسی داں ہندستانی اسے فارسی میں فیل مرغ کہتے ہیں۔ اب یہ ہندستان میں کافی تعداد میں ہیں۔ (سید احمد)



Marfat.com

رنگت راکھ جیسی ہے، اس کے کان کی لو سے تھوڑی تک کی سرخی شراب کے رنگ جیسی ہے۔ اس کی دم دو تین انگل چوڑی ہے اور آدھے ہاتھ کے برابر یعنی دوسرے بندروں سے بالکل مختلف ہے۔ اس جانور کی دم بلی کی دم کی طرح لٹکتی رہتی ہے۔ بعض اوقات یہ جوان ہرنوں کی طرح آواز نکالتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک عجیب جانور ہے۔ جنگلی چڑیوں میں جسے لوگ (تاورو) اب تک تیتر کے نام سے جانتے ہیں، کبھی نہیں سنا گیا کہ یہ اسیری میں نسل بڑھاتے ہوں۔ میرے محترم والد کے عہد میں بہت کوشش کی گئی کہ ان کے انڈے یا بچے حاصل کیے جائیں لیکن یہ نہیں کیا جاسکا۔ میں نے حکم دیا کہ ان کے نر و مادہ کو ایک جگہ رکھا جائے۔ آہستہ آہستہ انھوں نے نسل کی افزائش کی۔ میں نے حکم دیا کہ ان کے انڈے مرغیوں کے نیچے رکھے جائیں۔ دو سال کے عرصہ میں ساٹھ ستر بچے پیدا ہوئے اور ان میں پچاس ساٹھ بڑے ہوئے۔ جس نے بھی یہ سنا تعجب میں پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ولایت (ایران) میں وہاں کے لوگوں نے بہت کوششیں کی تھیں لیکن کوئی انڈہ یا بچہ نہیں پا سکے۔

ان دنوں میں نے مہابت خاں کے منصب میں 1,000 ذات اور 500 سوار کا اضافہ کردیا۔ اب یہ 4,000 ذات اور 3,500 سوار ہو چکا ہے۔ اعتمادالدولہ کا منصب اصل میں اضافہ کرکے 4,000 ذات اور 1,000 سوار مقرر کیا گیا۔ مہاسنگھ کے منصب میں بھی 500 ذات و سوار کا اضافہ ہوا۔ یہ اصل میں اضافہ کے بعد 3,000 ذات اور 2,000 سوار ہوگیا۔ اعتقاد خاں کے منصب میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کرکے 1,000 ذات اور 300 سوار کیا گیا۔ ان دنوں خواجہ ابوالحسن دکن سے آئے اور میرے پاس حاضر ہوئے۔ دولت خاں جن کو الہ آباد و سرکار جون پور کی فوجداری پر مقرر کیا گیا تھا، حاضر ہوئے اور تسلیمات بجا لائے۔ ان کے منصب میں جو 1,000 کا تھا اضافہ کرکے 1,500 کردیا گیا۔

روز شرف 19/ فروردین کو میں نے سلطان خرم کے منصب کو جو 10,000 تھا بڑھا کر 12,000 کردیا۔ اعتبار خاں کو جو 3,000 ذات اور 1,000 سوار تھا، 4,000 کردیا۔ میں نے مقرب خاں کے منصب میں جو 2,000 ذات اور 1,200 سوار تھا 500 اضافہ کردیا۔ چونکہ یہ نئے سال کے ایام تھے، بہت سے ملازمین (سرکار) کے منصبوں میں



Marfat.com

اضافے کیے گئے۔ اسی دن دلیپ دکن سے حاضر ہوا چونکہ اس والد رائے رائے سنگھ مرچکے تھے، میں نے اس کو رائے کے خطاب اور خلعت پہنا کر اعزاز دیا۔ رائے رائے سنگھ کا ایک اور بیٹا تھا (ص، 218) جس کا نام سورج سنگھ تھا۔ گوکہ دلیپ سنگھ اس کے ٹیکہ (ٹیکہ کا نشان) کا فرزند تھا لیکن اس کی خواہش تھی کہ سورج سنگھ اس کا جانشین بنے کیونکہ وہ اس کی ماں سے بہت پیار کرتا تھا جب اس کی موت کے حالات مجھے بتلائے گئے تو سورج سنگھ نے کم عمری اور بدعقلی کی وجہ سے میرے پاس عرض داشت پیش کی کہ "میرے والد نے مجھے جانشیں مقرر کیا ہے اور مجھے ٹیکہ دیا ہے۔" یہ رائے زنی مجھے پسند نہیں آئی اور میں نے کہا "اگر تمھارے والد نے تم کو ٹیکہ دیا ہے تو ہم اسے دلیپ کو دیں گے۔" اس کے بعد اپنے ہاتھ سے (دلیپ کو) ٹیکہ لگاتے ہوئے میں نے اس کے باپ کی جاگیر اور موروثی مقبوضات دے دیے۔

میں نے اعتمادالدولہ کو ایک قلمدان اور جواہرات سے مزین ایک قلم دیا۔ رودر، پدر لکشمی چند، راجہ کماؤں، جو پہاڑی ملک کے راجاؤں میں ایک بڑا راجہ ہے، مرحوم اکبر[1] کے زمانہ میں آیا تھا۔ وہ جب آیا تھا تو عرض داشت پیش کی تھی کہ راجہ ٹوڈرمل کا بیٹا اس کو اپنے ساتھ لاکر بادشاہ کے سامنے پیش کرے۔ چنانچہ راجہ ٹوڈرمل کے بیٹے کو مقرر کیا گیا کہ وہ اسے لائے۔ لکشمی چند نے اسی طرح کی خواہش[2] کی کہ اعتمادالدولہ کا فرزند اسے میرے حضور میں پیش کرے۔ میں نے شاپور[3] کو اسے لاکر پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس نے پہاڑی ملک کی نایاب چیزیں میرے سامنے پیش کیں جیسے گنتھ خچر، شکاری پرندے مثلاً باز، جرہ، قطا (یاک) مشک کے نافے، مشک دار ہرن کی کھالیں معہ مشک کے تھیلوں کے تلوار جسے وہ اپنی زبان میں کھنڈا کہتے ہیں، قرولیاں جسے وہ کٹار کہتے ہیں اور سب طرح کی چیزیں۔ پہاڑی راجاؤں میں یہ راجا اپنے ملک میں وافر مقدار میں سونے کی موجودگی کے لیے مشہور ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ملک میں سونے کی کان ہے۔[4]

لاہور میں ایک محل کی بنیاد رکھنے کی غرض سے، میں نے خواجہ جہاں خواجہ

1. اکبر نامہ، جلد سوم، ص، 533، یہ 33واں سنہ جلوس تھا۔
2. اس نے ٹوڈرمل سے پناہ مانگی تھی لیکن اس کا بیٹا بھیجا گیا۔ اکبرنامہ، جلد سوم، ص، 533
3. یہ نام کسی مخطوطہ میں نہیں ملتا۔ یہ اعتمادالدولہ کے فرزند اعتقاد کا دوسرا نام ہے۔
4. بلاک مین، ص، 508



Marfat.com

دوست محمد کو، جو اس طرح کے کام میں ماہر ہے، بھیجا۔

چونکہ دکن کے معاملات، سرداروں کے درمیان نااتفاقی اور لاپرواہی کی وجہ سے بخوبی انجام نہیں پاسکے تھے اور عبداللہ خاں کو شکست ہوگئی تھی، میں نے خواجہ ابوالحسن کو بلا بھیجا تھا تاکہ وہ ان تمام قضیوں کا پتہ لگائے۔ بہت چھان بین اور تفتیش کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ عبداللہ خاں کی شکست، اس کے اپنے غرور، تیزمزاجی، خودسری، کسی حد تک امرا کی نااتفاقی اور چپقلش کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مختصراً یہ فیصلہ کیا گیا کہ عبداللہ خاں ناسک اور ترمبک کی راہ سے گجرات کی فوج کے امیروں کے ساتھ جو اس کے ساتھ مامور کیے گئے تھے روانہ ہو۔ اس فوج کو معقول طور پر قابل اعتماد سرداروں اور پرجوش امیروں، جیسے راجہ رامداس، خان عالم، سیف خاں علی مردان بہادر، ظفر خاں اور دوسرے ملازمین سرکار نے ترتیب دیا تھا۔ اس فوج کی تعداد 10,000 سے تجاوز کر کے 14,000 ہوگئی تھی۔ برار کی طرف، یہ طے پایا تھا کہ راجہ مان سنگھ، خان جہاں، امیرالامرا اور بہت سے دوسرے امیر آگے بڑھیں گے۔ یہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے کوچ اور مقام سے واقف ہوں گی تاکہ ایک مقررہ دن یہ دونوں دشمن کو اپنے درمیان دبوچ سکیں۔ اگر یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہوتا اور ان کے درمیان دلی اتفاق ہوتا، خودغرضی درمیان میں حائل نہ ہوتی تو عین ممکن تھا کہ اللہ پاک اُنھیں فتح یابی کے دن سے نوازتے۔ جب عبداللہ خان گھاٹوں سے گذر کر دشمن کے ملک میں داخل ہوا تو اس نے قاصدوں کو بھیجنے کی طرف توجہ نہیں دی تاکہ وہ دوسری فوج کی خبر لاسکیں اور نہ ہی اس نے انتظامات کے مطابق، اپنی نقل و حرکت کو ان کے مطابق رکھا تاکہ مقررہ دن یہ لوگ دشمن کو اپنی فوجوں کے درمیان گھیر سکیں، اس نے اپنی قوت پر بھروسہ کیا اور سوچا کہ اگر وہ تنہا ہی فتح حاصل کرلے تو اچھا ہے۔ یہ خُیال اس کے دل میں سما گیا اور باوجودیکہ رام داس نے چاہا کہ وہ وعدہ کرے کہ وہ مشورہ کے بعد ہی آگے بڑھے گا، کوئی اثر نہیں ہوا۔ دشمن نے جو نزدیک سے بغور اس کا جائزہ لے رہے تھے، بڑی تعداد میں سرداروں اور برگیوں (مرہٹوں) کو اس کے خلاف بھیج دیا۔ روزانہ اس سے جھڑپیں ہونے لگیں۔ اس وقت تک اس نے (عبداللہ خاں) اس فوج کے متعلق کوئی معلومات نہیں حاصل کیں، گوکہ وہ دولت آباد پہنچ گیا تھا جو دکنیوں کے یکجا ہونے کی جگہ تھی۔ عنبر سیاہ



Marfat.com

رو نے ایک بچے کو تخت نشیں کردیا تھا جو اس کے خیال میں نظام الملک کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ عوام اس کی (بچہ کی) بادشاہت تسلیم کرلیں، اس لیے وہ اٹھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خود کو پیشوا اور سردار قرار دیا۔ اس نے عبداللہ کے خلاف برابر فوجیں بھیجیں، دشمن کی فوج کی تعداد برابر بڑھتی گئی اور آخرکار انھوں نے حملہ کردیا۔ بان اور دوسری آتشیں چیزوں کے استعمال سے اس کے حالات مشکل[1] بنا دیے۔ آخر میں وفاداروں نے یہ سب سے بہتر سمجھا کہ چونکہ دوسری طرف کی فوج سے کوئی مدد نہیں آرہی ہے اور تمام دکنی ان کے خلاف ہوچکے ہیں، پسپائی اختیار کرکے کوئی دوسری صورت تلاش کریں۔ سب نے اتفاق کیا اور ایک رائے ہوکر صبح صادق سے پہلے چل پڑے۔ دکنیوں نے اپنی سرحدوں تک ان کا تعاقب کیا۔ دونوں طرف کی فوجیں روزانہ برسرپیکار رہیں۔ اس وقت بہت سے حوصلہ مند اور پرجوش نوجوان افراد ہلاک ہوئے۔ علی مردان خاں بہادر، ایک بہادر آدمی کی طرح سخت زخمی ہوکر دشمنوں کے ہاتھ پڑ گیا اور اپنے ساتھیوں کے لیے اپنی نمک حلالی اور وفاداری، جان دے کر پیش کی۔ ذوالفقار بیگ نے بھی مردانگی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے پاؤں میں ایک بان آلگا، دو دنوں بعد وہ فوت ہوگیا۔ (ص، 221) جب وہ لوگ راجہ بھرجو[2] کے ملک میں داخل ہوئے، جو تخت کے وفاداروں میں ایک تھا، تب وہ لوگ (دشمن کی فوج) لوٹ گئے اور عبداللہ خاں گجرات کی طرف روانہ ہوگیا۔ اصل سچائی یہ ہے کہ اگر لوٹنے میں وہ آہستہ رو ہوتا اور دوسری فوج کو آجانے دیتا تو معاملات فاتح حکومت کے سرداروں کی خواہش کے مطابق پورے ہوجاتے۔ جیسے ہی عبداللہ خاں کی پسپائی کی خبر اس فوج کو ملی جو برار کی طرف سے بڑھ رہی تھی، مزید قیام میں کوئی فائدہ نہ دیکھ کر وہ بھی لوٹ گئی اور عادل آباد میں پرویز سے ملی جو برہان پور کے نواح میں ہے۔ جب یہ خبر مجھے آگرہ میں ملی تو میں سخت جھنجھلایا اور خود جاکر ان ملازمین کی بیخ کنی کی ٹھانی اور جو خود مالک بن بیٹھے تھے، امرا اور دوسرے وفادار اس کے لیے کسی طرح راضی نہیں تھے۔ خواجہ ابوالحسن نے عرض کیا کہ چونکہ وہاں کے حالات کو کوئی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا، جیسا کہ خان خاناں نے سمجھا تھا، اس لیے اسے بھیجا جائے اور یہ کہ وہ ازسرنو معاملات کو سنبھالے گا جو ابتری کا شکار تھے اور

---

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 333

2. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 333



Marfat.com

وقت کی ضرورت کے مطابق اختلافات کو دور کرے گا تاکہ حالات پہلے کی طرح ہوجائیں۔ دوسرے بہی خواہوں سے مشورہ ہوا، سب کی رائے ایک تھی کہ خان خاناں کو ضرور بھیجا جائے اور ساتھ میں ابوالحسن بھی ہو۔ اس رائے سے اتفاق کرکے، ان لوگوں کو جو خان خاناں کے معاملات کی دیکھ ریکھ کر رہے تھے اور ان کے رفقا نے اتوار 17/ اردی بہشت سال ہفتم، رخصت کی اجازت چاہی۔ شاہنواز خاں خواجہ ابوالحسن، رزاق بردی ازبیک اور کئی دوسرے اس کے ساتھیوں نے اسی دن رخصتانہ سلام پیش کیا، خان خاناں کو 6,000 ذات، شاہ نواز خان کو 3,000 گھوڑوں، داراب خاں کے منصب میں 500 ذات اور 300 سوار (کل 2,000 ذات اور 1,500 سوار) کے منصب پر ترقی دی گئی۔ رحیم داد خاں، خان خاناں کے چھوٹے بیٹے کو بھی میں نے مناسب منصب عطا کیا۔ میں نے خان خاناں کو ایک شاندار خلعت، جواہرات سے مرصع خنجر، ایک خاص ہاتھی مع لوازمات اور ایک عراقی گھوڑا پیش کیا۔ اسی طرح میں نے اس کے بیٹوں اور رفیقوں کو خلعت سے نوازا۔ اسی ماہ معزالملک کابل سے معہ اپنے بیٹوں کے آئے اور پائے بوسی کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ شیام سنگھ اور رائے منکت بھدوریہ، جو بنگش فوج سے متعلق ہیں، قلیج خاں کی درخواست پر اونچے مناصب پر ترقی پاگئے۔ شیام سنگھ کے پاس 1,500 ذات کا منصب تھا جس میں 500 کا اضافہ کیا گیا اور رائے منکت کا منصب بھی بڑھا دیا گیا۔

کافی دنوں پہلے آصف خاں کی علالت کی خبر آئی تھی، کبھی اس کی بیماری کم ہوتی اور کبھی اس میں اضافہ ہوجاتا، بالآخر وہ 63 سال کی عمر میں برہان پور میں انتقال کر گئے۔ ان کی اہلیت اور فہم بہت زیادہ تھی۔ وہ بہت حاضر جواب تھے اور شعر بھی کہتے تھے۔ انھوں نے خسرو شیریں، لکھی اور میرے نام معنون کی اور اسے 'نورنامہ' کا نام دیا[1]۔ ان کو امرا کے زمرہ میں میرے والد محترم کے عہد میں شامل کیا گیا تھا اور وزیر کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا۔ میرے ایام شہزادگی میں انھوں نے کئی بار احمقانہ حرکتیں کیں اور بہت سے لوگ اور بلاشبہ خسرو اور خود ان کا یہ خیال تھا کہ تخت نشینی کے بعد میں (اس کے خلاف) ناخوشگوار کام کروں گا۔ برخلاف اس کے جو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے دماغ میں سمایا ہوا تھا، میں نے اسے ترقی دی اور 5,000 ذات اور سوار کے منصب پر فائز کیا اور

---

1۔ نور کی تاریخ، یعنی نورالدین جہانگیر کی تاریخ



Marfat.com

بعد میں وہ پورے اختیار کے ساتھ وزیر ہوا۔ میں نے اسے فائدہ پہنچانے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی، اس کے انتقال کے بعد میں نے اس کے بیٹوں کو منصب دیے اور ان پر نوازشیں کیں، آخر یہ واضح ہوگیا (ص، 223) کہ اس کا رویہ اور خلوص ایسے نہیں تھے جیسا کہ ہونا چاہیے تھا اور وہ اپنی شرارتوں کے پیش نظر ہمیشہ مجھ سے مشکوک رہتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ سازش اور فساد سے واقف تھا جو کابل کی مہم کے وقت پیش آئے اور بدمعاشوں کی طرف داری کی تھی۔ بلاشبہ مجھے (اس پر) کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ بلا میرے احسانات اور اس پر کی گئی مہربانیوں کا خیال کیے ہوئے وہ غیر وفادار اور بے راہ رو نہیں تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد اسی ماہ اردی بہشت کی 25 تاریخ کو مرزا غازی کی موت کی خبر آئی۔ مذکورہ مرزا ٹھٹھ کے حکمران خاندان ترخان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے والد مرزا جانی، میرے والد محترم کے عہد میں وفادار ہوگئے تھے اور خان خاناں کے ساتھ جسے ان کے علاقہ میں مقرر کیا گیا تھا، خوش قسمتی سے لاہور کے قریب اکبر کے حضور میں باریابی کا اعزاز ملا۔ شاہی عنایات سے اسے اسی کا صوبہ دے دیا گیا اور یہ طے کر کے وہ دربار میں حاضر رہے گا اس نے اپنے آدمی ٹھٹھ کے انتظامات کے لیے بھیجے اور خود زندگی بھر (شاہی) خدمت میں رہا۔ بالآخر وہ برہان پور میں انتقال کر گیا۔ مرزا غازی خان، اس کے بیٹے کو جو ٹھٹھ میں تھا مرحوم بادشاہ کے فرمان کے مطابق اس علاقہ کی حکومت دے دی گئی۔ سعید خان جو بھکر میں تھا، اسے حکم دیا گیا کہ وہ تعزیت کے لیے جائے اور اسے دربار میں لائے۔ مذکورہ خان نے اس کے پاس آدمی بھیجے تاکہ وفاداری کی سفارش کریں۔ بالآخر اسے آگرہ لائے اور اسے میرے محترم والد کے حضور میں حاضری کا شرف ملا۔ وہ آگرہ میں تھا جب میرے والد کا انتقال ہوا اور میں تخت پر بیٹھا۔ میرے خسرو کے تعاقب میں لاہور پہنچنے کے بعد، اطلاع ملی کہ خراساں کے امیر ایک جگہ جمع ہوگئے ہیں اور قندھار کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہاں کا صوبہ دار شاہ بیگ، قلعہ بند ہوکر مدد کا منتظر تھا۔ ضرورتاً قندھار کی مدد کے لیے ایک فوج، غازی خاں اور دوسرے امیروں کی قیادت میں بھیجی گئی۔ جب یہ فوج قندھار کے قریب پہنچی تو خراسان کی فوج مقابلہ کی قوت نہ پاکر لوٹ گئی۔ مرزا غازی نے قندھار (ص، 224) میں داخل ہوکر، ملک اور قلعہ کو سردار خاں کے حوالہ کردیا جو وہاں کے نظم و نسق کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ شاہ بیگ اپنی جاگیر پر چلا گیا۔ مرزا غازی براہ بھکر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سردار خاں تھوڑے عرصہ تک



Marfat.com

ہی قندھار میں رہا اور مر گیا، اس صوبہ کے لیے پھر ایک حاکم اور سردار کی ضرورت پڑی۔ اس بار میں نے قندھار کو تٹھہ کے ساتھ ملاکر، غازی خاں کے حوالہ کردیا۔ اس وقت سے اپنی وفات تک وہ مستقل اپنی ذمہ داریاں حکومت کے تحفظ اور نظم و نسق میں نبھاتا رہا۔ اس کا رویہ بے حد فرمانبردارانہ تھا۔ چونکہ قندھار میں کسی سردار کو غازی خاں کی جگہ بھیجنا ضروری تھا، میں نے ابول بی ازبیک[1] کو جو ملتان میں تھا اور پڑوس میں تھا، مقرر کیا۔ میں نے اس کے منصب میں 1,500 ذات اور 1,000 سوار کا اضافہ کرکے 3,000 ذات اور سوار کردیا اور اسے بہداد خاں کے خطاب اور علم سے نوازا۔ دہلی کے نظم و نسق اور اس صوبہ کے تحفظ و انتظامیہ کی ذمہ داری مقرب خاں کو سونپی گئی۔ میں نے روپ خواص کو جو میرے محترم والد کے خاص ملازمین میں تھا، خواص خاں کے خطاب اور 1,000 ذات و 500 سوار کا منصب عطا کرتے ہوئے قنوج کی فوجداری پر مامور کیا۔ چونکہ میں نے اعتقاد خاں پسر اعتمادالدولہ کی بیٹی[2] کی شادی خرم سے چاہی تھی اور شادی کی تقریب طے ہوچکی تھی۔ میں 18 خورداد، بروز جمعرات اس کے گھر گیا اور وہاں ایک دن اور ایک رات مقیم رہا۔ خرم نے مجھے نذر پیش کی اور اس نے بیگمات کو اپنی ماؤں (معہ سوتیلی) زنانہ ملازمین حرم اور امیروں کو خلعت و جواہرات پیش کیے۔[3]

---

1. یہاں عبدالنبی ہونا چاہیے۔ 2. یہ ارجمند بانو یا ممتاز محل، شاہ جہاں کی چہیتی بیوی اور اس کے چودہ بچوں کی ماں تھی۔ یہ نور جہاں کی بھتیجی تھی۔ اس کا باپ نور جہاں کا بھائی اور آصف خاں چہارم اور بیل کا ابوالحسن تھا جس کا نام بھی اعتقاد خاں یمین الدولہ تھا۔ منگنی اور شادی کی تفصیلات بادشاہ نامہ جلد اول، ص، 388، پر ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ منگنی کی رسم شادی سے پانچ سال تین ماہ قبل ہوچکی تھی جب شاہ جہاں کی عمر 15 سال تھی۔ 18 خورداد، 1021ھ مئی 1612 کے آخر کے مطابق ہوگی لیکن بادشاہ نامہ میں جمعہ، 9/ ربیع الاول 1021ھ کی شام، مطابق 22 اردی بہشت کو شادی کا دن لکھا گیا ہے جو 30/اپریل 1612 کے مطابق ہوگا۔ اس لیے جہانگیر کا (اعتمادالدولہ کے گھر جانا، ممکنہ شاہ جہاں) کا واقعہ شادی کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ ارجمند بانو کا انتقال ایام زچگی میں برہان پور میں 1040ھ یا جولائی 1631 میں ہوا۔ تاریخ وفات ایک لفظ "غم" سے نکالی گئی۔ اس کی پیدائش 1591ء میں ہوئی ہوگی اور اس کی عمر چالیس سال کی تھی جب وفات ہوئی۔ یہ شاہ جہاں کی پہلی بیوی نہیں تھی کیونکہ اس کی شادی مظفر حسین صفوی شاہ اسماعیل کے ایک خلف کی بیٹی سے ستمبر 1610 میں ہوچکی تھی۔ لیکن منگنی اس سے پہلے ہوچکی تھی۔ ارجمند کی یاد میں تاج محل کی تعمیر ہوئی۔ 3. طورہا، ملتا جلتا پیراگراف، اقبال نامہ، ص، 67 کی آخری سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے جواہرات مراد ہیں۔ متن میں لفظ 'با' بیگمان سے پہلے نہیں آیا



Marfat.com

میں نے عبدالرزاق، محل کے بخشی کو (درخانہ) ٹھٹھ کے معاملات کی درستگی کے لیے اس وقت تک کے لیے بھیجا کہ جب تک کہ وہاں کوئی سردار نہ مقرر ہو جائے تاکہ وہاں کے سپاہیوں اور کاشتکاروں سے میل جول رکھ سکے اور اس صوبہ میں نظم و نسق قائم رکھے۔ میں نے اس کے منصب میں اضافہ کردیا، ایک ہاتھی ایک پرم نرم (شال) عطا کرکے رخصت کیا۔ میں نے اس کی جگہ معزالملک کو بخشی بنا دیا۔ خواجہ جہاں، جسے لاہور کی عمارتوں کے معائنہ کے لیے اور وہاں کا نظم و نسق درست کرنے بھیجا گیا تھا اس ماہ کے آخر میں آیا اور حاضری دی۔ مرزا عیسیٰ ترخاں جو مرزا غازی کے رشتہ داروں میں تھا، دکن کی فوج میں متعین کیا گیا تھا۔ میں نے اسے بلا بھیجا تاکہ ٹھٹھ کا نظم و نسق سنبھال سکے اور اسی دن اس نے تسلیمات بجا لانے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ وہ مہر و التفات کا مستحق تھا اسے 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب دیا گیا۔

خون پارہ[1] کے مرض نے میری صحت کو متاثر کیا تھا۔ حکما کی صلاح پر میں نے ایک سیر خون اپنے بائیں بازو سے نکلوا دیا۔ اس سے کافی راحت ملی۔ مجھے خیال آیا کہ خون نکالنے کو 'ہلکا' کرنا کہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ آج کل یہ اسلوب بیان مستعمل ہے۔ مقرب خاں جس نے خون نکالا تھا، اسے میں نے جواہرات سے مرصع کھپوا (خنجر) پیش کیا۔ کِشن داس منیم محکمہ اصطبل و ہاتھی خانہ، جو مرحوم بادشاہ کے عہد سے لے کر اب تک، محرر انچارج ان دونوں شعبوں کا تھا اور زمانہ سے راجہ کے خطاب اور 1,000 کے منصب کی آس لگائے ہوئے تھا، پہلے خطاب سے ممنون کیا گیا تھا اور اب اسے 1,000 کا منصب عطا کیا گیا۔ مرزا رستم پسر سلطان حسین مرزا صفوی، جسے دکن کی فوج میں مقرر کیا گیا تھا، اس کی درخواست پر میں نے بلا لیا۔ شنبہ ماہ تیر کی نویں تاریخ کو وہ معہ اپنے بیٹوں کے آیا اور میرے حضور میں حاضری دی۔ اس نے مجھے 46 شاہی موتی اور ایک لعل نذر کیا۔ میں نے تاج خاں صوبہ دار بھکر کے منصب میں 500 ذات و سوار کا اضافہ کیا۔ وہ مملکت کے قدیم امرا میں تھا۔

---

1. خون پارہ یعنی انجماد خون، پارہ یا بارہ، ذخیرہ یا مجمع کے معنی میں مستعمل ہے۔ ملاحظہ ہو ماثرالامرا، جلد دوم، ص، 221 ، ہم لفظ، بارا یعنی جمع پاتے ہیں۔ ارسکن نے باوجودیکہ اپنے متن میں 'چوں پارا' پڑھا ہے اور ترجمہ "پارہ" کیا ہے۔



Marfat.com

شجاعت خاں کی موت کی کہانی عجیب و غریب ہے۔ اس کی ایسی بہادرانہ خدمات کے بعد اسلام خاں نے اسے سرکار اڑیسہ جانے کی رخصت دی۔ ایک رات وہ ایک مادہ ہاتھی پر سوار، چوکنڈی میں بیٹھا ہوا سفر کر رہا تھا اور ایک نوجوان خواجہ سرا کو اپنے پیچھے بٹھا رکھا تھا۔ جب وہ اپنے پڑاؤ سے باہر نکلے تو مست ہاتھی جسے راستہ میں باندھا گیا تھا گھوڑوں اور سموں کی آواز اور حرکت اور سواروں کی آوازوں سے اپنی زنجیر تڑانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے بہت شور و غل اور افراتفری مچی۔ جب خواجہ سرا کے کانوں میں شور کی آواز پہنچی تو اس نے حیرانی کے عالم میں شجاعت خاں کو جگا دیا جو سو رہا تھا یا شراب کے نشہ میں مدہوش تھا۔ وہ بولا "ایک مست ہاتھی چھوٹ گیا ہے اور اس طرف آرہا ہے"۔ جیسے ہی اس نے سنا، گھبرا کر چوکھنڈی سے سامنے کی طرف کود پڑا۔ جب وہ کودا تو اس کے پاؤں کا انگوٹھا ایک پتھر سے ٹکرا کر پھٹ گیا۔ دو تین دنوں بعد وہ اس زخم سے مر گیا، مختصر یہ کہ حال سن کر میں بالکل حیران رہ گیا کہ ایک بہادر آدمی صرف ایک چیخ سن کر یا لفظ ایک بچے سے سن کر اس قدر گھبرا گیا کہ بے قابو ہو کر ہاتھی سے کود پڑا۔ واقعی میں یہ حیرانی کی بات ہے۔

ماہ تیر کی 19 تاریخ کو مجھے یہ خبر ملی میں نے اس کے بچوں کو نرمی سے دلاسہ دیا اور ان کو عہدے عطا کیے۔ اس کے ساتھ اگر یہ حادثہ نہ ہوتا تو اس کے اعزاز، بہت محبت اور لطف و کرم سے بڑھائے ہوئے ہوتے ۔

با قضا بر نمی تواں آمد

(ترجمہ) کوئی قسمت سے نہیں لڑ سکتا۔

اسلام خاں نے 160 سے زیادہ ہاتھی بنگال سے بھیجے۔ وہ میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھے گئے۔ راجہ ٹیک چند کماؤں کے راجہ نے جانے کی اجازت چاہی۔ چونکہ میرے والد کے زمانہ میں اس کے والد کو 100 گھوڑے دیے گئے تھے میں نے بھی اسے 100 گھوڑے اور ایک ہاتھی دیا۔ جب وہ دربار میں آیا تو اسے خلعت اور جواہرات سے مرصع خنجر دیا گیا۔ میں نے اس کے بھائیوں کو بھی خلعتیں اور گھوڑے دیے۔ میں نے پچھلے انتظام کے تحت اس کا علاقہ اسے سونپ دیا۔ وہ اپنے وطن خوش و کامران گیا۔ اتفاقاً امیر الامرا کا یہ شعر پڑھا گیا ۔



Marfat.com

بگذر مسیح از سر ما کشتگان عشق

یک زنده کردن تو بصد خون برابر است

(ترجمہ) اے مسیحا[1] ہمارے کٹے ہوئے سروں سے گزر، تیرے ہاتھوں ایک زندگی سو قتل کے برابر ہے۔

چونکہ میں شاعرانہ میلان رکھتا ہوں کبھی بالارادہ اور کبھی بلا ارادہ اشعار اور رباعیاں کہہ لیتا ہوں۔ درج ذیل شعر میرے ذہن میں آیا ۔

از من متاب رخ کہ نیم بے تو یک نفس

یک دل شکستن تو بصد خوں برابر است

(ترجمہ) تم اپنا رخ نہ پھیرو، اس کے بغیر میں ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتا، تیرا ایک دل توڑنا سو قتل کے برابر ہے۔

ملا علی احمد[2] مہر کن نے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، کیا خوب کہا ہے ۔

اے محتسب زگریہ پیر مغاں بترس

یک خم شکستن تو بصد خوں برابر است

(ترجمہ) اے محتسب، شراب انگوریں فروخت کرنے والے بوڑھے کے

---

1. مسیحا کا ذکر اس کی سانسوں کے ذریعہ زندگی دینے کے حوالہ سے آیا ہے۔ "باگذر" گزر جا۔ ارسکن کے مخطوطہ میں ہے۔ 'مگذر' (نہ گذر) آیا ہے۔ بظاہر اس شعر کا مطلب یوں ہے۔ یہ زیادہ قابل تعریف ہے کہ مسیحا ایک آدمی کو زندگی دے دے بجائے اس کے کہ کوئی سو کافروں کو قتل کردے۔

2. علی احمد کا اس واقعہ سے دو سال پہلے انتقال ہوا تھا، اگر، ص، 169 کی عبارت صرف ایک نقل ہے اور علی احمد سے تعلق نہیں رکھتی۔ غالباً اس کے معنی یہ ہیں "علی احمد نے یہ شعر کسی اور موقعہ پہ کہا ہوگا، جسے درباریوں نے اس وقت پیش کیا۔ اس کے شعر میں سو قتل، لفظ 'خون' پر اٹکھیلی ہے جو خون کی طرح کی شراب بہنے کا حوالہ دیتا ہے۔ یہ سمجھنا دشوار ہے کہ جہانگیر نے اس شعر کو اپنی یادداشت میں یہاں کیسے جگہ دی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی طرح سے اس کا تعلق کماؤں کے راجہ کے احوال سے ہے۔ جہانگیر کہتا ہے کہ اقتباس یونہی دیا گیا ہے۔ غالباً اس کے معنی ہیں 'مضحکہ خیز تصرف' یا (بطور مفہوم) ہے۔ مخطوطہ جسے ارسکن نے استعمال کیا ہے پہلی سطر کے الفاظ 'مگذر مسیح بر سرما' معلوم دیتے ہیں۔ اس لیے ارسکن کا ترجمہ اس طرح ہے "اے مسیحا! ہم کشتہ عشق کے سروں سے مت گزر، غالباً مگذر کے معنی نہ گزر ہے۔



Marfat.com

آنسوؤں سے ڈر، کیونکہ تیرا ایک جام توڑ دینا سو قتل کرنے کے برابر ہے۔

ابوالفتح دکنی[1] جو عادل خاں کے امرا میں بہت اہم امیر تھا اور دو برس پہلے وہ فاتح فوج کے سالاروں میں وفاداری کے ساتھ شامل ہوا تھا، 15، امرداد (ص، 229) کو میرے حضور میں حاضر ہوا۔ میری توجہ اور مہربانی سے اسے ایک خاص تلوار اور خلعت عنایت کی گئی۔ کچھ دنوں بعد میں نے اسے ایک خاص گھوڑا بھی عطا کیا۔ خواجگی محمد حسین[2] اپنے بیٹے کی نیابت کے لیے دہلی گیا تھا، اسے وہاں کے امور کے متعلق اطمینان ہوگیا، اسی دن آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ چونکہ پٹنہ کے نظم و نسق کے لیے ایک سردار بھیجنا تھا، مجھے مرزا رستم کو بھیجنے کا خیال آیا۔ ان کا منصب 26/ جمادی الثانی مطابق 2/ شہریور، 5,000 ذات اور 1,500 سوار سے بڑھاکر 5,000 ذات و سوار کردیا۔ میں نے اسے پٹنہ کا نظم و نسق سپرد کیا۔ اسے ایک خاص ہاتھی، ایک گھوڑا معہ زین مرصع، ایک تلوار جواہرات سے مرصع، ایک شاندار خلعت دے کر رخصت کیا۔ اس کے فرزند بھائی مظفر حسین خاں، میرازی کے بیٹوں کے منصب میں اضافہ کرکے ہاتھیوں، گھوڑوں اور خلعتوں سے سرفراز کیا گیا اور رخصت دی گئی۔ میں نے رائے دلیپ کو مرزا رستم کی مدد کے لیے مقرر کیا۔ چونکہ اس کی رہائش اس جگہ کے قریب تھی، اس نے ایک اچھی تعداد میں آدمیوں کو اس کام کے لیے جمع کرلیا۔ میں نے اس کے منصب میں 500 ذات و سوار کا اضافہ کردیا تاکہ یہ 2,000 ذات اور 1,000 سوار ہوجائے۔ اسے ایک ہاتھی بھی دیا۔ ابوالفتح دکنی نے سرکار ناگپور اور توابع میں ایک جاگیر پائی۔ اسے رخصت کیا گیا تاکہ وہ اپنی جاگیر کا نظم و نسق کرسکے اور ملک کی حکومت کی بھی دیکھ ریکھ کرسکے۔ خسرو بی ازبیک کو سرکار میواڑ کی فوجداری پر مقرر کیا گیا۔ اس کے منصب 800 ذات اور 300 سوار کو اب بڑھاکر 1,000 ذات اور 500 سوار کردیا گیا۔ میں نے اسے ایک گھوڑا بھی پیش کیا۔ چونکہ میری نگاہ میں مقرب خاں کی قدیم خدمات تھیں، مجھے خیال آیا کہ مجھے اس کی آرزوؤں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اس کے منصب میں اضافہ کردیا تھا اور اسے اچھی جاگیریں بھی مل چکی تھیں۔ لیکن اس کی تمنا علم و نوبت حاصل کرنے کی تھی اب اسے ان چیزوں سے بھی سرفراز کیا گیا، صالح جو خواجہ بیگ مرزا صفوی کا متبنیٰ

---

1. دکن کا چیف جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔
2. بلاک مین، ص، 485۔ اس نے اپنے بھائی ہاشم کی جگہ کشمیر میں کام کیا۔



Marfat.com

تھا اور بہت بہادر اور پرجوش نوجوان تھا، میں نے اسے خنجر خاں کا خطاب دے کر اپنی ملازمت میں سرگرم بنالیا۔

جمعرات 22/ شہریور مطابق 17/رجب 1021ھ میرے وزن شمسی کی تقریب مریم زمانی کے گھر پر منعقد ہوئی۔ یہ ایک پسندیدہ رسم ہے کہ میں اپنا وزن اس طرح کراؤں۔ مرحوم بادشاہ اکبر، جو مظہر عنایات و کرم تھے، وہ بھی اس رسم کو پسند کرتے تھے اور سال میں دوبار اپنا وزن مختلف قسم کی دھاتوں، سونے، چاندی اور بہت سی قیمتی چیزوں سے ایک بار شمسی اور ایک بار قمری سال کے مطابق کراتے تھے۔ اس کی مجموعی قیمت جو ایک لاکھ روپیوں کے برابر ہوتی تھی، فقرا اور دوسرے ضرورت مندوں میں تقسیم کردی جاتی تھی۔ میں بھی اس سالانہ رسم کو مناتا ہوں اور اپنا وزن اسی طرح کراتا ہوں اور وہ قیمتی چیزیں فقرا کو دے دیتا ہوں۔

معتقد خاں، بنگال کا دیوان، جسے اس خدمت سے سبکدوش کردیا گیا تھا، عثمان کے بیٹوں، بھائیوں اور چند ملازمین کے ساتھ جسے اسلام خاں نے دربار میں بھیجا تھا، میرے سامنے پیش کیا۔ افغانوں میں سے ہر ایک کو ذمہ دار ملازمین کے حوالہ کیا گیا۔ تب معتقد خاں نے نذر پیش کی جس میں 25 ہاتھی، دو لعل، جواہرات سے مرصع ایک پھول کٹار (ایک قسم کا خنجر) قابل اعتماد خواجہ سرا اور بنگال کی مصنوعات وغیرہ تھیں۔

میر میرن جو سلطان خواجہ کا بیٹا تھا اور دکن کی فوج میں تھا، میرے حضور میں حاضر ہوا اور قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔ اس نے نذر میں ایک لعل پیش کیا۔

چونکہ قلیج خاں جو بنگش فوج کا کابل کی سرحد پر سربراہ تھا، اور اس صوبہ کے امرا جسے اس کی قیادت میں بطور ساتھیوں کے بھیجا گیا تھا، جھگڑے تھے، بالخصوص خاندوراں سے، میں نے خواجہ جہاں کو تحقیق کے لیے بھیجا کہ دونوں میں کون غلطی پر ہے۔ گیارہویں ماہ مہر، معتقد خاں کو بخشی کے اعلیٰ عہدہ پر سرفراز کیا گیا اور اس کا منصب 1,000 ذات اور 300 سوار کردیا گیا۔ مقرب خاں کے منصب میں دوسری بار کچھ اور اضافہ کرکے میں نے اسے 2,500 ذات اور 1,500 سوار کردیا۔ اس میں 500 کا اضافہ تھا۔ خان خاناں کی درخواست پر، فریدوں خان برلاس کے منصب میں اضافہ کرکے 2,500 ذات اور 2,000 سوار کردیا۔ رائے منوہر کو 1,000 ذات اور 800 سوار کا منصب دیا گیا۔



Marfat.com

راجہ بیر سنگھ دیو کو 4,000 ذات اور 2,200 سوار کا منصب دیا گیا۔ بھرت جورام چند بندیلہ کا پوتا تھا آخرالذکر کی موت کے بعد میں نے اُسے راجہ کے خطاب سے نوازا۔

28 ماہ آبان کو ظفرخاں، حسب الحکم صوبہ گجرات سے آیا اور حاضری دی۔ وہ نذر کے لیے ایک لعل اور تین موتی لایا۔

6/ ماہ آذر، مطابق 3/ شوال کو برہان پور سے خبر آئی کہ امیرالامرا کا اتوار 27 آبان کو پرگنہ نہال پور میں انتقال ہوگیا۔ اس بیماری کو جو اسے لاہور میں ہوئی تھی، اس کی وجہ سے اس کی ذہانت میں کمی آگئی تھی اور اس کے حافظہ کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ وہ بہت مخلص آدمی تھا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا جس پر لطف و کرم کیا جاسکتا۔ چن قلیج اپنے والد کے یہاں سے 20/ماہ آذر کو لوٹا جو پشاور میں تھا اور 100 مہریں اور 100 روپے نذر میں پیش کیے۔ علاوہ اس نے اپنی نذر بھی دیگر اشیا کے علاوہ جو ایک گھوڑا اور کپڑوں کی مصنوعات پر مشتمل تھیں پیش کیں۔

میں نے برار کے انتظامیہ کے لیے ظفرخاں کو ترقی دی جو ایک قابل اعتماد خانہ زاد اور دودھ شریکی بچوں میں تھا۔ اس کے منصب میں 500 گھوڑے اور ذات کا اضافہ کرکے میں نے 3,000 ذات اور 2,000 سوار کردیا۔ اس کے بھائیوں کو بھی خلعتوں اور گھوڑوں سے نوازتے ہوئے (ص، 232) اس صوبہ کو جانے کی اجازت دی۔ اس نے ہمیشہ توقع کی تھی کہ اسے کوئی الگ خدمت کا موقع ملے تاکہ اسے اپنی فطری صلاحیتیں دکھلانے کا موقعہ ملے۔ میری بھی خواہش تھی کہ اس کا امتحان لوں اور اس لیے اس خدمت پر تعیناتی کو اسے پرکھنے کی کسوٹی بنایا۔

چونکہ سفر اور شکار کرنے کے ایام تھے، منگل 3/ ذی قعدہ، (25/دسمبر 1612) مطابق روز چہارم میں آگرہ سے شکار کے ارادہ سے نکلا اور داہرہ باغ میں قیام پذیر[1] ہوا۔ وہاں میں چار دنوں تک مقیم رہا۔ اسی ماہ کی دس تاریخ کو سلیمہ بیگم کی موت کی خبر ملی جو شہر میں بیمار تھیں۔ ان کی والدہ گل رخ بیگم، بادشاہ بابر کی بیٹی تھیں اور ان کے والد مرزا نورالدین محمد، نقشبندی خواجاؤں میں تھے۔ وہ تمام صفات سے مالامال تھیں۔ عورتوں

---

1. وہ چار دنوں سے زائد مقیم رہا ہوگا کیونکہ اسے سلیمہ کی موت کی خبر باغ میں ملی تھی۔ ملاحظہ ہو، غالباً دس تاریخ کا مطلب دے اور ذی قعدہ نہیں ہے۔ داہرہ باغ آگرہ کے نواح میں تھا۔



Marfat.com

میں اس طرح کا کمال اور صلاحیتیں شاذ ہی نظر آتی ہیں۔ بادشاہ ہمایوں نے از راہ عنایت ان کی شادی جو اُن کی بہن کی بیٹی تھیں بیرم خاں سے کردی تھی۔ جب خان مذکور مر گئے تو میرے والد مرحوم نے ان سے خود اپنی شادی کرلی۔ ان کا ساٹھ[1] برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اسی دن میں نے داہرہ باغ سے کوچ کیا اور اعتمادالدولہ کو ان کی تدفین کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو مندکار باغ کی عمارت میں رکھا جائے۔ جسے انھوں نے خود بنوایا تھا۔

17/ تاریخ ماہ مذکور کو مرزا علی بیگ اکبر شاہی دکن کی فوج سے آئے اور حاضری دی۔ خواجہ جہاں جسے میں نے صوبہ کابل بھیجا تھا، اسی ماہ کی 21 کو واپس آیا اور حاضری دی۔ اس کے آنے اور جانے کی مدت تین ماہ اور گیارہ دن تھی۔ وہ نذر کے لیے بارہ مہریں اور بارہ روپے لایا۔ اسی دن راجہ رام داس بھی دکن کی فتح سے یہاں آیا اور تسلیمات بجا لایا۔ اس نے 101 مہریں نذر میں پیش کیں۔ چونکہ موسم سرما کی خلعتیں امرا کو دکن نہیں بھیجی گئی تھیں، ان کو حیات خاں کے سپرد کیا گیا۔

چونکہ بندر سورت قلیج خاں کو جاگیر میں دیا گیا تھا۔ اس نے درخواست کی کہ چن قلیج (اس کے بیٹے) کو وہاں کا نظم و نسق چلانے اور نگرانی کے لیے بھیجا جائے۔ 27 تاریخ کو اسے ایک خلعت دی گئی اور اسے خان کا خطاب اور علم دے کر جانے کی اجازت دی۔

کابل کے امرا کی صلاح کے لیے اور ان اختلافات کی وجہ سے جو ان کے اور قلیج خاں کے درمیان پیدا ہوگئے تھے، میں نے راجہ رام داس کو ایک گھوڑا، خلعت اور 30,000 روپے برائے اخراجات دے کر وہاں بھیجا۔

6 بہمن کو جب میرا مقام پرگنہ باری میں تھا تو خواجگی محمد حسین جو حکومت

---

1. یہ بیان غلط ہے۔ سلیمہ 76 برس کی عمر میں فوت ہوئیں۔ ان کی پیدائش 4 شوال 945ھ مطابق 23/ فروری 1539 کی تھی۔ وہ 10 ذی قعدہ 1021ھ کے قریب مریں (2/ جنوری 1613) اس طرح شمسی سال کے مطابق 73 سال کی تھیں۔ ملاحظہ ہو یادداشت برٹش میوزیم، مخطوطہ، 171، اور اسی کے برابر کا پیراگراف مخطوطہ 182، ص، 140۔ ان کی موت کی تاریخ "خوشحال" ہے جس سے 945ھ کا سال نکلتا ہے۔ یہ اکبر سے ½3 سال بڑی تھیں۔



Marfat.com

کے قدیم ملازمین میں تھا، موت کی خبر ملی۔ اس کا بڑا بھائی محمد قاسم خاں، میرے محترم والد کے عہد میں بہت زیادہ نوازا گیا تھا اور خواجہ محمد حسین بھی ان کے معتمد ملازمین میں تھا۔ وہ داروغہ مطبخ (بکاول) یا ایسی ہی ملازمتوں میں رہا۔ اسے کوئی اولاد نہیں تھی، اسے ڈاڑھی بھی نہیں تھی اور نہ کوئی بال اس کی مونچھ پر نظر آتا تھا۔ گفتگو کرتے وقت اس کی آواز باریک اور چبھتی ہوئی تھی اور خواجہ سرا جیسا معلوم دیتا تھا۔

شاہنواز خاں جسے خان خاناں نے برہان پور سے بھیجا تھا تاکہ کچھ باتیں بتلا سکے اسی ماہ کی 17 تاریخ کو آیا اور میرے پاس حاضری دی۔ اس نے 100 مہریں اور 100 روپے نذر میں دیے۔ چونکہ عبداللہ خاں کی جلدبازی اور امرا کی دھوکہ بازیوں کی وجہ سے دکن کے معاملات خوش آئند نظر آتے تھے، دکنیوں کو گفتگو کا ایک موقعہ اور دے کر، وہاں پر موجود امرا اور بہی خواہوں سے صلح کی بات کرنے لگے۔ عادل خاں نے وفاداری کی خلعت پہنی اور درخواست کی کہ اگر دکن کے معاملات اس کے حوالے کردیے جائیں تو وہ ایسا انتظام کرے گا کہ وہاں کے کچھ اضلاع جو حکومت سے چھن گئے تھے، واپس ہوجائیں گے۔ وفاداروں نے وقت کے تقاضہ کو پہچانتے ہوئے عرض داشت کی اور ایک طرح کا سمجھوتہ ہوگیا اور خان خاناں نے معاملات کو طے کرنے کے اقدامات کیے۔ خان آعظم بھی چاہتا تھا اور باغی رانا کی سرکوبی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس خدمت (کے انجام دہی) کی درخواست کی تاکہ غازی کے مرتبہ کو پاسکے۔ اسے مالوہ جانے کا حکم دیا گیا جو اس کی جاگیر تھا تاکہ وہاں کے معاملات کو درست کرنے کے بعد وہ اس ذمہ داری کو سنبھالے۔ ابول بی ازبیک[1] کے منصب میں 1,000 ذات اور 500 سوار کا اضافہ کرکے 4,000 ذات اور 3,500 سوار کردیا گیا۔

میں دو ماہ بیس دنوں تک شکار کھیلتا رہا، اس دوران میں روزانہ شکار کے لیے جاتا تھا۔ چونکہ پچاس یا ساٹھ سے زائد، دنیا کو روشن کرنے والے، نئے سال (کی آمد) میں دن باقی نہیں رہے تھے، میں لوٹ آیا اور 24 اسفندار کو داہرہ باغ میں مقیم ہوا۔ درباری اور کچھ منصب دار جو حکم کی تعمیل میں شہر میں رہ گئے تھے، اس روز میری

---

1۔ اصل نام عبدالنبی معلوم دیتا ہے۔ اسے بہادر خاں کا خطاب حاصل تھا۔ دیکھیے ماثرالامرا، جلد اول، ص، 400، اکبر نامہ، جلد سوم، صفحات 820 اور 839 اسے ابوالبقا لکھا گیا ہے۔



Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے۔ مقرب خاں نے ایک مرصع مرتبان، فرنگی ٹوپی اور جواہرات والی گوریا پیش کی۔ میں باغ میں تین دنوں تک مقیم رہا اور 27 اسفندار کو شہر میں داخل ہوا۔ اس دوران[1] 223 ہرن وغیرہ، 95 نیل گاؤ، 2 جنگلی سور، 36 کلنگ وغیرہ اور 1,457 مچھلیاں شکار کی گئیں۔

[1] یہ دو ماہ بیس دن کے شکار کا حوالہ ہے۔



Marfat.com

# مبارک سنہ جلوس کے بعد کا آٹھواں سال

میرا آٹھواں سنہ جلوس مطابق 1022ھ ہے۔ جمعرات کی شب، 27 محرم مطابق یکم فروردین میرے آٹھویں سنہ جلوس میں دن کی 3½ گھڑیاں گزر جانے کے بعد، سورج برج حوت (بارھواں برج) سے گزر کر برج حمل میں داخل ہوا، جو مسرت و فتح کا برج ہے۔ نئے سال کی علی الصباح ہر سال کی رسم کے مطابق جشن منایا گیا۔ اس دن کے اختتام پر میں تخت سلطنت پر بیٹھا۔ امرا و وزرائے سلطنت و درباری محل میں آئے اور مجھے مبارک باد پیش کی۔ خوشی کے شگن کے دنوں میں، میں پورے دن دیوان عام میں تخت نشین رہا۔ لوگ جو بھی پوچھنا چاہتے یا دعویٰ پیش کرنا چاہتے، اپنی درخواستیں پیش کیں اور محل کے ملازمین کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ اسی ماہ کی 9 تاریخ کو، صوبہ بہار سے افضل خاں آئے اور میرے حضور میں 100 مہریں اور 100 روپے پیش کیے اور ایک ہاتھی بھی۔ 12 تاریخ کو اعتمادالدولہ کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی جس میں جواہرات، ملبوسات اور دیگر اشیا تھیں۔ جو مجھے پسند آئیں انھیں شرف قبولیت ملا۔ افضل خاں کی نذر میں پیش کیے گئے ہاتھی کے علاوہ میں نے اس دن دیگر دس ہاتھیوں کا معائنہ بھی کیا۔ 13 تاریخ کو تربیت خاں کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ معتمد خاں نے آگرہ میں ایک مکان خریدا اور چند دن اس میں گزارے۔ اس پر ایک کے بعد دوسری مصیبتیں آتی گئیں۔ ہم نے سنا ہے خوشحالی اور بدقسمتی چار چیزوں پر منحصر ہیں۔ اول تمھاری بیوی، دوم تمھارا غلام، سوم تمھارا مکان اور چہارم تمھارا گھوڑا۔ کسی مکان کی نحوست یا خوش حالی جاننے کے لیے ایک مسلمہ قاعدہ موجود ہے۔ بلاشبہ اسے (ص، 236) ناقابل تسخیر بتلایا جاتا ہے۔ زمین کے کسی حصہ سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا الگ کرلینا چاہیے اور اگر یہ دیکھنے میں کم پڑ جائے (یا پورے طور پر نہ ڈھک سکے) تو اس کے معنی ہیں بدقسمتی اور اگر یہ ڈھکنے کے بعد زیادہ ہوجائے (یعنی بھرنے سے) تو اسے خوش قسمت اور مبارک سمجھنا چاہیے۔ 14 تاریخ کو اعتبار خاں کے منصب میں 1,000 ذات، 300 سوار کا اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 500 سوار کردیا۔ ہستانگ پسر اسلام خاں، جو بنگال میں اپنے والد کے ساتھ تھا، اس



Marfat.com

وقت آیا اور تسلیمات بجا لایا۔ وہ اپنے ساتھ چند مگھ بھی لایا تھا جن کا ملک پیگو اور اراکان کے قریب ہے اور ملک اب بھی ان کے قبضہ میں ہے۔ میں نے ان کے رسم و رواج اور مذہب کے متعلق دریافت کیا۔ مختصراً وہ انسان کے لباس میں جانور ہیں۔ وہ ہر چیز کھاتے ہیں جو خشکی یا سمندر میں ملتی ہے اور ان کے مذہب میں کوئی شے ممنوع نہیں ہے۔ وہ کسی کے ساتھ کھا لیتے ہیں۔ وہ دوسری ماؤں سے پیدا بہنوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ شکار میں قرا قلماق جیسے ہیں لیکن ان کی زبان تبتی ہے جو ترکی سے بالکل مختلف ہے۔ پہاڑوں کے سلسلے ایک طرف صوبہ کاشغر اور دوسری طرف پیگو تک ہیں۔ ان کا کوئی خاص مذہب یا رسم و رواج نہیں ہے جسے مذہب سمجھا جا سکے۔ وہ مسلمانوں کے عقیدہ سے بہت دور اور ہندوؤں سے مختلف ہیں۔

شرف (سورج کا اعلیٰ ترین مقام) دو یا تین روز قبل، میرے بیٹے خرم نے خواہش ظاہر کی کہ میں اس کے گھر آؤں تاکہ وہاں وہ نئے سال کی نذر پیش کر سکے۔ میں نے وہ لے لیا جو پسند آیا بقیہ اسے لوٹا دیا۔ دوسرے دن مبارز خاں نے اپنی نذر پیش کی۔ ہر روز تا اختتام روز شرف، ایک، دو یا تین امرا کی نذریں میرے سامنے پیش کی جاتی رہیں (ص، 237)۔ دوشنبہ 19/ فروردین شرف کی تقریب کی گئی۔ اس مبارک دن میں سلطنت کے تخت پر بیٹھا۔ حکم دیا گیا کہ ہر طرح کی نشہ آور اشیا پیش کی جائیں جیسے شراب وغیرہ تاکہ ہر شخص جو جس (چیز) کو پسند کرے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکے۔ بہت سے لوگوں نے شراب لی۔ اس دن مہابت خاں کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ میں نے یادگار علی خاں کو جو ایران کے بادشاہ کے سفیر تھے ایک سونے کی مہر جس کا وزن 1,000 تولے تھا اور جس کا نام کوکب طالع تھا، پیش کی۔ تقریب بخوبی انجام پذیر ہوئی۔ تقریب ختم ہو جانے کے بعد میں نے حکم دیا کہ لوگ سامان آرائش اور فرنیچر لے جائیں۔ مقرب خاں کی نذر نئے سال کے دن نہیں رکھی جا سکی۔ تمام طرح کے بہترین تحائف اور نوادرات اب پیش کیے گئے جو یکجا کر دیے گئے تھے۔ ان میں اور چیزوں کے علاوہ 12 عراقی اور عربی گھوڑے جو بذریعہ جہاز لائے گئے تھے اور فرنگی کاریگروں کی بنائی ہوئی مرصع زینیں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ نوازش کے منصب میں 500 گھوڑوں کا



Marfat.com

اضافہ کیا گیا اور یہ اب 2,000 ذات و سوار ہو گیا۔

بنسی بدن ایک ہاتھی جسے اسلام خاں نے بنگال سے بھیجا تھا، میرے سامنے لایا گیا۔ اسے خاص ہاتھیوں میں شامل کرلیا گیا۔ 3، اردی بہشت کو خواجہ یادگار، جو عبداللہ خاں کا بھائی تھا، گجرات سے آیا اور حاضری دی۔ اس نے 100 جہانگیری مہریں پیش کیں۔ چند دنوں تک وہ میری حاضری میں رہا۔ اسے سردار خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ چونکہ بنگش کی فوج کے لیے ایک باصلاحیت بخشی کو اس علاقہ میں بھیجنا ضروری تھا، میں نے معتقد خاں کو منتخب کیا کہ وہ یہ فریضہ انجام دے۔ اس کے منصب میں 300 ذات اور 50 سوار کا اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 350 سوار کر کے اسے رخصت دے دی۔ میں نے محمد حسین چلپی کو، جسے جواہرات خریدنے کا سلیقہ تھا اور عجیب و غریب اشیا اکٹھا کر سکتا تھا روپے دے کر (ص، 238) براہ عراق قسطنطنیہ کے لیے روانہ کیا تاکہ وہ وہاں سے نوادرات اور نئی چیزیں خرید کر سرکار کے لیے لے آئے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ایران کے حکمراں کو بھی تسلیمات بجا لائے۔ میں نے اسے ایک خط دیا تھا، اور ایک فہرست کہ اسے کیا کیا حاصل کرنا ہے۔ مختصراً اس نے میرے بھائی شاہ عباس سے مشہد میں ملاقات کی۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے مالک کی سرکار کے لیے کس طرح کی چیزیں لائے گا۔ چونکہ وہ (شاہ عباس) مصر تھا، چلپی نے اسے فہرست دکھا دی جو وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس فہرست میں اصفہان کی کان کے اچھے فیروزے اور مومیا بھی شامل تھے۔ اس نے بتلایا کہ یہ دو چیزیں خریدی نہیں جاسکتیں اور وہ ان کو میرے لیے بھیجے گا۔ اس نے اُویسی توپچی کو جو اس کے ذاتی خدام میں تھا، اختیار دیا کہ وہ چھ تھیلے فیروزہ کی مٹی کے جس کا وزن 30 سیر تھا، معہ 14 تولے مومیا کے دے دے۔ 4 عراقی گھوڑے ان میں سے ایک چتلا (یا ابلق) تھا۔ اس نے ایک خط لکھا جس میں دوستی کا بے حد اظہار کیا گیا تھا۔ فیروزہ مٹی کی خرابی اور کم مقدار میں مومیا کی فراہمی کے لیے وہ بے حد معذرت خواہ تھا۔ خاکہ (فیروزہ مٹی) بہت کم درجہ کی تھی۔ گو کہ جوہریوں اور انگشتری سازوں نے ہر طرح سے کوشش کی، کوئی بھی پتھر جو انگوٹھی کے لیے مناسب ہوتا تیار نہیں کر سکے۔ غالباً اس زمانہ میں فیروزہ کی مٹی کانوں سے نہیں حاصل ہوتی تھی، جیسا کہ



Marfat.com

سابق بادشاہ طہماسپ کے زمانہ میں تھا۔ اس نے ان سب کا ذکر خط میں کیا تھا۔ جہاں تک مومیا کے اثر کا تعلق ہے، میں نے سائنس دانوں سے بہت کچھ سنا ہے، لیکن جب میں نے تجربہ کیا تو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ اطبا نے اس کے اثر کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے یا اس کا اثر پرانا ہو جانے کی وجہ سے کم ہو گیا ہے۔ خیر، میں نے ایک جنگلی پرندہ کو جس کا پیر ٹوٹا تھا بڑی مقدار میں برخلاف ان لوگوں کے مشوروں کے اور حکما کے اصول کے، پینے کو دیا اور ان جگہوں کو رگڑا جو ٹوٹے ہوئے تھے۔ اسے تین دنوں تک رکھا جو کہا جاتا ہے صبح سے شام تک رکھنا ہی کافی ہوتا ہے، لیکن جب میں نے معائنہ کیا تو کوئی اثر نہیں ظاہر ہوا اور ٹوٹی ہوئی جگہ ویسے ہی تھی جیسے پہلے تھی۔ ایک دوسرے خط میں شاہ نے سلام اللہ عرب کی سفارش کی تھی، میں نے فوراً اس کے منصب و جاگیر میں اضافہ کر دیا۔

میں نے عبداللہ خاں کو اپنے ذاتی ہاتھیوں میں سے ایک معہ آرائشی ساز و سامان کے بھیجا اور ایک دوسرا ہاتھی قلیج خاں کو بھی بھیجا۔ میں نے حکم دیا کہ عبداللہ خاں کی تنخواہ بارہ ہزار گھوڑوں کی اس کی سرکار سے بحساب تین اور دو گھوڑے (سیہ اسپہ و دو اسپہ) گھوڑوں، ہر ایک سوار کے لیے کیا جائے۔ میں نے اس کے بھائی سردار خاں کے منصب میں 500 ذات اور 300 سوار کا اضافہ اس کی سابقہ خدمات جو اس سے جوناگڑھ میں انجام دی تھیں، کر دیا۔ اس کے بعد یہ ذمہ داری کامل خاں کو سونپ دی۔ میں نے حکم دیا وہ اپنا اضافہ (منصب) رکھے اور یہ کہ مستقل طور پر اس کے منصب میں شمار کیا جائے۔ میں نے سرفراز خاں کے منصب میں جو 1,500 ذات اور 500 سوار تھا، 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کر دیا۔ 27/ اردی بہشت مطابق 26/ ربیع الاول، میرے آٹھویں سنہ جلوس یعنی 1022ھ بروز جمعرات، میری رسم وزن منعقد ہوئی۔ یہ رسم مریم زمانی (جہانگیر کی ماں) کے گھر میں ہوئی۔ کچھ روپے جن میں میں تولا گیا تھا، میں نے حکم دیا کہ عورتوں اور ضرورت مند لوگوں میں جو میری والدہ کے گھر جمع ہوئے تھے، تقسیم کر دیا جائے۔ اُسی دن میں نے مرتضیٰ خاں کے منصب میں 1,000 کا اضافہ کر کے 6,000 ذات اور 5,000 سوار کر دیا، خسرو بیگ خاں، مرزا خاںُ کا ایک غلام، عبدالرزاق ماموری



Marfat.com

کے ساتھ پٹنہ سے آیا اور حاضری دی۔ سردار خاں برادر عبداللہ خاں نے احمد آباد جانے کی رخصت لی۔ کرناٹک سے ایک افغان دو بکریاں لایا جو پازہر (یعنی بے زور پتھر زہر کا تریاق) رکھتی تھیں، میں نے ہمیشہ یہ سنا تھا کہ ایک جانور جو پازہر رکھتا ہے بہت دبلا اور کمزور ہوتا ہے لیکن یہ بکریاں بہت موٹی اور تروتازہ تھیں، میں نے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو مار دیا جائے جو مادہ تھی۔ چار پازہر برآمد ہوئے جو تعجب کی بات ہے۔

یہ طے شدہ بات ہے کہ چیتے نامانوس مقامات پر مادہ سے جفتی نہیں کرتے کیونکہ میرے والد محترم نے 1,000 چیتے ایک جگہ اکٹھا کیے تھے۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وے جفتی کریں لیکن یہ کسی طرح نہیں ہوسکا۔ انھوں نے کئی بار نر و مادہ چیتوں کو باغ میں رکھا لیکن اس سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس بار ایک نر چیتا غلطی سے پھسل کر ایک مادہ کے پاس چلا گیا اور اس نے جفتی کی۔ 2½ ماہ بعد تین بچے پیدا ہوئے اور بڑے ہوئے۔ یہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ یہ عجیب واقعہ معلوم دیا۔ چونکہ چیتے، چیتنیوں سے جفتی نہیں کرتے، کیا یہ پہلے بھی سنا گیا تھا کہ چیتے نے حالت قید میں جفتی کی ہو؟ چونکہ میرے دور حکومت میں جنگلی جانوروں نے اپنا جنگلی پن چھوڑ دیا ہے، چیتے اس حد تک پالتو ہوگئے ہیں کہ ان کے جھنڈ بغیر زنجیروں یا کسی اور بندش کے لوگوں کے درمیان جاتے ہیں اور نہ ہی وے لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور نہ ہی کسی قسم کے جنگلی پن کا مظاہرہ کرتے ہیں یا خطرہ بنتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ ایک مادہ چیتا حاملہ ہوگئی اور تین ماہ بعد تین بچوں کو جنم دیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا تھا کہ ایک جنگلی مادہ چیتا، قید کے عالم میں جفتی کرے۔ فلسفیوں سے سنا گیا کہ مادہ چیتے کا دودھ آنکھوں کی چمک کو بڑھاتا ہے۔ گوکہ ہم لوگوں نے بہت کوشش کی کہ اس کی چھاتی سے دودھ نکلے، ہم ایسا نہیں کرسکے۔ مجھے خیال آیا کہ یہ غصہ ور مخلوق ہے اور ماؤں کی چھاتیوں میں دودھ[1] اپنے بچوں کی محبت میں اترتا ہے، ان بچوں کے دودھ پینے کی کوشش سے ماں کا غصہ بڑھتا ہے اور چھاتی میں دودھ خشک ہوجاتا ہے۔

---

1۔ یہ جملہ واضح نہیں ہے۔ مخطوطہ نمبر 181 انڈیا آفس میں لفظ "خون" بجائے 'جان' آیا ہے جس کے معنی غالباً چھاتی میں خون کے ہیں جو محبت کی وجہ سے ان بچوں کے لیے دودھ بن جاتا ہے اور ان بچوں کے چوسنے کی وجہ سے ماں کی فطری درندگی اور بڑھ جاتی ہے اور دودھ خشک ہوجاتا ہے۔



Marfat.com

اردی بہشت کے خاتمہ پر، خواجہ قاسم برادر خواجہ عبدالعزیز جو نقشبندی خواجاؤں میں ہیں ماوراالنہر سے آئے اور میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ کچھ دنوں بعد ان کو 1,2000 روپے تحفہ میں دیے گئے۔ چونکہ خواجہ جہاں نے شہر کے قریب تربوز کی کھیتی کرا رکھی تھی، جب 10 خورداد بروز جمعرات کو، دن کے دوپہر گزر گئے تو میں کشتی میں سوار ہوکر اس کے معائنہ کے لیے خواتین کو ساتھ لے کر گیا۔ دو تین پہر دن باقی تھا۔ میں نے وہ شام ان کھیتوں کی سیر میں گزاری۔ ایک بہت ہی تیز جھکڑ اٹھا اور خیمہ و پردوں کو ڈھا دیا۔ میں کشتی میں چلا گیا اور رات وہاں گزاری۔ میں نے جمعہ کا کچھ حصہ تربوز کے کھیتوں میں گزارا اور لوٹ آیا۔ افضل خاں جو عرصہ سے پھوڑوں اور دوسرے زخموں سے جسمانی اذیت میں مبتلا تھا، 15 خورداد کو انتقال کر گیا۔ میں نے راجہ جگ مان کی جاگیر اور موروثی زمین کا تبادلہ مہابت خاں سے کردیا کیونکہ وہ دکن میں اپنی خدمات انجام نہیں دے سکا تھا۔ شیخ پیر جو ایک برگزیدہ اور زمانہ سے کنارہ کش شخص ہیں اور ان کی قدیم خالص دوستی جو وہ مجھ سے رکھتے ہیں، کی وجہ سے میں نے ان کا انتخاب اپنے ملازم اور مصاحب میں کیا ہے، اس سے پہلے انھوں نے پرگنہ میر تھا میں، جو ان کا وطن ہے مسجد کی بنیاد رکھی تھی۔ اس موقعہ پر انھوں نے ان حالات کو بتایا۔ چونکہ میں نے دیکھا کہ وہ اس عمارت کی تعمیر کو دلی طور سے چاہتے ہیں، میں نے اس کی تعمیر کے لیے 4,000 روپے دیے تاکہ خود جاکر وہ اسے خرچ کریں۔ ان کو ایک قیمتی شال دے کر رخصت کیا۔ دیوان عام میں لکڑی کے دو کُتجر تھے، اندرونی کُتجر میں امرا، سفیر اور عالی مرتبت لوگ بیٹھتے تھے اور کوئی دوسرا بغیر حکم کے اس میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسرے کُتجر کے درمیان جو پہلے کے مقابلہ میں زیادہ چوڑا ہے، نچلے درجہ کے منصب دار[1] احدی اور وہ جن کو کام کرنا ہوتا ہے داخل ہوسکتے ہیں۔ کُتجر کے باہر امرا کے ملازمین اور وہ تمام لوگ جو دیوان خانہ میں داخل ہوسکتے ہیں، کھڑے رہتے ہیں۔ چونکہ پہلے اور دوسرے کُتجر کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا، مجھے خیال آیا کہ پہلے کُتجر کو چاندی سے مرصع کردینا چاہیے۔ میں نے حکم دیا کہ یہ کُتجر اور زینے جو کُتجر سے جھروکہ کی شہ نشیں تک جاتے ہیں اور وہ دو ہاتھی جو شہ نشیں کے دونوں پہلو رکھے ہوئے ہیں اور

1. برٹش میوزیم کے مخطوطہ میں الفاظ 'منصب داران ریزہ منصب' ملتا ہے۔ یہ آخری دو حرف متن میں نہیں ہیں۔



Marfat.com

جسے ماہر کاریگروں نے لکڑی سے تراشا ہے۔ چاندی سے مرصع کردیے جائیں جب یہ مکمل ہوگیا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ ہندستانی وزن کے حساب سے 125 من چاندی جو ایران کے 880 من کے برابر ہے اس میں صرف ہوئی۔ بلاشبہ اب یہ دیکھنے کے قابل ہے۔

3 ماہ تیر کو مظفرخاں تتھ[1] سے آئے اور میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے 12 مُہریں، ایک قرآن مجید معہ جواہرات سے مزین غلاف، دو جواہرات سے بنے پھول نذر میں پیش کیے۔ اسی ماہ کی 14 تاریخ کو سردارخاں صوبہ بہار سے آئے اور حاضری دی اور 101 مہریں نذر میں پیش کیں۔ جب مظفرخاں میری حاضری میں چند دن رہ چکے تب میں نے ان کے پہلے کے منصب میں 500 ذات کا اضافہ کرکے اور عَلَم و نجی شال دے کر اسے تتھ[2] جانے کی اجازت دی۔

میں جانتا تھا کہ ہر جانور یا ذی روح پاگل کتے کے کاٹنے سے مرجاتا ہے، لیکن ہاتھی کے متعلق اس کی تصدیق نہیں ہوسکی تھی۔ میرے عہد میں یہ اتفاق ہوا کہ ایک رات ایک پاگل کتا اس جگہ پر آگیا جہاں میرا ذاتی ہاتھی گج پتی[3] بندھا ہوا تھا۔ کتے نے میرے ایک مادہ ہاتھی کے پاؤں میں کاٹ لیا۔ وہ فوراً زور سے چنگھاڑی۔ ہاتھی کے نگراں دوڑ پڑے۔ کتا خاردار جھاڑیوں میں جو وہاں تھیں گھس گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر نکلا اور میرے ذاتی ہاتھی کے اگلے پاؤں میں کاٹ لیا۔ ہاتھی نے اسے مار ڈالا۔ جب اس واقعہ کو ایک ماہ اور پانچ دن گزر گئے، ایک دن بادل گھرے ہوئے تھے۔ بادلوں کے گرجنے کی آواز مادہ ہاتھی کے کانوں میں آئی وہ اس وقت کھا رہی تھی، اچانک وہ چنگھاڑ اٹھی اور اس کے اعضا کانپنے لگے۔ اس نے خود کو زمین پر گرا لیا لیکن دوبارہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سات دنوں تک اس کے منھ سے پانی بہتا رہا، تب اس نے اچانک چنگھاڑ بھری اور پریشانی کا اظہار کیا۔ مہاوت نے اس کا علاج کیا، لیکن بے سود رہا۔ آٹھویں دن یہ گر پڑی اور مرگئی۔

مادہ ہاتھی کی موت کے ایک ماہ بعد وہ لوگ ہاتھی (گج پتی) کو دریا کے کنارے

---

1. متن میں پٹنہ لیکن برٹش میوزیم کے مخطوطہ میں تتھ ہے۔
2. متن میں پٹنہ ہے۔
3. متن میں 'بکھی' لیکن برٹش میوزیم کے مخطوطہ میں گج پتی ہے۔



Marfat.com

لے گئے۔ وہ دن بھی اسی طرح ابر آلود اور گرج چمک والا تھا۔ ہاتھی مشتعل ہو کر کانپنے لگا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ ہزاروں مشکلوں کے بعد مہاوت اس کو اس کی جگہ پر لے آئے۔ ٹھیک اتنے ہی وقفہ کے بعد اور اسی طرح جیسا کہ مادہ ہاتھی کے ساتھ ہوا تھا، یہ ہاتھی بھی مر گیا۔ ان واقعات سے بہت تعجب ہوا اور دراصل یہ تعجب کی بات بھی ہے کہ اس ڈیل ڈول کا جانور بھی ایک معمولی زخم، اتنی معمولی مخلوق کے لگا دینے سے اس قدر متاثر ہوتا ہے۔

چونکہ خان خاناں نے برابر درخواست کی تھی کہ اس کے فرزند شاہ نواز خاں کو رخصت دے دی جائے، 4 امرداد کو میں نے اسے ایک گھوڑا، ایک خلعت دے کر دکن جانے کے لیے رخصت کی۔ میں نے یعقوب خاں بدخشی کو جس کا منصب 150 تھا، اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 1,000 سوار کر دیا کیونکہ اس نے بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے خان کا خطاب اور علم بھی دیا گیا۔

ہندو چار طبقوں میں منقسم ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے قانون اور طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ہر سال یہ ایک دن مقرر رکھتے ہیں۔ پہلا طبقہ برہمن[1] ذات کے لوگوں کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عدیم المثال خدا میں یقین رکھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں چھ قسم کی ہیں۔ پہلی مذہبی حصول علم، دوسری دوسروں کو تعلیم دیں۔ تیسری آگ کی پوجا کریں۔ چوتھی آگ کی پوجا میں لوگوں کی رہنمائی کریں۔ پانچویں ضرورت مندوں کو کچھ دیں اور چھٹویں تحائف قبول کریں۔ اس ذات کے لیے دن مقرر ہے جو ساون کے مہینہ کا آخری دن ہے اور موسم برسات[2] کا دوسرا ماہ۔ یہ لوگ اس دن کو مبارک مانتے ہیں اور پجاری اس دن دریاؤں و تالابوں کے کنارے جا کر سحر پڑھتے ہیں، رنگین دھاگوں کی ڈور پر پھونک کرتے ہیں اور دوسرے دن نئے سال کا پہلا دن ہوتا ہے وہ اس وقت کے بڑے لوگوں اور راجاؤں کے ہاتھ پر باندھتے ہیں اور اسے اچھا شگن سمجھتے ہیں۔ وہ اس دھاگہ کو راکھی کہتے ہیں یعنی محافظ کہتے ہیں۔ یہ دن ماہ تیر میں پڑتا ہے

---

1. بظاہر یہ ابوالفضل سے ماخوذ ہے۔ ملاحظہ ہو جیرٹ، جلد سوم، ص، 115، تیسری ذمہ داری جس کا ذکر جہانگیر آگ کی پرستش سے کرتا ہے اسے ابوالفضل یگ یعنی قربانی لکھتا ہے۔

2. یہ بدر کامل یعنی پورے چاند کو جو ساون یعنی مبارک دن ہوتا ہے۔



Marfat.com

جب دنیا کو حرارت بخشنے والا سورج برج سرطان میں داخل ہوتا ہے۔ دوسری ذات چھتری ہے جو کھتری (یا کشتری) کہلاتی ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ مظلوموں کی ظالموں سے حفاظت کریں۔ اس ذات کی تین چیزیں (1) وہ مذہبی علم حاصل کریں لیکن دوسروں کو تعلیم نہ دیں۔ (2) وے آگ کی پوجا کریں لیکن دوسروں کو اس کی ترغیب نہ دیں۔ (3)وہ ضرورت مندوں کو دیں اور گوکہ خود بھی ضرورت مند ہوں کچھ نہ لیں۔ اس ذات کے لوگوں کا دن، وجے دشمی[1] ہے، یعنی فتح کا دسواں دن۔ اس دن ان کے ساتھ (چھتریوں کے) سوار ہوکر دشمنوں کے خلاف فوج کے ساتھ جانا مبارک مانا جاتا ہے۔ رام چندر جن کی یہ لوگ دیوتا کی طرح پوجا کرتے ہیں،اپنے دشمن کے خلاف فوج لے کر گئے تھے اور فتح حاصل کی تھی۔ یہ اس کو ایک عظیم دن شمار کرتے ہیں اور اپنے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو سجاکر پوجا کرتے ہیں۔ یہ دن شہریور[2] میں پڑتا ہے جب سورج چھٹویں برج سنبلہ (یاکنیا) میں ہوتا ہے، اس دن یہ ان لوگوں کو تحفے دیتے ہیں جو ان کے گھوڑوں اور ہاتھیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ تیسری ذات بیشوں (ویشوں) کی ہوتی ہے۔ ان کا دستور یہ ہے کہ وے ان دو ذاتوں کی خدمت گزاری کرتے ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کھیتی باڑی، خرید و فروخت کا کام کرتی ہے اور نفع و نقصان کی تجارت میں مشغول رہتی ہے۔ اس ذات کا بھی ایک مخصوص دن ہے جسے یہ لوگ دیوالی کہتے ہیں۔ یہ دن ماہ مہر میں آتا ہے جب سورج برج میزان میں قمری ماہ کے مطابق 28ویں دن میں رہتا ہے۔ اس روز یہ لوگ رات کے وقت چراغ روشن کرتے ہیں۔ دوست اور قریبی لوگ ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں اور اپنا وقت جوا (کھیلنے) میں گزارتے ہیں چونکہ اس ذات کی آنکھیں نفع اور سود پر ہوتی ہیں یہ اسے مبارک سمجھتے ہیں کہ پرانا کھاتا ختم کرکے نئے کھاتے کھولے جائیں۔ چوتھی ذات شودروں کی ہے جو ہندوؤں میں سب سے نچلے درجہ کی ذات ہے۔ جمعرات کو ہولی ہے جو ان کے عقیدہ کے مطابق سال کا آخری دن ہوتا ہے۔ یہ دن ماہ اسفندارمز میں پڑتا ہے جب برج حوت (بارہویں برج) میں ہوتا ہے۔

---

1. یہ اسویں (ستمبر) کا دسواں دن ہے۔ یہاں بیورج سے سہو ہوا ہے۔ دسہرہ عموماً ستمبر اور اکتوبر کے ماہ ہوا کرتا ہے۔ (مترجم)

2. متن میں غلطی ہے، 'در ہر ماہ' یعنی ہر مہینہ آیا ہے جبکہ 'در ماہ' ہونا چاہیے۔



Marfat.com

اس دن کی شب میں (ص، 246) یہ لوگ سڑکوں اور راستوں پر آگ روشن[1] کرتے ہیں اور دن نکلنے کے بعد، ایک گھڑی تک ایک دوسرے کے سروں اور منھ پر اس کی راکھ پھینکتے ہیں اور بہت شور و غوغا کرتے ہیں۔ اس کے بعد نہاکر اور پوشاکیں زیب تن کرکے باغوں اور میدانوں میں گھومتے ہیں، چونکہ یہ ہندوؤں کی ایک مستقل رسم ہے کہ مردوں کو جلائیں، اس رات آگ جلاکر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پچھلا سال جلا دیا جو مردوں کے مسکن میں چلا گیا۔ میرے محترم والد کے عہد میں، ہندو امرا اور دوسرے ان لوگوں کی نقل میں راکھی کا تہوار مناکرانھیں لعل، شاہی موتیوں، پھولدار جواہرات اور قیمتی ہیروں کو دھاگوں میں پروکر ان کے مبارک بازوؤں پر باندھتے تھے۔ یہ رسم کئی برس تک جاری رہی۔ چونکہ اس میں لوگوں نے کثرت سے فضول خرچی کی، انھوں (اکبر) نے اسے پسند نہیں کیا اور اسے بند کردیا۔ برہمن اسے فال دیکھ کر، یہ دھاگے اور سلک اپنی رسم کے مطابق باندھتے تھے، میں نے بھی اس سال اس قابل تعریف مذہبی رسم کو شروع کیا اور حکم دیا کہ ہندو امرا اور ذات کے سربراہ راکھیاں میرے بازوؤں پر باندھیں۔ راکھی کا دن جو 9/ امرداد کو تھا، ان لوگوں نے وہی رسمیں اداکیں اور دوسری ذاتوں نے نقل میں اس عصبیت کو ترک نہیں کیا۔ اس سال میں اس سے خوش ہوا اور حکم دیا کہ برہمن زمانہ قدیم کی طرح سوتی اور ریشمی دھاگے باندھیں۔ اس دن اتفاق سے مرحوم بادشاہ (اکبر) کے انتقال کی برسی پڑی۔ اس طرح کی یادگاری برسیاں ہندستان کے دستور میں ایک ہے۔ ہر سال اپنے والد کے وہ جو ان کو پیارے ہیں ہر شخص اپنی حیثیت اور مقدور کے مطابق ہر قسم کے کھانے اور عطر تیار کرتا ہے۔ عالم اور ذی عزت اور دوسرے افراد اکٹھا ہوتے ہیں اور یہ تقریب ایک ہفتہ تک چلتی رہتی ہے۔ اس دن میں نے بابا خرم کو متبرک مقبرہ (اکبر کے) بھیجا تھا تاکہ وہاں لوگوں کو جمع کرے اور دس ہزار روپے دس قابلِ اعتماد ملازمین کے حوالہ کیے گئے تاکہ فقرا و دیگر ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کردے۔

15/ ماہ امرداد کو اسلام خان کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ اس نے 28 ہاتھی، 40 گھوڑے اس علاقہ کے جسے ٹانگن کہا جاتا ہے، 50 خواجہ سرا اور 500 پارگالو نفیس ستارہ

---

[1] اسے عموماً ہولی کے نام سے جانا جاتا ہے۔



Marfat.com

کشتی بھیجے تھے۔

یہ قاعدہ بنا لیا گیا تھا کہ صوبوں کے واقعات ان کی سرحدوں کے مطابق مجھے بتلائے جائیں اور اس خدمت کے لیے اخبار نویس دربار سے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ قانون میرے والد محترم نے وضع کیا تھا میں بھی اس پر عمل کرتا ہوں اور دنیا و اس کے باشندگان کی خبریں حاصل کی جاتی ہیں۔ اگر اس کے فوائد تحریر کیے جائیں تو یہ ایک طویل عمل ہوگا۔ اس وقت لاہور کے اخبار نویس نے اطلاع دی کہ ماہ تیر کے اختتام پر دس افراد امان آباد گئے تھے جو 12 کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔چونکہ ہوا بہت گرم تھی انھوں نے ایک درخت کے نیچے پناہ لی۔ جلد ہی تیز ہوا اور آندھی (چکری) آگئی۔ جب یہ چلی تو یہ لوگ کانپ اٹھے اور ان میں سے نو درخت کے نیچے ہلاک ہوگئے اور صرف ایک زندہ بچا۔ وہ بہت دنوں تک بیمار رہا اور بڑی مشکلوں سے صحت یاب ہوسکا۔ اس کے پڑوس میں ایسی خراب ہوا (ص، 248) بنی کہ بہت سے پرندے جن کے گھونسلے اس پیڑ پر تھے، گر پڑے اور مر گئے اور جنگلی جانور آئے اور خود کو کھیتوں میں گرا دیا اور گھاس میں لوٹتے ہوئے اپنی جانیں دے دیں۔ مختصر یہ کہ بہت سے جانور تباہ ہوگئے۔ جمعرات 13 امرداد، نماز کی ادائیگی کے بعد (لفظا تسبیح خوانی) میں ایک کشتی کے تختہ پر موضع سامونگر میں شکار کھیلنے گیا۔ سامونگر میری مقررہ شکار گاہوں میں ایک ہے۔ 3/ شہریور کو خان عالم جسے میں نے دکن سے بلا بھیجا تھا تاکہ اسے ایران کے سفیر کے ساتھ عراق بھیج سکوں آیا اور حاضری دی۔ اس نے 100 مہریں نذر کیں، چونکہ سامونگر مہابت خاں کی جاگیر میں تھا، اس نے ایک خوشگوار مقام برائے قیام، دریا کے کنارے بنوا دیا تھا۔ اس نے مجھے بہت خوش کیا۔ اس نے نذر میں ایک ہاتھی اور زمرد کی انگوٹھی پیش کی۔ ہاتھی میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھا گیا۔ 6/ شہریور تک میں شکار میں مصروف رہا۔ ان چند دنوں میں 47 ہرن نر و مادہ اور دوسرے جانور شکار کیے گئے۔ اس زمانہ میں دلاور خاں نے نذر میں ایک لعل بھیجا تھا جسے قبول کیا گیا۔ میں نے اسلام خاں کے لیے ایک خاص تلوار بھیجی۔ میں نے حسن علی ترکمان کے منصب میں جو 1000 ذات اور 700 سوار تھا، 500 ذات اور 100 سوار کا اضافہ کردیا۔ جمعرات کے اختتام پر، جو اسی ماہ کی 20 کو تھا، میری میزان شمسی مریم زمانی کے گھر پر منعقد ہوئی۔ میں نے مروجہ رسم کے تحت خود کو



Marfat.com

دھاتوں اور دوسری اشیا میں تولا۔ میں اس سال شمسی سال کے حساب سے 44 سال کا ہو گیا۔ اسی دن یادگار علی سفیر ایران اور خان عالم جو اس کے ساتھ جانے کے لیے ہماری طرف سے نامزد کیا گیا تھا، جانے کی اجازت دی گئی۔ یادگار علی کو ایک گھوڑا مع مرصع زین، ایک جواہرات سے مرصع تلوار، بغیر بازوؤں کے ایک صدری جس پر سنہرا کام تھا، ایک پردار سارس اور ایک جیغہ (پگڑی زیوردار) اور 30,000 روپے نقد، کل ملا کر 40,000 روپے اور خان عالم کو ایک مرصع جواہردار کھپاؤ یا پھول کٹار اور موتیوں کی مالا دی گئی۔ اسی ماہ کی 22 تاریخ کو میں اپنے والد محترم کے روضہ مبارک، بہشت آباد، ہاتھی پر سوار ہو کر گیا۔ راستہ میں 5,000 روپے چھوٹے سکوں کی شکل میں چاروں طرف لٹائے گئے۔ میں نے 5,000 روپے خواجہ جہاں کو دیے کہ درویشوں کے درمیان تقسیم کر دیے جائیں۔ شام کی نماز ادا کرنے کے بعد میں شہر ایک کشتی کے ذریعہ لوٹ گیا۔ چونکہ اعتمادالدولہ کا مکان دریا کے کنارے تھا، میں وہاں اتر گیا اور دوسرے دن تک رہا۔ مجھے جو بھی پسند آیا اسے بطور نذر قبول کیا اور محل کی طرف چلا گیا۔ اعتقاد خاں کا مکان بھی دریا کے کنارے تھا۔ اس کی درخواست پر میں وہاں معہ خواتین کے اترا اور ان مکانات کو دیکھا جو اس نے حال ہی میں بنوائے تھے۔ اس خوشگوار جگہ سے میں بہت خوش ہوا۔ اس نے معقول نذر، ملبوسات، جواہرات اور دوسری اشیا حاضر کیں۔ یہ سب میرے سامنے پیش کی گئیں اور ان میں سے بیشتر قبول کر لی گئیں۔ میں شام ہوتے ہوتے محل میں داخل ہوا۔ چونکہ منجموں نے ایک ساعت اسی رات اجمیر کی روانگی کے لیے مقرر کی تھی یعنی دوشنبہ کی رات، رات سات گھڑیاں مطابق 2 شعبان 24 شہریور گزرنے کے بعد میں خوشی اور خوشحالی کے ساتھ وہاں جانے کے لیے، دارالخلافہ آگرہ سے روانہ ہوا۔ اس سفر میں دو چیزیں میرے لیے موافق تھیں، ایک تو خواجہ معین الدین چشتی کے شاندار مقبرہ کی زیارت، جن کی عالی مقام عظیم روح کی دعاؤں اور ان کے معزز خاندان سے فائدے حاصل ہوئے اور جن کی واجب التعظیم درگاہ پر میں اپنی تخت نشینی کے بعد نہیں جا سکا تھا۔ دوسری وجہ باغی رانا امر سنگھ کو شکست دینا اور پسپا کرنا تھا جو ہندستان کے راجاؤں اور زمینداروں میں ایک اہم زمیندار تھا اور جس کے بزرگوں کی سربراہی و قیادت اس صوبہ کے لوگ تسلیم کرتے تھے۔ اس خاندان کے پاس عرصہ سے انتظامیہ تھا اور ان



Marfat.com

لوگوں نے مشرق یعنی پورب میں حکومت کی تھی۔ یہ لوگ اس زمانہ میں راجہ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ اس کے بعد یہ دکن پر حملہ آور ہوئے[1] اور خطہ کے بہت سے ممالک پر قبضہ کرلیا۔ راجہ کے بجائے ان لوگوں نے راول کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ میوات کے پہاڑی علاقہ کی طرف آئے اور آہستہ آہستہ چتوڑ کے قلعہ پر قابض ہوگئے۔ اس دن کے بعد آج تک جو میرا آٹھواں سال تخت نشینی ہے، 1471 سال گزر چکے ہیں۔[2]

اس ذات میں 26 دوسرے اور ہیں جن لوگوں نے 1010 برسوں تک حکومت کی ہے۔ ان کے پاس راول کا خطاب ہے اور راولوں میں جسے سب سے پہلے راول کہا گیا اس سے تاموجودہ رانا تک 26 فرد (نسل) ہیں جنھوں نے 461 برس کے عرصہ میں حکومت کی ہے اس طویل عرصہ میں ان لوگوں نے کبھی اطاعت میں کسی بھی ہندستان کے بادشاہ کے سامنے گردن نہیں جھکائی ہے اور اکثر یہ لوگ سرکش اور باغی رہے ہیں، یہاں تک کہ مرحوم بادشاہ بابر کے عہد میں رانا سانگا نے اس صوبہ کے تمام راجاؤں، رایوں اور زمینداروں کو اکٹھا کرکے بیانہ کے نواح میں ایک لاکھ اسی ہزار گھوڑوں اور کئی لاکھ پیدل فوج کے ساتھ جنگ لڑی۔ اللہ پاک کی مدد سے اور اسلام کی فاتح اور خوش قسمت فوج کی مدد سے مشرکوں کی فوج پر برتری حاصل کی اور ان کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ کی تفصیلات بابر بادشاہ نے اپنی سرگزشت میں تحریر کی ہیں۔ میرے محترم والد (خدا ان کا مقبرہ نور سے بھر دے) نے بہت کوشش کی تھی (ص، 251) کہ ان باغیوں کی سرکوبی کریں اور کئی بار ان کے خلاف فوجیں بھیجیں، تخت نشینی کے بارہویں سال میں انھوں نے قلعہ چتوڑ جو آباد دنیا کے مضبوط ترین قلعوں میں ایک ہے، فتح کرنے کا ارادہ کیا تاکہ رانا کی حکومت کا تختہ پلٹ دیں۔ چار ماہ اور دس دن کے محاصرہ کے بعد انھوں نے اسے امر سنگھ کے والد سے طاقت کے زور پر اور سخت جنگ کے بعد حاصل کرلیا۔

---

1. ملاحظہ ہو جیرٹ، جلد دوم، ص، 218 جہاں ذکر ہے کہ باپا کا ایک بزرگ برار آیا تھا۔

2. ٹاڈ کے مطابق رانا کا جد جس نے چتوڑ پر 728 عیسوی میں قبضہ کیا تھا۔ جہانگیر 1010 سال، 26 راجاؤں کے لیے لکھتا ہے اور 461 سال صرف دوسرے 26 راجاؤں نے حکومت کی۔ ٹاڈ روایتی جد کنک سنگھ کا ذکر کرتا ہے جو لوہ رام کے بیٹے کی 36ویں نسل میں تھا اور جو پنجاب سے ہجرت کرکے 145 عیسوی میں گجرات آیا تھا، غالباً توزک کا میوات ہیواڑ ہے۔



Marfat.com

بعد ازاں وہ قلعہ مسمار کر کے لوٹ آئے۔ ہر بار فاتح فوج نے سخت کوشش کی کہ اسے گرفتار کر لے یا بھگوڑہ بنا دے لیکن یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ ان کی حکومت کے آخر میں، اسی دن اور گھڑی میں وہ دکن کی فتح کے لیے روانہ ہوئے۔ انھوں نے ایک بڑی فوج اور قابل اعتماد سرداروں کو رانا کے خلاف (مہم پر) روانہ کیا۔ اتفاق سے یہ دونوں معاملات جس کی تفصیلات میں کافی وقت لگے گا، کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر میں تخت نشیں ہوا، چونکہ یہ معاملات آدھے ہی طے پا سکے تھے، پہلی فوج جو میں نے سرحدوں پر بھیجی یہ تھی۔ اپنے بیٹے پرویز کو اس کا قائد بنا کر، سرکردہ امرا جو دارالحکومت میں موجود تھے، اس فریضہ کے لیے مقرر کیے گئے۔ میں نے بہت سا خزانہ اور توپ خانہ اس کے ساتھ کر دیا۔ چونکہ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر پورا ہوتا ہے، اس موڑ پر خسرو کا ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا اور مجھے اس کا تعاقب پنجاب تک کرنا پڑا۔ صوبہ اور دارالحکومت خالی رہا۔ میں نے ضرورتاً پرویز کو لکھا کہ وہ چند امرا کے ساتھ لوٹ آئے اور آگرہ و اس کے نواح کی ذمہ داری سنبھال لے۔ مختصراً اس بار، رانا کا مقابلہ اچھی طرح انجام پذیر نہیں ہو سکا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا۔ جب اللہ کی مہربانی سے خسرو کی بغاوت سے مجھے یکسوئی حاصل ہو گئی اور آگرہ پھر سے شاہی پرچم کے لہرانے کا مقام بن گیا۔ مہابت خاں اور عبداللہ خاں کی سالاری میں ایک فاتح فوج معہ دوسرے سرداروں کے، مقرر کی گئی اور اس دن سے اُس وقت تک جب شاہی علم اجمیر کی طرف روانہ جو اس کا ملک ہے اور فاتح افواج کے قدموں تلے روندا گیا۔ جیسا کہ بعد میں یہ معاملہ اس طرح انجام پذیر نہ ہو سکا، مجھے خیال آیا کہ چونکہ مجھے آگرہ میں کچھ نہیں کرنا ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ جب تک میں خود نہیں جاؤں گا یہ معاملہ طے نہیں ہو پائے گا، میں آگرہ سے روانہ ہو گیا اور داہرہ باغ میں مقیم ہوا۔ دوسرے دن دسہرہ کا تہوار تھا، رسم کے مطابق انھوں نے (ہندوؤں) ہاتھیوں اور گھوڑوں کو سجایا اور میرے سامنے لائے۔ چونکہ خسرو کی والدہ یا بہنیں بار بار عرض کر رہی تھیں کہ وہ (خسرو) اپنے کیے پر سخت نادم ہے، میری شفقت پدری جوش میں آگئی۔ میں نے اسے بلا بھیجا اور طے کیا کہ وہ میرے پاس روزانہ تسلیمات پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا کرے۔ میں اس باغ میں آٹھ دنوں تک مقیم رہا۔ 28 تاریخ کو خبر آئی کہ راجہ رام داس جو بنگش اور کابل کے نواح میں خدمت انجام دے رہا تھا، مر گیا۔ ماہ مہر کی پہلی



Marfat.com

تاریخ کو میں باغ سے روانہ ہوا اور خواجہ جہاں کو آگرہ کی دیکھ بھال، محل و خزانہ کی حفاظت کے لیے بھیجا۔ اسے میں نے ایک ہاتھی اور خاص فرغل پیش کیا۔ 22/ ماہ مہر کو خبر آئی کہ راجہ باسو تھانہ شاہ آباد[1] میں انتقال کر گئے جو امر کے علاقہ کی سرحد پر ہے۔ اسی ماہ کی 10 تاریخ کو میں روپ باس میں مقیم ہوا جسے اب امان آباد کہا جاتا ہے پہلے یہ روپ خواص کو جاگیر میں دیا گیا تھا۔ بعد میں اسے مہابت خاں کے فرزند امان اللہ کو دیا گیا تو میں نے حکم دیا کہ اسے اس کے نام سے یاد کیا جائے۔ چونکہ یہ مقررہ شکار گاہ ہے میں روزانہ شکار کے لیے جاتا اور ان چند دنوں میں 158 ہرن نر و مادہ اور دوسرے جانور شکار کیے گئے۔ ماہ کی 25 تاریخ کو میں نے امان آباد سے کوچ کیا۔

31 کو جو مطابق 8 رمضان المبارک تھی، خواجہ ابوالحسن جسے میں نے برہان پور سے بلایا تھا، آیا اور حاضری دی۔ اس نے نذر میں 50 مہریں، 15 جواہرات سے مرصع برتن اور ایک ہاتھی پیش کیا جسے میں نے اپنے ذاتی ہاتھی خانہ میں شامل کرلیا۔

2 ماہ آبان مطابق 15 رمضان کو قلیج خاں کی موت کی خبر آئی۔ مملکت کے قدیم ملازمین میں ایک تھے اور اللہ کے جوار رحمت میں عمر کے 80ویں برس میں جگہ پائی۔ وہ پشاور میں متعین تھے تاکہ افغان تاریکیوں کو قابو میں رکھیں۔ ان کا منصب 6,000 ذات اور 5,000 سوا تھا۔

مرتضٰی خاں دکنی پٹہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا جسے دکنی زبان میں لوگ یکانگی کہتے ہیں اور مغل شمشیر بازی، کچھ دنوں تک میں نے اس سے اس (فن کی) تحصیل کی۔ اس وقت میں نے اسے ورزش خاں کے خطاب سے نوازا۔ میں نے یہ رسم قائم کردی تھی کہ ہر رات مستحق لوگ اور درویشوں کو میرے سامنے پیش کیا جائے تاکہ میں ان کے حالات کی ذاتی تحقیق کے بعد، زمین، سونا یا کپڑے وغیرہ دوں۔ ان میں سے ایک نے میرے سامنے عرض کی کہ نام جہانگیر علم ابجد کے مطابق اللہ اکبر بنتا ہے[2]۔ اس سے ایک اچھا شگن خیال کرکے، میں نے اس شخص کو، جس کی یہ دریافت تھی، ایک گھوڑا، نقد اور ملبوسات عطا کیے۔ دوشنبہ 25 شوال مطابق 26 ماہ آبان کو اجمیر میں داخلہ کا

---

1۔ غالباً اس نام کا قصبہ راجپوتانہ کے جھالاوار میں ہے۔ دیکھیے راجپوتانہ گزیٹر، جلد، دوم، 211۔

2۔ سنسکرت میں 'دیوہارا' مندر۔



Marfat.com

وقت مقرر ہوا تھا۔ مذکورہ دن کی صبح کو میں ادھر گیا۔ جب قلعہ اور خواجہ کی محترم درگاہ نظر آئی تو میں باقی راستہ تقریباً ایک کوس تک پیدل چلا۔ میں نے قابل اعتماد افراد کو سڑک کی دونوں جانب مقرر کیا جو فقیروں اور ضرورت مندوں کو روپے دیتے گئے۔ جب دن کی چار گھڑیاں گزر گئیں میں شہر کے آباد علاقہ میں داخل ہوا۔ پانچویں گھڑی میں، مجھے پاک درگاہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہاں کی زیارت کے بعد میں مبارک محل کی طرف بڑھا۔ دوسرے دن میں نے حکم دیا کہ وہ تمام لوگ جو اس معزز آرام گاہ میں چھوٹے بڑے اس شہر کے باشندے اور مسافر موجود ہوں میرے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ میں ان کے اصل حالات کے مطابق بہت سے تحائف سے ان کو خوش کر سکوں۔ ساتویں تاریخ کو میں پشکر کے کنارے نشانہ بازی کے لیے گیا جو ہندوؤں کی ایک مصدقہ عبادت گاہ ہے اور جس کے کمالات کے متعلق وہ شاندار قصّے بتلاتے ہیں جو کسی بھی ذی فہم کے لیے ناقابل قبول ہیں۔ پشکر اجمیر سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دو تین دنوں تک میں نے دریائی پرندوں کا شکار کیا اور اجمیر لوٹ آیا۔ پرانے اور نئے مندر جسے کافروں کی زبان میں دیوہارا کہتے ہیں، اس تالاب کے چاروں طرف دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان میں سے ایک رانا شنکر، جو باغی امر کا چچا ہے اور میری مملکت کے بڑے امرا میں ہے ایک شاندار دیوہارا بنوایا تھا جس پر ایک لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ میں اس مندر کو دیکھنے گیا۔ میں نے ایک مورتی دیکھی جو سنگ سیاہ سے تراشی گئی تھی جو گردن سے اوپر سور کی شکل کی تھی اور بقیہ جسم آدمی کا۔ ہندوؤں کا بیکار مذہب یہ ہے کہ کبھی کسی وقت ایک بار حاکم اعلیٰ نے یہ ضروری سمجھا کہ وہ اس شکل میں خود کو ظاہر کرے اس لیے یہ اسے عزیز رکھتے ہیں اور پوجا[1] کرتے ہیں۔ میں نے حکم دیا کہ ایسا کریہہ پیکر توڑ کر تالاب میں ڈال دیا جائے۔ اس عمارت کو دیکھنے کے بعد پہاڑی کی چوٹی پر ایک سفید گنبد پر نظر پڑی، جہاں ہر طرف سے لوگ آرہے تھے۔ جب میں نے دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ وہاں ایک جوگی رہتا تھا اور جب وہاں سیدھے سادھے لوگ آجاتے تو وہ ان کے ہاتھوں میں مٹھی[2] بھر آٹا رکھ دیتا تھا جو وہ اپنے منہ میں ڈال

1۔ راجپوتانہ گزیٹر، جلد دوم، ص، 69

2۔ بجائے کف آردی' ایک مٹھی آٹا، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں 'کف ازوے' (اس کا تھوک) ہے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔



Marfat.com

کر ایک جانور کے آواز کی نقل کیا کرتے تھے جسے ان احمقوں نے کبھی زخمی کر دیا تھا۔ ایسا کرنے سے ان کا اعتقاد تھا کہ ان کے گناہ دھل جائیں گے۔ میں نے حکم دیا کہ اس جگہ کو مسمار کردیا جائے اور جوگی کو وہاں سے نکال دیا جائے اور اس مورتی کو بھی توڑ دیا جائے جو وہاں گنبد میں تھی۔ ان کا ایک دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اس تالاب کی کوئی تہہ نہیں ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کہیں پر بھی یہ بارہ ہاتھ سے زیادہ گہرا نہیں ہے میں نے اس کے قطر کو بھی ناپوایا یہ تقریباً 1½ کوس ہے۔

16 ماہ آذر کو خبر آئی کہ نگراں نے ایک شیرنی کو دیکھا ہے۔ میں وہاں فوراً گیا اور اسے بندوق سے مار کر لوٹ آیا۔ چند دنوں بعد ایک نیل گاؤ ماری گئی جس کی کھال اتار کر اور میری موجودگی میں پکاکر غربا میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دو سو سے زائد لوگ جمع ہوئے اور اسے کھایا۔ میں نے ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے روپے تقسیم کیے۔ اسی ماہ خبر آئی کہ گوا کے فرنگیوں نے صلح کے خلاف، 4 عدد مالوں سے لدے جہازوں کو لوٹ لیا ہے جو بندر سورت اور اس کے قرب و جوار کی بندرگاہوں میں آتے جاتے تھے اور ان تمام اشیا پر قبضہ کرلیا ہے جو ان جہازوں میں تھے۔ یہ حرکت میرے مزاج کے سخت خلاف تھی۔ میں نے 18 ماہ آذر کو مقرب خاں کو بھیجا جس کے انتظام میں یہ بندرگاہ ہے۔ اسے ایک گھوڑا، ایک ہاتھی، خلعت دے کر اس معاملہ میں تاوان حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ یوسف خاں اور بہادر الملک کی صوبہ دکن میں اچھی خدمات کی وجہ سے میں نے ان لوگوں کو علم بھیجے۔

یہ لکھا جاچکا ہے کہ میرا خاص مقصد خواجہ کی درگاہ میں حاضری تھا اور رانا کی باغی سرگرمیوں کی سرکوبی تھی۔ اس وجہ سے میں نے اجمیر میں رہنا طے کیا (ص ۲۵۶) اور بابا خرم اپنے خوش بخت بیٹے کو بھیجا۔ یہ ایک بہت اچھا خیال تھا اور اس وجہ سے چھٹویں دن، مقررہ وقت پر، میں نے اسے خوش و خرم روانہ کیا۔ میں نے اسے ایک قبا سنہرے کاموں والا معہ جواہرات کے پھولوں کے جس کے چاروں طرف موتی ٹنکے تھے، ایک زربفت کی پگڑی موتیوں کی مالا جڑی، ایک سونے کا پٹکا، جس میں موتی ٹنکے تھے۔ اپنے خاص ہاتھیوں میں سے ایک جسے فتح گج کہتے تھے، معہ جھالروں کے، ایک خاص گھوڑا، ایک مرصع تلوار اور مرصع کھپوا معہ پھول کٹار کے پیش کیا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ



Marfat.com

جنھیں اس خدمت کے لیے پہلے خان اعظم کی قیادت میں مقرر کیا گیا تھا، میں نے 1,2000 مزید گھوڑے اپنے بیٹے (خرم) کے ساتھ بھیجے اور ان کے سربراہوں (کمانداروں) میں ہر ایک کو ان کے مرتبہ کے مطابق ہاتھیوں، خاص گھوڑوں اور خلعتوں سے سرفراز کرتے ہوئے رخصت کیا۔ فدائی خاں کو اس فوج کا بخشی بنایا گیا۔ اسی وقت سردار خاں کو کشمیر کے نظم و نسق کے لیے ہاشم خاں کی جگہ بھیجا گیا۔ اس نے ایک گھوڑا اور خلعت پائی۔ بدھ 11 تاریخ کو، خواجہ ابوالحسن کو بخشی کل مقرر کیا گیا اور اس نے خلعت پائی۔ میں نے حکم دیا تھا کہ خواجہ کے مقدس مقبرہ کے لیے ایک بڑی دیگ تیار کی جائے۔ اس دن یہ لائی گئی۔ میں نے حکم دیا کہ اس میں غربا کے لیے کھانا پکایا جائے اور اجمیر کے گرد و نواح سے غربا کو یکجا کرکے میری موجودگی میں کھلایا جائے۔ پانچ ہزار لوگ جمع ہوئے اور سب نے خوب سیر ہوکر اس کھانے کو کھایا۔ کھانے کے بعد میں نے ہر درویش کو اپنے ہاتھ سے روپے تقسیم کیے۔ اس زمانہ میں اسلام خاں صوبہ دار بنگال کو ترقی دے کر 6,000 ذات و سوار کا منصب دار بنایا گیا۔ معظم خاں کے بیٹے مکرم خاں کو ایک علم دیا گیا۔

یکم ماہ اسفندارمز مطابق 10 محرم 1023ھ (20/فروری 1614) میں اجمیر سے نیل گاؤ کے شکار کے لیے روانہ ہوا اور 9 کو لوٹ آیا۔ میں حافظ جمال[1] کے چشمہ پر جو شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے رکا اور وہاں جمعہ کی رات گزاری۔ دن کے خاتمہ پر میں شہر میں داخل ہوا۔ ان بیس دنوں میں، دس نیل گاؤ کا شکار ہوا۔

چونکہ خواجہ جہان کی اچھی خدمت اور آگرہ و نواح کی حکومت کے تحفظ کے لیے مختصر فوج کا احوال مجھ سے بتلایا گیا، میں نے اس کے منصب میں 500 ذات اور 100 سوار کا اضافہ کردیا۔ اسی دن ابوالفتح دکنی اپنی جاگیر سے آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ اسی ماہ کی 3 تاریخ کو اسلام خاں کی موت کی خبر ملی۔ اس کا انتقال جمعرات 15 رجب/ 21 اگست 1613 کو ہوا تھا۔ ایک دن کے اندر، بغیر کسی پہلے کی بیماری کے یہ

---

1. حافظ جمال، معین الدین کے نواسے تھے (راجپوتانہ گزیٹر، جلد دوم، ص، 66) یہ تاراگڑھ پہاڑی کی پشت پر واقع ہے اور اسے عام طور پر نور چشمہ کہا جاتا ہے۔ چشمے وغیرہ اب شکستہ حالت میں ہیں۔
ٹامس رو اس جگہ پر آیا تھا ایضاً، ص، 123



Marfat.com

ناگزیر واقعہ ہوا۔ یہ خانہ زادوں میں ایک تھا جس کی تربیت و پرورش گھر (محل) میں ہوئی تھی۔ اس کی فطری خوش مزاجی اور معاملات فہمی جو اس کے اندر تھیں کسی اور میں نظر نہیں آئیں، اس نے بنگال میں حکومت پوری قوت کے ساتھ کی اور اس نے حدود دیوانی میں صوبہ کے ان علاقوں کو جو اس سے پہلے کسی بھی جاگیردار اور صوبہ دار کے قبضہ میں نہیں آئے تھے، کرلیا۔ اگر اسے موت نہ آتی تو اس نے مکمل طور پر خدمت انجام دی ہوتی۔

خان اعظم نے خود درخواست کی تھی کہ عالی مرتبت شاہزادہ کو رانا کی مہم پر روانہ کیا جائے، تاہم ہر قسم کی حوصلہ افزائی اور سلوک کرنے کے بعد بھی، وہ کار مفوضہ کی طرف مائل نہیں ہوا اور اپنے نااہل طریقہ سے سرگرم عمل ہوا۔ جب میں نے سنا تو ابراہیم حسین کو، جو میرے معتمد ملازمین میں ایک تھا اس کے پاس بھیجا۔ ایک بہت ہی پیار بھرا خط اسے (خان اعظم کو) بھیجا جب وہ برہان پور میں تھا، تب اس نے برابر اس خدمت کے لیے، مجھ سے درخواست کی تھی کیونکہ اسے وہ دونوں جہان کی خوشیوں کے برابر سمجھتا تھا اور مجلسوں و مذاکروں میں کہا کرتا تھا کہ اگر وہ اس مہم میں ہلاک بھی ہوگیا تو شہید ہوگا اور کامیاب ہوا تو غازی۔ میں نے اسے ہر طرح کی مدد اور توپ خانہ جو اس نے مانگا، دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے لکھا تھا، بغیر شاہی فوج کے اس علاقہ میں آمد کے، وہاں کے معاملات مشکلات سے خالی نہیں ہوں گے۔ اس کی صلاح پر اجمیر آیا تھا اور یہ علاقہ اس طرح سے معزز و باوقار ہوا۔ اب جبکہ اس نے خود شہزادہ کے لیے درخواست کی تھی اور ہر چیز اس کی صلاح کے مطابق عمل میں لائی گئی تھی، اس نے اپنے قدم میدان جنگ سے کیوں کھینچ لیے اور اختلاف کرنے لگا۔ باباخرم، جس سے میں آج تک جدا نہیں ہوا تھا اور جسے میں نے خان اعظم کے معاملات میں پوری آگہی پر اعتماد کرکے بھیجا تھا، اسے وفاداری اور پسندیدہ قوت ارادی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا اور شب و روز کسی طرح بھی میرے بیٹے کی خدمت گزاری میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ برخلاف اس کے اس نے اپنے قدم ہٹا لیے جس کے لیے وہ تیار تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہاں کوئی فتنہ ہوگا۔ ابراہیم حسین گیا اور ان خیالات سے اسے تفصیل کے ساتھ آگاہ کیا۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ اپنی حماقت اور فیصلے سے پیچھے نہیں ہٹا۔ جب



Marfat.com

بابا خرم نے دیکھا کہ اس کی موجودگی وہاں شورش کا باعث ہے تو اس نے اسے نگرانی میں رکھا اور مجھے لکھا کہ اس کی وہاں پر موجودگی کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ وہ اس طرح کام کر رہا ہے اور معاملات کو برباد کر رہا ہے صرف اس لیے کہ وہ خسرو کا قرابت دار ہے۔ تب میں نے مہابت خاں کو حکم دیا کہ وہ جائے اور اسے اودے پور سے لائے اور محمد تقی دیوان عمارات سے کہا کہ وہ مند سور جاکر اس کے بچوں اور متوسلین کو اجمیر لائے۔

ماہ کی 11 تاریخ کو خبر آئی کہ دلیپ فرزند (ص، 259) رائے سنگھ جو باغی اور مفسدانہ مزاج کا تھا، بری طرح اپنے چھوٹے بھائی راؤ سورج سنگھ سے شکست کھا گیا ہے جسے اس کے خلاف بھیجا گیا تھا اور یہ کہ وہ سرکار حصار کے ایک ضلع میں لوٹ مار کر رہا ہے۔ اسی زمانہ میں خوست سے ہاشم فوجدار اور گرد و نواح کے جاگیرداروں نے اسے پکڑ کر بطور قیدی دربار میں بھیجا۔ چونکہ وہ بارہا خراب سلوک کرچکا تھا اسے قتل کردیا گیا۔ یہ بہت سے باغیوں کے لیے ایک تنبیہ تھی۔ اس خدمت کے صلہ میں راؤ سورج سنگھ کے منصب میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کیا گیا۔ ماہ کی 14 تاریخ کو بابا خرم کی عرض داشت آئی کہ ہاتھی عالم گمان، جو رانا کو بہت پسند تھا اور دوسرے سترہ ہاتھیوں کے ساتھ فاتح فوج کے بہادروں کے ہاتھ لگ گیا ہے اور ان کا مالک بھی جلد ہی گرفتار ہو جائے گا۔



Marfat.com

# میری مبارک تخت نشینی کا نواں سال مطابق 1023ھ (1614)

جمعہ کی شب دوپہر اور ایک گھڑی گزرنے کے بعد، 9 صفر (21/ مارچ 1614) جب عالم کو حرارت بخشنے والا آفتاب اپنی کرنیں بارہویں برج (حمل) میں بکھیرنے لگا جو اس کے وقار اور شکوہ کا گھر ہے اور جو ماہ فروردین کی پہلی صبح ہے، تو نئے سال کی تقریب کی محفل اجمیر کے خوشگوار علاقہ میں اس وقت منعقد ہوئی جب سورج برج حمل میں داخل ہوا جو مبارک وقت تھا۔ میں نے خود کو خوش قسمتی کے تخت پر بٹھایا۔ محل کو عام دستور کے مطابق سجایا گیا تھا جس میں نایاب کپڑے، جواہرات اور قیمتی پتھر لگے ہوئے تھے۔ اس مبارک موقعہ پر، ہاتھی عالم گمان جو شاہی طویلے میں معہ دوسرے سترہ نر و مادہ ہاتھیوں کے داخل ہونے کے لائق تھا، جسے بابا خرم نے بھیجا تھا اور جو رانا کے ہاتھی تھے میرے سامنے پیش کیے گئے جس سے وفاداروں کے دل خوش ہوئے۔ نئے سال کے دوسرے دن، یہ جان کر کہ یہ عملداری کے لیے مبارک ہے میں سوار ہوا اور بہت سا روپیہ لٹایا۔ تیسرے دن میں نے اعتقاد خاں کو 3,000 ذات اور 1,000 سوار کا منصب عطا کیا۔ اس کا سابقہ منصب 2,000 ذات اور 500 سوار تھا۔ میں نے اسے آصف خاں کے خطاب سے ممتاز کیا۔ اس سے پہلے اس خطاب سے اس کے خاندان کے دو اور افراد اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے دیانت خاں کے منصب میں بھی 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کیا۔ اسی زمانہ میں میں نے اعتمادالدولہ کو ترقی دے کر 5,000 ذات اور 2,000 سوار کا منصب دیا۔ بابا خرم کی درخواست پر میں نے سیف خاں بارہہ کے منصب کو 500 ذات اور 200 سوار کر دیا اور دلاور خاں کو بھی اتنا ہی منصب دیا۔ کشن سنگھ کو 500 سوار اور سرفراز خاں کو 500 ذات اور 300 سوار کے منصب عطا کیے۔ اتوار 10 تاریخ کو، آصف خاں کی نذر میرے سامنے لائی گئی اور 14 تاریخ کو اعتمادالدولہ نے اپنی نذر پیش کی۔ ان دونوں کے نذر میں مجھے جو بھی پسند آئی، میں نے لے لی اور بقیہ لوٹا دی۔ کابل[1] سے چین قلیج خاں اپنے بھائیوں، رشتہ داروں، فوج اور اپنے والد کے خدم و حشم کے ساتھ آیا اور میرے پاس حاضری دی۔ ابراہیم خاں جس کے پاس 700 ذات اور 300 سوار کا منصب تھا، ترقی پا کر 1,500 ذات اور 600 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ 15 تاریخ ماہ

---

1. غالباً یہاں مطلب پشاور سے ہے کیونکہ قلیج خاں موت کے وقت میں وہیں پر تھا۔



Marfat.com

رواں کو مہابت خاں جسے خان آعظم اور اس کے بیٹے عبداللہ کو لانے کے لیے بھیجا گیا تھا، آیا اور حاضری دی۔ 19 تاریخ کو مجلس شرف مقرر کی گئی۔ اس دن مہابت خاں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی اور میں نے ایک ذاتی ہاتھی روپ سندر اپنے بیٹے پرویز کو بھیجا۔ جب وہ دن گزر گیا تو میں نے حکم دیا کہ خان اعظم کو آصف خاں کے حوالہ کردیا جائے تاکہ وہ اسے گوالیار کے قلعہ میں رکھے۔ میرا مقصد اسے وہاں بھیجنے کا یہ تھا کہ کوئی نااتفاقی اور فساد رانا کے معاملہ میں، اس کی خسرو سے قرابت کی وجہ سے نہ پیش آئے۔ میں نے حکم دیا کہ قلعہ میں اسے قیدی کی طرح نہ رکھا جائے اور اسے اس کی آسائش و آرام کی، کھانے، کپڑے اور سواری کی ضرورت پوری کی جائے۔ اسی دن میں نے قلیج خان کو ترقی دے کر 2,500 ذات اور 700 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ تاج خاں کے منصب میں جسے صوبہ بھکر کا حاکم مقرر کیا گیا تھا، میں نے 500 ذات اور سوار کا اضافہ کردیا۔ 18 اردی بہشت کو میں نے خسرو کو تسلیمات پیش کرنے سے منع کردیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شفقت اور پدرانہ محبت (جو میں اس سے کرتا تھا) اور اس کی ماں اور بہنوں کی درخواست پر میں نے حکم دیا کہ وہ روزانہ آکر کورنش نہ بجا لائے۔ چونکہ اس کے بشرے سے خوشی اور صاف دلی کا اظہار نہیں ہوتا تھا اور دماغی طور پر ہمیشہ مایوس اور غمگین رہتا تھا، میں نے حکم دیا کہ وہ تسلیمات بجا لانے کے لیے نہ آیا کرے۔ میرے محترم والد کے زمانہ میں، مظفر حسین مرزا اور رستم مرزا جو سلطان حسین مرزا کے بیٹے تھے اور شاہ طہماسپ صفوی کے بھتیجے تھے اور جن کے پاس قندھار اور زمینداور نواح کے علاقے تھے، عرض داشت کی کہ خراساں قریب ہونے کی وجہ سے اور عبداللہ خاں ازبیک کی اس ملک میں آجانے سے، وہ اس ملک کی ذمہ داریاں چھوڑ کر، تسلیمات بجا لانے کے لیے حاضری سے معذور ہیں۔ ہاں اگر وہ (اکبر) محل کے کسی ملازم کو بھیج دیں تو وہ اس کو یہ ملک حوالہ کردیں گے اور خود تسلیمات کے لیے حاضر ہوجائیگا (ص، 262) چونکہ ان لوگوں نے بار بار درخواست کی، شاہ بیگ خان کو جن کے پاس خان دوراں کے خطاب کا اعزاز ہے، قندھار، زمینداور اور نواح کے صوبے دے کر مرزاؤں کے نام لطف و کرم کے فرامین بھیج کر دربار بلایا گیا۔ ان کی آمد کے بعد ان کے مقامات کے لحاظ سے لطف و کرم سے نوازا گیا اور ان کو ایسا علاقہ دیا گیا جس کی آمدنی قندھار کی جمع سے دوگنی تگنی تھی۔ آخرکار ان سے وہاں کے جس طرح کا انتظام متوقع تھا، نہ ہوسکا اور آہستہ آہستہ



Marfat.com

علاقہ خراب ہوتا گیا۔ مظفر حسین مرزا میرے محترم والد کے زمانہ میں وفات پاگئے اور انھوں نے مرزا سلطان کو خان خاناں کے صوبہ دکن بھیج دیا، جہاں ان کی ایک چھوٹی سی جاگیر تھی۔ جب میری تخت نشینی سے تخت کو اعزاز ملا، میں نے اسے دکن سے بلا بھیجا تاکہ اس کے ساتھ سلوک کرسکوں اور اسے سرحدی علاقہ پر کہیں تعینات کردوں۔ جس وقت وہ آیا، مرزا غازی ترخان انتقال کرگیا تھا جس کے پاس تتھ اور قندھار و نواح کی صوبہ داری تھی، مجھے خیال آیا کہ اسے تتھ بھیجا جائے تاکہ وہاں جاکر وہ اپنی فطری صلاحیتوں کو دکھا سکے اور اس علاقہ کا انتظام پسندیدہ طور پر کرسکے۔ میں نے اسے ترقی دے کر 5,000 ذات و سوار، 200,000 روپے اخراجات کے لیے دیے اور تتھ روانہ کردیا۔ میرا اعتقاد یہ تھا کہ ان سرحدوں پر وہ اچھی خدمت انجام دے گا۔[1] میرے بھروسہ کے خلاف اس نے کوئی کام نہیں کیا اور اس قدر مظالم ڈھائے کہ بہت سے لوگوں نے اس کی بدمعاشیوں کی شکایت کی۔ اس طرح کی اس کے متعلق خبریں سنی گئیں تو یہ ضروری سمجھا گیا کہ اسے واپس بلایا جائے۔ (ص، 263) دربار کے ملازمین میں سے ایک کو اسے بلانے پر مامور کیا گیا۔ میں نے اسے دربار میں بلا بھیجا۔ 26 اردی بہشت کو وہ لایا گیا۔ چونکہ اس نے خدا کی مخلوق پر بے حد ظلم ڈھائے تھے اور اس کی تحقیق انصاف کی رو سے کی جانی تھی، میں نے اسے انی رائے سنگھ دلن کے حوالہ کیا تاکہ وہ حقائق کا پتہ لگائے اور اگر وہ مجرم ہو تو فوری سزا دی جائے تاکہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ انھیں دنوں احداد افغان کی شکست کی خبر بھی آئی۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ معتقد خاں پولم گزر[2] (گھاٹ) جو ضلع پشاور میں واقع ہے، فوج کے ساتھ پہنچا اور خان دوران ایک

---

1. ماثرالامرا، جلد سوم، ص، 486 کے مطابق، عیسیٰ خاں کے حالات زندگی میں یہ مذکور ہے کہ رستم کو ترخانوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا تھا جس میں وہ کامیاب رہا، دیکھیے وہی، ص، 438۔ رستم خاں کے حالات زندگی جہاں ذکر ہے کہ جہانگیر نے اس سے ارغنوں کو بھگانے کے لیے کہا تھا۔ غالباً ماثر کا پیراگراف، ص، 438، جو بلاک مین، ص، 314 کے مطابق ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ رستم نے ارغنوں کے ساتھ برا سلوک کیا بلکہ یہ معنی ہیں کہ اس نے ان لوگوں سے سازباز کی اور رعیت کو ستایا۔

2. گوکہ متن میں 'پولم' ہے، اصل لفظ 'ایلم یا ائیلم' معلوم ہوتا ہے۔ ایلم گزر پہاڑیوں میں کوئی درہ معلوم دیتا ہے۔ یہ بہرحال دریائے کابل پر کوئی گھاٹ معلوم ہوتا ہے۔ اس دریا کا نام شاہ عالم بھی معلوم ہوتا ہے اور اسی نام سے ایک گھاٹ بھی۔ متن میں کوٹ تیرہ کا حوالہ جلال آباد سے آٹھ کوس کے فاصلہ کا ہے لیکن تیرہ کافی دوری پر ہے۔ برٹش میوزیم مخطوطہ میں 'کوتل تیرہ' آیا ہے۔



Marfat.com

دوسری فوج کے ساتھ افغانستان سے آیا اور اس روسیہ کا راستہ مسدود کردیا۔ دریں اثنا ایک خط معتقد خاں کے پاس پیش بلاغ سے موصول ہوا کہ احداد خاں کوٹ تیرہ گیا ہے جو جلال آباد سے آٹھ کوس پر ہے اور ایک بڑی تعداد میں سوار اور پیدل اس کے ساتھ ہیں۔ اس نے ان لوگوں کو مار ڈالا ہے جو وفادار اور تابع دار تھے نیز دوسرے لوگوں کو قید کرلیا ہے اور انھیں تیرہ بھیجنے والا ہے، اور جلال آباد و پیش بلاغ پر دھاوا مارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس اطلاع کے فوراً بعد معتقد خاں بہت تیزی کے ساتھ معہ اپنی فوج کے روانہ ہوگیا۔ جب وہ پیش بلاغ پہنچا تو اس نے دشمن کا پتہ لگانے کے لیے جاسوس بھیجے۔ بدھ کی صبح، 6 تاریخ کو اسے خبر ملی کہ احداد اسی جگہ پر تھا۔ اللہ پر بھروسہ کرکے جو اس نیاز مند درگاہ الٰہی کی جانب ہے، اس نے شاہی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور دشمن کی طرف بڑھا جس کے پاس 4,000 یا 5,000 تجربہ کار سپاہی تھے اور جو بہت بے فکر ہوکر بیٹھے تھے۔ انھیں اس کا گمان بھی نہ تھا کہ اس علاقہ میں خان دوراں کی فوج کے علاوہ کوئی اور فوج ہے جو ان کی مخالفت کرے گی۔ جب یہ خبر ملی کہ شاہی افواج اس روسیاہ کی طرف بڑھ رہی ہیں اور فوج کی علامتیں ظاہر ہوگئیں تو حیرانی کے عالم میں اس نے اپنے آدمیوں کو چار حصوں میں تقسیم کردیا اور خود بندوق کی زد سے دور ایک نمایاں جگہ پر بیٹھ کر، جہاں پہنچنا مشکل تھا، اپنے آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیج دیا۔ فاتح فوج کے بندوقچیوں نے باغی فوج پر گولیوں کی بوچھار کردی اور بہت سے لوگوں کو جہنم رسید کردیا۔ معتقد خاں اپنی فوج کے قلب کو لے کر ہراول دستہ تک پہنچ گیا اور دشمن کو دو تین بار سے زیادہ تیر چلانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ ان کے پاؤں مکمل طور پر اکھاڑ دیے اور تین چار کوس تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے تقریباً پندرہ سو سوار اور پیدل مار گرائے۔ جو تلواروں کی زد سے بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے اکثر زخمی تھے جو اپنا ہتھیار پھینک کر گئے تھے۔ فاتح فوج اس رات اسی میدان میں رہی اور 600 [1] کٹے ہوئے سروں کو لے کر پشاور کی طرف گئی جہاں ان کا مینار بنایا۔ تیرہ کے قیدیوں کو رہا کردیا گیا ادھر سے کوئی معروف آدمی نہیں مارا گیا۔ جمعرات کی شب، مطابق خورداد

---

1۔ تقابل کریں پرائس کی جہانگیر، ص، 94 سے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معتقد عرف لشکر ی کا نام ابوالحسین تھا۔ اس بیان کے مطابق ستر ہزار قیدیوں کے سرگردن سے الگ کردیے گئے تھے جو گیر کے سامنے لائے گئے۔



Marfat.com

میں پشکر کی طرف چیتے کے شکار کے لیے گیا اور جمعہ کو ان میں سے دو کو ایک بندوق سے مار گرایا۔ اسی دن مجھے بتلایا گیا کہ نقیب خاں فوت ہوگیا۔ مذکورہ خاں سیفی سیدوں میں تھا اور اصلاً قزوین کا باشندہ تھا۔ اس کے والد میر عبداللطیف کا مقبرہ اجمیر میں ہے۔ اس کی وفات سے دو ماہ قبل اس کی بیوی[1] جن کے درمیان بے حد محبت تھی (ص، 265) بارہ دن بخار میں مبتلا ہوکر موت سے ہمکنار ہوچکی تھی۔ میں نے حکم دیا کہ اس کو اس کی بیوی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ ان کو خواجہ صاحب کی متبرک درگاہ میں دفن کیا گیا۔ چونکہ معتقد خاں نے احداد کے خلاف جنگ میں اچھی خدمت انجام دی تھی، اس کے صلہ میں اسے لشکر خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ دیانت خاں جسے اودے پور بابا خرم کی خدمت میں بھیجا گیا تھا تاکہ چند احکام پہنچا دے، 7/ خورداد کو لوٹا اور بابا خرم کو قاعدہ و قانون کی اچھی تفصیلات بتلائیں۔

فدائی خاں جو میری ایام شہزادگی میں میرا خدمت گار تھا اور جسے میں نے تخت نشینی کے بعد فوج کا بخشی مقرر کیا تھا اور جسے کافی مراعات ملی تھیں، اسی ماہ کی 12 کو وفات پا گیا۔ مرزا رستم، جس نے اپنی حرکتوں پر ندامت اور پچھتاوے کا اظہار کیا اور سخاوت کا طالب تھا کہ اس کی تقصیرات کو معاف کردیا جائے، ماہ کے آخر میں میرے حضور میں طلب کیا گیا، میں نے اسے تسلی دی اور اسے ایک خلعت دے کر حکم دیا کہ وہ مجھے تسلیمات بجا لائے۔

اتوار، ماہ تیر کی 11/ تاریخ کو میرے طویلہ کے ذاتی ہاتھیوں میں ایک مادہ ہاتھی نے ایک بچہ کو جنم دیا۔ میں نے بار بار حکم دیا تھا کہ اس کی مدت حمل بتلائی جائے۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ مادہ ہاتھی کی اٹھارہ ماہ اور نر کی انیس ماہ تھی۔ انسانوں کی ولادت کے برخلاف، جن کی پیدائش سر سے ہوتی ہے، بچہ ہاتھی پہلے پاؤں باہر کرتا ہے، جب یہ ہاتھی پیدا ہوا تو مادہ ہاتھی نے اس پر اپنے پاؤں سے دھول ڈالی اور پھر اس پر مہربان ہوکر (دودھ) پلانے لگی۔ بچہ کچھ دیر تک پڑا رہا پھر اٹھ کر اپنی ماں کے پستان کی طرف متوجہ ہوا۔

14/ تاریخ کو محفل گلاب پاشی منعقد ہوئی جو زمانہ سے آب پاشی کے نام سے مشہور ہے اور زمانہ قدیم سے دیگر رسموں کی طرح جاری ہے۔

---

1. یہ میر محمود کی بیٹی تھیں جو اکبر کے سکریٹری تھے۔ بلاک مین، ص، 449



Marfat.com

5/ امرداد کو (وسط جولائی) راجہ مان سنگھ[1] کی موت کی خبر آئی۔ مذکورہ راجہ میرے محترم والد کے خاص حاکموں میں تھے۔ چونکہ میں نے بہت سے ملازمین مملکت کو دکن میں خدمت کے لیے بھیجا تھا، میں نے ان کو بھی مقرر کیا تھا۔ مملکت کی خدمت انجام دیتے ہوئے وہ مرے۔ میں نے مرزا بھاؤ سنگھ کو بلا بھیجا جو ان کا جائز وارث تھا۔ میری ایام شہزادگی سے انھوں نے اچھی خدمت انجام دی تھی۔ گوکہ ان کی خاندانی ریاست اور اس کی سرداری، ہندو رسم کے مطابق مہاسنگھ پسر[2] جگت سنگھ خلف اول کو ملنی چاہیے تھی جو آخرالذکر کی حیات میں وفات پا گئے تھے۔ میں نے انھیں تسلیم کیا اور بھاؤ سنگھ کو مرزا راجہ کے خطاب کا افتخار بخشا اور 4,000 ذات اور 3,000 سوار کے منصب پر فائز کیا۔ میں نے ان کو آمبیر بھی دیا جو ان کے اجداد کا آبائی وطن تھا اور مہا سنگھ کو دلاسا اور تسلی دینے کے لیے اس کے پہلے منصب میں 500 کا اضافہ کر کے انعام میں گڑھ[3] کا علاقہ دیا۔ میں نے اسے جواہرات سے مرصع ایک خنجر معہ پٹی اور خلعت بھی بھیجی۔

اس ماہ امرداد کی آٹھویں تاریخ کو میں نے اپنی تندرستی میں ایک طرح کی تبدیلی پائی اور آہستہ آہستہ بخار اور دردِ سر میں مبتلا ہوگیا۔ اس اندیشہ سے کہ ملک اور خلق خدا کو کوئی نقصان نہ پہنچے، میں نے اسے ان لوگوں سے جو مجھ سے بہت قریب تھے راز رکھا اور حکما و اطبا کو بھی نہیں بتلایا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے اور اس کی خبر میں نے صرف نورجہاں بیگم کو دی جو میں سمجھتا ہوں اس سے زیادہ مجھے کوئی اور نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ثقیل غذاؤں سے پرہیز کیا اور خود کو ہلکی غذا پر رکھا۔ روزانہ کی طرح رسم کے مطابق میں دیوان عام جاتا، جھروکہ درشن دیتا جیسا کہ میرا معمول تھا، یہاں تک کہ کمزوری کی علامات میرے بشرہ[4] سے ظاہر ہونے لگیں۔ بزرگوں[5] میں سے بعض اس سے

---

1. مان سنگھ کا انتقال بظاہر ماہ جون 1614 میں ہوا۔

2. متن میں 'پائیدار' جو غلطی سے 'پسر' کی جگہ لکھا گیا ہے۔ سرسید کے ایڈیشن میں 'مہاسنگھ پدر جگت سنگھ' آیا ہے۔ مترجم

3. گڑھ کا نام باندھو، ماثرالامرا جلد دوم، ص، 175 پر ملتا ہے۔ یہ گڑھ کٹنگا یعنی جبل پور ہے۔

4. غالباً اس کے معنی ہیں وہاں (جسم) پر کوئی دانہ یا خارش سے ہے۔ سرسید کے ایڈیشن میں "در بشرہ آثار ضعف ظاہر گشت" جو زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔ مترجم

5. بزرگوں سے مراد غالباً معمر خواتین سے ہے۔



Marfat.com

واقف ہوگئے اور ایک دو معالجین کو جو قابل اعتماد تھے جیسے حکیم مسیح الزماں، حکیم ابوالقاسم اور حکیم عبدالشکور۔ چونکہ بخار میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور تین راتوں تک میں نے اپنے معمول کے مطابق شراب پی، اس سے اور کمزوری بڑھ گئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب کہ کمزوری مجھ پر حاوی ہوچکی تھی، میں محترم خواجہ کے مقبرہ پر حاضر ہوا اور اس آستانہ متبرکہ میں اللہ سے دعا مانگی کہ مجھے شفا حاصل ہو۔ میں نے خیرات اور صدقات کرنا قبول کیا۔ خدائے تعالیٰ کے رحم و کرم نے مجھے صحت کی خلعت سے نوازا اور بتدریج میں اچھا ہوگیا۔ بائیس دنوں کے اندر میری صحت پہلے جیسی ہوگئی۔ محل کے ملازمین اور بلاشبہ تمام لوگوں نے اس عظیم نعمت پر مجھے نذریں پیش کیں۔ میں نے کسی کا صدقہ نہیں قبول کیا اور حکم دیا کہ ہر شخص اپنے گھروں میں جو وہ چاہے غربا میں تقسیم کرے۔

10 شہریور کو خبر آئی کہ تاج خاں افغان صوبہ دار ٹھٹھ انتقال کر گیا۔ وہ حکومت کے قدیم امرا میں تھا۔ اپنی بیماری کے دوران مجھے یہ خیال آیا کہ جب میں ظاہراً اور باطناً خواجہ کا حلقہ بگوش غلام ہوں اور اپنے وجود کے لیے مرہون منت ہوں تو مجھے علانیہ طور پر کانوں میں سوراخ کراکر ان کے غلاموں میں شامل ہونا چاہیے۔ جمعرات 12/ شہریور مطابق ماہ رجب میں میں نے اپنے کانوں کو چھدوا دیا اور دونوں میں چمکتے ہوئے موتی ڈال دیے۔ جب محل کے ملازمین اور میرے وفادار دوستوں نے یہ دیکھا جو میری حاضری میں تھے یا دوردراز سرحدوں پر تھے، بڑے چاؤ اور تندہی سے انھوں نے اپنے کان چھدوا لیے اور خلوص حسن کو موتیوں اور لعلوں سے جو ان کے ذاتی خزانوں میں تھے سجا دیا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ احدیوں اور دوسروں تک پھیل گیا۔ جمعرات کے دن کے خاتمہ پر، اس ماہ کی 22 تاریخ، مطابق 10 شعبان وزن جشن شمسی میرے دیوان خاص میں منایا گیا اور دستور کے مطابق رسم پوری کی گئی۔ اس دن مرزا راجہ بھاؤ سنگھ، ممنون و خوش و خرم اپنے آبائی وطن اس وعدہ کے ساتھ لوٹا کہ وہ دو تین ماہ سے زیادہ وہاں نہیں رکے گا۔

ماہ مہر کی 27/ تاریخ کو خبر آئی کہ فریدوں برلاس کا اودے پور میں انتقال ہوگیا۔ برلاسوں کے قبیلہ کا اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ چونکہ اس قبیلے کے اس حکومت پر بہت سے دعوے اور لامتناہی سلسلے تھے، اس کے فرزند، فرزند علی کی سرپرستی



Marfat.com

کرتے ہوئے 1,000 ذات و سوار کے منصب پر فائز کیا۔ خان دوراں کی پسندیدہ خدمات کی وجہ سے میں نے اس کے منصب میں 1,000 کا اضافہ کردیا جو 6,000 ذات اور 5,000 سوار معہ اصل میں اضافہ کے ہوگیا۔

6/ ماہ آبان کو قراول (شکاریوں) نے مطلع کیا کہ چھ لوس کے فاصلہ پر تین چیتے ملے تھے۔ دوپہر کے وقت کے بعد روانہ ہوکر میں نے ان تینوں کو بندوق سے ہلاک کردیا۔

اسی ماہ کی 8/ تاریخ کو دیوالی کا تہوار آیا۔ میں نے محل کے خدمت گاروں کو حکم دیا کہ میری موجودگی میں دو تین راتوں تک جوا کھیلیں۔ اس میں ہار جیت ہوئی۔

اس ماہ کی 8/ تاریخ کو لوگ سکندر معین شکاری، جو میرا قدیم ملازم تھا اور ایام شاہزادگی میں کافی خدمات انجام دی تھیں، کی لاش کو اودے پور سے جہاں میرا بیٹا خرم مقیم تھا، اجمیر لائے۔ میں نے قراولوں کو اور اس کے قبیلہ والوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کو رانا شنکر کے تالاب کے کنارے دفن کریں، وہ میرے لیے ایک اچھا خدمت گار تھا۔

12/ آذر کو، زمیندار کوچ بہار کی دو لڑکیوں کو جسے اسلام خاں نے اپنی حیات میں اس سے لے لیا تھا اور جس کی حکومت کی سرحد مشرقی صوبوں میں ہے، معہ اس کے فرزند اور 94 ہاتھیوں کے میرے سامنے لائے گئے۔ کچھ ہاتھیوں کو میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھا گیا۔ اسی دن ہوشنگ پسر اسلام خاں بنگال سے آیا اور پایہ تخت کو چومنے کی سعادت حاصل کی۔ اس نے دو ہاتھی، 100 مہریں اور 100 روپے بطور نذر پیش کیے۔ ایک رات جو شبہائے دیپ تھی، میں نے خواب دیکھا کہ مرحوم بادشاہ (اکبر) نے مجھ سے فرمایا "بابا میری خاطر عزیز خاں جو خان اعظم ہے، اس کی غلطیاں معاف کردو۔" اس خواب کے بعد میں نے اسے گوالیار کے قلعہ سے بلانے کا فیصلہ کیا۔

اجمیر کے گرد و نواح میں ایک گھاٹی ہے جو بہت خوبصورت ہے، اس گھاٹی کے اختتام پر ایک چشمہ ہے جو ایک لمبے اور بڑے تالاب سے ملا ہوا ہے اور جس کا پانی اجمیر میں سب سے اچھا ہے۔ یہ گھاٹی اور چشمہ حافظ جمال کے نام سے اچھی طرح مشہور ہے۔ جب میں اس جگہ پہنچا تو حکم دیا کہ ایک معقول عمارت وہاں تعمیر کی جائے کیونکہ یہ مقام اچھا اور ترقی کے لیے معقول ہے۔ ایک سال کے عرصہ میں ایک گھر اور میدانوں کو وہاں



Marfat.com

بنا دیا گیا جس کی مثال سیاح[1] دنیا میں کہیں اور نہیں پاتے۔ وہاں پر ایک 40 گز اور 40 گز کا تھالہ بنایا گیا اور چشمہ کے پانی کو ایک فوارہ کے ذریعہ سے اس تھالہ سے اٹھایا گیا۔ چشمہ 12,10 گز اوپر اچھلتا ہے۔ اس تھالہ کے چاروں طرف عمارتیں بنوائی گئیں اور اسی طرح سے اوپر جہاں تالاب اور چشمہ ہے، وہاں پسندیدہ جگہیں، مسور کن بڑے بڑے برآمدے اور آرام کے لیے ایسے کمرے بنائے ہیں جو دل و دماغ کو سکون بخشتے ہیں۔ ان کی تعمیر و تکمیل بہت ماہرانہ انداز میں کی گئی ہے اور ماہر نقاش اور مصوروں نے اس کی آرائش کی ہے۔ چونکہ (ص، 270) میری خواہش تھی کہ اس کا نام میرے نام پر ہو، میں نے اسے چشمہ نور کا نام دیا یعنی روشنی کا چشمہ۔ مختصراً اس میں ایک کمی تھی، اسے ایک بڑے شہر میں ہونا چاہیے تھا یا ایسی جگہ جہاں سے لوگ برابر گزرتے ہوں۔ جس دن سے یہ مکمل ہوا ہے میں جمعرات اور جمعہ وہاں گزارتا ہوں۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی تکمیل کی مادّۂ تاریخ نکالی جائے۔ سعیدا گیلانی زرگرباش نے اس کو اس مصرعہ سے نکالا "محل شاہ نورالدین جہانگیر[2]" میں نے حکم دیا کہ اسے پتھر پر کندہ کرا کر اس عمارت کی غلام گردش پر لگا دیا جائے۔

ماہ دی کے اوائل میں ولایت[3] سے سوداگر آئے اور یزد کے انار اور کاریز کے خربوزے جو خراسان کے بہترین خربوزوں میں ہوتے ہیں لائے۔ دربار کے تمام ملازمین و امرائے سرحد نے اس میں سے حصہ پایا اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے لیے بے حد شکرگزار ہوئے۔ میں نے اس سے پہلے ایسے انار اور خربوزے نہیں دیکھے تھے گوکہ میں ہر سال بدخشاں سے خربوزے اور کابل سے انار منگواتا تھا مگر ان کا یزد کے اناروں اور کاریز کے خربوزوں سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ چونکہ میرے والد محترم انار اللہ برہانہ کو میووؤں اور پھلوں سے بہت رغبت تھی، مجھے بہت افسوس ہوا کہ ان کے ایام فیروز بخش میں ایسے پھل ہندستان میں نہیں آئے تاکہ وہ اس کا لطف اور مزہ اٹھا سکتے۔ مجھے یہی غم

---

1 یہ ایک طرح کا تعریفی خیالی جملہ سرٹامس رو کا ہے۔ سرٹامس رو اجمیر نہیں آیا (دسمبر 1615 تک) لیکن جہانگیر یہاں بظاہر وہ لکھ رہا ہے جو ایک سال بعد اس کے حافظ جمال دیکھنے کے بعد ہوا۔ سنہ تاریخ 1024(1615) ہے

2 متن میں اس کے بعد جہانگیر لکھتا ہے "تاریخ یافت خوب نوشت" بیورج میں اس کا ترجمہ نہیں ہے۔ مترجم

3 بیورج نے اپنے ترجمہ میں ایران لکھا ہے۔



Marfat.com

عطر جہانگیری کے لیے ہے کہ ایسی خوشبو ان کے مشام شریف تک نہیں جا سکی۔ یہ عطر دریافت ہے نورجہاں بیگم کی والدہ کی کوششوں کی جو میرے دور حکومت میں کی گئی۔ جب وہ گلاب کا پانی تیار کر رہی تھیں، ایک جھاگ برتن میں پانی کی سطح پر ابھرا جس میں گلاب کا گرم پانی جگ سے ڈالا گیا تھا۔ انھوں نے اس جھاگ کو تھوڑا تھوڑا جمع کیا، جب بہت سا گلاب کا پانی جمع کرلیا گیا تو ایک قابل فہم حصہ جھاگ کا اکٹھا کیا گیا۔ یہ اس قدر خوشبو دار ہوتا ہے کہ اگر ایک قطرہ ہاتھ کی ہتھیلی پر لگا لیا جائے تو یہ پوری محفل کو معطر کردیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یک بارگی گلاب کی بہت سی کلیاں کھل گئی ہیں۔ اس کے مقابلہ کا کوئی اور عطر نہیں ہے۔ یہ ڈوبتے دلوں کو بحال کرتا ہے اور بکھرتی روح کو واپس لاتا ہے۔ اس ایجاد کے انعام میں، میں نے اس کی موجدہ کو موتیوں کی مالا پیش کی۔ سلیمہ[1] سلطان بیگم نوراللہ مرقدہا موجود تھیں۔ انھوں نے اس کا نام عطر جہانگیری رکھا۔

ہندستان کے موسم میں بہت بڑی تبدیلیاں ظہورپذیر ہوئیں۔ دی ماہ کے اس موسم میں، لاہور جو ہندستان اور ایران کے درمیان واقع ہے درختِ توت بار آور ہوتے ہیں اور اتنے شیریں اور لطیف ہوتے ہیں جیسے ان کے عام موسم میں کئی دنوں تک لوگ اس کے کھانے کا لطف اٹھاتے ہیں۔ وہاں کے واقعہ نگار نے اسے لکھا۔ انھیں دنوں بختر خاں کلاونت جو عادل خاں سے بہت قریب تھا یہاں تک کہ اس (عادل) نے اپنے بھائی کی بیٹی کی شادی اس سے کردی تھی اور اسے دُھرپد گانے کا خلیفہ بنالیا تھا، درویشوں اور فقیروں کے لباس میں ظاہر ہوا۔ اسے بلاکر میں نے اس کے احوال پوچھے اور اعزاز دینے کی کوشش کی۔ پہلی ملاقات میں، میں نے اسے دس ہزار روپے نقد، 50 جوڑے کپڑے اور موتیوں کی مالا دی اور اسے آصف خاں کا مہمان بناکر حکم دیا کہ اس کے حالات کے بارے میں پتہ لگایا جائے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ عادل خاں کی اجازت کے بغیر آیا تھا۔ آخرالذکر نے اس حلیہ میں اس دربار کا حال چال معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کی عادل خاں سے قرابت داری کے پیش نظر یہ عین ممکن ہے کہ وہ اس کے علم کے بغیر آیا ہو۔ میر جمال الدین حسین، ہمارا سفیر جو اس وقت بیجاپور میں متعین ہے، اس کی اطلاع سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ وہ لکھتا ہے کہ عادل خاں اس کی طرف بہت مہربان ہے کیونکہ عالم پناہ (جہانگیر) نے بختر خاں کے ساتھ بے حد مہربانی

---

[1] ان کی وفات ساتویں سال میں ہوئی اس لیے یہ دریافت اس سے پہلے کی ہوگی۔



Marfat.com

کا سلوک کیا ہے۔[1] ہر روز اس پر زیادہ سے زیادہ مہربانیاں ہوتی ہیں۔ راتوں کو وہ اسے اپنے قریب رکھتے ہیں اور اسے دُھرپد سناتے ہیں جسے اس نے (عادل خاں) نے مرتب کیا ہے اور جسے وہ نورس[1] کے نام سے پکارتا ہے۔ "باقی احوال اس وقت لکھا جائے گا جب مجھے رخصت مل جائے گی۔"

ان دنوں ایک پرندہ (زرباد (سماترا، بلاک مین، ص، 616) لایا گیا ہے جو طوطے کے رنگ کا ہے لیکن اس کا جسم نسبتاً چھوٹا ہے۔ اس کی خصوصیات میں ایک بات یہ ہے کہ یہ شاخ یا ٹہنی جو اس کے سامنے کی طرف ہوتی ہیں اپنے پیروں سے پکڑ کر قلابازیاں کھاتا ہے اور اسی عالم میں تمام رات رہتے ہوئے خود ہی چہچہاتا رہتا ہے، جب صبح ہوتی ہے تو یہ شاخ کے اوپر بیٹھ جاتا ہے۔ گوکہ کہا جاتا ہے کہ یہ جانور بھی عبادت کرتا ہے لیکن یہ عین ممکن ہے کہ یہ عادت فطری ہو۔ یہ کبھی پانی نہیں پیتا ہے اور اس پر پانی زہر کی طرح اثر کرتا ہے جبکہ دوسرے پرندے پانی پر گزارہ کرتے ہیں۔

ماہ بہمن میں یکے بعد دیگرے اچھی خبریں قسطوں میں آئیں۔ پہلی یہ کہ رانا امر سنگھ نے فرمانبرداری قبول کرلی ہے اور دربار میں حاضری دینے کے لیے تیار ہے۔ اس کا احوال یوں ہے۔ میرے سعادت مند، بلند اقبال فرزند سلطان خرم نے بہت سی چوکیاں قائم کرکے، خصوصاً ایسے مقامات پر جہاں لوگوں کا کہنا تھا کہ ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آب وہوا ناقص اور علاقہ یکسر جنگلی ہے اور شاہی فوج کو یکے بعد دیگرے تعاقب میں لگاکر، بغیر گرمی کی شدت اور بارش کا خیال کیے ہوئے اور اس علاقہ کے باشندگان کے اہل خاندان کو قید کرکے، رانا کے لیے ایسی صورت حال پیدا کردی کہ اس پر ظاہر ہوگیا کہ اگر اس کے ساتھ یہ دوبارہ سلوک کیا گیا تو یا اسے علاقہ چھوڑ کر فرار ہونا پڑے گا یا قید کرلیا جائے گا۔ لاچار ہوجانے کی وجہ سے اس نے اطاعت کرنا اور وفادار رہنا منظور کیا اور میرے خوش قسمت فرزند کے پاس اپنے خالو شبھ کرن معہ ہری داس جھالا کو بھیجا، جو اس کے بھروسہ کے آدمیوں میں تھا اور درخواست کی کہ اگر وہ فرزند ارجمند میری تقصیر معاف کرکے اسے سکون قلب دے اور اس کے لیے نشان پنجہ مبارک حاصل

---

1 ہندستانی دُھرپد کا موجد راجہ مان، گوالیار کا تھا۔ گارسین دی تاسی، جلد اول، ص،12

2 سرسید کے متن کی عبارت یوں ہے "عادل خاں اظہار نمودہ کہ انچہ نسبت بہ بختر خاں از جاب بندگان حضرت بوقوع آمد گویا آں شفقت و مرحمت دربارہ من از قوت بفعل آمدہ است" ظاہر ہے کہ یہاں بیورج کا ترجمہ نامکمل ہے۔ مترجم



Marfat.com

کرے تو وہ خود اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اپنے جانشین فرزند کرن کو دربار اعلیٰ میں بھیجے گا یا اسے بھی دیگر راجاؤں کی طرح دربار میں ملازم کرلیا جائے گا تاکہ وہ خدمت کرسکے۔اس نے یہ بھی درخواست کی کہ پیری کی وجہ سے اسے دربار میں حاضر ہونے سے معاف کیا جائے۔ اسی کے مطابق میرے فرزند نے ان لوگوں کو مُلّا شکراللہ کے ساتھ بھیجا جسے اس معاملہ کے اختتام پر میں نے افضل خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور سندرداس اس کے میرسامان کو، اس مسئلہ کے طے ہوجانے کے بعد، دربار کے رائے رایان کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور درگاہ والا میں بھیجا گیا کہ حقیقت حال بیان کرے۔ چونکہ میری (274) دلی خواہش ہمیشہ یہ رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو پرانے خاندان نہ تباہ کیے جائیں، اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ رانا امر سنگھ اور اس کے اجداد اپنے پہاڑی علاقوں اور پناہ گاہوں کی طاقت کے گھمنڈ میں، کسی بھی ہندستانی بادشاہ سے نہیں ملے تھے اور نہ ہی اطاعت قبول کی تھی۔ یہ میرے دور حکومت میں ہوا۔ اپنے بیٹے کی درخواست پر میں نے رانا کو معاف کردیا اور ایک شفقت کا فرمان اس کی تسلی کے لیے جاری کیا اور اس پر اپنا پنجہ[1] ثبت کیا۔ میں نے ایک شفقت کا فرمان اپنے بیٹے کو بھی لکھا کہ اگر وہ اس معاملہ کو طے کرسکے تو میں بہت خوش ہوں گا۔ میرے فرزند نے ان کو ملا شکراللہ اور سندرداس کے ساتھ رانا کی تسلی کے لیے بھیجا اور اسے شاہی مراعات کی امید دلائی۔ اس کے نام ایک پُرشفقت فرمان معہ پنجہ مبارک اسے دیا۔ یہ طے پایا کہ اتوار 26 ماہ بہمن کو وہ اور اس کے بیٹے تسلیمات بجا لانے کے لیے میرے بیٹے کے پاس حاضر ہوں گے۔ دوسری اچھی خبر بہادر کی موت کی خبر تھی جو گجرات کے حکمرانوں کے اخلاف میں تھا اور فتنہ و فساد کا خمیر تھا۔ اللہ پاک مہربان نے اس کا خاتمہ کردیا اور یہ اس کی رحمت تھی کہ یہ اسے فطری بیماری سے ملی۔ تیسری خبر ورزا (پرتگالی وائسرائے) کی شکست تھی جس نے پوری قوت کے ساتھ بندر سورت اور قلعہ کو حاصل کرنے کی جی توڑ کوشش کی تھی۔ بندر سورت کے لنگر کرنے کے مقام پر انگریزوں سے جنگ ہوئی جنھوں نے وہاں وائسرائے کے ساتھ پناہ لے رکھی تھی۔ ان کے بہت سے جہاز انگریزوں کی گولہ باری میں جل گئے۔ وہ مجبور ہوگیا کیونکہ اس کے پاس لڑنے کی طاقت نہیں تھی، اس لیے بھاگ گیا۔ اس نے کسی کو مقرب خاں کے پاس بھیجا جو گجرات کی بندرگاہوں کا صوبہ دار تھا اور صلح کی درخواست کی اور کہا کہ وہ صلح کرنے آیا ہے نہ کہ

---

1 متن میں 'غیر' چھپا ہے جو غلط ہے



Marfat.com

جنگ۔ یہ انگریز تھے جنھوں نے جنگ کی پہل کی تھی۔ ایک اور خبر یہ تھی کہ کچھ راجپوتوں نے طے کیا تھا کہ عنبر کا قتل کر دیا جائے۔ گھات لگاکر اور موقعہ کا فائدہ اٹھاکر اس تک جا پہنچے۔ ان میں سے ایک نے اسے (عنبر) کو ہلکے زخم لگاوے۔ وہ لوگ جو عنبر کے قریب تھے ان راجپوتوں کو قتل کر کے عنبر کو اس کی منزل تک لے گئے۔ اگر کچھ اور راجپوت ہوتے تو اس کا خاتمہ کر دیتے۔

اس ماہ کے آخر میں جب میں اجمیر کے نواح میں شکار میں مشغول تھا، محمد بیگ، میرے خوش بخت فرزند کا ملازم آیا اور یہ روداد پیش کی اور بتلایا کہ رانا اپنے بیٹوں کے ساتھ آیا تھا اور شہزادے کو تسلیمات بجا لایا۔ تفصیلات روداد سے معلوم ہوں گی۔ میں فوراً ہی بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوگیا اور اس کا شکر گزار ہوا۔ میں نے ایک گھوڑا، ایک ہاتھی، جواہرات سے مرصع ایک خنجر مذکورہ محمد بیگ کو پیش کیا اور اسے ذوالفقار خاں کے خطاب سے نوازا۔ اس روداد سے معلوم ہوا کہ اتوار 26 بہمن کو رانا نے اپنی تسلیمات میرے خوش بخت فرزند کو اس طرح پیش کیں جیسے ملازمین اپنی تسلیمات پیش کرتے ہیں اور بطور نذر ایک بڑا سا لعل جو اس کے خاندان میں تھا معہ اشیا اور سات ہاتھیوں کے جن میں سے کچھ میرے ذاتی ہاتھی خانہ کے لیے مناسب تھے اور جو اب تک ہمارے ہاتھ نہیں لگے تھے اور صرف یہی اس کے پاس رہ گئے تھے، معہ نو گھوڑوں کے پیش کیے۔ میرا بیٹا بھی ان کے ساتھ کمال مہربانی کے ساتھ پیش آیا۔ جب رانا نے ملاقات کے لیے اپنے پاؤں آگے بڑھائے اور اپنی غلطیوں کی معافی طلب کی تو اس (خرم) نے اس کا سر اپنے سینہ سے لگا لیا اور اسے دلاسا دے کر تسلی دی۔ اس نے اس کو ایک نہایت شاندار خلعت، جواہرات سے مرصع ایک تلوار، ایک گھوڑا مع زین مرصع، ایک ذاتی ہاتھی معہ چاندی کی عماری کے اور اس کے ساتھ آنے والے سو افراد کو جو سروپا کے مستحق تھے، ان کو سو سروپا، 50 گھوڑے اور بارہ عدد جواہرات سے مزین کھپوا دیے۔ جیسا کہ زمینداروں کا دستور ہے کہ بیٹے کو جو اس کا جانشین ہوتا ہے، بادشاہ یا بادشاہ زادے کو تسلیمات پیش کرنے اپنے والد کے ساتھ نہیں جانا چاہیے، رانا نے اس دستور کو اپنایا اور کرن کو جسے ٹیکہ ملا تھا ساتھ نہیں لایا۔ چونکہ اس فرزند (خرم) سعادت مند بلند اقبال کی اسی دن کے اختتام پر روانگی کی ساعت مقرر تھی، اس نے اس کو (رانا)



Marfat.com

کو رخصت دے دی تاکہ وہ جاکر کرن کو تسلیمات پیش کرنے کے لیے بھیج سکے۔ ان کے جانے کے بعد کرن بھی آیا اور تسلیمات پیش کیں۔ اس کو بھی اس نے ایک شاندار خلعت جواہرات سے مرصع، ایک تلوار، ایک خنجر، ایک گھوڑا معہ سونے کی زین کے اور ایک خاص ہاتھی پیش کیا۔ اسی دن وہ کرن کو لے کر میرے پاس چل پڑا۔

13/ اسفندارمز، میری اجمیر میں شکار گاہ سے واپسی ہوئی۔ 17/ماہ بہمن سے آج تک کے عرصہ میں شکار کھیلتا رہا۔ ایک شیرنی کا معہ تین بچوں کے اور 13 نیل گاؤ کا شکار ہوا۔ خوش بخت شاہزادہ (خرم) نے اسی ماہ کی 10 تاریخ کو، موضع دیورانی جو شہر اجمیر سے قریب ہے، پڑاؤ ڈالا۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ تمام امرا جاکر اس سے ملاقات کریں اور ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق اسے نذر پیش کرے۔ دوسرے دن یک شنبہ 11 کو وہ سعادت مند میری خدمت میں حاضر ہوکر شرف یاب ہوا۔ دوسرے دن شاہزادہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ تمام فاتح افواج کے ساتھ جو اس کے ساتھ خدمت کے لیے متعین کی گئی تھیں، دولت خانہ خاص و عام میں داخل ہوا۔ اس کی حاضری میرے سامنے دن کے دوپہر اور دو گھڑیاں گزرنے کے بعد مقرر تھی۔ اس نے کورنش اور تسلیمات بجا لانے کی سعادت حاصل کی۔ اس نے 1,000 اشرفی اور 1,000 روپے نذر میں پیش کیے اور اتنی ہی رقم خیرات کے لیے دی۔ میں نے اس بیٹے کو سامنے بلایا اور اس سے بغل گیر ہوا۔ اس کی پیشانی اور چہرہ کو بوسہ دے کر اسے خاص مہربانی اور مبارک باد سے سرفراز کیا۔ جب وہ خدمات کے لوازمات اور نذر و خیرات پیش کرچکا تو اس نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو کرن. بھی سجدہ اور کورنش سے سرفراز ہو جائے۔ میں نے حکم دیا کہ اسے لایا جائے۔ بخشیوں نے عام دستور اور رسومات کی طرح اسے پیش کیا۔ جب سجدہ و تسلیمات پورے ہوچکے، اپنے فرزند خرم کی درخواست پر، میں نے حکم دیا کہ اسے دائرہ کے دائیں جانب رکھا جائے۔ اس کے بعد میں نے حکم دیا کہ وہ جاکر اپنی ماؤں سے ملاقات کرے۔ اسے میں نے خاص خلعت بھی دی جو جواہرات سے مرصع چار قُب کی تھی۔ علاوہ ازیں ایک کم خواب کا کوٹ اور موتیوں کی مالا بھی پیش کی۔ جب اس نے تسلیمات پیش کی تو اسے ایک خاص خلعت، ایک خاص گھوڑا معہ زین مرصع اور ایک خاص ہاتھی دیا۔ میں نے کرن کو بھی ایک شاندار خلعت اور تلوار مرصع سے سرفراز کیا۔ امرا



Marfat.com

اور منصب دار بھی تسلیمات اور کورنش بجا لائے اور نذریں پیش کیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اس کی خدمت اور منصب کے مطابق مراعات سے عزت افزائی کی گئی۔ چونکہ کرن کا دل جیتنا ضروری تھا جو وحشی مزاج تھا اور کبھی مجلسوں کی شکل نہیں دیکھی تھی اور پہاڑوں میں رہتا تھا، میں روزانہ اس کے ساتھ لطف و کرم کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ دوسرے دن حاضر ہوا تو اسے جواہرات سے مرصع ایک خنجر، اس کے بعد کے دن ایک عراقی گھوڑا معہ زین مرصع اسے پیش کیے گئے۔ جس دن وہ زنانہ دربار میں گیا تو نورجہاں بیگم نے اپنی طرف سے ایک قیمتی خلعت، جواہرات سے مرصع ایک تلوار، ایک گھوڑا معہ زین اور ایک ہاتھی پیش کیا۔ اس کے بعد میں نے اسے ایک بیش قیمت موتیوں کی مالا پیش کی۔ دوسرے دن ایک خاص ہاتھی معہ تلایر (آرائشی سامان) دیا گیا۔ چونکہ میرے دماغ میں یہ تھا کہ اسے کچھ ہر طرح کی چیزیں دی جائیں میں نے اسے تین باز، اور تین شاہین، ایک خاص تلوار، ایک بکتر، ایک جوشن خاص، دو انگوٹھیاں، ایک میں لعل جڑے ہوئے تھے اور دوسرے میں زمرد، پیش کیا۔ ماہ کے اختتام پر میں نے حکم دیا کہ ہر قسم کے کپڑے، قالین، تکیے اور ہر قسم کے عطر معہ طلائی برتنوں کے، دو گجراتی بیل گاڑیاں، کپڑے وغیرہ ایک سو خوانوں میں لگائے جائیں۔ احدی اسے اپنے ہاتھوں اور کندھوں پر اٹھا کر دیوان عام تک لائے اور اسے (کرن) پیش کیا گیا۔

ثابت خاں[1] مجلس بہشت آئین میں ہمیشہ بہکی باتیں اور برے اشارے اعتمادالدولہ اور ان کے بیٹے آصف خاں کے بارے میں کیا کرتا تھا۔ دو ایک بار میں نے اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کردیا، لیکن اس پر اثر نہیں ہوا۔ چونکہ مجھے اعتمادالدولہ کی عزت بہت عزیز تھی اور ان کے خاندان سے میری قریبی قرابت داری تھی، ایسا طرز عمل میرے مزاج کے سخت خلاف تھا۔ ایک رات بغیر کسی سبب اور مقصد کے اس نے ان کے لیے ناخوشگوار الفاظ بکنا شروع کیا اور یہاں تک بڑھ گیا کہ اعتمادالدولہ کے چہرہ سے پریشانی اور ناگواری ظاہر ہو رہی تھی۔ دوسرے دن میں نے اسے دربار کے ایک ملازم کی تحویل میں آصف خاں کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ گزشتہ شام اس نے، اس کے (آصف خاں) کے والد کی شان میں ناخوشگوار

---

[1] رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں "دیانت خاں" ہے اور یہی نام انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں بھی ملتا ہے۔



Marfat.com

الفاظ کہے تھے۔ میں نے اسے (ثابت خاں) کو اس کے حوالہ کردیا تاکہ اگر اس کا جی چاہے تو وہ اس کو وہاں پر یا گوالیار کے قلعہ میں قید رکھے جب تک وہ اس کے والد سے معافی نہیں مانگ لیتا، میں اس کے گناہ کبھی معاف نہیں کروں گا۔ حکم کے مطابق اس نے ثابت خاں کو گوالیار کے قلعہ میں بھیج دیا۔

اسی ماہ جہانگیر قلی خاں کو ترقی دے کر بڑے منصب پر فائز کیا گیا جو 2,500 ذات اور 2,000 سوار تھا۔ احمد بیگ خاں، جو مملکت کے قدیم ملازمین میں ایک تھا، صوبہ کابل کے سفر میں کچھ غلطی کر بیٹھا اور قلیج خاں نے جو فوج کا سپہ سالار تھا بار بار شکایت کی کہ وہ کج خلقی سے پیش آرہا تھا، ضرورتاً میں نے اسے دربار بُلا بھیجا اور سزا دینے کے لیے اس کو مہابت خاں کے حوالہ کردیا کہ اسے رنتھنبور کے قلعہ میں قید کردیا جائے۔ قاسم خاں صوبہ دار بنگال نے دو لعل نذر میں بھیجے تھے جو میرے سامنے پیش کیے گئے، چونکہ میں نے دستور بنا رکھا تھا کہ رات کو دوپہر گزر جانے کے بعد، درویشوں اور ضرورت مندوں کو، جو عالیشان محل کے پاس جمع ہوتے تھے میرے سامنے پیش کیے جایا کریں۔ اس سال بھی حسب معمول میں نے درویشوں کو اپنے ہاتھوں سے اور اپنی موجودگی میں 55,000 روپے اور 1,90,000 بیگھے زمین معہ 14 مکمل مواضعات کے، 26 ہل[1]، 11,000 گدھوں[2] پر لادنے کے برابر کے وزن میں چاول تقسیم کیے۔ میں نے 732 موتی، جس کی قیمت 36,000 روپے تھی، بھی ان ملازمین میں تقسیم کیے جو وفاداری میں اپنے کانوں کو چھدوا چکے تھے۔

ماہ مذکورہ کے آخر میں خبر آئی کہ رات کے ساڑھے چار گھڑیاں گزرنے کے بعد، اتوار، تاریخ 11 ماہ مذکور کو، اللہ پاک نے شہر برہان پور میں، سلطان پرویز کو شاہزادہ مراد کی بیٹی کے بطن سے، ایک بیٹا عطا فرمایا۔ میں نے اس کا نام سلطان دوراندیش رکھا[3]

---

1 'قلبہ' یہ زمین کی پیمائش کا پیمانہ نہیں معلوم ہوتا۔ 2 'خردار' ایک طرح کا وزن، دیکھیے، جیرٹ، جلد دوم، ص، 394 جہاں خردار کو دس ہندستانی من کے برابر بتلایا گیا ہے۔ 3 غالباً یہ وہ لڑکا تھا جس کا انتقال 14 سال میں ہوا۔ دیکھیے توزک، ص، 282



Marfat.com

# مبارک تخت نشینی کا دسواں سال

شنبہ یکم فروردین، میرے دسویں سال جلوس مطابق 8/4 ماہ صفر 1024ھ (مطابق مارچ 1615) سورج برج حوت سے برج حمل میں داخل ہوا، اور اتوار کی شب کی تین گھڑیاں بھی گزر چکیں تو میں تخت دولت پر بیٹھا۔ نئے سال کی دعوت اور رسومات معمول کے مطابق مقرر کی گئی تھیں، ممتاز شاہزادگان، عالی مرتبت خواتین، مخصوص عہدہ داران اور وزرائے حکومت نے سلام و مبارک بادیں پیش کیں۔ ماہ کی پہلی تاریخ کو اعتمادالدولہ کے منصب میں 5,000 ذات اور 2,000 سوار میں ایک ہزار ذات اور سوار کا اضافہ کیا گیا۔ کنور کرن، جہانگیر قلی خاں اور راجہ بیر سنگھ دیو کو خاص گھوڑے مرحمت کیے گئے۔ 2/ تاریخ کو آصف خاں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ یہ پسندیدہ نذر تھی جس میں جواہرات، جواہرات کے زیورات، سونے کی اشیا اور ہر قسم اور وضع کے کپڑے تھے جن کا بغور ملاحظہ کیا گیا۔ ان میں سے جو میں نے پسند کیا ان کی مالیت 85,000 روپے تھی۔ اس دن ایک مرصع تلوار معہ پردولہ و بندوبار[2] کرن کو دیا گیا۔ ایک ہاتھی جہانگیر قلی خاں کو پیش کیا گیا۔ چونکہ میں نے دکن جانے کا ارادہ کرلیا تھا، میں نے عبدالکریم ماموری کو حکم دیا کہ وہ مانڈو جائے اور وہاں میری ذاتی رہائش کے لیے ایک نئی عمارت تعمیر کرے اور قدیم سلاطین کی عمارتوں کی مرمت کرادے۔

3/ تاریخ کو راجہ بیر سنگھ دیو کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ ایک لعل، چند موتی اور ایک ہاتھی قبول کیے گئے۔ 4/ کو مصطفیٰ خاں کے منصب میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کرکے 2,000 ذات اور 250 سوار کردیا گیا۔ 5/ کو میں نے اعتمادالدولہ کو ایک علم اور نقارہ دے کر اسے بجانے کی اجازت دی۔ آصف خاں کے منصب میں 1,000 ذات اور سوار کا اضافہ کرکے 4,000 ذات اور 2,000 سوار کردیا۔ راجہ بیر سنگھ دیو کے منصب میں 700 سوار اضافہ کرکے میں نے اسے وطن جانے کی اجازت اس ہدایت سے ساتھ دی کہ وہ بتلائے گئے اوقات پر دربار میں حاضری دیتا رہے۔ اسی دن ابراہیم خاں

---

1. اسے 18 ہونا چاہیے۔ دیکھیے ایلیٹ، ششم، ص 341، انڈیا آفس، مخطوطہ نمبر 181 میں 20 ہے جو غالبا درست ہے کیونکہ 'بستم' اور 'ہشتم' میں کاتب اکثر سہو کر جاتا ہے۔ برٹش میوزیم مخطوطہ Add. 26215 میں 'دوشنبہ' کے بجائے شنبہ ملتا ہے۔
2. تلوار باندھنے کی کوئی شے



Marfat.com

کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ تمام چیزوں میں سے کچھ مجھے پسند آئیں۔

راجہ نگر کوٹ کے بیٹوں میں کشن چند کو راجہ کے خطاب سے نوازا گیا۔

جمعرات 6/ کو اعتمادالدولہ کی نذر میرے سامنے چشمہ نور پر پیش کی گئی۔ ایک بڑی محفل قائم کی گئی اور برائے لطف و کرم تمام نذورات کا ملاحظہ کیا گیا۔ جواہرات اور جواہرات سے بنی چیزوں اور بہترین قسم کے کپڑوں میں ایک لاکھ روپے کی مالیت کا سامان قبول کیا گیا اور بقیہ لوٹا دیے گے۔

7/ کو میں نے کشن سنگھ کے منصب میں 1,000 ذات جو پہلے 2,000 ذات اور 1,500 سوار تھا، اضافہ کردیا، اسی دن چشمہ نور کے قریب ایک چیتے کا شکار کیا گیا۔

8/ کو میں نے کرن کو 5,000 ذات و سوار کا منصب، موتیوں کی ایک چھوٹی مالا اور زمرد جس کے وسط میں لعل جڑا ہوا تھا اور جسے ہندوؤں کی زبان میں اسمرن کہتے ہیں، پیش کیا۔

میں نے ابراہیم خاں کے منصب میں 1,000 ذات اور 400 سوار کا اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 1,000 سوار کردیا۔ حاجی بے ازبیک کے منصب میں 300 سوار کا اضافہ کیا گیا اور راجہ شیام سنگھ کے منصب میں 500 ذات کا جو اَب 2,500 ذات اور 1,400 سوار کا ہو گیا۔

اتوار 9/ کو سورج گرہن دن کی بارہ گھڑیاں گزرنے کے بعد ہوا۔ یہ مغرب سے شروع ہوا۔ سورج کا 4/5 حصہ گرہن زدہ تھا۔ گرہن لگنے کے بعد سے اس وقت تک جبکہ اترنا شروع ہوا (ص، 282) آٹھ گھڑیاں گزر گئیں۔ ہر قسم کی خیرات اور اشیا جس میں دھات والی بھی تھیں، جانور، سبزیاں وغیرہ فقرا، غربا اور ضرورت مند افراد میں تقسیم کی گئیں۔ اس دن میرے سامنے راجہ سورج سنگھ کی نذر پیش کی گئی جو قبول ہوئی۔ اس کی مالیت 43,000 روپیوں کی تھی۔ بہادر خاں صوبہ دار قندھار کی نذر بھی اسی دن میرے سامنے لائی گئی۔ اس کی کل مالیت 14,000 روپے تھی۔

دوشنبہ 29/ صفر/ 30/ مارچ 1615 رات کے دوپہر گزرنے کے بعد جب برج قوس بلندی پر تھا، بابا خرم کے یہاں ایک فرزند آصف خاں کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام داراشکوہ رکھا۔ مجھے امید ہے کہ اس کی پیدائش اس مملکت کے



Marfat.com

لیے مبارک ثابت ہو کر اسے دوام بخشے گی۔

سید علی بارہہ کے منصب میں 500 ذات اور 300 سوار کا اضافہ کیا گیا جو بڑھ کر 1,500 ذات اور 500 سوار ہو گیا۔

10ر تاریخ کو اعتبار خاں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی جو 40,000 روپیوں کی مالیت کی تھی قبول کی گئی۔ اس دن خسرو بی ازبیک کے منصب میں 300 سوار کا اضافہ کیا گیا اور منگلی خاں کا منصب اضافہ کر کے 500 ذات اور 200 سوار کیا گیا۔

11ر تاریخ کو مرتضٰی خان کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ اُن میں سے سات عدد لعل، موتیوں کی ایک مالا اور 270 دیگر موتی قبول کیے گئے جن کی مالیت 1,45,000 روپے تھی۔

12ر تاریخ کو مرزا راجہ بھاؤ سنگھ اور راوت شنکر کی نذریں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ 13ر تاریخ کو خواجہ ابوالحسن کی نذر میں سے ایک قطبی لعل، ایک ہیرا اور موتیوں کی ایک مالا، پانچ انگوٹھیاں، چار موتی، کچھ کپڑے جن کی مالیت 32,000 روپے تھی قبول کی گئی۔ 14ر کو خواجہ ابوالحسن کے منصب کو جو 3,000 ذات اور 700 سوار تھا، اس میں 1,000 ذات اور 500 سوار اضافہ کیا گیا اور وفادائی خاں کے منصب میں 750 ذات اور 200 سوار میں اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 1,200 سوار کر دیا گیا۔ اسی دن مصطفٰی بیگ، سفیر شاہ ایران، میرے حضور میں حاضری سے شرف یاب ہوا۔ گرجیستان (جارجیا) کے معاملہ کو طے کرنے کے بعد میرے معزز بھائی نے اسے ایک خط کے ساتھ جس میں دوستی اور خلوص کا اظہار تھا، معہ چند گھوڑوں، اونٹوں اور حلب کی مصنوعات کے ساتھ، جو اس خوش قسمت بھائی کے پاس ترکی (روم) سے آئی تھیں، میرے پاس بھیجا تھا، نو عدد یورپی شکاری کتے جس کے لیے درخواست کی گئی تھی، بھی بھیجے گئے تھے۔

مرتضٰی خاں نے اس دن رخصت حاصل کی تاکہ وہ قلعہ کانگڑہ کی تسخیر کی مہم پر روانہ ہو سکے جس کا مضبوطی میں کوئی دوسرا قلعہ پورے پنجاب کے پہاڑی علاقہ اور دوسری آباد دنیا میں نہیں تھا۔ اس زمانہ سے جب کہ اسلام کی صدا ملک ہندستان میں پہنچی تھی اور اس وقت تک جب کہ حکومت کے تخت پر یہ خادم اللہ بیٹھا، کسی بھی حکمران نے یا بادشاہ نے اس پر قبضہ حاصل نہیں کیا تھا۔ ایک بار میرے محترم والد کے



Marfat.com

عہد میں، پنجاب کی فوج اس قلعہ کی تسخیر کے لیے بھیجی گئی تھی اور اس کا کافی دنوں تک محاصرہ کیا تھا لیکن وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ قلعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا اور فوج کو کسی اور دوسری ضروری مہم پر مامور کردیا گیا۔ جب میں نے مرتضیٰ خاں کو رخصت کیا تو اسے ایک ذاتی ہاتھی معہ آرائشی سامان کے دیا۔ راجہ سورج مل پسر راجہ باسو کو بھی، جس کا ملک قلعہ کے قریب تھا، متعین کیا گیا اور اس کے قدیم منصب میں 500 ذات و سوار کا اضافہ کیا گیا راجہ سورج سنگھ بھی اپنے علاقہ و جاگیر سے آیا اور میری خدمت میں حاضری دی اور 100 اشرفیوں کی نذر پیش کی۔ 17/ کو مرزا رستم کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی، دو خنجر مرصع، موتیوں کی مالا، کپڑوں کے چند پارچے، ایک ہاتھی، اور چار گھوڑوں کو قبول کیا گیا اور بقیہ لوٹا دیے گے۔ ان کی مالیت 1,5000 روپے تھی۔ اسی دن اعتقاد خاں کی نذر جس کی مالیت 1,8000 روپے تھی میرے سامنے پیش کی گئی۔ 18/ کو جہانگیر قلی خاں کی نذر ملاحظہ کی گئی۔ جواہرات اور کپڑے 1,5000 روپیوں کی مالیت کے قبول کیے گئے۔ اعتقاد خاں کے منصب کو جو 700 ذات اور 200 سوار تھا، میں نے اس میں اضافہ کرکے (ص، 284)، 800 ذات اور 300 سوار اضافہ کردیا جو منجملہ 1,500 ذات اور 500 سوار ہوگیا۔ خسرو بی ازبیک جو ممتاز سپاہیوں میں ایک تھا اسہال کے مرض میں مر گیا۔ آٹھویں دن (تاریخ) جمعرات کا دن تھا، دوپہر اور چار گھڑیوں کے گزرنے کے بعد شرف (سورج کی اعلیٰ ترین بلندی) کا آغاز ہوا۔ اس مبارک دن، میں مسرت و خوشحالی کے تخت پر بیٹھا، لوگوں نے سلام و مبارک بادیں پیش کیں۔ جب دن کا ایک پہر باقی رہا تو میں چشمہ نور پر گیا۔ قرار کے مطابق مہابت خاں کی نذر وہاں پیش کی گئی۔ اس نے بہت خوبصورت جواہرات اور زیورات، کپڑے اور ہر طرح کی دیگر اشیا بہم پہنچائی تھیں جس سے میں بہت خوش ہوا۔ اس میں ایک مرصع کھپوا (خنجر) جسے اس کی درخواست پر شاہی کاریگروں نے بنایا تھا اور اس کے برابر کی قیمت کا کہیں کسی بھی ذاتی خزانہ میں موجود نہیں تھا اور 1,000,00 (ایک لاکھ) روپے مالیت کا تھا۔ ان کے علاوہ جواہرات اور دوسری اشیا جن کی مالیت 1,38,000 روپے تھی قبول کی گئیں۔ بلاشبہ یہ بہت شاندار نذر تھی۔ مصطفیٰ بیگ کو جو ایران کے حکمران کا سفیر تھا، میں نے 20,000 درب یا 10,000 روپے یے۔ 21/ کو میں نے عبدالغفور کے ہاتھ دکن کے امرا کے لیے خلعت فاخرہ بھیجی۔ ہ بکرماجیت نے اپنی جاگیر پر جانے کے لیے رخصت حاصل کی۔ اسے پرم نرم[1] (ایک ، شال) دی گئی۔ میں نے اسلام خاں کے پسر ہوشنگ کے منصب میں جو 1,000 ذات



Marfat.com

اور 500 سوار تھا، 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کر دیا۔ 23 ر کو ابراہیم خاں کو ترقی دے کر صوبہ بہار تفویض کیا گیا۔ ظفر خاں کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔ ابراہیم خاں کا منصب 2,000 ذات اور 1,000 سوار تھا، اس میں، میں نے 500 ذات اور 1,000 سوار کا اضافہ کر دیا۔ اسی دن سیف خاں کو اپنی جاگیر پر جانے کے لیے رخصت کیا گیا۔

بہادرالملک جو دکن کی فوج سے متعلق تھا اور 2,500 ذات، 2,100 سوار کا منصب دار تھا، اس کے منصب میں 500 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کیا گیا۔ خواجہ تقی کے منصب میں جو 800 ذات اور 180 سوار کا تھا، 200 ذات کا اضافہ کیا گیا۔ 25 کو سلام اللہ عرب کے منصب میں 200 سوار کا اضافہ ہوا جو 1,500 ذات اور 1,000 سوار کا ہوگیا۔ میں نے مہابت خاں کو اپنے خاص گھوڑوں میں سے ایک سیاہ ابلق گھوڑا، جسے ایران کے حکمران نے بھیجا تھا، پیش کیا۔ جمعرات کے دن کے اختتام پر میں بابا خرم کے گھر گیا اور وہاں رات کے ایک پہر تک مقیم رہا۔ اس دن اس کی دوسری نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ پہلے روز اس نے تسلیمات پیش کی اور میرے سامنے رانا کا مشہور لعل، جو اس نے میرے فرزند کو نذر کیا تھا اور جس کی قیمت جوہریوں نے 60,000 روپے لگائی تھی، مجھے نذر کیا۔ لیکن اس کی جس قدر تعریف کی جاتی تھی وہ ایسا نہیں تھا۔ اس لعل کا وزن آٹھ ٹانک[2] تھا۔ پہلے یہ رائے مالدیو کے قبضہ میں تھا جو راٹھور قبیلہ کا سردار تھا اور ہندستان کے خاص حکمرانوں میں تھا۔ اس سے یہ لعل اُس کے بیٹے چندر سین کو منتقل ہوا جس نے اپنی بدحالی اور غربت کے دوران رانا اودے سنگھ کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہاں سے یہ رانا پرتاپ کو ملا اور پھر رانا امر سنگھ کو۔ چونکہ اس کے پاس کوئی اور قیمتی تحفہ نہیں تھا، اس نے اس دن میرے خوش بخت فرزند خرم کو نذر کیا۔ جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ ساتھ میں ہاتھی جو ہندستانی محاورہ کے مطابق گھیتہ چار[3] کہے

---

1. اکبر نے پرم نرم (بے حد نرم) الفاظ کا استعمال شال کے لیے کیا تھا۔ دیکھیے بلاک مین، ص، 90
2. گلیڈون کے مطابق 96 ٹانک= ایک سیر۔ 4 ماشہ کا ایک ٹانک اور ایک ماشہ تقریباً 18 دانے نزاکے۔
3. متن میں 'گھیتہ چار' برٹش میوزیم کے دونوں مخطوطات میں، جس سے میں نے رجوع کیا ہے۔ لفظ 'پا' نہیں ہے بلکہ کھتہ یا کھتہ چار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ 'گھٹا' ہونا چاہیے جس کے معنی سنسکرت میں ہاتھی کی فوج کے ہیں جسے جنگ کے لیے اکٹھا کیا گیا ہو۔ لفظ 'چار' کے متعلق میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ شاید یہ اضافہ ہے۔ ابوالفضل کے مطابق ہاتھیوں کے جھنڈ کو ساہو کہا جاتا ہے۔ بلاک مین، ص، 122



Marfat.com

جاتے تھے، (ص، 286) میں نے حکم دیا کہ لعل پرکندہ کیا جائے کہ رانا امر سنگھ نے نذر میں سلطان خرم کو پیش کیا تھا۔ اس دن بابا خرم کی پیش کردہ نذورات میں سے چند قبول کی گئیں۔ ان میں سے ایک صندوقچہ بلوریں جسے فرنگیوں نے بہت سلیقہ سے تیار کیا تھا، چند زمرد، تین انگوٹھیاں، چار عراقی گھوڑے اور دوسری اشیا جن کی مالیت 8,000 روپیوں کی تھی۔ جس دن میں اس کے گھر گیا تھا، اس نے شاندار نذر تیار کی تھی۔ حقیقتاً میرے سامنے چار پانچ لاکھ کے سامان پیش کیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک لاکھ روپے کی مالیت کے برابر قبول کیے گئے اور بقیہ لوٹا دیے گئے۔

28/ کو خواجہ جہاں کے منصب کو جو 3,000 ذات اور 1,800 سوار تھا، 500 ذات اور 400 سوار سے اضافہ کیا گیا۔ ماہ کے آخر میں ابراہیم خاں کو میں نے ایک گھوڑا، ایک خلعت، ایک مرصع خنجر، علم و نقارہ دے کر صوبہ بہار کے لیے رخصت کیا۔ عرض مکرر کا عہدہ جو خواجگی حاجی محمد کے پاس تھا، اس کے انتقال کے بعد میں نے مخلص خاں کو دیا جو میرا معتمد ہے۔ دلاور خاں کے منصب میں 300 کا اضافہ کرکے 1,000 ذات و سوار کا منصب دار کردیا گیا۔ چونکہ کنور کرن کے رخصت کا وقت قریب تھا، میری خواہش تھی کہ میں اسے اپنے بندوق کی نشانہ بازی کی مہارت دکھاؤں۔ اسی وقت قراولوں نے ایک شیرنی کی خبر دی چونکہ میرا طے شدہ معمول یہ ہے کہ صرف نر شیر کا شکار کروں، اس خیال سے کہ کوئی نر شیر اس کے رخصت ہونے سے پہلے نہیں مل پائے گا، میں شیرنی کے شکار کے لیے چل پڑا۔ میں نے کرن کو ساتھ لیا اور اس سے کہا کہ وہ جہاں کہے گا میں نشانہ لگاؤں گا۔ اس اہتمام کے بعد میں وہاں گیا جہاں لوگوں نے شیرنی کی نشاندہی کی تھی۔ (ص، 287) اتفاقاً ہوا تیز تھی اور فضا میں کافی انتشار تھا۔ مادہ ہاتھی جس پر میں سوار تھا، شیرنی سے خوفزدہ تھا ایک جگہ نہیں رک پا رہا تھا۔ گولی چلانے میں ان دو رکاوٹوں کا خیال کیے بغیر میں نے سیدھے اس کی آنکھ کو نشانہ بنایا۔ اللہ نے مجھے اس شہزادہ کے سامنے شرمندہ ہونے نہیں دیا۔ جیسا کہ میں نے طے کیا تھا گولی اس کی آنکھ میں مار دی۔ اسی دن کرن نے مجھ سے ایک خاص بندوق کی درخواست کی۔ میں نے اسے ایک ترکی میں بنائی گئی بندوق دی۔

چونکہ ابراہیم خاں کو اس کی روانگی کے دن میں نے ہاتھی نہیں دیا تھا، اب میں نے اسے ایک خاص ہاتھی عطا کیا، اور ایک ہاتھی بہادرالملک اور وفادار خاں کو بھی بھیجا۔



Marfat.com

8 اردی بہشت کو میرے وزن قمری کا جشن منایا گیا۔ مجھے چاندی اور دوسری اشیا میں تولا گیا جو ضرورت مندوں اور مستحق لوگوں میں تقسیم کردی گئیں۔ نوازش خاں نے اپنی جاگیر پر جانے کے لیے درخواست کی جو مالوہ میں تھی۔ اسی دن میں نے ایک ہاتھی خواجہ ابوالحسن کو دیا۔ 9ر کو خان اعظم کو گوالیار کے قلعہ سے آگرہ لایا گیا جسے بلا بھیجا گیا تھا گوکہ وہ بہت سی لغزشوں کا مجرم تھا اور اس کے ساتھ جو میں نے سلوک کیا تھا اس میں حق بجانب تھا، تاہم جب وہ میرے سامنے لایا گیا اور میری نگاہ اس پر پڑی، اس سے زیادہ میں خود سے شرمندہ ہوا۔ اس کے تمام گناہوں کو معاف کرتے ہوئے میں نے اسے شال عطا کی جو میرے گلے میں پڑی تھی۔ میں نے کنور کرن کو 1,00000 داراب عطا کیے۔ اسی دن راجہ سورت سنگھ ایک قوی ہیکل ہاتھی بطور نذر لائے' جس کا نام رن راوت تھا۔ اسے میں نے اپنے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھا۔

10ر کو خواجہ جہان کی نذر جو اس نے آگرہ سے اپنے بیٹے کے ہاتھ بھیجی تھی میرے سامنے پیش کی گئی۔ اس میں ہر طرح کی اشیا تھیں جن کی مالیت 40,000 روپے تھی۔

12ر کو خان دوراں کی نذر جس میں 45 گھوڑے[1] (ص، 288)، دو قطار اونٹ، عربی کتے اور شکاری باز تھے میرے سامنے لائے گئے۔ اسی دن سات اور ہاتھی، راجہ سورت سنگھ کی طرف سے پیش کیے گئے جنھیں میں نے اپنے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھ دیا۔

تحیر خاں نے میری خدمت میں چارماہ رہنے کے بعد، آج جانے کی رخصت پائی۔ عادل خاں کو ایک پیغام بھیجا گیا۔ میں نے اس کو دوستی اور دشمنی کے فوائد اور نقصانات سمجھائے اور تحیر خاں سے قول لیا کہ وہ یہ تمام باتیں عادل خاں سے کہے گا اور اسے وفاداری و فرمانبرداری کی راہ پر واپس لائے گا۔ اس کے رخصت کے وقت، میں نے اسے اور چیزوں سے نوازا۔ مختصراً اس مختصر عرصہ میں جو تحائف میں نے ذاتی طور پر اسے دیے یا شہزادوں اور امرا نے حکم کے مطابق اسے پیش کیے اس کی مالیت ایک لاکھ روپیوں کی ہوگی۔

---

1. پنج نقوز یعنی 45 = 5 x 9 متن میں تاقور ہے۔



Marfat.com

14/ر کو میرے فرزند خرم کا منصب اور انعام مقرر کیا گیا۔ اس کا منصب 12,000 ذات اور 6,000 سوار تھا اور اس کے بھائی پرویز کا 15,000 ذات اور 8,000 سوار تھا۔ میں نے حکم دیا کہ دیگر انعامات کے علاوہ اس کا منصب پرویز کے برابر کردیا جائے۔ میں نے اسے ذاتی ہاتھی پنچھی گج معہ ویراق کے جس کی مالیت 12,000 روپے تھی، دیا۔ 16/ر کو ایک ہاتھی مہابت خاں کو دیا گیا۔ 17/ر کو راجہ سورت سنگھ کا منصب جو 4,000 ذات اور 3,000 سوار تھا، 1,000 کے اضافہ کے بعد 5,000 (ذات) کردیا گیا۔ عبداللہ خاں کی درخواست پر، خواجہ عبداللطیف کے منصب کو جو 500 ذات اور 200 سوار تھا، 200 کا اضافہ کرکے یہ حکم دیا گیا کہ اسے 1,000 ذات اور 400 سوار کردیا جائے۔ خان اعظم کے فرزند عبداللہ، جسے رنتھنبور کے قلعہ میں قید کیا گیا تھا، اس کے والد کی درخواست پر بلایا گیا۔ وہ دربار میں حاضر ہوا، میں نے اس کی زنجیریں پاؤں سے نکلوا دیں اور اسے اس کے والد کے گھر بھیج دیا۔ 24/ر کو راجہ سورت سنگھ نے بطور نذر ایک دوسرا ہاتھی پیش کیا جس کا نام فوج سنگار تھا، گوکہ یہ بھی ایک اچھا ہاتھی ہے اور میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھا گیا ہے، اس کا مقابلہ پہلے ہاتھی سے نہیں کیا جاسکتا جو اس نے بھیجا تھا اور جو نادر زمانہ ہے اور جس کی قیمت 20,000 روپے ہے۔ 26/ر کو 200 ذات کا اضافہ بدیع الزماں، پسر مرزا شاہ رخ کے منصب میں کیا گیا جواب 700 ذات اور 500 سوار ہوگیا۔ اسی دن خواجہ زین العابدین جو نقشبندی خواجاؤں میں ہے، ماورالنہر سے آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔ وہ 18 گھوڑے نذر میں لایا تھا۔ قزلباش خان، جو صوبہ گجرات میں ایک معاون تھا، بغیر صوبہ دار کی اجازت کے دربار میں حاضر ہوا۔ میں نے حکم دیا کہ احدی اسے قید میں ڈال دیں اور اسے واپس گجرات کے صوبہ دار کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ دوسرے ایسی جرأت نہ کرسکیں۔

مبارک خاں سزاول کے منصب میں، میں نے 500 کا اضافہ کرکے 1,500 ذات اور 700 سوار کردیا۔ 29/ر کو میں نے خان اعظم کو 100,000 روپے دیے اور حکم دیا کہ پرگنہ داسنہ اور کاسنہ[1] جو 5,000 ذات کے برابر ہے۔ اس کی جاگیر مقرر کی جائے۔ اسی ماہ کے آخر میں، میں نے جہانگیر قلی خاں کو اس کے بھائیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ الہ آباد جانے کی اجازت دی جو ان کو جاگیر میں دیا گیا تھا، اس مجلس میں کرن کو

---

1۔ سرکار دہلی، (جیریٹ، جلد دوم، ص، 287)



Marfat.com

20 گھوڑے، ایک قبا (پرم نرم) کشمیری، 12 ہرن، اور 10 عربی کتے دیے گئے۔ دوسرے دن یکم خورداد کو، 40 گھوڑے، اس کے دوسرے دن 41 گھوڑے اور تیسرے دن 20 گھوڑے، یعنی تین دنوں کے اندر 101 گھوڑے کنور کرن کو دیے گئے۔ فوج سنگار ہاتھی کے بدلہ میں، ایک ہاتھی جو 10,000 روپیوں کی قیمت کا تھا، میرے ذاتی ہاتھی خانہ سے راجہ سورج سنگھ کو دیا گیا، 5/ ماہ رواں کو 10 پگڑیاں (چیرہ) 10 قبائیں اور کمربند کرن کو دیے گئے۔ 20 تاریخ کو میں نے اسے ایک اور ہاتھی عطا کیا۔

ان دنوں کشمیر کے اخبار نویس نے لکھا کہ ایک مُلا جس کا نام گدائی تھا اور پہنچا ہوا درویش تھا اور جس نے زندگی کے 40 سال ایک خانقاہ میں گزارے تھے، اپنی موت سے دو سال قبل اپنے وارثین سے جو اُس خانقاہ کے تھے یہ درخواست کی کہ اُسے خانقاہ کے ایک گوشہ میں ہی دفن کردیا جائے۔[1] انھوں نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس نے (گدائی) ایک جگہ کا انتخاب کیا۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے اعزہ و احباب اور جو اس کے محبوب تھے، اطلاع دی کہ اسے حکم ملا ہے کہ زندگی کی امانت سپرد کردوں اور سفرِ آخرت پر چل پڑوں، جو لوگ وہاں موجود تھے اس کی باتوں پر حیرت زدہ ہوئے اور کہا نبیوں کو بھی ایسی اطلاع نہیں تھی اور وہ کس طرح سے اس بات کو قبول کرلیں۔ اس نے کہ کہ ایسا حکم اسے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے معتقدین میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوا جو وہاں کے قاضیوں کے اخلاف میں تھا اور کہا کہ "تم میرے قرآن کا ہدیہ دوگے جو 700 ٹنکہ کا ہے اور قبر تک لے جاؤگے۔ جب تم جمعہ کی نماز کی اذان سنو تو میرے متعلق دریافت کرنا۔" یہ گفتگو جمعرات کے دن ہوئی تھی اس نے اپنا تمام سامان جو اس کے کمرہ میں تھا اپنے مریدوں اور شناساؤں میں تقسیم کردیا اور جاکر حمام میں غسل کیا۔ قاضی زادہ جمعہ کی اذان سے پہلے آیا اور اس کی خیریت دریافت کی۔ جب وہ حجرہ کے دروازہ پر آیا تو (ص، 291) اس کا دروازہ بند پایا۔ اس نے خادم سے پوچھا 'کیا ہوا'۔ خادم نے جواب دیا: "مُلا نے مجھے تاکید کی ہے کہ جب تک حجرہ

---

1. متن میں واضح نہیں ہے کہ درویش نے اپنی موت سے دو سال پہلے پیش گوئی کی تھی لیکن بظاہر جہانگیر کا یہی مطلب ہے کیونکہ وہ اس کی موت کے وقت کا ذکر کرتا ہے۔ اقبال نامہ، ص، 81 بھی دیکھیے، جس میں درویش کو حافظ بتلایا گیا ہے اور یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ پورے سری نگر کی آبادی اس کے جنازہ میں شریک تھی۔



Marfat.com

کا دروازہ از خود نہ کھلے میں اندر نہ جاؤں۔" ان الفاظ کے فوراً بعد مذکورہ حجرہ کا دروازہ از خود کھلا۔ قاضی زادہ ملازم کے ساتھ حجرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ملا دوزانو ہے اور قبلہ رو ہے۔ وہ مرچکا تھا۔ ایسے لوگ خوش قسمت ہیں جو اس ناہنجار دنیا سے اس آسانی کے ساتھ سفر آخرت پر چلے جاتے ہیں۔

کرم سین راٹھور کے منصب میں 200 ذات اور 50 سوار کا اضافہ کر کے میں نے اسے 1,000 ذات اور 300 سوار کردیا۔ 11/ماہ مذکور کو لشکر خاں کی نذر جو تین قطار اونٹوں اور بیس خِطا کی پیالیوں، رکابیوں اور 20 عربی کتوں پر مشتمل تھی میرے سامنے پیش کی گئی۔ 12/ کو ایک مرصع خنجر اعتبار خاں کو مرحمت کیا گیا۔ کرن کو میں نے ایک قلغی جس کی مالیت 2,000 روپے تھی پیش کی۔ 14/ کو میں نے ایک خلعت سر بلند رائے کے فرزند کو دے کر اسے دکن جانے کی رخصت دی۔

جمعہ کی شب، ایک پندرہواں عجیب واقعہ پیش آیا۔ اتفاق سے میں اس رات پشکر میں تھا۔ مختصر یہ کہ کشن، راجہ سورج سنگھ کا اپنا بھائی، گوبنداس سے جو راجہ کا وکیل تھا دشمنی رکھتا تھا کیونکہ چند دنوں پہلے اُس نے گوپال داس نامی نوجوان کو جو اس کا بھتیجہ تھا قتل کردیا تھا۔ اس قضیہ کی تفصیلات بتلانے میں بہت وقت صرف ہوگا۔ کشن سنگھ کو امید تھی کہ چونکہ گوپال داس، راجہ سورج سنگھ کا بھتیجہ بھی تھا وہ گوبنداس کو مار دے گا، لیکن راجہ نے گوبند داس کے تجربہ اور لیاقت کی وجہ سے، اپنے بھتیجہ کی موت کا بدلہ لینے کا خیال ترک کردیا۔ جب کشن داس نے راجہ کی لاپرواہی دیکھی تو اس نے خود فیصلہ کیا (ص، 292) کہ وہ اس کے بھتیجہ کا بدلا لے گا اور اس کا خون اس طرح ضائع نہیں ہونے دے گا۔ کافی دنوں تک وہ اس معاملہ کو اپنے دل میں رکھے رہا اور آخر اس رات کو اس نے اپنے بھائیوں، دوستوں اور ملازموں کو جمع کیا اور کہا کہ وہ اس رات کو گوبند داس کا کام تمام کردے گا۔ خواہ کچھ بھی ہو اور اس کو کوئی پرواہ نہیں کہ اس سے راجہ کو کیا نقصان پہنچے گا۔ راجہ اس سے بالکل بے خبر تھا کہ کیا ہورہا ہے۔ جب صبح قریب تھی، کرن اس کے بھائیوں کے بیٹوں اور دوسرے ساتھیوں کے ساتھ آیا۔ جب وہ راجہ کی رہائش کے پھاٹک پر پہنچا تو اس نے چند تجربہ کار لوگوں کو گوبنداس کے گھر پیادہ بھیجا جو راجہ کے گھر کے قریب تھا۔ وہ (کشن) خود گھوڑے پر سوار تھا اور پھاٹک کے



Marfat.com

قریب کھڑا تھا۔ پیدل جانے والے گوبنداس کے گھر میں داخل ہوئے اور ان لوگوں کو مار ڈالا جو پہرہ پر تعینات تھے۔ جب یہ جھڑپ جاری تھی گوبنداس جاگ گیا اور حیرانی کے عالم میں تلوار لے کر مکان کے ایک طرف سے نکلا تاکہ باہر چوکیداروں کا ساتھ دے سکے۔ جب وہ پیدل آدمی چند افراد کو ہلاک کر چکے تو وہ خیمہ سے باہر آئے اور کوشش کی کہ گوبند داس کا کام تمام کردیں اور جیسے ہی وہ ملا اسے بھی مار ڈالا جب گوبنداس کے قتل کی خبر کشن کو ملی وہ اسے برداشت نہ کرسکا، گھوڑے سے اتر پڑا اور پیدل حویلی میں داخل ہوا۔ ہرچند کہ اُس کے آدمیوں نے اپنی بے چینی اور پریشانی کا اظہار کیا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ پیدل رہے، اس نے کسی طرح کسی کی بات نہیں مانی۔ اگر وہ تھوڑی دیر اور رکا رہتا اور اس کے دشمن کی ہلاکت کی خبر اس کو مل جاتی تو ممکن تھا کہ وہ محفوظ رہتا اور سوار رہتا جیسے کہ وہ تھا، چونکہ تقدیر کے قلم نے کچھ اور ہی لکھ رکھا تھا، جیسے ہی وہ گھوڑے سے اترا اور اندر داخل ہو، راجہ جو محل کے اندر تھا، لوگوں کو شور و غل سے جاگ اٹھا اور ننگی تلوار لے کر اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا۔ ہر طرف سے لوگ جمع ہوگئے اور ان لوگوں کو گھیر لیا جو پیادہ تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پیدل (293) والوں کی کل تعداد کتنی ہے۔ بڑی تعداد میں آئے اور کشن سنگھ کے آدمیوں کے مقابل ہوگئے جن کی تعداد دس تھی، مختصر یہ کہ کشن سنگھ اور اس کا بھائی کرن، جب راجہ کے گھر پہنچے ان لوگوں کے حملہ کا شکار ہوگئے اور دونوں مارے گئے۔ کرن کے نو اور کشن سنگھ کے سات زخم آئے تھے اور اس قضیہ میں کل ملاکر 66 افراد دونوں جانب کے موت کا شکار ہوئے تھے۔ راجہ کی طرف کے 30 اور کشن سنگھ کے 36 لوگ تھے۔ جب سورج طلوع ہوا اور دنیا کو منور کیا تو یہ معاملہ سامنے آیا اور راجہ نے دیکھا کہ اس کا بھائی اور بھتیجہ معہ چند ملازمین کے جن کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا مارے جاچکے تھے اور بقیہ اپنے اپنے ٹھکانوں کو بھاگ گئے تھے۔ یہ خبر مجھے پشکر میں ملی۔ میں نے حکم دیا کہ ان مقتولین کو ان کی رسومات کے مطابق نذر آتش کردیا جائے اور مجھے تمام واقعات کی صحیح رپورٹ دی جائے۔ آخر میں یہ واضح ہوگیا کہ یہ واقعہ اسی طرح وقوع پذیر ہوا جیسا کہ لکھا جاچکا ہے اور تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے۔

8ر کو میران صدر جہاں اپنے وطن سے آئے اور میرے پاس حاضر ہوکر 100 مہروں کی نذر پیش کی۔ رائے سورج کو دکن میں فرائض منصبی کی انجام دہی کے لیے



Marfat.com

رخصت کیا گیا، میں نے دو موتی اس کے کانوں کے لیے اور ایک خاص کشمیری شال (پرم نرم) اسے پیش کی۔ ایک جوڑ موتی خان جہاں کے لیے بھی بھیجے گئے۔

25/ کو اعتبار خاں کے منصب میں 600 گھوڑوں کا اضافہ کیا گیا جو اب 5,000 ذات اور 2,000 سوار ہو گیا۔ اسی دن کرن نے اپنی جاگیر پر جانے کی رخصت حاصل کی۔ اسے ایک گھوڑا، ایک خاص ہاتھی، ایک خلعت، زیتون کی ایک مالا جس کی قیمت 50,000 روپے تھی، ایک خنجر مرصع جسے 2,000 روپیوں کی مالیت سے بنوایا گیا تھا، تحفہ میں پیش کیا گیا۔ اس وقت سے جب وہ میری خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے رخصت ہونے تک، جو بھی اسے نقد، جواہرات یا اس سے بنی اشیا کی شکل میں دی گئی تھیں، ان کی قیمت 2,00,000 (دو لاکھ) روپے تھی۔ مزید اس کے 110 گھوڑے، 5 ہاتھی جو میرے بیٹے خرم نے اسے مختلف اوقات میں دیے تھے (294) میں نے مبارک خاں سزاول کو ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی دے کر اس کے ساتھ جانے کے لیے متعین کیا۔ میں نے کئی زبانی پیغامات رانا کو بھیجے۔ راجہ سورج سنگھ نے بھی اپنے آبائی وطن جانے کی اجازت اس وعدہ کے ساتھ حاصل کی کہ وہ دوبارہ لوٹ کر آئے گا۔ 27/ کو پائندہ خاں مغل[1] جو حکومت کے قدیم ملازمین میں ایک تھا، مر گیا۔

اس ماہ کے آخر میں خبر آئی کہ ایران کے حکمران نے اپنے بڑے بیٹے صفی مرزا کو قتل کردیا۔ یہ بڑے تعجب کی بات تھی۔ جب میں نے اس کے متعلق تفتیش کی تو لوگوں نے بتلایا کہ درش[2] جو گیلان کے بڑے شہروں میں ایک ہے، اس نے ایک غلام جس کا نام بہبود تھا، حکم دیا تھا کہ صفی مرزا کو قتل کردے۔ غلام نے 5/ محرم 1024ھ[3] مطابق 25/ جنوری 1615 کو صبح کے وقت موقعہ پالیا جب وہ حمام سے نکل کر اپنے گھر کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اس نے تلوار (سیخکی[4]) سے اسے دو زخم لگا کر اس کا کام تمام کردیا۔

---

1 بلاک مین، ص، 387۔ غالباً یہ بابر کے تبصرے کے ایک حصہ کا مولف تھا۔

2 یہ نام غلط ہے۔ اقبال نامہ، ص، 84 میں رُشت ہے جو بحر کیسپین کے شہروں میں ایک ہے۔

3 سرسید کے متن میں، 9/ محرم ہے۔ (مترجم)

4 اقبال نامہ کے مطابق اس کا صحیح لفظ سیخکی ہے (اقبال نامہ، ص، 84) لیکن اولیرس جو اس قتل کی پوری تفصیل دیتا ہے، (ص، 352، انگریزی ترجمہ، 1662) کہتا ہے کہ بہبود نے چنری سے جو ایک طرح کی کٹار ہوتی ہے قتل کیا تھا۔



Marfat.com

دن کا بڑا حصہ گزر گیا اور اس کا جسم پانی اور کیچڑ میں پڑا رہا۔ شیخ بہاء الدین محمد نے جو اپنے علم اور تقدس کی وجہ سے ملک کے مشہور آدمی تھے اور جن پر شاہ مکمل اعتماد کرتا تھا، اس کا جسم اٹھا کر اردبیل بھیج دیا جو شاہ کے آبا و اجداد کا قبرستان تھا، گو کہ ایران سے آنے والے بہت سے مسافروں سے میں نے اس کے متعلق پوچھا تھا، کسی نے بھی اپنے بیان سے مجھے پوری طرح مطمئن نہیں کیا۔ بیٹے کا قتل کسی بہت بڑے مقصد سے ہوا ہوگا تاکہ بدنامی سے بچا جاسکے۔

یکم ماہ تیر کو میں نے رنجیت نامی ہاتھی معہ سامان آرائش کے مرزا رستم اور ایک دوسرا سید علی بارہہ کو دیا۔ میرک حسین جو خواجہ شمس الدین کا ایک رشتہ دار تھا، بخشی اور صوبہ بہار کا اخبار نویس مقرر کیا گیا۔ اس نے وہاں جانے کے لیے رخصت لی۔ خواجہ عبداللطیف قوش بیگی (شاہین باز) کو میں نے ایک ہاتھی، ایک خلعت دے کر اس کی جاگیر پر جانے کی اجازت دی۔ اسی ماہ کی 9ر کو میں نے خان دوران کو ایک مرصع تلوار دی اور ایک خنجر مرصع الہ داد پسر جلالہ افغان کے لیے بھیجا جو وفادار ہوگیا تھا۔ 13ر کو گلاب[1] پاشی کی محفل جمی۔ دربار کے ملازمین نے ایک دوسرے پر گلاب کا پانی ڈال کر لطف اٹھایا۔ 17ر کو امانت خاں کیمبے کی بندرگاہ پر مقرر کیا گیا۔ چونکہ مقرب خاں دربار آنا چاہتا تھا، مذکورہ بندرگاہ کی ذمہ داری منتقل کردی گئی۔ اسی دن میں نے ایک خنجر مرصع کمربند اپنے فرزند، پرویز کو بھیجا۔ 18ر کو خان خاناں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ اس نے ہر طرح کے زیورات اور دیگر اشیا تیار کی تھیں، جیسے تین لعل، 103 موتی، 100 یاقوتی لعل، 2 خنجر مرصع، موتیوں اور لعل سے مزین، ایک مرصع پانی کا مرتبان، ایک مرصع تلوار، ایک ترکش کم خواب دار اور ایک ہیرے کی انگوٹھی جس کی کل مالیت 100,000 روپے، جواہرات اور جواہرات کے چیزوں کے علاوہ، دکن اور کرناٹک کے کپڑے اور ہر طرح کی ملمع دار اور سادہ چیزیں معہ 15 ہاتھیوں کے اور ایک گھوڑا جس کی ایال زمین کو چھوتی تھی۔ شاہنواز خاں (پسر خان خاناں) کی نذر میں بھی 5 ہاتھی، 300 مختلف اقسام کے پارچہ جات میرے سامنے پیش کیے گئے۔ 8ر کو میں نے ہوشنگ کو اکرام خاں کے خطاب سے نوازا۔ روز افزوں (296) جو صوبہ بہار کے شاہزادوں میں تھا اور جو اپنی

---

1. ایک ایرانی تہوار، 13، ماہ تیر، جسے بارش کی یاد میں منایا جاتا ہے جس نے قحط کا خاتمہ کیا۔ (بہار عجم)



Marfat.com

جوانی کے زمانہ سے دربار کے مستقل ملازمین میں تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے والد راجہ سنگرام[1] کے صوبہ پر راجہ مقرر کیا گیا گو کہ آخرالذکر جنگ میں صوبہ کے سربراہ سے لڑتے ہوئے ہلاک ہوا تھا، میں نے اسے ایک ہاتھی دے کر اس کے آبائی وطن جانے کی اجازت دی۔ ایک ہاتھی جہانگیر قلی خاں کو بھی دیا گیا۔

24/ کو جگت سنگھ پسر کنور کرن جو بارہ سال کا تھا آیا اور میرے پاس حاضری دی۔ اس نے اپنے دادا رانا امر سنگھ اور اپنے والد کی طرف سے عرض داشت پیش کی۔ اس کے چہرہ سے شرافت اور عالی خاندان کا ہونے کے آثار ہویدا تھے۔ میں نے اسے خلعت اور لطف و کرم سے شاد کیا۔ مرزا عیسیٰ ترخان کے منصب میں 200 ذات کا اضافہ کرکے اسے 1200 ذات اور 300 سوار کردیا۔ ماہ کے آخر میں شیخ حسین روہیلہ کو مبارز خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور اس کو اس کی جاگیر پر جانے کے لیے رخصت کیا گیا۔ مرزا شرف الدین کاشغری کے اعزہ کو 10,000 داراب (5000 روپے) دیے گئے، جو اس وقت آئے تھے اور قدم بوسی سے شرف یاب ہوئے تھے۔

5/ امرداد کو راجہ ناتھ مل کے منصب میں جو 1500 ذات اور 1100 سوار تھا، 500 ذات اور 100 سوار کا اضافہ کیا گیا۔

7/ کو کیشوداس مارو، جس کی جاگیر اڑیسہ میں تھی اور جسے صوبہ دار اڑیسہ[2] کے خلاف ایک شکایت پر دربار میں طلب کیا گیا تھا، حاضر ہوا اور تسلیمات بجا لایا، اس نے 4/ ہاتھی نذر میں پیش کیے۔ چونکہ میری بہت خواہش تھی کہ اپنے فرزند خاں جہان (لودی) کو دیکھوں، اور اہم معاملات جن کا دکن سے تعلق تھا اس سے سمجھوں، میں نے اسے فوراً بلا بھیجا۔ منگل، اسی ماہ کی 8/ کو وہ میرے حضور میں حاضر ہوا اور مجھے 1,000 مہروں اور 1,000 روپیوں کی، 4 لعلوں، 20 موتیوں، ایک (1) زمرد اور ایک مرصع پھول کٹار جس کی کل قیمت 50,000 تھی، نذر میں پیش کی۔ اتوار کی شب کو عظیم خواجہ (معین الدین

---

1۔ سنگرام کھڑگ پور کا راجہ تھا۔ وہ جہانگیر قلی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ (بلاک مین، ص، 446 حاشیہ)

2۔ شکوہ صاحب صوبہ، میں سمجھتا ہوں کہ اس کے معنی ایک شکایت صوبہ دار کے خلاف ہے جسے شاید کیشو نے کی تھی۔



Marfat.com

چشتی) کا عرس تھا۔ میں ان کے واجب التعظیم مقبرہ پر حاضر ہوا۔ اور وہاں آدھی رات تک مقیم رہا۔ صوفیائے کرام کے خدام، وجد و حال میں تھے، میں نے فقرا و خدام کو اپنے ہاتھ سے روپے تقسیم کیے۔ وہاں کل 6,000 روپے تقسیم کیے گئے، 100 ثوب کرتے، 70 تسبیحیں، مرجان، مروارید اور کہربا کی تقسیم کی گئیں۔ مہاسنگھ جو راجہ مان سنگھ کا پوتا تھا، راجہ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا اور اسے ایک علم اور نقارہ بھی دیا گیا۔

16/ر کو مہابت خاں کو میرے ذاتی اصطبل سے ایک عراقی گھوڑا اور ایک دوسرا گھوڑا دیا گیا۔

19/ر کو ایک ہاتھی خان آعظم کو دیا گیا۔ 20/ر کو 200 سوار کیشو (داس) مارو کے منصب میں جو 2,000 ذات اور 1,000 سوار تھا، اضافہ کیا گیا اور اسے ایک خلعت بھی عطا کی گئی۔ خواجہ عاقل کے منصب میں 200 ذات اور سوار کا اضافہ کیا گیا۔ پہلے یہ 1,200 ذات اور 600 سوار تھا۔

22/ر کو مرزا راجہ بھاؤ سنگھ نے آمیر جانے کی اجازت حاصل کی جو اس کا قدیم مسکن ہے۔ اسے ایک کشمیری جامہ پھوپ[1] دیا گیا۔

25/ر کو احمد بیگ خاں جسے رنتھنبور میں قید کر دیا گیا تھا، میرے سامنے تسلیمات بجا لیا۔ اس کی خطائیں اس کی سابقہ خدمات کی وجہ سے معاف کر دی گئیں۔

28/ر کو مقرب خاں صوبہ گجرات سے حاضر ہوا اور تسلیمات پیش کیں۔ اس نے ایک نگینہ کاری و جواہرات سے مرصع تخت نذر میں[2] پیش کیا۔ سلام اللہ عرب کے منصب میں 500 ذات اور سوار کا اضافہ کر کے اسے 2,000 ذات اور 1,100 سوار کر دیا گیا۔

یکم ماہ شہریور کو ان اشخاص کے منصبوں (298) میں درج ذیل اضافے کیے گئے جو دکن کی مہم پر جا رہے تھے۔ مبارز خان 300 سوار سے 1,000 سوار کا منصبدار ہوا۔ ناصر خاں کو بھی 1,000 ذات و سوار کے منصب پر ترقی دی گئی۔ منگلی خاں کے منصب میں 200 سوار کا اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 1,000 سوار کیا گیا۔ گردھر پسر رائے سال کو 800 ذات اور سوار کا منصب دیا گیا۔ اور الف خاں قیوم خاں کو بھی اصل میں اضافہ

1. مخطوطہ نمبر 181، (برٹش میوزیم) میں یہ لفظ پھول ہے۔
2. 'منقش' یعنی مہر' مخطوطہ نمبر 181 میں لال منقش ہے۔



Marfat.com

کر کے اتنے ہی کا منصب دیا گیا۔ یادگار حسین کو 700 ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ کمال الدین خاں پسر شیر خاں کو بھی اتنے ہی منصب دیے گئے۔ سید عبداللہ خاں بارہہ کے منصب میں 150 سوار کا اضافہ کیا گیا جو 700 ذات اور 300 سوار اصل میں اضافہ کے بعد ہوا۔

8/ ماہ مذکور کو میں نے ایک نورجہانی مہر جو 6400 روپیوں کے برابر ہے، مصطفیٰ بیگ، سفیر شاہ ایران کو دی اور قاسم خاں صوبہ دار بنگال کو 5 عدد چیتے دیے۔ مرزا مراد جو مرزا رستم کا سب سے بڑا بیٹا ہے اسی ماہ کی 12 کو التفات خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔

16/ کی رات کو مطابق شب بارات، میں نے حکم دیا کہ انا ساگر کی پہاڑیوں کے گرد اور اس کے کنارے چراغاں کیا جائے۔ میں خود اسے دیکھنے گیا۔ چراغوں کا عکس پانی پر پڑ کر بہت شاندار نظارہ پیش کر رہا تھا۔ میں نے رات کا بیشتر حصہ حرم کی خواتین کے ساتھ اس تالاب کے کنارے گزارا۔

17/ کو مرزا جمال الدین حسین[1] جو بیجاپور میں سفارت پر مامور تھے، آئے اور میری خدمت میں حاضری دی۔ انھوں نے تین عدد انگوٹھیاں، ان میں سے ایک کا پتھر یمنی عتیق، بہت خوبصورت اور خالص آب کا تھا۔ اس طرح کا عقیق کم ہی یمن میں نظر آتا ہے۔ عادل خاں نے ایک شخص جس کا نام سید کبیر تھا اپنی طرف سے مذکورہ میر کے ساتھ بھیجا تھا اور ساتھ میں ہاتھیوں کو سونے و چاندی کے ساز و سامان، عربی گھوڑے، جواہرات اور جواہرات کی بنی اشیا اور طرح طرح کے کپڑے جو اس ملک میں بنتے تھے نذر میں بھیجے۔ 24/ کو یہ چیزیں معہ خط کے جو وہ لایا تھا میرے سامنے پیش کی گئیں۔ اسی دن میرے وزن شمسی کی رسم ہوئی۔

26/ کو مصطفیٰ بیگ سفیر نے رخصت لی۔ اس کے دوران قیام اسے جو بھی دیا گیا تھا اس کے علاوہ اس کو میں نے 20,000 نقد اور خلعت دی۔ اس خط کے جواب میں جو وہ لایا تھا ایک دوستی کا خط مکمل دوستی کے لیے لکھا گیا۔ 4/ ماہ مہر کو، میر جمال الدین حسینی کے منصب کو جو 2,000 ذات اور 500 سوار تھا، 4,000 ذات اور 2,000 سوار مقرر کیا گیا۔

---

1. سر ٹامس رو کے دوست۔



Marfat.com

5ر کو مہابت خان، خان جہاں کی معیت میں جسے دکن میں خدمت کے لیے مامور کیا گیا تھا، پہلے سے مقررہ وقت پر رخصت حاصل کی۔ اسے ایک خلعت، ایک مرصع خنجر، ایک پھول کٹار، ایک خاص تلوار اور ایک ہاتھی عطا کیا گیا۔

8ر کو خان جہاں نے رخصت لی۔ میں نے اسے خلعت، ایک نادری خاصہ (خاص لباس) اور ایک رہوار گھوڑا معہ زین، ایک خاص ہاتھی اور ایک خاص تلوار عطا کی۔ اسی دن 1,700 گھوڑے جو مہابت خاں کی کمان میں تھے، حکم کے مطابق دو اسپہ اور سہ اسپہ تنخواہ کیے گئے۔ وہ تمام افراد جن کو دکن، خدمت کے لیے مامور کیا گیا تھا، 330 منصب دار، 3,000 احدی، 700 سوار اور اویماق، 3,000 دلازاک افغان تھے، کل ملاکر 30,000 سوار، 30,000,00 کا خزانہ اور ایک کارگزار توپ خانہ اور جنگی ہاتھی تھے۔ یہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے کوچ کر گئے۔

سربلند رائے کے منصب میں 500 ذات اور 260 سواروں کا اضافہ کردیا گیا جو 2,000 ذات اور 1,500 سوار ہوگیا۔ بالجو جو قلیج خاں کا بھتیجا تھا، منصب میں اصل سے ترقی پاکر 1,000 ذات اور 700 کے منصب پر پہنچا۔ میں نے راجہ کشن داس کے منصب میں بھی 500 کا اضافہ کردیا۔ خان جہاں کی درخواست پر، شہباز خاں لودی، جو دکن کی فوج سے متعلق تھا، کے منصب میں اصل سے اضافہ کرکے 2,000 ذات اور 1,000 سوار کردیا گیا۔ وزیر خاں کے منصب میں 200 سوار کا اضافہ کیا گیا۔ مرزا رستم کے فرزند سہراب خاں کا منصب 1,000 ذات اور 400 سوار اصل میں اضافہ کے بعد کیا گیا۔ اسی ماہ کی 14 کو میر جمال الدین حسینی کے منصب میں 1,000 ذات کا اضافہ کیا گیا اور 500 سوار کا مزید اضافہ کرکے اس کو اعلیٰ منصب 5,000 ذات اور 2,500 کے منصب پر فائز کیا گیا۔

19ر کو راجہ سورج سنگھ اپنے فرزند گج سنگھ کے ساتھ جو اپنے وطن چلا گیا تھا، آیا اور میری خدمت میں حاضری دی اور 100 مہروں اور 1,000 روپیوں کی نذر پیش کی۔ میں نے سید کبیر کو جسے عادل خاں نے بھیجا تھا ایک نورجہانی مہر، جو 500 تولچہ وزن کی تھی، دی۔ 23 کو قاسم خاں نے نوے ہاتھی جو اس نے کوچ (بہار) اور اڑیسہ کے زمیندار ماگھ سے فتح میں حاصل کیے تھے، میرے سامنے لائے گئے اور میرے خاص ہاتھی خانوں میں رکھے گئے۔



Marfat.com

26/ کو ارادت خاں کو میر سامان کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ معتمد خاں احدیوں کا بخشی بنایا گیا۔ محمد رضا جابیری بخشی صوبہ پنجاب اور وہاں کا اخبار نویس مقرر کیا گیا۔ سید کبیر نے جو عادل خاں کی طرف سے معافی کی درخواست لے کر آیا تھا، وعدہ کیا کہ دکن کے حاکموں (دنیاداروں) کی طرف سے جو جرائم سرزد ہوئے تھے اور قلعہ احمد نگر اور شاہی علاقے جو فاتح حکومت (مغل) کے حاکموں سے چند باغیوں نے بغاوت کر کے چھین لیے تھے واپس کردیے جائیں گے۔ وہ میری خدمت میں حاضر ہوا اور اسی دن لوٹ جانے کی اجازت حاصل کی۔ اسے ایک خلعت، ایک ہاتھی اور ایک گھوڑا دے کر رخصت کیا گیا۔

چونکہ راجہ راج سنگھ کچھواہہ دکن میں فوت ہوگیا تھا، میں نے اس کے بیٹے رام داس (301) کو ترقی دے کر 1,000 ذات اور 400 سوار کے منصب پر فائز کیا۔

4/ ماہ آبان کو سیف خان بارہہ کو نقارہ عطا کیا گیا اور اس کے منصب میں 300 سوار کا اضافہ کر کے 3,000 ذات اور 2,000 سوار کردیا گیا۔ اسی دن میں نے راجہ مان کو مرتضیٰ خاں کی ضمانت پر رہا کردیا گیا جو گوالیار کے قلعہ میں قید تھا۔ اسے اس کے منصب پر مستقل کردیا گیا اور اسے مذکورہ خان کے پاس کانگڑہ میں متعین کیا گیا۔ خان دوران کی درخواست پر صادق خاں کے منصب میں 300 سوار کے اضافہ کا حکم دیا گیا جو اضافہ کے بعد 1,000 ذات اور سوار ہوگیا۔ مرزا عیسیٰ ترخان صوبہ سنبھل سے حاضر ہوا جو اس کی جاگیر تھی اور 100 مہروں کی نذر پیش کی۔

16/ کو راجہ سورج سنگھ نے دکن میں اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے جانے کی اجازت حاصل کی۔ میں نے اس کے منصب میں 300 سوار کا اضافہ کردیا جو بڑھ کر 5,000 ذات اور 3,300 سوار ہوگیا۔ وہ ایک خلعت اور گھوڑا پا کر روانہ ہوا۔

میں نے 18/ کو مرزا عیسیٰ کے منصب کو مستقل کردیا جو اصل میں اضافہ کے بعد 1,500 ذات اور 800 سوار ہوگیا۔ اس نے دکن جانے کی اجازت لی۔ اسی دن چن قلیج خاں بدبخت کی موت کی خبر جہانگیر قلی خاں کے مراسلہ سے ملی، قلیج خاں کی موت کے بعد جو اس مملکت کا ایک قدیم ملازم تھا میں نے اس نامبارک شخص کو ایک امیر بنا کر کافی مراعات سے نوازا تھا اور اسے جون پور جیسے علاقہ کی جاگیر عطا کی تھی۔ میں نے اس کے



Marfat.com

دوسرے بھائیوں کو اور رشتہ داروں کو بھی اس کے ساتھ بھیجا تھا اور اس کا نائب مقرر کیا تھا۔ اس کا ایک بھائی لاہوری[1] نام کا تھا جو بہت شرپسند تھا۔ مجھے اطلاع ملی کہ وہ خلق خدا کو اپنے طرز عمل سے بہت ستا رہا تھا۔ میں نے ایک احدی کو لاہوری کو بلانے کے لیے جون پور بھیجا۔ احدی کے آنے کی وجہ سے بغیر کسی سبب کے چن قلیچ کو شک پیدا ہوا اور اس نے اپنے گمراہ بھائی کو لے کر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ اپنا منصب، اپنے یہاں کی حکومت، جاگیر، روپے، جائیداد، بچے اور لوگوں کو چھوڑ کر اس نے کچھ روپے، سونا اور جواہرات لے کر، ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ چھوٹے زمینداروں کے پاس پہنچا۔ یہ خبر چند دنوں پہلے ملی جس سے سخت تعجب ہوا۔ مختصر یہ کہ وہ جس زمیندار کے پاس گیا اس نے اس سے روپے لیے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ یہاں تک کہ خبر ملی کہ وہ جوہاٹ[2] کے علاقہ میں داخل ہوگیا ہے۔ جب یہ خبر جہانگیر قلی خاں کو ملی تو اس نے چند آدمیوں کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ اُن لوگوں نے، جیسے ہی یہ لوگ آئے، جالیا ان کو جہانگیر قلی کے پاس لے جانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ وہ جہنم رسید ہوگیا۔ ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ تھے، بتلایا کہ چند دنوں پہلے اسے کوئی مرض لاحق ہوگیا تھا جس سے اس کی جان چلی گئی، لیکن اس کے متعلق یہ بھی سنا گیا کہ اس نے خودکشی کرلی تھی تاکہ وہ لوگ اسے جہانگیر قلی خاں کے پاس اس حال میں نہ لے جاسکیں۔ بہر حال وہ لوگ اس کی لاش، بچوں اور ملازمین کو جو اس کے ساتھ تھے، الہ آباد لے آئے۔ ان لوگوں نے اس کے بہت سے روپیوں کو ضائع کردیا اور جو زمینداروں نے اس سے چھین لیے تھے۔ افسوس نمک (یعنی وفاداری) ایسے سیاہ روؤں کو اس طرح کی سخت سزا نہیں دیتی۔

از پس فرضی کہ بود بُراَقم  فرض بود حق ولی النعم[3]

---

1. انڈیا آفس، مخطوطہ 181 کے مطابق ہر زمیندار نے چن قلیچ سے روپیہ لیا اور اپنے علاقہ سے باہر کردیا اور یہی درست خواندگی ہے کیونکہ بعد میں ہمارے علم میں آیا کہ زمینداروں نے اسے لوٹ لیا۔

2. 'ترہت' رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں منقول ہے "یہ اتفاق تھا کہ اس جگہ کا زمیندار جہانگیر قلی کے ساتھ تھا اور آخرالذکر نے اس کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا کہ اس کو گرفتار کرلے۔" انڈیا آفس کے مخطوطہ میں بھی اسی طرح منقول ہے اور یہ درست معلوم دیتا ہے۔ متن یوں ہے "یہ اتفاق تھا کہ وہاں کا زمیندار اس نواح میں چند دنوں سے گزار رہا تھا غالبا یہاں 'نفی' گزار سے پہلے چھوٹ گیا ہے۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں جوہیرات، زمیندار کا علاقہ بتلایا گیا ہے۔

3. غالبا یہ شعر جہانگیر قلی کی زمینداروں سے انتقام میں ناکامی کے حوالے سے دیا گیا ہے۔ چن قلیچ کے متعلق ماثر جلد سوم، ص، 351 پر بھی ذکر ہے۔



Marfat.com

(ترجمہ) ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اپنے بادشاہ اور محسن کا (وفادار) رہے۔

22/ کو خاندوراں کی درخواست پر، ناد علی میدانی، ایک حاکم جو بنگش (مہم) کے لیے مقرر کیا گیا تھا، کے منصب میں 200 سوار کا اضافہ کیا گیا۔ اب اس کا منصب 1,500 ذات اور 1,000 سوار ہوگیا۔ لشکر خاں کے منصب میں بھی 100 سوار کا اضافہ کیا جو 2,000 ذات اور 900 سوار تھا۔

24/ کو میں نے مقرب خاں کے منصب کو مستقل کردیا جو 3,000 ذات اور 2,000 سوار تھا اور اسے بڑھاکر 5,000 ذات اور 2,500 سوار کردیا۔ اسی روز میں نے قیام پسر شاہ محمد قندھاری کو جو ایک امیر زادہ تھا اور قراول کی خدمت میں تھا، خان کے خطاب سے نوازا۔

5/ ماہ آذر کو، ایک خنجر مرصع داراب خاں کو دیا گیا اور راجہ سارنگ دیو کے ذریعہ خلعتیں دکن کے امرا کو دی گئیں۔ چونکہ بعض خراب باتیں، صفدر خاں صوبہ دار کشمیر کے متعلق سنی گئیں، میں نے اس کو وہاں کی حکومت سے برطرف کردیا اور احمد بیگ خاں کو اس کی سابقہ خدمات کی وجہ سے التفات کرتے ہوئے ترقی دے کر کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا۔ اسے اس کے 2,500 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر بھی مستقل کردیا اور ایک خنجر مرصع کمربند اور ایک خلعت دے کر رخصت کیا۔ اہتمام خاں کے ذریعہ میں نے قاسم خاں اور اس کے امرا کو جو اس صوبہ سے متعلق تھے، موسم سرما کی خلعتیں بھیجیں۔ اسی ماہ کی 15/ کو مکی پسر افتخار خاں کی نذر جس میں ایک ہاتھی، گوت[1] گھوڑے اور پارچہ جات تھے میرے سامنے پیش کی گئی۔ اسے مروت خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ اعتمادالدولہ کی درخواست پر میں نے دیانت خاں کو بلا بھیجا تھا جو گوالیار کے قلعہ میں تھا اور اس نے کورنش بجالانے کی سعادت حاصل کی۔ اس کی جائیداد جو ضبط کی گئی تھی اسے لوٹا دی گئی۔

اس وقت خواجہ ہاشم دہ بید[2] نے جو اس وقت ماورالنہر میں سلسلہ درویشی بخوبی قائم کیے ہوئے ہے (304) اور جس پر وہاں کے لوگوں کا بے حد اعتقاد ہے، اپنے ایک

---

1۔ گتھ، ایک چھوٹے قسم کے گھوڑے کی نسل

2۔ رسید کے متن میں 'دہ بندی' ہے۔ مترجم



Marfat.com

مرید کے ہاتھ ایک خط بھیجا جس میں اس نے میرے عظیم خاندان کے آبا و اجداد سے دوستانہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے معہ ایک فرجی اور کمان کے مرحوم بابر کا یہ شعر جو انھوں نے ایک درویش خواجگی کے لیے لکھا تھا، جو اسی سلسلہ درویشی سے تھا، اس کا آخری مصرعہ یوں ہے۔

خواجگی رابندہ ایم و خواجگی رابندہ ایم

(ترجمہ) ہم خواجگی کے غلام ہیں اور ہم خواجگی کے غلام ہیں۔

میں نے بھی اپنے ہاتھوں سے اسی انداز میں چند سطریں قلمبند کیں اور اس فی البدیہہ رباعی کو 1,000 جہانگیری مہروں کے ساتھ مذکورہ خواجہ کو بھیج دیا ؎

اے آنکہ مرا مہر تواز بیش از بیش است     از دولت یا دبورت ای درویش است
چند انکہ زمژدہ دلم شاد شود     شادیم کہ از انکہ لطف از بیش است

(ترجمہ) اے تو کہ تیری مہربانی ہمیشہ زیادہ سے زیادہ رہی ہے۔ اے درویش یہ سلطنت تجھے یاد رکھتی ہے، چونکہ اچھی باتوں سے ہمارا دل خوش ہوتا ہے ہم مسرور ہیں کہ تیری مہربانیاں حد سے زیادہ ہیں۔

میں نے حکم دیا کہ جسے بھی شاعری سے لگاؤ ہے اس رباعی کو سنائے[1] (نظم کرے) حکیم مسیح الزماں نے کہا اور خوب کہا ؎

داریم اگرچہ شغل شاہی درپیش     ہر لحظہ کنیم یاد درویشاں بیش
گر شاد شود زما دل یک درویش     آں شمریم حاصل شاہی خویش

(ترجمہ) گو ہم کارہائے شاہی میں الجھے ہوئے ہیں پھر بھی ہر لحظہ ہم درویشوں کی یاد میں رہتے ہیں، کیونکہ اگر ہمارے درویش کا دل ہم سے خوش ہو جائے تو اسے ہم اپنی شاہی کا حاصل شمار کرتے ہیں۔

میں نے حکیم کو اس رباعی کے کہنے پر 1,000 مہریں عطا کیں۔

7/ ماہ دے کو جب میں پشکر سے آرہا تھا اور اجمیر لوٹ رہا تھا، 42 جنگلی سور شکار کیے گئے۔

---

1. متن میں 'ایں رباعی' سے کوئی صاف معنی نہیں نکلتے، شاید یہاں 'آں رباعی' ہونا چاہیے۔



Marfat.com

20/ر کو میر میرن آئے اور حاضری دی۔ اس کے حالات اور خاندان کے متعلق خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ وہ اپنے والد کی طرف سے میر غیاث الدین میر میرن کا پوتا تھا، جو شاہ نعمت اللہ ولی کے بیٹے تھے۔ صفوی بادشاہوں کے عہد میں اس خاندان کو بہت عزت و احترام حاصل ہوا تھا، یہاں تک کہ شاہ طہماسپ نے اپنی بہن جانش بیگم کی شادی شاہ نعمت اللہ ولی سے کردی اور اس طرح سے وہ ایک عالی مرتبت شیخ ہونے اور اس کا ہادی ہونے کی وجہ سے اسے (بادشاہوں کا) داماد بنا لیا گیا۔ اپنی والدہ کی طرف سے وہ شاہ اسماعیل خونی کی بیٹی کا فرزند تھا۔ شاہ نعمت اللہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے غیاث الدین محمد میر میرن کو بہت سی مراعات حاصل ہوئیں اور مرحوم شاہ طہماسپ نے اس کے سب سے بڑے بیٹے کی شادی شاہی خاندان کی ایک لڑکی سے کردی۔ اس نے شاہ اسماعیل کی بیٹی کی شادی خلیل اللہ کے ایک اور بیٹے سے کردی جس سے میر میرن پیدا ہوئے۔ مذکورہ میر خلیل اللہ اس سے سات آٹھ برس پہلے ایران سے آئے تھے اور میرے پاس لاہور میں حاضر ہوئے تھے۔ چونکہ وہ ایک عالی مرتبت اور درویش خاندان سے تھے میں نے ان کے معاملات میں بہت دلچسپی لی اور ان کو ایک منصب اور جاگیر دی اور ان کا احترام و اکرام کیا۔ جب آگرہ دارالخلافت ہوا، زیادہ آم کھا جانے کی وجہ سے وہ اسہال کبد کا شکار ہوگئے اور دس بارہ دنوں میں حق سے جا ملے۔ میں ان کے انتقال سے غمزدہ ہوا اور حکم دیا کہ انھوں نے جو بھی نقد اور جواہرات چھوڑے ہیں ان کے بچوں کے پاس ایران بھیج دیے جائیں۔ دریں اثنا میر میرن جو 22 برس کے تھے قلندر اور درویش ہوگئے اور میرے پاس اجمیر میں اس طرح حاضر ہوئے کہ راہ میں انھیں کوئی بھی نہیں پہچان سکا۔ میں نے ان کی ہر طرح سے تسلی کرکے ان کی ظاہری اور باطنی پریشانیوں کا تدارک کیا اور 1,000 ذات اور 400 سوار دے کر 30,000 داراب نقد پیش کیے۔ وہ اب میری خدمت و ملازمت میں ہیں۔

12/ر کو ظفر خاں جسے صوبہ بہار سے برطرف کردیا گیا تھا آیا اور میری خدمت میں حاضر ہوکر 100 مہروں اور تین ہاتھیوں کی نذر پیش کی۔

15/ر کو میں نے قاسم خاں صوبہ دار بنگال کے منصب میں 1,000 ذات و سوار کا اضافہ کرکے اسے 4,000 ذات و سوار کردیا۔ چونکہ بنگال کے دیوان اور بخشی حسین



Marfat.com

بیگ اور طاہر نے پسندیدہ خدمات انجام نہیں دی تھیں مخلص خاں جو دربار کا ایک معتمد ملازم تھا، ان فرائض کی انجام دہی کے لیے متعین کیا گیا۔ میں نے اسے 2,000 ذات اور 700 سوار کا منصب اور علم عطا کیا۔

میں نے حکم دیا کہ عرض مکرر کے فرائض دیانت خاں کے سپرد کیے جائیں۔

25/ بروز جمعہ میرے فرزند خرم کی رسم وزن ہوئی۔ اس سال تک وہ 24 برس کا ہو چکا ہے۔ شادی شدہ اور بال بچوں والا ہے اس نے اپنے آپ کو شراب سے آلودہ نہیں کیا ہے۔ اس دن جب کہ اس کی رسم وزن منعقد ہوئی میں نے اس سے کہا "بابا تم بچوں کے باپ بن چکے ہو اور بادشاہان اور ان کے فرزندوں نے شراب پی ہے۔ آج تمھارے رسم وزن کا دن ہے میں تم کو شراب پینے کے لیے دوں گا اور تم کو اجازت دوں گا کہ تم جشن کے دنوں میں سال نو پر اور بڑی تقریبات کے موقعوں پر شراب پی سکتے ہو، لیکن تم کو میانہ روی اختیار کرنا ہوگا، کیونکہ عقلمند آدمی اس حد تک پینا اچھا نہیں سمجھتے کہ ہوش گنوا دیں اور یہ لازم ہے کہ شراب نوشی سے صرف نفع حاصل کیا جائے۔ بو علی (سینا) نے جو حکما میں ایک زبردست حکیم اور عالم ہیں یہ رباعی لکھی ہے ؎

مے دشمن مست و دوست ہوشیار است ۔۔۔ اندک تریاق و بیش زہر مار است

در بسیارش مضرت اندک نیست ۔۔۔ در اندک او منفعت بسیار است

(ترجمہ) شراب ایک غضبناک دشمن اور عقلمند دوست ہے۔ تھوڑی مقدار (میں پینا) تریاق ہے اور زیادہ سانپ کا زہر ہے۔ زیادہ پینے سے کم نقصان نہیں ہوتا، اور کم پینے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

بہت مشکل سے اسے شراب دی گئی۔ میں نے 15 برس[1] کی عمر تک شراب

---

[1] انڈیا آفس کے دونوں مخطوطات اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں 15 کے بجائے 18 ہے۔ ایلیٹ میں "میری چودہ برس کی عمر تک" جہانگیر ربیع 977 یا 31/ اگست 1569 کو پیدا ہوا تھا اور شراب نوشی کی ابتدا جس کا وہ ذکر کرتا ہے جنوری 1586 میں ہوئی ہوگی۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ (واقعہ) مرزا حکیم کی موت کے بعد کا ہے اور اس وقت اس کا پدر اٹک میں تھا۔ وہاں وہ 15/ محرم 994ھ کو پہنچا تھا جیسا کہ نظام الدین نے لکھا ہے جو 994ھ کا بارہواں دن تھا۔ ابوالفضل (اکبرنامہ، جلد سوم، ص 976) کے مطابق دسمبر 1585 کے آخر میں۔ اس وقت جہانگیر کی عمر 17 سال اور 4 ماہ تھی یا اس کا اٹھارہواں سال



Marfat.com

نہیں پی تھی سوائے عہد طفولیت کے۔ میری والدہ نے دو تین بار اور میری انگا نے بچوں کے علاج کے طور پر پلائی تھی۔ انھوں نے میرے والد محترم سے تھوڑی سی شراب طلب کی اور مجھے تقریباً ایک تولہ پانی اور عرق گلاب ملا کر دیا تاکہ سرفہ دور کیا جاسکے۔ اسے انھوں نے دوا بتلایا۔ اس زمانہ میں جب میرے محترم والد قلعہ اٹک جو دریائے سندھ پر واقع ہے یوسف زئیوں کی بغاوت فرو کرنے کے لیے خیمہ زن تھے، ایک دن میں شکار کے لیے سوار ہو کر نکلا۔ جب میں کافی دور چلا گیا اور تکان کے آثار ظاہر ہونے لگے، ایک بندوقچی جس کا نام شاہ قلی تھا اور جو شاندار بندوقچیوں میں تھا جو میرے محترم چچا مرزا محمد حکیم کے تحت تھے، مجھ سے کہا کہ اگر میں ایک پیالہ شراب پی لوں تو میری تمام تکان دور ہو جائے گی۔ یہ میری جوانی کا زمانہ تھا اور چونکہ میں اس کی طرف مائل تھا میں نے محمود آبدار کو حکم دیا کہ وہ جا کر حکیم علی کے مکان سے شربت کیف ناک (شراب) لائے۔ اس نے مجھے 1½ پیالہ زرد رنگ کی شراب ایک چھوٹی سی بوتل میں بھیجی۔ اس کا مزہ میٹھا تھا۔ میں نے اسے پیا اور وہ مجھے اچھی لگی۔ اس کے بعد میں شراب پینے لگا اور روزانہ اس کی مقدار بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ انگور کی شراب سے مجھے نشہ ہی نہیں ہوتا تھا اور میں نے عرق پینا شروع کر دیا۔ نو سال کے عرصہ میں شراب کی مقدار 20 پیالے دو آتشہ شراب تک پہنچ گئی۔ اس میں 14 پیالے دن کے وقت اور بقیہ رات کے وقت پی جاتی تھی۔ اس کا ہندستانی وزن میں 6 سیر وزن تھا اور ایران کا 1½ من۔ اس زمانہ میں میری خوراک ایک مرغ[2] معہ روٹی اور سبزیوں کے تھی (لفظاً ترب[2]) تھی۔ اس حالت میں کسی کی ہمت نہیں تھی کہ مجھے روکے اور معاملات یہاں تک پہنچے کہ نشہ کے عالم میں میں اپنے بے حد لرزتے ہوئے ہاتھ سے نہیں پی سکتا تھا اور دوسروں کو مجھے پلانا پڑتا تھا۔

---

تھا۔ وہ نو برس تک بے حد شراب پیتا رہا یعنی 26 کی عمر (9+17) تب اس نے سات سال تک اعتدال سے کام لیا یعنی وہ 33 برس کا ہو گیا جسے اُس نے مزید 15 برس تک قائم رکھا یعنی 48 سال کی عمر تک۔ یہ قمری سال تھے اور وہ لکھتا ہے کہ قلمبند کرتے وقت اس کی عمر 47 سال نو ماہ تھی قمری کلینڈر کے مطابق۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مانتے ہوئے مخطوطات نے درست لکھا ہے کہ وہ 18 سال کا تھا۔

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 341

2. انڈیا آفس کے دونوں اچھے مخطوطات میں نہ مرغ ہے اور نہ مرغی بلکہ تغاوری یا تغدری اور یہ حوالہ ایک یادگار دن کا ہے جب اس نے (جہانگیر) نے پہلی بار شراب پی۔ اس دن اس کی غذا میں وہ کہتا ہے کہ ایک تغدار معہ روٹی و سبزی کے تھا۔ بلاک مین، کلکتہ، ریویو، 1869، میں لفظ 'ترنپ' آیا ہے۔



Marfat.com

بالآخر میں نے حکیم ہمام برادر حکیم ابوالفتح کو بلا بھیجا جو میرے والد محترم سے بہت قریب تھے، اسے میں نے اپنی حالت سے آگاہ کیا۔ اس نے مجھ سے بے حد خلوص اور دل سوزی سے بغیر کسی جھجک کے کہا: "خداوند جس طرح سے آپ شراب پی رہے ہیں، خدانخواستہ چھ ماہ میں حالت اتنی خراب ہو جائے گی کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔" چونکہ یہ الفاظ نیک نیتی سے کہے گئے تھے اور پیاری زندگی مجھے عزیز تھی، اس کا اثر مجھ پر ہوا اور اس دن سے میں نے شراب کم کرنی شروع کردی۔ اور فلونیا[1] لینے لگا۔ مقدار میں میں نے شراب کم کردی اور فلونیا کی مقدار بڑھا دی۔

میں نے بھی حکم دیا کہ عرق کو انگور کی شراب میں ملایا جائے تاکہ اس میں دو حصے شراب اور ایک حصہ عرق ہو۔ میں نے ہر روز کی مقدار جو لیتا تھا برقرار رکھی اور

---

1۔ یہ لفظ عام لغت میں نہیں ملتا، لیکن اس کی وضاحت ڈوزی کے ضمیمہ میں ملتی ہے۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ یہ ایک نشہ آور سفوف ہے اور یہ لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے جو ایک طرح کا تریاق ہے یا دوا جسے تارسوس کے فلن نے ایجاد کیا تھا۔ فلن کا احوال اور اس کی دوا کا حوالہ اسمتھ کی کلاسیکل ڈکشنری میں ملتا ہے، فلن حضرت عیسیٰ سے ایک سو سال پہلے یا بعد کے زمانہ میں تھا۔ اس کا ذکر گالن اور دوسرے لوگوں کے یہاں ملتا ہے۔ وہاں جو لفظ دیا گیا ہے یوں ہے (پڑھا نہیں جاسکتا) یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اسے کس چیز سے بنایا گیا تھا۔ جہانگیر، پرائس کی کتاب میں غلطی سے فلونیا کو کیلورے پڑھا گیا ہے جس کے متعلق جہانگیر کا قول کہ یہ تریاق کے بھائی کا بیٹا ہے یعنی تریاق (دیکھیے پرائس، ص، 6) تریاک یا تریاق یونانی لفظ تصور کیا جاتا ہے جس کے معنی زہر کو زائل کرنے والا ہے۔ دیکھیے (لین) یہ اسی معنی میں ابی سینا کے یہاں بھی استعمال ہوا ہے جس کو جہانگیر نے اپنے فرزند شاہ جہاں کو رباعی میں سنایا تھا۔ دیکھیے ڈی ہربلوٹ، تریاق لیکن یہ اکثر افیون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ شراب کے عرق میں ملانے کا مقصد اس کی تیزی کو کم کرنا ہے کیونکہ اس کے بعد جہانگیر عرق (عَرا) پی رہا تھا۔ ایک مثقال 63½ گرین کے برابر ہے اور اس طرح 18 مثقال 3 آونس کے برابر ہوا اور چھ پیالے برابر ہوئے۔ 1½ پونڈ ٹرائے کے۔ ایلیٹ میں جہانگیر کے متعلق ملتا ہے کہ وہ جمعرات اور جمعہ کو شراب نہیں پیتا ہے لیکن شب جمعہ جس کا کہیں اور احوال بلاک مین دیتا ہے۔ آئین ترجمہ، ص، 171، حاشیہ 3) کا مطلب ہے جمعرات کی شب یا جمعہ کی شام اور یہ بات یہاں واضح ہے کیونکہ جہانگیر کہتا ہے کہ شام کے بعد مبارک دن۔ یہاں غور طلب ہے کہ جہانگیر کا ذہنی طور پر گوشت سے پرہیز اور شراب سے پرہیز میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اتوار اور جمعرات کو گوشت نہیں کھاتا تھا کیونکہ اس دن وہ کسی کی جان لینا پسند نہیں کرتا تھا لیکن ان دونوں دنوں میں وہ شراب پیتا تھا۔



Marfat.com

سات برس کے عرصہ میں اسے گھٹا کر چھ پیالے کر دیا۔ ہر بھرے پیالے کا وزن 18¼ مثقال تھا۔ اب یہ پندرہواں سال ہے کہ میں نے اس حساب سے شراب پی ہے، نہ زیادہ اور نہ کم۔ میری مے نوشی کا وقت رات کا ہے صرف جمعرات کے دن کے علاوہ کیونکہ یہ میری تخت نشینی کا مبارک دن ہے۔ جمعہ کی شام[1] کو بھی جو ہفتہ کی سب سے مبارک شام ہے اور یہ مبارک دن کے پہلے ہوتی ہے، میں نہیں پیتا۔ میں ہر روز کے اختتام پر پیتا ہوں، ان دونوں کے استثنا[2] کے ساتھ کیونکہ یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ جمعرات کی شام/ شب غفلت میں گزاری جائے اور منعم حقیقی کی شکر گزاری میں تقصیر کی جائے۔ جمعرات کے دن اور اتوار کے روز میں گوشت نہیں کھاتا۔ (ص، 310) جمعرات کو نہیں کیونکہ یہ میرے جلوس کا مبارک دن ہے اور اتوار کو اس لیے کہ یہ میرے محترم والد کا روز پیدائش ہے اور وہ اس دن کا بہت احترام کرتے تھے اور عزیز رکھتے تھے۔ کچھ دن بعد میں نے فلونیا کی جگہ افیون کو دی۔ اب میں شمسی حساب سے 46 برس اور 4 ماہ کا ہوں[3]۔ میں آٹھ سرخ (گوندی کے طرح کا چھوٹے دانوں کا پھل جو وزن کے لیے بھی مستعمل تھا) افیون، دن کی پانچ گھڑیاں گزرنے کے بعد اور چھ سرخ رات کا ایک پہر گزرنے کے بعد کھاتا ہوں۔

میں نے عبداللہ خان کو ایک خنجر مرصع مقصود علی کے ہاتھ بھیجا۔ شیخ موسیٰ جو قاسم خاں کے عزیز تھے، خان کے خطاب سے سرفراز کیے گئے اور 800 ذات اور 400 سوار کے منصب پر فائز کر کے بنگال جانے کی اجازت دی گئی۔ ظفر خاں کے منصب میں 500 ذات اور سوار کا اضافہ کر کے۔ انھیں بنگش میں فرائض کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا گیا۔ اسی دن محمد حسین برادر خواجہ جہاں کو سرکار حصار کی فوجداری پر مقرر کیا گیا۔ اس کے منصب میں 200 سوار کا اضافہ کر کے 500 ذات اور 400 سوار کر دیا گیا۔ ایک ہاتھی بھی تحفہ میں دیا گیا۔

5/ ماہ بہمن کو ایک ہاتھی میر میرن کو عطا کیا گیا۔ جب عبدالکریم تاجر ایران

---

1. بلاک مین کا ترجمہ، کلکتہ ریویو 1869

2. میں سمجھتا ہوں "دو چیز" یعنی جمعرات کو وہ دن میں پیتا تھا برخلاف عام دستور کے کہ صرف رات میں پیئے اور جمعرات کی شب میں وہ نہیں پیتا تھا۔

3. بیورج کے ترجمہ میں 47 سال و نو قمری ماہ چھوٹ گیا ہے۔



Marfat.com

سے ہندستان کے لیے روانہ ہوا تو میرے معزز بھائی شاہ عباس نے اس کے ذریعہ میرے لیے ایک یمنی عقیق کی تسبیح، وینس میں بنا ایک پیالہ جو بہت عمدہ اور نادر تھا، بھیجا۔

اسی ماہ کی 9/ کو یہ اشیا میرے سامنے لائی گئیں۔ 18/ کو مختلف اقسام کی نذر، جواہرات کے زیورات وغیرہ جسے سلطان پرویز نے میرے لیے بھیجا تھا، میرے سامنے پیش کی گئیں۔

7/ اسفندار کو صادق، جو اعتمادالدولہ کا بھتیجہ تھا اور مستقل طور پر بخشی کے عہدہ پر فائز تھا، خان کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ میں نے یہی خطاب خواجہ عبدالعزیز کو بھی دیا جو مناسب تھا۔ اسی کے مطابق میں اسے عبدالعزیز خان کے خطاب سے اور صادق کو صادق خان کے خطاب سے پکارتا تھا۔ 10/اگست کو جگت سنگھ پسر کنور کرن جس نے اپنے آبائی وطن جانے کے لیے رخصت لی تھی، رخصت کے وقت اس کو 20,000 روپے، ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور ایک خلعت اور شال دی گئی تھی۔ 5,000 روپے، ایک خلعت ہری داس جھالا کو بھی دی گئی جو رانا کے معتمدین میں ایک تھا اور کرن کے بیٹے کا اتالیق تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ رانا کو ایک سونے کی شش پری بھیجی۔

اسی ماہ کی 20 کو راجہ سورج سنگھ پسر راجہ باسو، جو مرتضیٰ خاں کے ساتھ کانگڑہ کے قریب کا باشندہ ہونے کی وجہ سے قلعہ کانگڑہ کی تسخیر کے لیے بھیجا گیا تھا، میرے بلانے پر آیا اور حاضری دی۔ مذکورہ بالا خان کو اس کے متعلق کافی شک و شبہات تھے اور اس کے پیش نظر کہ وہ ناپسندیدہ رفیق ہے، اس نے دربار میں بار بار عرض داشت بھیجیں اور اس کے متعلق باتیں لکھیں، آخر اسے بلانے کا حکم ملا۔

26/ کو نظام الدین خاں ملتان سے آیا اور حاضری دی۔ اس سال کے آخر میں میری مملکت کی ہر طرف سے فتح اور خوش حالی کی خبریں ملیں۔ پہلے احداد خان افغان کی بغاوت جو عرصہ دراز سے کابل کے پہاڑوں کے گرد و نواح میں شورش برپا کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس علاقہ کے بہت سے افغان اکٹھا ہوگئے تھے اور جس کے خلاف میرے محترم والد کے زمانہ سے لے کر اب تک جو میرے جلوس کا دسواں برس ہے، ہمیشہ فوجیں بھیجی جاتی رہیں۔ وہ بتدریج شکست کھاتا گیا اور برے حال میں پہنچ گیا۔ اس کے گروہ کا ایک حصہ الگ ہوگیا اور ایک مارا گیا۔ کچھ دنوں تک اس نے چرخ



Marfat.com

میں پناہ لی، ایک (ایسا) مقام جہاں اسے زیادہ اطمینان تھا لیکن خان دوراں نے محاصرہ کرکے آمدورفت کی تمام راہیں بند کردیں۔ جب وہاں اس کے جانوروں اور آدمیوں کے لیے خوراک ختم ہوگئی تو وہ رات کے وقت جانوروں کو لے کر پہاڑی سے اترتا تاکہ انھیں چرایا جاسکے اور اس کے آدمیوں کے لیے مثال قائم ہو۔ آخرکار (312) اس بات کی اطلاع خان دوراں کو ملی۔ اس نے اپنے تجربہ کار سرداروں کی ایک ٹکڑی کو چرخ کے گرد و نواح میں رات کے وقت گھات لگاکر حملہ کے لیے بھیجا۔ وہ ٹکڑی گئی اور رات کے وقت خود کو محفوظ مقامات پر چھپا لیا۔ خان دوراں اسی دن سوار ہوکر اس طرف گیا۔ جب ان بدبختوں نے رات کو اپنے جانور نکالے اور چرنے کے لیے چھوڑ دیے اور بدقسمت احداد خود گھات والے مقامات سے اپنی (فوجی) ٹکڑی کے ساتھ گزرا تو اچانک اس کے سامنے گرد اڑی۔ جب انھوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خان دوراں ہے۔ گھبراہٹ کے عالم میں اس نے پلٹ کر جانا (بھاگنا) چاہا کہ قراولوں نے خان دوراں کو بتلایا کہ احداد ہے۔ خان مذکور نے احداد کی طرف گھوڑا چھوڑ دیا۔ جو لوگ گھات لگائے ہوئے بیٹھے تھے انھوں نے بھی احداد کا واستہ روک دیا اور اس پر حملہ کردیا۔ دوپہر تک جنگ ہوتی رہی لیکن ناہموار زمین اور جنگل ہونے کی وجہ سے افغانوں کو شکست ہوگئی اور وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ ان کے 300 آدمی جہنم رسید ہوئے اور 100 گرفتار کرلیے گئے۔ اس کے بعد احداد طاقت نہیں جمع کرسکا اور قندھار کی طرف بھاگ گیا۔ فاتح افواج نے چرخ میں داخل ہوکر ان بدبختوں کے تمام مکانات جلا دیے اور ان کی جڑ بنیاد اس علاقہ سے اکھاڑ پھینکی۔

دوسری خبر بدبخت عنبر کی شکست اور اس کی بدقسمت فوج کی بربادی کی تھی۔ مختصر یہ کہ باثر سرداروں کی ایک ٹکڑی اور برگیوں کا ایک جتھا، جو جفاکش لوگ ہیں اور جو اس ملک میں مدافعت کا مرکزی ذریعہ ہیں، عنبر سے ناراض ہوکر وفادار ہونے کا ارادہ کیا اور شاہ نواز خاں سے پناہ مانگی جو بالاپور میں شاہی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے ان لوگوں سے ملاقات کرنی منظور کرلی اور مطمئن ہوجانے کے بعد آدم خاں، یاقوت خاں اور دوسرے سرداروں (313) جیسے برگیوں (مراٹھوں) اور جادورائے[1] اور بابو کا بیٹا آئے

[1] مخطوطہ میں جادوں رائے ہے اور بابا چوک ناتھ (جیوکناتھ) آیا ہے۔ ماثرالامرا، جلد دوم، ص، 646 مالوجی کا بیٹا کا نام ملتا ہے۔ متن میں بابو کا بیٹا ہے۔



Marfat.com

اور اس سے ملاقات کی۔ شاہنواز خاں نے ہر ایک کو ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور روپے، خلعت، ان کے مرتبہ اور حالت کے مطابق دے کر انھیں وفاداری کے لیے سرگرم کردیا۔ بالاپور سے کوچ کرکے شاہ نواز خاں باغی عنبر کی طرف ان کے ساتھ بڑھا۔ راستہ میں اس کا مقابلہ دکنی فوج جس کی قیادت محل دار[1] دانش (آتش) دلاور، بجلی، فیروز اور دوسرے کر رہے تھے، سے ہوگئی۔ دکنیوں کو شکست ہوئی ۔

شکستہ سلاح و گسستہ کمر    نہ یارائے گفت و نہ پروائے سر[2]

(ترجمہ) ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں اور پست ہمتی سے نہ ان میں بولنے کی طاقت تھی اور نہ ہی سر بچانے کی۔

یہ لوگ ان بدبختوں کے لشکر تک پہنچ گئے اور وہ (عنبر) از حد غرور کے مارے فاتح افواج سے جنگ کے لیے تیار ہوگیا۔ ان باغیوں کو جو اس کے ساتھ تھے جمع کرکے، عادل خاں اور قطب الملک کی فوج کو ساتھ ملاکر اور ان کے توپ خانہ کو تیار کرکے وہ شاہی افواج کا مقابلہ کرنے کے لیے آگئے۔ دونوں کے درمیان 5 یا 6 کوس کا فاصلہ تھا۔ 25ر بہمن بروز اتوار، روشنی اور تاریکی کی افواج ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور قراول دکھائی دینے لگے۔ دن کے تین پہر گزر چکے تھے جب بان اور توپ چلنے شروع ہوئے۔ آخر میں داراب خاں جو ہراول دستہ کی کمان کر رہا تھا دوسرے سرداروں اور جوشیلے افراد کے ساتھ جیسے راجہ بیر سنگھ دیو، رائے چند، علی خاں تاتار، جہانگیر قلی خاں بیگ ترکمان اور دوسرے بہادران و شیران جنگل نے اپنی اپنی تلواریں سونت کر دشمن کے ہراول دستہ پر حملہ کردیا۔ جوانمردی اور بہادری کا حق ادا کرتے ہوئے ان لوگوں نے دشمن کی فوج کو بنات النعش کی طرح بکھیر دیا اور وہاں بغیر رکے ہوئے دشمن

---

1۔ متن میں واضح نہیں ہے۔ ماثر، جلد اول میں دانش کی بجائے آتش ہے۔

2۔ متن غیر واضح ہے۔ شعر کی دوسری سطر میں گفت آیا ہے جو بے معنی ہے۔ انڈیا آفس کے دونوں مخطوطات میں اور برٹش میوزیم کے مخطوطہ ایڈ 26215 میں 'جنگ' ملتا ہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطہ میں 'پائے' ملتا ہے جو میرے خیال میں سب سے بہتر خواندگی ہے۔ ممکن ہے کہ گفت کو کفت پڑھا جائے یعنی کندھا، میرے خیال میں 'یارائے گفت' ہی درست ہے۔ وزن کا خیال کرتے ہوئے 'گفتن' کے بجائے 'گفت' آیا ہے۔ مترجم



Marfat.com

کے قلب پر حملہ کردیا۔ اپنی مخالف فوج کی طرف پلٹتے ہوئے ایسی دست بدست جنگ ہوئی کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے۔ تقریباً دو گھڑی تک یہ جنگ جاری رہی۔ وہاں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور بدبخت عنبر مزید مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اگر تاریکی[1] اور ظلمت ان سیاہ روؤں کے آڑے نہ آتی تو ان میں سے کوئی بھی بچ کر نہ جاتا۔ جنگ کے دریا کے نہنگوں نے بھگوڑوں کا دو یا تین کوس تک تعاقب کیا۔ اب آدمی اور جانوروں کو حرکت کرنے کی سکت نہ رہی اور شکست خوردہ تتر بتر کیے جاچکے تھے، ان لوگوں نے لگام موڑ دی اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوٹ آئے۔ دشمن کا پورا توپ خانہ، 300 اونٹ جن پر بان لدے تھے، جنگی ہاتھی، عربی اور ایرانی گھوڑے، ہتھیار جس کا شمار کرنا مشکل ہے، مملکت کے ملازمین کے ہاتھ پڑے۔ مرنے والوں اور مجروحین کا کوئی شمار نہیں تھا۔ ان کے بہت سے سردار زندہ گرفتار کرلیے گئے۔ دوسرے دن فاتح فوج، فتح کے مقام سے کوچ کرتے ہوئے کرکی کی جانب روانہ ہوئی جو ان احمقوں کا گڑھ تھا۔ وہاں ان کا کوئی سراغ نہ پاکر یہ لوگ وہاں مقیم ہوگئے۔ ان کو اطلاع ملی کہ وہ لوگ اس رات اور دن کو سراسیمگی کے عالم میں مختلف علاقوں میں بھاگے تھے۔ کچھ دنوں تک فاتح فوج کرکی میں مقیم رہی اور وہاں دشمنوں کے مکانات و ٹھکانوں کو ڈھیر کردیا اور آبادی والے علاقہ کو نذر آتش کردیا۔ ان واقعات کے نتیجہ میں یہاں جن کی تفصیلات کے بیان میں بہت وقت لگے گا، وہ وہاں سے درہ روہن کھندہ ہوکر لوٹ آئے۔ اس خدمت کے انعام میں میں نے بہت سے لوگوں کے منصب میں اضافہ کرنے کا حکم دیا۔ جنھوں نے جوش اور جوانمردی کا اظہار کیا تھا۔

تیسری قسم کی خبر ولایت کھوکھرا[2] کی فتح اور ہیروں کی کان پر قبضہ کی تھی۔ جسے ابراہیم خاں کی شاندار کوششوں سے فتح کیا گیا۔ یہ ولایت صوبہ بہار اور پٹنہ میں واقع ہے۔ وہاں ایک چھوٹی ندی ہے جس سے لوگ ہیرے حاصل کرتے ہیں۔ اس موسم میں جب کہ وہاں کم پانی ہوتا ہے وہاں پانی کے چھوٹے چھوٹے تالاب اور گڑھے بن جاتے ہیں۔ تجربہ سے یہ بات ان لوگوں کو معلوم ہے جو اس کام پر لگے ہیں کہ ہر پانی کے گڈھے میں جہاں ہیرے ہوتے ہیں اس پر مچھروں کی طرح کے کیڑے جسے ہندستانی

---

1 یہ قابل غور ہے کہ جہانگیر نے عنبر کی فوج کو 'تاریکی کی فوج' کہا ہے جس سے شاید مراد یہ ہے کہ وہ حبشی تھا۔ 2 ایلیٹ، ششم اور بلاک مین ص 47922۔



Marfat.com

زبانوں میں جھینگا[1] کہتے ہیں، پہنچا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ پتھروں کو پانی کے گڑھوں کے گرد جمع کرتے ہیں بعد ازاں پانی کے گڈھوں کو پھاوڑوں اور بیلچوں کی مدد سے تیزی سے اسے 1½ گز تک خالی کر دیتے ہیں اور اس جگہ کو کھود دیتے ہیں۔ وہ پتھروں اور ریت کے درمیان بڑے اور چھوٹے ہیرے[2] پاتے ہیں جسے وہ نکال لیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کو کوئی ایسا ہیرا مل جاتا ہے جس کی قیمت ایک لاکھ روپے ہو۔ مختصراً یہ دریا اور علاقہ ایک ہندو زمیندار کے قبضہ میں تھا جس کا نام دُرجن سال تھا۔ گوکہ اس صوبہ کے صوبیداروں نے بار بار اس کے خلاف فوجیں بھیجیں اور خود بھی گئے، لیکن مشکل راہوں اور گھنے جنگلوں کی وجہ سے ان کو دو تین ہیروں پر قناعت کرنی پڑی اور اس کو اس کی سابقہ حالت پر چھوڑ آئے۔ جب مذکورہ بالا صوبہ ظفرخاں کو دیا گیا تو اس کی روانگی کے وقت میں نے حکم دیا تھا کہ وہ اس علاقہ کو اس گمنام اور مجہول سے حاصل کرلے۔ جیسے ہی وہ صوبہ بہار میں آیا اس نے ایک فوج جمع کی اور اس زمیندار کے خلاف کوچ کرگیا۔ سابقہ دستور کے مطابق اس نے اپنے چند آدمی اس وعدہ کے ساتھ بھیجے کہ وہ کچھ ہیرے اور ہاتھی دے گا لیکن خان (مذکور) راضی نہیں ہوا اور تیزی سے اس علاقہ میں داخل ہوگیا۔ قبل اس کے کہ وہ اپنے آدمیوں کو یکجا کرتا اس نے قراولوں کو پایا اور ان پر حملہ کردیا۔ جب یہ خبر زمیندار کو ملی تب تک پہاڑیاں اور درے جو اس کے مسکن تھے تہس نہس ہوگئے۔ ابراہیم نے اس کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ انھوں نے اسے ایک غار میں معہ کئی عورتوں کے پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک اس کی ماں تھی اور دوسری بھی اس

---

1 غالباً اسے 'بھنگایا فرینگا' ہونا چاہیے۔ یا یہ جھینگر، تل چٹا ہو، قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ علاقہ گھنے جنگل سے گھرا ہوا تھا اور کیڑوں کے جھنڈ سے پانی کا اندازہ ہوتا تھا۔ ارسکن کے نسخہ میں 'چیکہ' ہے۔ برٹش میوزیم اُو آر 3276 میں چیکا یا جیکا ملتا ہے۔ غالباً یہ لفظ جھینگر ہے، تل چٹا۔ (دیکھیے بلاک مین، جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائیٹی بنگال، جلد۔xi، 1871) وہ ایک ہندستانی لغت کا حوالہ دیتا ہے کہ جھینگر و عربی میں "جرادالبحر" یا پانی کی ٹڈی کہتے ہیں جس ندی کا ذکر جہانگیر کرتا ہے وہ امپیریل گزیٹر جلد xii کے مطابق سانکھ ہے۔ دی ہال، پروسیڈنگ ایشیاٹک سوسائیٹی، بنگال 1881، ص، 42 کے مطابق جھینگا وہ پتھر ہے جو بجلی کے ساتھ گرتا ہے۔

2 تقابل فرمائیں، ٹیورنیر کی سنبھل پور میں ہیروں کی تلاش کی تفصیلات سے (جلد دوم، 1676، ایڈیشن، ص، 311)



Marfat.com

کے والد کی دیگر بیویاں تھیں۔ انھوں نے اسے اور اس کے ایک بھائی کو گرفتار کرلیا۔ انھوں نے ان کی تلاشی لی اور ان کے پاس جو ہیرے تھے لے لیے۔ 23 عدد نر و مادہ ہاتھی بھی ابراہیم کے ہاتھ لگے۔ اس خدمت کے انعام میں ابراہیم کے منصب میں اصل میں اضافہ کر کے 4,000 ذات و سوار کردیا گیا اور اسے اعلیٰ خطاب فتح جنگ سے سرفراز کیا گیا۔ یہ احکام دیے گئے کہ ان تمام لوگوں کے منصب میں اضافہ کردیا جائے جو اس کے ساتھ اس مہم میں شامل تھے اور بہادری دکھائی تھی۔ اب وہ ولایت شاہی مملکت کے ملازم کے پاس ہے۔ وہ دریا کی تلیٹی میں کام کر کے جو بھی ہیرے پاتے ہیں دربار میں بھیج دیتے ہیں۔ ایک بڑا ہیرا جس کی قیمت کا اندازہ 50,000 لگایا گیا ہے حال ہی میں وہاں سے لایا گیا ہے۔ اگر ذرا محنت کی جائے تو ممکن ہے کہ اچھے ہیرے ملیں اور انھیں جواہر خانہ میں جگہ ملے۔



Marfat.com

# میرے مبارک جلوس کے گیارہویں نئے سال کی تقریب

یکشنبہ کو دن کی پندرہ گھڑیاں گزرنے کے بعد، اسفندارمز کے آخری دن مطابق یکم ربیع الاول (19/ مارچ 1616) برج حوت سے سورج کی خوش حالی کی شعاعیں برج حمل پر پڑیں۔ اس مبارک گھڑی پر اللہ جل جلالہ شانہ کی لوازم بندگی اور نیازمندی (کی ادائیگی) کے بعد میں حکومت کے تخت پر دیوان عام میں بیٹھا جس کو خیموں اور شامیانوں سے بنایا گیا تھا اور چاروں طرف یورپی پردے، چھپے ہوئے سنہرے زربفت اور نادر کپڑوں کے تھے۔ شاہزادے، امرا، خاص درباری، مملکت کے وزرا اور دوسرے ملازمین نے مبارک بادیں و سلامتی پیش کیں۔ چونکہ حافظ نادعلی گوئندہ (گویا) قدیم ملازمین میں تھا، میں نے حکم دیا کہ جو بھی نذر دوشنبہ کو نقد یا جنس کی شکل میں پیش کرے وہ اسے انعام میں دے دی جائے۔

2/ فروردین کو چند ملازمین کی نذریں میرے سامنے رکھی گئیں۔ 4/ کو خواجہ جہان کی نذر جسے اس نے آگرہ سے بھیجا تھا اور جس میں کئی ہیرے، موتی، جواہرات کی مصنوعات، ہر قسم کے کپڑے، ایک ہاتھی، کل ملاکر 50,000 روپے مالیت کے تھے، میرے سامنے لائی گئی۔

5/ کو کنور کرن جسے اپنے وطن جانے کی اجازت دی گئی تھی واپس آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ ایک ہاتھی معہ لوازمات اور 4 گھوڑے، 100 مہریں اور 1,000 روپے اس نے نذر میں پیش کیے۔ آصف خاں کے منصب میں جو 4,000 ذات اور 2,000 سوار تھا، میں نے 7/ کو 1,000 ذات اور 2,000 سوار کا اضافہ کرکے علم و نقارہ سے سرفراز کیا۔ اس دن میر جمال کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ اس نے جو بھی پیش کیا تھا پسند اور قبول کیا گیا۔ جو چیزیں تھیں ان میں ایک مرصع جواہر دار خنجر تھا (318) جو اس کی نگرانی[1] میں بنایا گیا تھا۔ اس کے دستہ پر ایک زرد یاقوت[2] تھا جو بے حد شفاف اور

---

1 متن میں 'خودہنرکاری' ہے یعنی خود اس کا بنایا ہوا لیکن مخطوطہ میں 'خودسرکاری' ہے۔ اقبال نامہ، ص، 87 ہے کہ جمال الدین نے اسے بیجاپور میں بنوایا تھا۔

2 اصلاً نگمراج تیورنیر لکھتا ہے کہ مقامی لوگ مختلف قسم کے قیمتی پتھر کو یاقوت کہتے ہیں اور اسے اس کے رنگ سے پہچانتے ہیں۔



Marfat.com

دمکتا ہوا تھا۔ اس کا قطر مرغی کے انڈے کا نصف تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے خوش رنگ یاقوت اور پرانے زمرد تھے۔ مقیمانوں (دلالوں) نے اس کی قیمت 50,000 روپے لگائی تھی۔ میں نے مذکورہ میر کے منصب میں 1,000 سوار کا اضافہ کردیا جو بڑھ کر 5,000 ذات اور 3,500 سوار ہو گیا۔

8/ر کو میں نے صادق حاذق کے منصب میں 300 ذات اور سوار اور ارادت خاں کے 300 ذات اور 200 سوار کا اضافہ کیا۔ اب ہر ایک 1,000 ذات اور 500 سوار کا منصب دار ہو گیا۔

9/ر کو خواجہ ابوالحسن کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ جواہرات کے زیورات اور کپڑوں کی، جن کی مالیت 40,000 روپے تھی قبول کیے گئے اور بقیہ میں نے اسے تحفہ میں دے دیا۔ تاتارخاں بکاول بیگی کی نذر میں ایک یاقوت، ایک لعل، تختی مرصع، دو انگوٹھیاں اور چند کپڑے قبول کیے گئے۔

10/ر کو 3 ہاتھی جسے راجہ مہاسنگھ نے دکن سے بھیجا تھا اور 100 نادر قسم کے سنہری زربفت وغیرہ کے پارچے جسے مرتضیٰ خاں نے لاہور سے بھیجا تھا میرے سامنے پیش کیے گئے۔ اس دن دیانت خاں نے اپنی نذر گزاری جس میں 2 عدد موتیوں کی تسبیح، دو لعل، 6 بڑے موتی، سونے کی ایک سینی (Tray) جس کی مالیت 28,000 روپے تھی۔

9/ر کو خواجہ ابوالحسن کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ جواہرات کے زیورات اور کپڑوں کی، جن کی مالیت 40,000 روپے تھی قبول کیے گئے اور بقیہ میں نے اسے تحفہ میں دے دیا۔ تاتار خاں بکاول بیگی کی نذر میں ایک یاقوت، ایک لعل، تختی مرصع، دو انگوٹھیاں اور چند کپڑے قبول کیے گئے۔

10/ر کو 3 ہاتھی جسے راجہ مہاسنگھ نے دکن سے بھیجا تھا اور 100 نادر قسم کے سنہری زربفت وغیرہ کے پارچے جسے مرتضیٰ خاں نے لاہور سے بھیجا تھا میرے سامنے پیش کیے گئے۔ اس دن دیانت خاں نے اپنی نذر گزاری جس میں 2 عدد موتیوں کی تسبیح، دو لعل، 6 بڑے موتی، سونے کی ایک سینی (Tray) جس کی مالیت 28,000روپے تھی۔

11/ر کو جمعرات کے دن کے اختتام پر، میں اعتمادالدولہ کے گھر گیا تاکہ اس



Marfat.com

کے رُتبہ کو اور بڑھاؤں۔ اس نے مجھے نذر پیش کی جسے میں نے تفصیل سے بغور ملاحظہ کیا۔ ان میں سے زیادہ تر نایاب تھے۔ جواہرات میں 2 موتی تھے جن کی قیمت 30,000 روپے تھی۔ ایک قطبی لعل، جسے 22,000 روپیوں میں دوسرے موتیوں اور لعلوں کے ساتھ خریدا گیا تھا۔ (319) کل ملا کر اس کی قیمت 110,000 روپے تھی۔ انھیں قبول کیا گیا اور کپڑے بھی جن کی قیمت 15,000 روپے تھی، قبول کیے گئے۔ جب میں ان نذروں کو دیکھ چکا تو ایک پہر رات تک تفریح وطرب میں گزارے۔ میں نے حکم دیا کہ امرا و ملازمین کو پیالے دیے جائیں۔ محل کی خواتین بھی میرے ساتھ تھیں۔ ایک خوشگوار محفل جمی۔ جب یہ تفریحی مجلس ختم ہوئی تو میں اعتمادالدولہ سے معافی کا عذر کر کے دولت خانہ[1] چلا گیا۔ اسی دن میں نے حکم دیا کہ نور محل بیگم کو نورجہاں بیگم کہا جائے۔

12ر کو اعتبار خاں کی نذر میرے سامنے لائی گئی۔ انھوں نے ایک برتن مچھلی کی شکل کا بنایا تھا جو خوبصورت جواہرات سے مرصع اور بے حد عمدہ شکل کا تھا اور میرے روزانہ کی عادت کے مقدار[2] کے لحاظ سے بنایا گیا تھا۔ اسے اور دوسرے جواہرات اور اس سے بنی اشیا، کپڑے جن کی مالیت 56,000 روپے تھی میں نے قبول کر لیے اور بقیہ لوٹا دیے۔ بہادر خاں صوبہ دار قندھار نے 7 عدد عراقی گھوڑے اور 9 توفوز[3] (81) پارچہ کپڑے بھیجے تھے۔ ارادت خاں اور راجہ سورج مل پسر راجہ باسو کی نذورات 13 کو میرے سامنے پیش کی گئیں۔ عبدالسبحان جو 1,200 ذات اور 600 سوار کا منصب دار تھا، ترقی پا کر 1,500 ذات اور 700 سوار کا منصب دار بنا۔

15ر کو ٹھٹھ کی صوبیداری شمشیر خاں ازبیک سے منتقل کر کے مظفر خاں کو دی گئی۔

16ر کو اعتقاد خاں پسر اعتمادالدولہ کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ ان میں سے 32,000 مالیت کے برابر (کی نذر) قبول کی گئی اور بقیہ اسے لوٹا دی گئی۔

---

1. بیورج نے اس کا ترجمہ Hall of Audience کیا ہے۔ متن میں 'متوجہ دولت خانہ شدم' آیا ہے۔ مترجم۔

2. متن میں 'بامعتاد من' میرے دستور کے مطابق گنجائش۔ غالباً یہ ایک شراب کا پیالہ تھا، جو جہانگیر کے معمول کے مطابق گنجائش رکھتا تھا۔ (بیورج) متن میں 'معتاد' ہے۔ یہ ایک عربی لفظ ہے اور لفظ اعتاد کا اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں 'عادت' ہر روز کھانے یا پینے کی اتنی مقدار جتنے کی عادت ہو۔ مترجم

3. بیورج نے 'توفوز' لکھا ہے لیکن متن میں 'نہ تغوز' ہے۔ مترجم



Marfat.com

17/ر کو تربیت خاں کی نذر کا معائنہ کیا گیا۔ جواہرات اور کپڑوں میں جس کی مالیت 17,000 روپے تھی، قبول کی گئی۔

18/ر کو میں آصف خاں کے گھر گیا۔ وہاں اس کی نذر مجھے پیش کی گئی۔ محل سے (320) اس کے گھر تک ایک کوس کا فاصلہ تھا۔ آدھے راستہ تک مخمل جس پر سونے کا کام تھا اور سادہ مخمل بچھا ہوا تھا جس کی قیمت 10,000 روپے تھی۔ میں اس دن اس کے گھر خواتین کے ساتھ آدھی رات تک رہا۔ اس نے جو نذر تیار کر رکھی تھی وہ میرے سامنے تفصیلی طور پر پیش کی گئی۔ جواہرات، جواہرات سے بنے زیورات، سونے سے تیار کردہ اشیا اور خوبصورت کپڑے، جن کی مالیت 114,000 روپے تھی، 4 گھوڑے اور ایک اونٹ قبول کیے گئے۔

19/ر فروردین کو روز شرف تھا۔ محل میں ایک شاندار محفل منعقد ہوئی۔ مبارک ساعت کے پیش نظر، جب مذکورہ دن کی 2½ گھڑیاں باقی رہیں، میں تخت پر بیٹھا۔ میرے فرزند بابا خرم نے اس مبارک موقع پر مجھے ایک لعل نہایت آبدار اور شفاف، جس کی قیمت 80,000 لگائی گئی تھی نذر کیا۔ میں نے اس کا منصب جو 15,000 ذات اور 8,000 سوار تھا بڑھاکر 20,000 ذات اور 10,000 سوار کردیا۔ اسی دن میرا جشن وزن قمری ہوا۔ میں نے اعتمادالدولہ کے منصب کو جو 6,000 ذات اور 3,000 سوار تھا، 7,000 ذات اور 5,000 سوار کر کے اسے تومان و توغ عطا کیا اور حکم دیا کہ اس کا نقارہ میرے فرزند خرم کے بعد بجایا جائے۔ میں نے تربیت خاں کے منصب میں 500 ذات و سوار کا اضافہ کیا تاکہ یہ 3,500 ذات اور 1,500 سوار ہوجائے۔ اعتقاد خاں کے منصب میں 1,000 ذات اور 400 سوار کا اضافہ کیا۔ نظام الدین خاں کو ترقی دے کر 700 ذات اور 300 سوار کے منصب پر فائز کر کے صوبہ بہار میں متعین کیا گیا۔ سلام اللہ عرب کو شجاعت خاں کے خطاب سے نوازا گیا اور موتیوں کے ایک حلقہ (نکلس) سے سرفراز کیا گیا۔ وہ شاہی ملازمین[1] میں ہوگیا۔ میں نے میر جمال الدین انجو کو عزالدولہ کے خطاب پر

---

1. 'حلقہ بگوش' بظاہر اس کی طرف اشارہ ہے کہ جہانگیر کی طرح کانوں میں سوراخ (کان چھدوائے) کرائے



Marfat.com

فائز کیا۔ 21/ کو (321) اللہ نے خسرو کو ایک بیٹا دیا جو مقیم پسر مہتر فاضل رکابدار کی بیٹی کے بطن سے تھا۔ اللہ داد افغان کو جس نے میری ملازمت قبول کرلی تھی اور مفسد احداد کی صحبت سے کنارہ کشی کر کے دربار میں حاضر ہوا تھا، میں نے 20,000 داراب (10,000 روپے) دیے۔

25/ کو رائے منوہر کے انتقال کی خبر آئی جو دکن کی فوج کے ساتھ مامور کیا گیا تھا۔ اس کے بیٹے کو 500 ذات اور 300 سوار کا منصب دے کر میں نے اسے اس کے والد کا مقام اور جائداد دے دی۔

26/ کو ناد علی میدانی کی نذر، جس میں 9/ گھوڑے، کئی لگام کے دہانے[1] اور 4 ایرانی اونٹ تھے میرے سامنے لائی گئی۔

28/ کو میں نے اللہ داد افغان کو ایک مرصع کھپوا (خنجر) پیش کیا۔ اسی دن خبر آئی کہ قدم افغان نے جو آفریدی افغانوں میں تھا اور فرمانبردار اور وفادار تھا اور جسے درہ خیبر کی زاہداری دی گئی تھی، ذرا سے شک کی وجہ سے فرمانبرداری کے دائرہ سے قدم باہر کر لیے ہیں اور بغاوت کر کے سر اٹھا لیا ہے۔ اس نے ہر تھانہ پر فوج بھیجی اور جہاں جہاں بھی اس کے آدمی گئے، ان لوگوں کی لاپروائی سے (جو تھانوں میں مامور تھے) لوٹ مار کی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ مختصراً اس بے شرم افغان کی حرکتوں کے نتیجہ میں، کابل کے پہاڑی علاقہ میں نئی شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب یہ اطلاع ملی تو میں نے ہارون جو قدم کا بھائی تھا اور جلال اس کا بیٹا، جو دربار میں موجود تھے، گرفتار کر کے آصف خاں کے حوالہ کر دیا کہ اسے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دے۔ اللہ کی مہربانی (322) اور عنایات سے، اس وقت ایسی بات وقوع پذیر ہوئی کہ تعجب ہوتا ہے۔ رانا پر فتح کے بعد میرے فرزند نے مجھے ایک لعل جو بے حد خوبصورت اور شفاف تھا اور 60,000 روپیوں

---

1 متن میں 'دہانہ لیش' ہے۔ بیورج اسے غیر واضح مانتے ہیں اور اسے 'صد دانہ کیش' (ایک ململ کے ٹکڑے) لکھتے ہیں۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں 'کبش' پڑھا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر گھوڑوں کی رعایت اور انگریزی کے لفظ (Lit) کے ترجمہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو 'لگام کے دہانے' بھی ہو سکتا ہے۔ مترجم



Marfat.com

کی مالیت کا تھا مجھے اجمیر میں پیش کیا تھا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ میں اس لعل کو اپنے بازو پر باندھوں۔ میں بہت جستجو میں تھا کہ مجھے دو عدد نادر موتی اچھے آب کے مل جائیں جو اس قسم کے لعل سے مطابقت رکھیں۔ مقرب خاں نے ایک قیمتی موتی 20,000 روپے مالیت کا حاصل کر کے نئے سال کی نذر میں پیش کیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کا جوڑا حاصل کرلوں تو یہ ایک مکمل بازو بند بنائیں گے۔ خرم نے جو بچپن سے میرے والد محترم کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت حاصل کر چکا تھا اور ان کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتا تھا، مجھے بتلایا کہ اس نے ویسا ہی موتی اسی قطر اور وزن کا ایک پرانے سر بند (پگڑی) میں دیکھا تھا۔ ویسا ہی سرپیچ (پگڑی) پہنا جاتا ہے اس میں ویسا ہی شاہی موتی اسی خاصیت، وزن اور قسم کا، جس کے وزن میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں تھا، لائے۔ جوہری اسے دیکھ کر بے حد متحیر ہوئے۔ یہ مالیت، قسم اور آب و تاب میں اسی کے مطابق تھا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ گویا ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوں۔ دونوں موتیوں کو لعل کے ساتھ رکھ کر میں نے انھیں اپنے بازو پر باندھ لیا اور دربار الٰہی میں سجدہ ریز ہوگیا۔ زبان سے بے ساختہ نکلا ؎

از دست و زبان کہ برآید    کز عہدہ شکرش بدر آید

ترجمہ (زبان اور ہاتھوں سے انھیں کامیابی ملی ہے جو شکرگزاری کا حق ادا کرتے ہیں۔)

5/ اردی بہشت کو 30 عراقی اور ترکی گھوڑے جسے مرتضٰی خاں نے لاہور سے بھیجا تھا میرے سامنے لائے گئے۔ خان دوران نے بھی 63 گھوڑے، 15 عدد اونٹ نر و مادہ، کلنگ کے پروں کا ایک دستہ (بنڈل)، 9/ عاقری[1]، 9 جوہر دار مچھلی[2] کے دانت، 9 عدد چینی خطائی، 3 عدد بندوقیں وغیرہ جو اس نے کابل سے بھیجی تھیں قبول کی گئیں۔ مقرب خاں نے ایک چھوٹے حبشی ہاتھی کو پیش کیا جو بذریعہ جہاز لایا گیا تھا۔ ہندستانی ہاتھیوں کے مقابلہ میں اس میں کچھ عجیب باتیں ہیں۔ اس کے کان بمقابلہ یہاں کے ہاتھیوں کے زیادہ بڑے ہیں اور اس کی سونڈ اور دم بھی بڑی ہے۔ میرے محترم والد کے

---

1. غالباً یہ 'غفغری' یعنی چینی مٹی کے برتن ہیں۔

2. جوہر دار کوولر (Vuller) نے ہڈی یا لکڑی جس میں نس ہوتی ہے، لکھا ہے۔



Marfat.com

عہد میں اعتماد خاں گجراتی نے ایک بچہ ہاتھی نذر میں بھیجا تھا[1]۔ آہستہ آہستہ یہ بڑا ہوا بہت غصہ ور اور بدمزاج تھا۔

7ر کو ایک خنجر مرصع مظفرخاں صوبہ دار تٹھ کو دیا گیا۔ اسی دن خبر ملی کہ افغانوں کا ایک گروہ[2] خان عالم کے بھائی عبدالسبحان پر حملہ آور ہوا تھا جو ایک تھانہ پر تعینات تھا اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا۔ عبدالسبحان نے کچھ منصب داروں اور ملازمین کے ساتھ، جو وہاں جانے کے لیے اس کے ساتھ تعینات تھے بہادری کا مظاہرہ کیا، لیکن آخرکار اس مقولہ کے مطابق ع

پشہ جو پر شد بزند فیل را

(ترجمہ) جب مچھر پردار ہو جاتے ہیں تو وہ ہاتھی کو بھی مار دیتے ہیں۔

وہ کتے اس پر غالب آگئے اور عبدالسبحان اور اس کے کئی رفقا کو شہادت کے عالی مقام پر پہنچا دیا۔ اس واقعہ پر تعزیت کے لیے ایک پرشکوہ فرمان اور خاص خلعت خان عالم کو بھیجی گئی اور اسے ایران کا سفیر مقرر کیا گیا (جہاں وہ اب بھی ہے)

14ر کو مکرم، فرزند معظم خاں کی نذر بنگال سے لائی گئی۔ ان میں جواہرات اور ایسی اشیا تھیں جو اس صوبہ میں پائی جاتی تھیں، میرے سامنے پیش کی گئیں۔ میں نے گجرات کے کچھ جاگیرداروں کے منصب میں اضافہ کیا۔ ان میں سردار خاں کے منصب کو جو 1,000 ذات اور 500 سوار تھا بڑھا کر 1,500 ذات اور 300[3] سوار کر دیا۔ اسے علم بھی عطا کیا گیا۔ سید قاسم پسر سید دلاور خاں بارہہ کے اصل منصب میں بھی اضافہ کر کے 800 ذات اور 450 سوار کا منصب دار کیا گیا۔ یار بیگ جو احمد قاسم کوکا کا بھتیجہ ہے، کے منصب کو 600 ذات اور 250 سوار کیا گیا۔

17ر کو خبر آئی کہ مرو کے باشندے رزاق ازبیک جو دکن کی فوج میں تھے،

---

1۔ دیکھیے اکبر نامہ، جلد دوم، ص، 315۔ یہ جہانگیر کی پیدائش سے پہلے بھیجا گیا تھا۔ یہ بھی ایک افریقی ہاتھی تھا۔

2۔ ماثرالامرا، جلد اول، ص، 736۔ خان عالم کا نام مرزا برخوردار تھا۔

3۔ یہ غالباً غلط ہے کیونکہ سوار کی تعداد گھٹائی نہیں جاسکتی تھی۔



Marfat.com

فوت ہوگئے۔ وہ جنگ میں خوب ماہر تھے اور ماوراالنہر کے امرا میں نمایاں امیر تھے۔

21 ر کو اللہ داد افغان کو خان کے خطاب سے نوازا گیا اور اس کا منصب 1,000 ذات اور 600 سوار سے بڑھا کر 2,000 ذات اور 1,000 سوار کیا گیا۔

حکم دیا گیا کہ لاہور کے خزانہ سے تین لاکھ روپے انعام میں خان دوراں کو دیے جائیں جس نے افغانوں کی بغاوت کے وقت سخت مقابلہ کیا تھا۔

28ر کو کنور کرن نے رخصت طلب کی تاکہ وطن جاکر شادی کر سکے۔ میں نے اسے ایک خلعت، ایک عراقی گھوڑا معہ زین، ایک ہاتھی اور ایک مرصع سینہ بند خنجر دیا۔ 3 ماہ خورداد کو مرتضیٰ خاں کے وفات کی خبر آئی۔ وہ حکومت کے قدیم لوگوں میں تھا۔ میرے محترم والد نے اس کی تربیت کی تھی اور اسے بڑے عہدہ اور اعتماد کی جگہ پر فائز کیا تھا۔ میرے دور حکومت میں بھی انھوں نے شاندار کارنامے انجام دیے مثلاً خسرو کو زیر کرنا۔ اس کا منصب 6,000 ذات اور 5,000 سوار کیا گیا تھا۔ چونکہ اس وقت وہ پنجاب کا صوبہ دار تھا اور کانگڑہ کو فتح کیا تھا، جو مضبوطی میں پہاڑی علاقہ میں ثانی نہیں رکھتا یا ساری آباد دنیا میں اس کا مقابل ہوتا، مجھے ذہنی طور پر اس خبر سے صدمہ پہنچا۔ سچ تو یہ ہے کہ (325) ایسے وفادار لوگوں کی موت پر دکھ ہونا واجب ہے۔ چونکہ ان کی عمر وفاداری میں گزری میں نے اللہ پاک سے ان کی مغفرت کی دعا کی۔

24ر خورداد کو سید نظام کا منصب مقرر کیا گیا۔ اصل میں اضافہ کر کے 900 ذات اور 650 سوار کو دیا گیا۔ میں نے نورالدین قلی کو ہر طرف سے آنے والے ایلچیوں کی مہمان داری کی خدمت پر مامور کیا۔

7ر کو سیف خاں بارہہ کی موت کی خبر ملی۔ وہ ایک بہت بہادر اور حوصلہ مند نوجوان تھا۔ اس نے خسرو سے جنگ کے وقت غیر معمولی اور بے مثال بہادری کے جوہر دکھلائے تھے۔ اس نے اس دار فانی کو دکن میں ہیضہ میں مبتلا ہوکر چھوڑا۔ میں نے اس

---

1. متن میں یوں ہے، دیکھیے نمبر 181، جس میں 600 دیا ہے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ سوار کی تعداد میں سمجھتا ہوں کبھی بھی ذات کے منصب سے زیادہ نہیں ہوتی۔



Marfat.com

کے بیٹوں کے ساتھ سلوک کیا۔ علی محمد جو سب سے بڑا تھا اور اس کے بچوں میں سب سے زیادہ کھرا تھا 300 ذات اور 400 سوار کا منصب دیا اور اس کے بھائی جس کا نام بہادر تھا 400 ذات اور 300 سوار کا منصب دیا۔ سید علی نے جو اس کا بھتیجہ تھا، 500 ذات اور سوار کے منصب کا اضافہ پایا۔ اسی دن خوب اللہ پسر شہباز خاں کنبو کو رن باز خاں کا خطاب ملا۔

8ر کو ہاشم خاں کے اصل منصب میں اضافہ کر کے 2,500 ذات اور 1,800 سوار کیا گیا۔ آج کے دن میں نے اللہ داد افغان کو 20,000 داراب (10,000 روپے) دیے۔ بکرماجیت جو باندھو کا راجہ تھا اور جس کے آبا و اجداد ہندستان کے بڑے زمینداروں میں تھے، باباخرم کے توسل سے میرے حضور میں کورنش بجا لایا، اس کی خطائیں معاف کی گئیں۔

9ر کو جیسلمیر کے کلیان جسے بلانے کے لیے راجہ کشن داس گئے تھے، آیا اور میری خدمت میں حاضر ہوا، اس نے 100 مہروں اور 10,000 روپیوں کی نذر پیش کی۔ اس کا بڑا بھائی راول بھیم[1] ایک ممتاز آدمی تھا۔ جب وہ مرا تو دو ماہ کا ایک بیٹا چھوڑا اور وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہا۔ جب میں شاہزادہ تھا تب اس کی بیٹی سے شادی کی تھی اور اسے ملکہ جہاں کا خطاب دیا تھا۔ چونکہ اس قبیلہ کے آبا و اجداد قدیم وفاداروں میں تھے اس لیے یہ رشتہ قائم ہوا۔ مذکورہ کلیان کو طلب کر کے جو راول بھیم کا بھائی تھا میں نے اسے راجہ کا ٹیکہ اور راول کا خطاب دے کر معزز[2] کیا۔ خبر آئی کہ مرتضیٰ خاں کی وفات کے بعد راجہ مان نے وفاداری کا مظاہرہ کیا اور کانگڑہ قلعہ کے لوگوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اس نے یہ انتظام کیا تھا کہ وہاں کے راجہ کے بیٹے کو دربار لائے جس کی عمر 29 برس کی تھی۔ اس کی اس پرجوش خدمات کے صلہ میں، میں نے اس کے منصب کو جو 1,000 ذات اور 800 سوار تھا 1,500 ذات اور 1,000 سوار مقرر کیا۔ خواجہ جہان کو اصل منصب میں اضافہ کے بعد 4,000 ذات اور 2,500 سوار کا منصب دار بنایا۔ اسی

---

1۔ سرسید کے متن میں 'راؤ بھیم صاحب جاہ مقام' یعنی راؤ بھیم صاحب ملکیت اور حیثیت تھا۔ [illegible]
2۔ یہ جملہ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں نہیں ہے۔ یہاں وہ پیراگراف ہے جسے انڈیا آفس کے مخطوطہ میں پہلے لکھا گیا ہے۔



Marfat.com

دن[1] ایک ایسا واقعہ ہوا کہ گو میں اس کو لکھنے کے لیے بہت بے قرار ہوں لیکن میرا دل اور ہاتھ ساتھ نہیں دیتے۔ جب بھی میں قلم پکڑتا ہوں میری حالت حیران کردینے والی ہوتی ہے، میں نے مجبور ہو کر اعتمادالدولہ سے اسے لکھنے کو کہا۔

'ایک قدیم مخلص غلام اعتمادالدولہ، حسب الحکم اس مبارک[2] (کتاب) میں لکھتا ہے کہ 11ر[3] خورداد کو بخار کے اثرات شاہ خرم[4] بلند اقبال کی بیٹی میں پائے گئے جس سے بندگان حضرت (بادشاہ) بے حد محبت کرتے تھے کیونکہ وہ نیک فالی کے گلشن کا پہلا ثمر تھیں۔ تین دنوں بعد آبلے ظاہر ہوئے اور 26 ماہ مذکور مطابق 29ر جمادی الاول 1025ھ (15ر جون 1616) کو انتقال کر گئیں اور جنت کی راہ لی۔ اس دن سے حکم دیا گیا کہ بدھ کے دن کو کم شنبہ (یا غم شنبہ) کہا جائے۔ میں کیا لکھوں کہ حضرت الٰہی (بادشاہ) اس دل سوز واقعہ کی وجہ سے کس قدر غم زدہ ہوئے ہوں گے۔ مزید برآں یہ ان پر واقعہ ہوا جو دنیا کی جان ہیں۔ ان کے ملازمین[5] کا کیا حال ہوا ہوگا جن کی زندگیاں آپ کے خالص وجود سے منسلک ہیں۔ دو دنوں تک ملازمین کو شرف باریابی نہیں ملا۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ اس مکان کے سامنے ایک دیوار بنادی جائے جس میں جنت کا وہ طائر (پرندہ) رہتا تھا تاکہ اس پر نگاہ نہ پڑے۔ اس کے علاوہ انھوں نے دولت خانہ کے پھاٹک کو بھی رونق نہیں بخشی۔ تیسرے دن وہ پریشانی کے عالم میں ممتاز شہزادہ کے گھر گئے اور ملازمین کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہ تسلیمات و کورنش بجا کر نئی زندگی حاصل کریں۔ راستہ میں تمام کوششوں کے باوجود حضرت (بادشاہ) کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور یہ کیفیت

---

1 انڈیا آفس کے مخطوطہ نمبر 181 میں یہ ہے کہ "11ر کو" وغیرہ۔

2 انڈیا آفس کے دونوں مخطوطات میں یہ جملے ہیں۔ 'اس دن یہ واقعہ ہوا کہ میں نے لاکھ لکھنے کی کوشش کی، میرے دل نے ہاتھ کا ساتھ نہیں دیا۔ جب بھی میں نے قلم پکڑا میری حالت متغیر ہوگئی۔ بالآخر میں نے اعتمادالدولہ سے لکھنے کو کہا۔"

3 یہاں انڈیا آفس کے مخطوطہ میں مزید جوڑا گیا ہے '11ویں سال رواں کو"

4 غالباً یہ چمنی بیگم تھی، شاہ جہاں کی ایک لڑکی جن کی قبر خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کے قریب ہے۔ (راجپوتانہ گزیٹر، جلد دوم، ص، 62) غالباً چمنی کو چمانی ہونا چاہیے جس کے معنی ہیں 'شاداب' اور جو چمن سے آیا ہے۔ یعنی باغ، غالباً یہ چیچک کے مرض میں مریں، یہ گرمی کا زمانہ تھا۔

5 بظاہر اس سے مراد بچہ کے والدین اور دادا سے ہے یعنی اس کا لکھنے والا۔



Marfat.com

کافی دیر تک رہی۔ ہر لفظ جو حضرت کی زبان سے نکلتا غم کا ہلکا تھپیڑا سا تھا۔ حضرت (بادشاہ) کی حالت غیر تھی۔ وہ کئی دنوں تک شہزادہ عالی مقام کے گھر رہے اور دوشنبہ[1] (پیر) الٰہی ماہ کو وہ آصف خاں کے گھر گئے، اور وہاں سے چشمہ نور۔ (ص، 328) جہاں وہ دو تین دنوں تک رہے لیکن وہ جب تک اجمیر میں رہے وہ خود پہ قابو نہیں رکھ سکے۔ جب بھی دوستی کا لفظ ان کے کانوں میں پڑتا بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے جو ان کے وفادار ملازمین کے دلوں کو پارہ پارہ کردیتا۔ جب شاہی لشکر دکن کی طرف گامزن ہوا تب جاکر ان کو قدرے تسلی ملی۔

اس دن پرتھی چند پسر رائے منوہر کو رائے کا خطاب ملا۔ اور 500 ذات اور 400 سوار کا منصب معہ جاگیر اسی کے وطن میں دی گئی۔

شنبہ 11ر کو میں چشمہ نور سے اجمیر میں واقع محل میں چلا گیا۔ اتوار 12 ر کو 37 ساعتیں گذرنے کے بعد، جب برج قوس (نواں برج) 27 ویں درجہ (ڈگری) میں تھا میں مسند نشین ہوا اور ہندو نجومیوں کے حساب کے مطابق 15 ویں درجہ برج جدی (دسواں برج) یونانیوں کے مطابق، آصف خاں کی بیٹی کے بطن سے ایک قیمتی موتی اس دنیا میں آیا۔ اس نعمت کی خوشی میں خوشی اور مسرت کے مارے زور زور سے نقارے بجائے گئے۔ خوشی اور شادمانی عوام کے چہروں سے ٹپکتی تھی۔ بغیر کسی تاخیر اور ہچکچاہٹ کے میری زبان پر شاہ شجاعت کا نام آیا۔ مجھے امید ہے کہ اس کی پیدائش مبارک، میرے اور اس کے والد کے لیے نعمت ہوگی۔

12ویں کو ایک خنجر مرصع[2] اور ایک ہاتھی جیسلمیر کے راول کلیان کو عطا کیے گئے۔ اسی دن خبر آئی کہ خواص خاں جس کی جاگیر قنوج میں تھی، فوت ہوگیا۔ میں نے ایک ہاتھی گجرات کے دیوان رائے کنور کو دیا۔ اسی ماہ کی 22ر کو راجہ مہاسنگھ کے منصب میں میں نے 500 ذات و سوار کا اضافہ کیا جو اب 4,000 ذات اور 3,000 سوار ہوگیا۔ علی خاں تاتاری کا منصب، جسے اس سے پہلے نصرت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا، 2,000 ذات اور 500 سوار مقرر کیا گیا اور علم بھی دیا گیا۔ چند معاملات کی تکمیل کے

---

1۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں دوشنبہ ہے یعنی 6 ماہ تیر اور یہ درج ہے کہ جہانگیر چشمہ نور پر ۹ر بروز جمعرات کو گیا تھا۔ بعد میں جہانگیر شنبہ کا ذکر کرتا ہے۔

2۔ متن میں لفظ 'خنجر' نہیں ہے۔



Marfat.com

پیش نظر میں نے عہد کیا تھا کہ ایک سونے کی جالی کا کٹہرہ خواجہ کے محترم مزار کے گرد[1] بنا دیا جائے۔ اس ماہ کی 27ر تاریخ کو یہ مکمل ہوگیا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے لگا دیا جائے۔ یہ ایک لاکھ دس ہزار روپیوں میں تیار ہوا تھا۔

چونکہ دکن کی فاتح فوج کی قیادت میرے فرزند سلطان پرویز نے اطمینان بخش طور پر نہیں انجام دی تھی، میں نے اسے واپس بلانے کا ارادہ کیا اور اس کی جگہ بابا خرم کو فاتح فوج کے ہراول دستہ میں بھیجنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس میں راست بازی اور معاملات فہمی کے آثار ظاہر تھے۔ علاوہ ازیں میں خود اس کی پشت پر ہوں گا تاکہ یہ اہم کام ایک ہی بار کی مہم میں طے پا جائے۔ اس مقصد سے ایک فرمان پرویز کے نام پہلے ہی بھیجا جاچکا تھا کہ وہ صوبہ الہ آباد کی طرف کوچ کرجائے جو میری مملکت کے وسط میں واقع ہے۔ جب میں مہم میں مصروف ہوں گا تو وہ میری مملکت کی حفاظت اور انتظام میں مصروف ہوگا۔ اسی ماہ کی 29ر کو بہاری داس اخبار نویس کی عرض داشت برہان پور سے موصول ہوئی کہ شہزادہ 20 کو شہر سے بخیر کوچ کرکے مذکورہ صوبہ (الہ آباد) کی طرف جاچکا ہے۔

یکم ماہ امرداد کو میں نے جواہرات سے مرصع پگڑی مرزا راجہ بھاؤ سنگھ کو پیش کی۔ کشتی گر کی درگاہ کو ایک ہاتھی دیا گیا۔

18ر کو لشکر خاں نے 4 عدد رہوار گھوڑے بھیجے تھے اور وہ میرے سامنے پیش کیے گئے۔ میر مغل کو سید عبدالوارث کی جگہ سنبھل کا فوجدار مقرر کیا گیا۔ سید عبدالوارث کو خواص خاں کی جگہ پر قنوج کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ اس فریضہ کے پیش نظر اس کا منصب 500 ذات اور سوار مقرر کیا گیا۔

21ر کو جیسلمیر کے راول کلیان سنگھ کی نذر میرے سامنے لائی گئی (330)۔ یہ 3,000 مہروں، 9 گھوڑوں، 25 اونٹوں اور ایک ہاتھی پر مشتمل تھی۔ قزلباش خان کے منصب کو اصل سے اضافہ کرکے 1,200 ذات اور 1,000سوار مقرر کیا گیا۔ 23ر کو شجاعت خاں نے رخصت حاصل کی تاکہ وہ اپنی جاگیر جاکر اپنے ملازمین کے معاملات اور

---

[1] سرسید کے متن میں مجری از طلا شبکہ دار بر مرقد منورہ خواجہ بزرگوار' دیا ہے۔ بیورج کے ترجمہ میں 'Tomb' ہے جو اس کے مطابق ہے۔ مترجم



Marfat.com

علاقہ کے انتظامات کو درست کرسکے اور خود کو مقررہ وقت پر حاضر کرسکے۔ اس سال[1] بلکہ میرے جلوس کے دس سال بعد، ہندستان کے مختلف علاقوں میں زبردست وبا پھیلی۔ اس وبا کا آغاز پنجاب کے پرگنات سے ہوا اور بتدریج یہ بڑھ کر لاہور تک پھیل گئی۔ بہت سے ہندو اور مسلمان اس وبا سے ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد یہ سرہند اور دوآب میں پھیلی اور بالآخر دہلی تک اور اس کے گرد و نواح کے پرگنوں اور گاؤں میں پہنچ کر اسے ویران کردیا۔ ان دنوں یہ کافی کم ہوگئی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں اور قدیم تواریخ سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے یہ بیماری اس ملک[2] میں پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ حکما اور علما سے اس کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا سبب کیا ہے، کچھ لوگوں نے بتلایا کہ لگاتار دو سال سے خشک سالی ہے کیونکہ کم بارش ہوئی۔ کچھ نے یہ کہا کہ خشک سالی اور قلت کی وجہ سے فضا مسموم ہوگئی۔ بعض نے اور دیگر اسباب بتلائے۔ واللہ اعلم۔ ہمیں اللہ کی مرضی کے آگے سر جھکانا ہے۔

چہ کند بندہ کہ گردن نہ نہد فرمان را

(غلام حکم کے آگے سر تسلیم خم نہ کرے تو کیا کرے)

5ر شہریور کو 5,000 روپے میر میرن کی والدہ کے اخراجات کے لیے ایک تاجر کے ذریعہ بھیجے گئے جو عراق جارہا تھا۔ آپ شاہ اسماعیل کی بیٹی تھیں۔

6ر کو ایک خط عابد خاں بخشی[3] کا خط جو احمد آباد کا اخبار نویس تھا، ملا۔ جس میں تحریر تھا (331) کہ عبداللہ خاں فیروز جنگ نے اس سے جھگڑا کیا ہے کیونکہ اس نے ایسے واقعات و معاملات لکھے تھے جو اسے پسند نہیں تھے۔ اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا، ان لوگوں نے اس کی بے عزتی کی اور اس کے گھر لے گئے اور اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا۔ یہ معاملہ بہت سنگین معلوم دیا اور میں چاہتا تھا کہ فوراً اسے نکال باہر کردوں اور برباد کردوں۔ آخر مجھے خیال آیا کہ دیانت خاں کو احمد آباد بھیج کر اس کی تحقیقات نیز متعلق لوگوں کے ذریعہ کرائی جائے اور پتہ لگایا جائے کہ کیا واقعی ایسا واقعہ ہوا تھا۔ اگر ایسا

---

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 346۔ اقبال نامہ، ص، 89-88 پر طاعون کے متعلق زیادہ بہتر احوال ملتا ہے۔
2. متن میں 'درولایت' ہے یعنی کسی ملک یا کسی بیرون ملک
3. یہ مورخ نظام الدین کا فرزند تھا، سر ٹامس رو اس کا احوال لکھتا ہے۔



Marfat.com

ہوا تو عبداللہ خاں کو ساتھ لے کر دربار آئے اور احمد آباد کی ذمہ داری اس کے بھائی سردار خاں کے سپرد کردے۔ دیانت خاں کی روانگی سے پہلے فیروز جنگ کو اس کی خبر لگ گئی اور وہ سخت سراسیمگی کے عالم میں خود ہی اپنے جرم کا اقبال کرنے پیدل دربار کی طرف چل پڑا۔ دیانت خاں کی اس سے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ اسے عجیب حال میں پایا کیونکہ (پیدل) چلنے سے اس کے پاؤں زخمی ہوگئے تھے۔ اس نے اس کو گھوڑے پر سوار کرایا اور ساتھ لے کر آیا اور میرے سامنے پیش ہوا۔ مقرب خاں جو دربار کے قدیم ملازمین میں ہے اور جب میں شہزادہ تھا تب سے اس کی مستقل خواہش تھی کہ گجرات کا صوبہ دار بنے۔ مجھے خیال آیا کہ عبداللہ خاں کے خلاف اس قسم کی کارروائی عمل میں آچکی ہے، مجھے ایک قدیم ملازم کی امیدوں کو مذکورہ خان کی جگہ احمد آباد بھیج کر پورا کردینا چاہیے، ایک مبارک گھڑی کی تلاش کی گئی اور اسے میں نے صوبہ کا حاکم بنا دیا۔

15/ کو بہادر خاں صوبہ دار قندھار کے منصب میں جو 4,000 ذات اور 3,000 سوار تھا، 500 ذات کا اضافہ کردیا گیا۔

شوقی جو طنبورہ بجانے میں اپنے عہد کا نادر شخص ہے اور جو ہندی اور فارسی گانے بھی اس طرح گاتا ہے جو دلوں کے زنگ کو دھو ڈالتا ہے، اسے میں نے آنند خاں کے خطاب سے خوش کیا۔ آنند ہندی زبان میں خوشی اور راحت کو کہتے ہیں۔

آم[1] ہندستان میں ماہ تیر (جون۔جولائی) کے بعد نہیں ہوتے لیکن مقرب خاں نے پرگنہ کیرانہ[2] میں ایک باغ بنوایا ہے جو اس کے آبا واجداد کا وطن ہے اور وہاں آم کی نگہداشت اس طرح کرتا ہے کہ آموں کا موسم دو ماہ سے زیادہ ہوجاتا ہے اور میرے لیے روزانہ تازہ آم بھیجتا ہے جو پھلوں کے خاص میوہ خانہ میں رکھے جاتے ہیں۔ چونکہ اس کو انجام دینا غیر معمولی بات تھی، اس لیے اس کا یہاں ذکر کیا گیا۔

8/ کو ایک خوبصورت عراقی گھوڑا جس کا نام لعل بے بہا تھا پرویز کو اس کے

---

1۔ متن میں آنند، لیکن اس کے کوئی معنی نہیں۔ انڈیا آفس مخطوطہ میں 'انبہ' یعنی آم ہے، اور گو کہ یہ حوالہ یونہی ہے لیکن درست خواندگی ہے۔ جہانگیر خاص طور پر آم کا شوقین تھا اور شاید اسی لیے ذو معنی آم اور آنند سے پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

2۔ سرکار سہارنپور، جیریٹ، جلد دوم، ص، 292۔ اب یہ ضلع مظفر نگر میں ہے۔ امپیریل گزیٹر، جلد ہفتم ص، 308



Marfat.com

ایک ملازم شریف کے ذریعہ بھیجا گیا۔

میں نے سنگ تراشوں کو حکم دیا تھا کہ تیزی کے ساتھ رانا اور اس کے فرزند کرن کا ان کے قد کے مطابق سنگ مرمر کا مجسمہ تیار کریں۔ ایک دن وہ تیار ہوگئے اور میرے سامنے پیش کیے گئے۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو آگرہ لے جایا جائے اور باغ میں جھروکہ کے نیچے نصب کر دیے جائیں۔[1]

26 / کو میری رسم جشن شمسی عام طریقہ کے مطابق ہوئی۔ (میراوزن) 6514 تولچہ سونا تھا۔ مجھے بار بار مختلف اشیا میں تولا گیا۔ دوسری بار مجھے چاندی میں تولا گیا۔ تیسری بار سلک میں، چوتھی بار مختلف عطریات میں جیسے مشک اود عنبر، صندل کی لکڑی، عودبان وغیرہ یہاں تک کہ بارہ بار وزن ہوا۔ جانوروں میں میری عمر کے برس کے مطابق ایک بکری[2] ایک بھیڑ، ایک مرغ (ہر برس کے بدلے) فقرا و درویشوں میں تقسیم کیے گئے۔ یہ رسم میرے والد محترم کے زمانہ سے لے کر آج تک اس مملکت ابدی میں جاری ہے۔ وزن کی گئی تمام چیزوں کو فقرا اور دیگر ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا جس کی مجموعی مالیت ایک لاکھ روپے تھی۔

آج میرے سامنے ایک لعل جسے مہابت خاں نے عبداللہ خاں فیروز جنگ سے

---

1. افسوس ہے کہ اب اس کا آگرہ میں نشان نہیں ملتا۔ اگر یہ موجود ہوتے تو نادر روزگار ہوتے۔ (سرسید کا حاشیہ)

2. متن میں 'گوسفند بز' مینڈھا ہے لیکن مخطوطہ گوسفند و باریابز ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ درست خواندگی 'بھیڑ یا بکری' دیکھیے بلاک مین، ص، 266۔ جہاں اکبر کو بکریوں اور جانوروں کو تقسیم کرتے ہوئے دکھلایا گیا ہے۔ جانوروں کی تقسیم جہانگیر کی عمر (48) کو 3 سے ضرب دے کر یعنی 144=3x48، ملاحظہ ہو بلاک مین۔ جہانگیر کا وزن 6514 تولچہ (بلاک مین، ص، 276 n۔ اسے تولہ ہی قرار دیتا ہے اور جہانگیر کا وزن تخمیناً 210½ پونڈ ٹرائے یا 15 اسٹون لگاتا ہے۔ غالباً یہ زیادہ ہے اور یہ وزن 82 سیر یا تقریباً 2 من یعنی 164 پونڈ۔ 11½ اسٹون ہوگا۔ عطریات جس سے وہ تولا گیا تھا، کیا عنبر تھا نہ کہ عنبر (جس میں خوشبو نہیں ہوتی) عود اور بان (نہ کہ پان جیسا کہ متن میں ہے) جو بظاہر وہی ہے جیسے لوبان دیکھیے، (باب برائے عطریات بلاک مین، 77) پر بادست نہادہ کہ محاورہ سے واقف نہیں ہوں۔ مخطوطہ میں لفظ 'با' نہیں ہے۔ غالباً اس کے معنی ہیں 'اسے فقیروں کے ہاتھ میں رکھا' جہانگیر 18 شہریور 977 مطابق 31/ اگست 1569 کو پیدا ہوا تھا۔ غالباً یہ اس لیے کہ اس کی پیدائش 24 شہریور کو جلالی سال کے مطابق تھی۔



Marfat.com

65,000 روپیوں میں برہان پور میں خریدا تھا میرے سامنے لایا گیا۔ اسے پسند کیا گیا۔ یہ ایک خوبصورت لعل ہے۔

خان اعظم کا منصب 7,000 مقرر کیا گیا اور حکم جاری کیا گیا کہ محکمہ دیوانی اسی کے برابر اسے تنخواہ جاگیر میں ادا کرے۔ اعتمادالدولہ کی درخواست پر دیانت خاں کے منصب میں جو تخفیف اس کے خلاف گزشتہ کارروائی کے تحت کی گئی تھی، بحال کر دی گئی۔ اعزالدولہ نے جسے صوبہ مالوہ جاگیر میں دیا گیا تھا، رخصت لی۔ اسے ایک گھوڑا اور ایک خلعت سے نوازا گیا۔ راول کلیان کا منصب 2,000 ذات اور 1,000 سوار کر کے یہ حکم دیا گیا کہ وہ صوبہ (جیسلمیر) اس کی تنخواہ کر دی جائے۔ چونکہ اس کی روانگی کی مبارک ساعت اسی دن تھی، اس نے اس صوبہ کو جانے کی رخصت بہت خوشی اور سرفرازی کے ساتھ معہ ایک عدد گھوڑا تحفہ میں، ایک ہاتھی، ایک مرصع تلوار، ایک مرصع کھپوا (خنجر) ایک خلعت اور ایک کشمیری شال، حاصل کی۔

31/ کو مقرب خاں نے احمد آباد جانے کی رخصت حاصل کی۔ اس کا منصب جو 5,000 ذات اور 2,500 سوار تھا 5,000 ذات و سوار مقرر کیا گیا۔ اسے ایک خلعت، ایک نادری (لباس)، ایک تمکہ موتیوں[1] کا، میرے ذاتی اصطبل سے دو گھوڑے، ایک خاص ہاتھی اور ایک مرصع تلوار دیے گئے۔ وہ مذکورہ بالا صوبہ کو بہت خوشی اور انبساط کے عالم میں روانہ ہوا۔

11/ مہر کو، جگت سنگھ پسر کنور کرن اپنے آبائی وطن سے آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔

16 کو مرزا علی بیگ اکبر شاہی صوبہ اودھ سے آئے، حاضری دی اور نذر میں 1,000 روپے، ایک ہاتھی جو وہاں کے ایک زمیندار کے پاس تھا اور جسے لے آنے کے لیے حکم دیا گیا تھا۔

21/ کو قطب الملک حکمراں گول کنڈہ کی نذر جس میں چند جواہرات کے زیورات تھے میرے ملاحظہ کے لیے لائی گئی۔ سید قاسم بارہہ کا منصب مقرر کیا گیا یہ اصل میں اضافہ کے ساتھ 1,000 ذات اور 600 سوار ہو گیا۔

---

1. عام طور سے تمغہ لکھا جاتا ہے یعنی نشان امتیاز، ایک میڈل وغیرہ۔



Marfat.com

22/ رجعہ کے دن پر مرزا علی بیگ جن کی عمر 75 سال سے تجاوز کر چکی تھی، انتقال کر گئے۔ انھوں نے اس مملکت کے لیے[1] عظیم خدمات انجام دی تھیں۔ بتدریج (335) ان کا منصب 4,000 ہوا تھا۔ وہ اس خاندان کے نمایاں اور بہادر جوانوں میں تھے اور شریف النفس تھے، ان کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ ایک دن وہ خواجہ معین الدین کے روضہ مبارکہ پر گئے تھے، عمر کا پیانہ لبریز ہو چکا تھا، انتقال کر گئے۔ میں نے حکم دیا کہ ان کو اسی مبارک جگہ پر دفن کیا جائے۔

جس وقت میں نے بیجاپور کے عادل خاں کے سفیر کو رخصت دی تھی میں نے اس سے فرمائش کی تھی کہ اگر اس ملک میں کوئی پہلوان یا کوئی ماہر تلوار باز ہو تو عادل خان سے کہہ کر اسے میرے پاس بھیج دیں۔ کچھ دنوں بعد جب سفیر لوٹا تو ایک مغل جس کا نام شیر علی تھا اور بیجاپور میں پیدا ہوا تھا، پیشہ سے پہلوان تھا اور اس فن میں اسے کمال حاصل تھا معہ دیگر تلوار بازوں کے آیا۔ آخرالذکر کی کارکردگیاں واجبی تھیں، لیکن میں نے شیر علی کو پہلوانوں اور لڑنتیوں سے جو میری حاضری میں رہتے تھے لڑنے کو کہا، ان میں سے کوئی اس کا سامنا نہ کر سکا۔ ایک ہزار روپے ایک خلعت اور ایک ہاتھی اسے دیے گئے۔ وہ بہت ہی اچھے جسم کا اور طاقتور آدمی تھا۔ میں نے اسے اپنی ملازمت میں رکھ لیا اور اسے دارالخلافہ کے پہلوان کا خطاب دیا۔ اسے ایک جاگیر اور منصب بھی دیا گیا اور دوسری بڑی مراعات دی گئیں۔

24/ کو دیانت خاں جسے عبداللہ خاں فیروز جنگ کو لانے کے لیے بھیجا گیا تھا، اسے ساتھ لایا اور میری خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے 100 مہروں کی نذر پیش کی۔ اسی دن رام داس پسر راجہ رام سنگھ، راجپوتوں کا ایک امیر جو دکن میں ذمہ داری نبھاتے ہوئے مر گیا تھا، 1,000 ذات اور 500 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ چونکہ عبداللہ خاں نے غلطیاں کرنے کا جرم کیا تھا اس نے بابا خرم کو اپنا شفیع بنایا۔ 26/ کو اس کو خوش

---

1. دیکھیے توزک، ص، 11، ماثرالامرا، سوم، ص،355۔ دہلی کے متعلق توزک کا بیان (ص، 11) غلط معلوم ہوتا ہے اور اس کا حوالہ مخطوطہ میں نہیں ہے۔ مرزا علی بدخشاں سے آئے تھے اور ان کا ذکر تواتر سے اکبرنامہ جلد سوم میں ملتا ہے۔

2. یہ اسی طرح کا جملہ ہے جو مخطوطہ میں ص 11 پر ہے۔ بظاہر اس سے مراد خاندان تیموریہ ہے۔ جس سے جہانگیر کا تعلق تھا۔ مرزا علی کا خطاب اکبر شاہی اسی سے متعلق ہے۔



Marfat.com

کرنے کے لیے میں نے حکم دیا کہ اول الذکر کو (336) حاضر ہو کر آداب پیش کرنے کی اجازت دی۔ وہ میرے سامنے بہت شرمسار صورت میں حاضر ہوا اور نذر میں 100 مہریں اور 1,000 روپے پیش کیے۔

عادل خاں کے سفیر کی آمد سے پہلے میں نے ذہن بنا لیا تھا کہ بابا خرم کو ہراول دستہ میں بھیج کر میں خود دکن روانہ ہوں گا اور اس اہم معاملہ کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا جو کسی نہ کسی سبب اب تک التوا میں رہا ہے۔ اس لیے میں نے حکم دیا کہ سوائے شہزادہ کے کوئی بھی دکن کے معاملات میں مجھ سے رجوع نہ کرے۔

مرتضٰی خاں کی موت کے بعد، راجہ مان سنگھ اور دوسرے دیگر سرداران دربار میں آئے تھے، اس دن اعتمادالدولہ کی درخواست پر میں نے راجہ مان سنگھ کو قلعہ کانگڑہ پر حملہ کرنے کا سالار بنایا اور تمام آدمیوں کو اس کے ساتھ جانے کو حکم دیا۔ ہر ایک کی حالت اور رتبہ کے مطابق میں نے ایک تحفہ ایک گھوڑا اور خلعت سے سرفراز کرتے ہوئے رخصت دی۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے عبداللہ خاں کو بابا خرم کی درخواست پر ایک خنجر مرصع دیا کیونکہ وہ بہت ہی دل شکستہ اور غم زدہ آدمی تھا۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ حسب سابق اس کا منصب برقرار رہے گا اور یہ کہ وہ ہمیشہ میرے بیٹے کی حاضری میں ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن کو دکن میں خدمت انجام دینے کے لیے مامور کیا گیا تھا۔

3/ آبان کو میں نے حکم دیا کہ وزیر خاں جو بابا پرویز کی خدمت میں تھا، کے اصل منصب میں اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 1,000 سوار کر دیا جائے۔

4/ کو خسرو جسے انی رائے سنگھ دکن کے حوالہ بعض وجوہات سے کیا گیا تھا آصف خاں کے حوالہ کر دیا گیا۔ میں نے اسے ایک خاص شال سے سرفراز کیا۔

7/ آبان مطابق 17/ شوال (28/ اکتوبر 1616) محمد رضا نامی ایک شخص جسے ایران کے بادشاہ نے سفیر بنا کر بھیجا تھا میری خدمت میں حاضر ہوا۔ آداب و تسلیمات کی ادائیگی کے بعد (کورنش، سجدہ، تسلیم) اس نے میرے سامنے وہ خط رکھا جو وہ لایا تھا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ وہ گھوڑے اور دوسرے تحائف جو اپنے ساتھ لایا تھا میرے سامنے پیش



Marfat.com

کرے۔ تحریری اور زبانی پیامات جو اس نے بھیجے تھے دوستی، بھائی چارہ اور خلوص کا مظہر تھے۔ میں نے سفیر کو اسی دن جواہرات کا ایک تاج اور ایک خلعت دی۔ چونکہ خط میں بہت ہی دوستی اور محبت کا مظاہرہ کیا گیا تھا، اس کی پوری نقل جہانگیر نامہ[1] میں دی گئی ہے۔

اتوار 18/ شوال مطابق 8 آبان[2] میرے بیٹے بابا خرم کا لشکر دکن کی فتح کے لیے روانہ ہوا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ میرا مذکورہ فرزند ہراول دستہ کے ساتھ روانہ ہو اور اس کے پیچھے جہانگیر کے شاندار علم ہوں۔

دوشنبہ 19/ مطابق 9/ آبان جب دن کی تین گھڑیاں گزر چکی تھیں، مبارک محل بھی اسی طرح روانہ ہوا۔

10/ کو راجہ سورج مل کا منصب جسے شاہزادے کے ساتھ جانے کے لیے مامور کیا گیا تھا، اصل میں اضافہ کے ساتھ 2,000 ذات و سوار مقرر کیا گیا۔

19/ آبان کی شب کو اپنے معمول کے مطابق میں غسل خانہ میں تھا۔ چند امرا اور خدمت گار اور اتفاقاً رضا بیگ، ایران کے حکمراں کے سفیر حاضر تھے۔ جب چھ گھڑیاں گزر گئیں تو ایک الو آیا اور محل کے بالائی بارچہ پر بیٹھ گیا اور مشکل ہی سے دکھائی دیتا تھا اس لیے بہت سے لوگ اسے پہچان نہیں سکے۔ میں نے ایک بندوق منگائی اور اس طرف نشانہ لیا جس طرف لوگوں نے بتلایا تھا۔ بندوق قضائے آسمانی بن کر اس منحوس پرندہ پر گری اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ جو لوگ موجود تھے چلا اٹھے اور بے اختیار ان لوگوں کے لبوں سے تحسین و آفریں نکل پڑا۔ اسی شب میں نے اپنے بھائی شاہ عباس کے

---

1. یہ خط عام فارسی میں ہے جس کا تعلق جہانگیر کی تاریخ سے نہیں ہے، یہاں نہیں دیا گیا ہے۔ اس میں محمد حسین چلپی کو معہ تحائف کے شہنشاہ کے پاس بھیجنے اور اس کی خدمات جواہرات وغیرہ کی خریداری کے متعلق بیان کی گئی ہے۔

2. متن 20 آبان، لیکن مخطوطات میں 8 اور یہ صاف طور سے صحیح ہے۔ جملہ کے آخری حصہ سے جہانگیر کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ پہلے شاہ جہاں کو روانہ ہونا تھا اور اس کے بعد اس کو خود جانا تھا۔ الفاظ مبارک محل (Auspicious Palace) جو دوسرے جملہ میں آتا ہے شاہ جہاں کے فوج سے متعلق ہے۔ جہانگیر تقریباً دو ہفتوں تک روانہ نہیں ہوسکا۔ گو کہ شاہ جہاں اور اس کی فوج (دولت خانہ، ہمایونی) 8 یا 9/ آبان کو روانہ ہوئے تھے لیکن وہ (جہانگیر) 20/ آبان سے پہلے نہیں چل پایا تھا۔



Marfat.com

سفیر سے گفتگو کی اور آخر گفتگو کا رخ صفی مرزا کے قتل کی طرف مڑا جو شاہ کا فرزند اکبر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیونکہ یہ عقدہ کھل نہیں رہا تھا۔ اس نے بتلایا اگر اسے اس وقت قتل نہ کیا گیا ہوتا تو یقینی طور پر وہ بادشاہ کی زندگی پر حملہ کرتا۔ چونکہ یہ ارادہ اس کے طرز عمل سے ظاہر ہو گیا تھا، شاہ نے اس سے پہلے ہی اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی دن مرزا حسن پسر مرزا رستم، کا منصب اصل میں اضافہ کے ساتھ 1000 ذات اور 300 سوار مقرر کیا گیا۔ معتمد خان[1] کا منصب جسے بابا خرم کی فوج کی بخشی گیری پر مقرر کیا گیا تھا، 1,000 ذات اور 250 سوار کیا گیا۔

بابا خرم کی روانگی کا وقت جمعہ، 20 آبان مقرر کیا گیا تھا۔ اس دن کے خاتمہ کے قریب اس نے اپنے خاصہ کے مسلح جوانوں کو دیوان عام میں پیش کیا۔ اس فرزند کو خاص عنایت کے ساتھ شاہ کا خطاب عطا ہوا جو اس کے نام کا جز بنا دیا گیا۔ میں نے حکم دیا کہ آئندہ اسے شاہ سلطان خرم کہا جائے۔ میں نے اسے خلعت خاصہ، ایک مرصع چارقب جس کے چاروں طرف اور کالر پر مروارید لگے ہوئے تھے ایک عراقی گھوڑا معہ زین مرصع، ایک ترکی گھوڑا، ایک خاص ہاتھی جسے بنسی بدن[2] کہتے تھے، ایک انگریزی فیٹن[3] کا رتھ اس کی سواری اور سفر کے لیے، ایک تلوار مرصع معہ ایک خاص پردلہ (تلوار کی پیٹی) جو احمد نگر کی فتح کے وقت حاصل کی گئی تھی اور بہت شاندار تھی، ایک خنجر مرصع عطا کیا۔ وہ بہت جوش کے ساتھ روانہ ہوا۔ میرا اللہ پر مکمل بھروسہ ہے کہ وہ اس مہم میں ناموری حاصل کرے گا۔ ہر ایک امیر اور منصب دار کو اس کی حیثیت اور قابلیت کے لحاظ سے ایک گھوڑا اور ایک ہاتھی عطا کیا گیا۔ میں نے اپنی کمر سے اپنی ذاتی تلوار کھول کر عبداللہ خاں فیروز جنگ کو دی۔ چونکہ دیانت خاں کو شہزادے کے ساتھ جانے کے لیے مقرر کیا گیا تھا میں نے عرض مکرر کی خدمت خواجہ قاسم قلیج کو دی۔ اس سے پہلے چوروں[4] کا ایک گروہ ایک خاص رقم شاہی خزانہ چبوترہ کوتوالی سے اڑا لے گیا تھا۔ چند دنوں بعد اس گروہ کے سات آدمی معہ اپنے سردار جس کا نام نول تھا گرفتار کر لیے گئے

---

1. اقبال نامہ کا مصنف
2. کرشن کی طرح کا جسم یا بانسری کی طرح کا جسم
3. Roe کے مطابق یہ انگریزی گاڑی نہیں تھی بلکہ اس کی نقل تھی، غالباً جہانگیر کے پاس اصل گاڑی تھی اور شاہ جہاں کے پاس اس کی نقل
4. ایلیٹ، جلد ششم، ص، 346



Marfat.com

اور اس رقم کا ایک حصہ برآمد کرلیا گیا، میں نے سوچا کہ یہ لوگ ایسی دیدہ دلیری کے مجرم ہیں، مجھے ان کو سخت سزا دینی چاہیے۔ ہر ایک کو سخت ترین سزا دی گئی۔ میں نے ان کے سردار نول کے لیے حکم دیا کہ اسے ہاتھی کے پاؤں تلے ڈال دیا جائے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر اسے اجازت ہو تو وہ ہاتھی سے لڑے گا۔ میں نے حکم دیا کہ ایسا ہی کیا جائے۔ ایک بہت ہی بدمست ہاتھی لایا گیا۔ میں نے نول کے ہاتھ میں یک خنجر دینے کا حکم دے کر اسے ہاتھی کے سامنے لانے کو کہا۔ ہاتھی نے اسے کئی بار پٹکا اور ہر بار وہ نڈر و بیباک آدمی باوجودیکہ اپنے ساتھیوں کا انجام دیکھ چکا تھا اٹھ کھڑا ہوتا اور بہادری و بے جگری سے ہاتھی کے سونڈ پر خنجر سے حملہ آور ہوتا، یہاں تک کہ ہاتھی اس پر حملہ کرنے سے کترانے لگا۔ جب میں اس کی اس بہادری کو دیکھ چکا تو میں نے حکم دیا کہ اس کے احوال سے باخبر کیا جائے۔ چند دنوں بعد اپنی بدطینت طبیعت کی وجہ سے اپنے گھر کی لالچ میں وہ بھاگ گیا۔ اس پر مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے اس کے پڑوس کے جاگیرداروں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کریں۔ اتفاق سے وہ دوسری بار پکڑا گیا۔ اس بار میں نے حکم دیا کہ اس ناشکرگزار و ناسپاس کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے۔ شیخ سعدی کا یہ قول اس پر صادق آتا ہے۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

(ترجمہ) آخرکار بھیڑیے کا بچہ بڑا ہو کر بھیڑیا ہی ہوتا ہے خواہ اس کی پرورش انسانوں میں ہوئی ہو۔

منگل یکم ذی قعدہ (10ر نومبر 1616) مطابق 21ر آبان دوپہر اور پانچ گھڑیاں گزرنے کے بعد، اچھی حالت میں اور ایک صحیح مقصد کے لیے میں فرنگی رتھ جس میں چار گھوڑے لگے ہوئے تھے، شہر اجمیر سے روانہ ہوا۔ میں نے بہت سے امرا کو رتھ میں آنے کو کہا۔ سورج غروب ہونے کے قریب $1\frac{3}{4}$ کوس کے فاصلہ پر واقع دیوارئے گاؤں پر میں اترا۔ یہ ہندستان کے لوگوں کی رسم ہے کہ اگر بادشاہ یا کوئی بڑا آدمی کسی فتح کی مہم پر پورب کی طرف روانہ ہوتا ہے کہ تو وہ اسے ہاتھی پر سوار کرتے ہیں اور اگر مغرب کی طرف رخ کرے تو ایک ہی رنگ کے گھوڑے پر، اگر شمال کا ارادہ ہو تو پالکی پر (سنگھاسن) اور اگر جنوب کا رخ ہو تو رتھ پر، جو ایک قسم کی گاڑی (ارابہ) یا بہل (جس



Marfat.com

میں دو پیسے) ہوتے ہیں۔ میں اجمیر میں تین سال میں پانچ روز کم مقیم رہا۔ اجمیر، جہاں خواجہ محترم معین الدین رحمۃ اللہ کا مزار ہے، دوسری اقلیم میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی ہوا تقریباً معتدل ہے۔ دارالحکومت آگرہ اس کے مشرق میں واقع ہے۔ شمال میں شہر دہلی (ص،341) اور اس کے جنوب میں گجرات کا صوبہ ہے۔ دارالحکومت آگرہ اس کے مشرق میں ہے، مغرب میں ملتان اور دیال پور[1] واقع ہیں۔ اس صوبہ کی زمین ریتلی ہے۔ زمین سے پانی مشکل سے حاصل ہوتا ہے اور کھیتی کا دارومدار نم مٹی[2] اور بارش پر ہے۔ موسم سرما بہت معتدل ہے اور موسم سرما آگرہ کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ جنگ کے موقع پر اس صوبہ سے 86,000[3] سوار اور 3,04,000 راجپوت پیدل مہیا ہوتے ہیں۔ اس شہر میں دو بڑی جھیلیں ہیں اسے بسل[4] اور اناساگر کے نام سے پکارتے ہیں۔ بسل جھیل شکستہ حال ہے اور اس کے کنارے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اس بار میں نے حکم دیا کہ اس کی مرمت کردی جائے۔ جس زمانہ میں شاہی لشکر وہاں تھا اناساگر پانی سے لبریز اور موجزن تھا۔ یہ تال 1½ کوس اور 5 طناب (لفظاً خیمہ کی رسی) چوڑائی میں تھا۔ جب میں اجمیر میں تھا تو 9 بار محترم خواجہ کے روضہ پر حاضری دی اور 15 بار پشکر جھیل اور 38 بار چشمہ نور پر گیا۔ میں شیر کے شکار پر 50 بار گیا تھا۔ میں نے 15 شیر، ایک چیتا، ایک قلادہ سیہ گوش، 53 نیل گاؤ، 33 ہرن، 90 بارہ سنگھے، 80 سور، 340 مرغابیاں شکار کیں۔ میں سات بار دیورائے (دیورانی) پر مقیم ہوا۔ اس مقام پر 5 نیل گاؤ اور 12 مرغابیوں کا شکار کیا۔ میرا لشکر موضع وساؤلی پر جو دو کوس اور 1½ کوارٹر پر دیورائے سے واقع ہے، قیام پذیر ہوا۔ آج میں نے معتمد خاں کو ایک ہاتھی دیا۔ دوسرے دن میں اس موضع میں رکا۔ آج ایک نیل گاؤ کا شکار ہوا۔ میں نے اپنے فرزند خرم کو اپنے ذاتی دوباز بھیجے۔ میں نے اس موضع سے 3 آذر (ص، 342) کو کوچ کیا اور موضع بڑہل (ماول) جو 2½ کوس کے فاصلہ پر ہے قیام کیا۔ راستہ میں 6 مرغابیاں وغیرہ شکار کی گئیں۔ 4/ کو 1½ کوس چلنے کے بعد رام سرا[5]

---

1. بیورج کے ترجمہ میں دیال پور ہے، سرسید کے متن میں دیپال پور ملتا ہے، مترجم
2. متن میں 'تر' ہے لیکن مخطوطہ میں 'ابتر' یعنی خراب اور غالباً نشیبی زمین، متن غیر واضح ہے۔
3. مخطوطہ میں یہ تعداد 86,500 سوار اور 3,47,000 پیدل ہے جو آئین کے مطابق ہے۔ (جیرٹ، جلد دوم، ص، 272)
4. متن میں نیل ہے جو غلط ہے۔ یہ تالاب راجپوتانہ گزیٹر، جلد دوم، ص، 4 کے مطابق بسالیہ تالاب ہے۔
5. اجمیر سے 20 میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔



Marfat.com

جو نور جہاں بیگم سے متعلق ہے میرے قیام کی منزل بنی۔ یہاں میں آٹھ دنوں تک مقیم رہا۔ اس منزل پر میں نے خدمتگار خاں کی جگہ ہدایت اللہ کو میر توزک مقرر کیا۔ 5/ کو سات عدد بارہ سنگھے، ایک کلنگ اور 15 مچھلیوں کا شکار کیا۔ دوسرے دن جگت سنگھ پسر کنور کرن کو ایک گھوڑا اور ایک خلعت دے کر اس کے آبائی وطن جانے کی اجازت دی گئی۔ ایک گھوڑا کیشوداس لالہ کو بھی دیا گیا اور اللہ داد افغان کو ایک ہاتھی۔ اسی دن میں نے ایک ہرنی، 9 بارہ سنگھوں، 2 مرغابیوں اور 7 مچھلیوں کا شکار کیا۔ اس دن راجہ شیام سنگھ کی موت کی خبر ملی جو بنگش کی فوج سے منسلک تھے، 7/ کو 3 بارہ سنگھے، 5 مرغابیوں اور ایک تشقلداغ[1] کا شکار کیا۔ جمعرات کو اور جمعہ کی شام کو، رام سرا میں جو نور جہاں کی جاگیر میں تھا ایک دعوت اور محفل جشن منعقد کی گئی۔ جواہرات اور جواہرات کے زیورات، عمدہ کپڑے، سلے ہوئے پردے (مُشجر) اور ہر طرح کے زیورات نذر میں پیش کیے گئے۔ رات کے وقت جھیل جو بہت چوڑی ہے اس کے چاروں طرف اور بیچ میں چراغ جلائے گئے۔ جمعرات کے آخر میں میں نے امیر الامرا کو اور دیگر ملازمین کو طلب کر کے جام[2] کا حکم دیا۔

میرے خشکی پر سفر کے دوران بھی کشتیاں ہمیشہ فاتح فوج کے ساتھ ہوتی ہیں جن کو ملاح گاڑیوں پر لے کر چلتے ہیں۔ اس محفل کے دوسرے دن میں ان کشتیوں میں شکار کھیلنے گیا اور تھوڑی ہی دیر میں 208 بڑی مچھلیاں ایک جال میں آ گئیں۔ (343) ان میں سے نصف رہو (روہو) تھیں۔ رات کے وقت میں نے ان کو اپنے ملازمین میں تقسیم کر دیا۔

13/ آذر کو میں رام سر سے کوچ کر گیا اور راہ میں چار کوس تک شکار کرتے ہوئے موضع بلودا[3] میں قیام پذیر ہوا۔ یہاں میں دو دنوں تک مقیم رہا۔ 16/ کو 3½ کوس جانے کے بعد میں موضع نہال[4] پر رکا۔ 18/ کو 2½ کو میں کا کوچ رہا۔ اس دن میں نے ایک ہاتھی محمد رضا بیگ سفیر ایران کو دیا۔ میری اگلی منزل موضع جونسا تھی۔ 20/ کو میں

---

1. ترکی زبان میں ایک آبی پرندہ، اسے ماغ اور پانی کا کوا (زاغ) بھی کہتے ہیں اور ہندی میں اسے جل کوا (حاشیہ سید احمد، توزک)

2. غالباً یہاں مطلب یہ ہے کہ جہانگیر نے شراب پینے والوں کو شراب پینے کی اجازت دی۔

3. مخطوطہ میں "نمودا" 4. مخطوطہ میں "سہاد"



Marfat.com

کوچ کر کے دبوگاؤں پہنچا اور وہاں قیام کیا۔ میں نے راستہ میں 3 کوس تک شکار کیا۔ میں اس مقام پر دو دنوں تک مقیم رہا اور ان کے خاتمہ پر شکار کے لیے گیا۔ اس منزل پر ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ شاہی لشکر کے یہاں پہنچنے سے پہلے ایک خواجہ سرا اس گاؤں کے ایک بڑے تالاب کے کنارہ گیا اور سارس کے دو بچوں کو پکڑ لایا۔ جب ہم وہاں رکے تو دو بڑے سارس شور کرتے ہوئے غسل خانہ کے سامنے آگئے جو تالاب کے کنارے قائم کیا گیا تھا گویا ظلم کے خلاف احتجاج کر رہے ہوں، وہ بے خوف و خطر شور مچاتے ہوئے آگے بڑھے۔ مجھے خیال آیا کہ یقیناً ان کے ساتھ کوئی غلط حرکت کی گئی ہے اور شاید ان کے بچے چھین لیے گئے ہیں۔ دریافت کیا گیا تو اس خواجہ سرا نے سارس کے بچوں کو لاکر میرے سامنے رکھ دیا۔ جب سارس نے بچوں کے چلانے کی آواز سنی تو انھوں نے بے قابو ہوکر خود کو ان پر ڈال دیا اور یہ گمان کرکے کہ ان کے بچے بھوکے ہیں دونوں سارسوں نے کھانا بچوں کے منھ میں ڈالا اور بہت غم گساری کا مظاہرہ کیا۔ دونوں بچوں کو اپنے درمیان اپنے پروں کے سایہ میں لے کر بڑے شوق سے اپنے آشیانہ کی طرف چل دیئے۔

23/ کو $3\frac{3}{4}$ کوس کے کوچ کے بعد میں موضع بہاسا (بہالو) میں قیام پذیر ہوا۔ (344) یہاں دو دنوں تک مقیم رہا اور میں نے روزانہ شکار کھیلا۔ 26/ کو شاہی لشکر کوچ کر گیا اور موضع کاکل کے باہر رکا۔ دو کوس بڑھنے کے بعد پھر مقام کیا گیا۔ 27/ کو بدیع الزماں پسر مرزا شاہ رخ کے اصل منصب میں اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 750 سوار کیا گیا۔ 29/ کو کوچ کر کے $2\frac{3}{4}$ کوس کے بعد موضع لاسا نزد پرگنہ بوڈا[1] میں قیام کیا گیا۔ آج کے دن (19/ دسمبر 1616) بقر عید کا تہوار ہے میں نے حکم دیا کہ اس دن کی رسومات انجام دی جائیں۔ اس دن جب میں اجمیر سے روانہ ہوا تھا اور مذکورہ ماہ کے آخر تک یعنی 30 آذر، 67 نیل گاؤ، بارہ سنگھے وغیرہ 37 مرغابیاں شکار کی گئیں۔ دوسرے دن لاسا سے کوچ کیا گیا۔ تین کوس 10 جریب تک شکار کرتا رہا۔ موضع کاترا کے نواح میں قیام پذیر ہوا۔

4/ کو ½3 کوس تک کوچ کے بعد موضع سورتھ میں مقیم رہا۔ 6/ کو ½4 کوس

---

1. سرکار مروسر (جیریٹ، جلد دوم، ص، 208) یہ مالوہ میں واقع تھا لیکن انڈیا آفس کے مخطوطہ میں 'نودا' ہے۔



Marfat.com

کے کوچ کے بعد موضع برورا (بارہ درہ) میں قیام کیا گیا۔ 7/ کو جب میں مقیم تھا، 50 مرغابیاں اور 14 قشقلداغ شکار کیے۔ دوسرے دن بھی قیام رہا۔ اس دن 27/ مرغابیاں شکار ہوئیں۔ 9 کو میں نے 4 1/8 کوس تک شکار کرتے ہوئے خوش تال کے مقام پر قیام کیا۔

اس مقام پر معتمد خاں کی ایک عرض داشت ملی کہ جب شاہ خرم رانا کے علاقہ میں قیام پذیر ہوا تو بغیر کسی پہلے سے طے شدہ معاہدہ کے (کہ رانا سے ملاقات ہو) فاتح فوج کی شہرت اور دبدبہ کی وجہ سے اس کا صبر و ثبات ٹوٹ گیا اور وہ تسلیمات بجا لانے کے لیے دودپور[1] حاضر ہوا جو اس کی جاگیر کی سرحد پر واقع ہے (345)۔ اس نے رسومات کی ادائیگی میں کوئی کمی نہیں کی۔ شاہ خرم نے اس پر پوری توجہ کی اور اسے تحائف میں ایک خلعت، چارقب، تلوار مرصع، کھپوا مرصع، ایرانی و ترکی گھوڑے اور ایک ہاتھی دے کر پورے عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس نے رانا کے بیٹوں اور عزیزوں کو بھی خلعت سے نوازا اور اپنی نذر میں سے، جس میں 5 ہاتھی، 27 گھوڑے، ایک چھوٹی سینی جواہرات اور جواہرات کے زیوروں سے بھری ہوئی تھی، 3 گھوڑے قبول کر کے بقیہ لوٹا دیے۔ یہ بات طے ہوئی کہ اس کا بیٹا کرن، بابا خرم کی رکاب میں 1,500 سوار کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوگا۔

10/ کو راجہ مہاسنگھ کے بیٹے اپنی جاگیر (آمیر) سے آئے اور رنتھنبور کے قریب میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے نذر میں 3 ہاتھی 9 گھوڑے پیش کیے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی حیثیت کے مطابق منصب میں اضافہ حاصل کیا۔ چونکہ مذکورہ بالا قلعہ کا نواح میرا جائے قیام بنا، میں نے چند قیدیوں کو رہا کر دیا جو وہاں قید تھے۔ میں اس مقام پر دو دنوں تک مقیم رہا اور روزانہ شکار کے لیے گیا۔ 38 مرغابیاں اور قشقلدار شکار ہوئے۔ 12/ کو میں نے (وہاں سے) کوچ کیا اور 4 کوس کے بعد موضع کو یالہ پر قیام کیا۔ راستہ میں 14 مرغابیاں اور ایک بارہ سنگھا شکار ہوئے۔

14 کو 3 3/4 کوس چلنے کے بعد میں موضع اکتورہ[2] میں رکا۔ راستہ میں ایک نیل

---

1۔ متن میں اودے پور ہے، لیکن یہ رانا کی سرحد پر نہیں واقع تھا۔ مخطوطہ میں دودپور ہے۔

2۔ غالباً سر ٹامس رو کا توڈا



Marfat.com

گاؤ، 12 کروانک (بگلے) وغیرہ شکار کیے گئے۔ اسی روز آغا فاضل جسے لاہور میں اعتمادالدولہ کا نائب مقرر کیا گیا تھا، فاضل خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ اُس منزل پر دولت خانہ (شاہی قیام گاہ) ایک تالاب کے کنارے قائم کیا گیا جو بہت صاف اور دلکش تھا۔ اس جگہ کی دلکشی کی وجہ سے (346) میں وہاں دو دنوں تک رکا اور روزانہ دن کے اختتام پر شکار کھیلنے گیا۔ اس مقام پر مہابت خاں کا چھوٹا فرزند جس کا نام بہرہ ور تھا رنتھنبور کے قلعہ سے حاضر ہوا جو اس کے والد کی جاگیر ہے اور تسلیمات پیش کی۔ وہ دو ہاتھی لایا تھا اور یہ دونوں ہی میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھ دیے گئے۔ میں نے صفی پسر امانت خاں کو خان کے خطاب سے ترقی دی اور اس کا منصب بڑھاتے ہوئے صوبہ گجرات کا بخشی اور واقعہ نویس مقرر کیا۔ 4½ کوس کے سفر کے بعد، 17 ر کو میں موضع لاسایا[1] میں مقیم ہوا۔ قیام کے دوران میں نے ایک مرغابی اور 23 درّاج کا شکار کیا۔ میں نے لشکر خاں کو دربار بلا بھیجا کیونکہ خان دوراں اور اس کے درمیان نااتفاقی پیدا ہوگئی تھی۔ میں نے اس مقام پر عابد خاں[2] کو اس کی جگہ پر واقعہ نویس اور بخشی مقرر کیا۔

19ر کو 2¼ کے سفر کے بعد موضع کوراکا (قران)[3] کے قریب خیمہ زن ہوا جو دریائے چمبل کے کنارہ واقع ہے۔ اس مقام کی خوبی اور لطیف آب و ہوا کی وجہ سے یہاں پر تین دنوں تک قیام کیا گیا۔ ہر روز میں کشتی میں سوار ہوکر مرغابیوں کے شکار کے لیے جاتا اور دریا کی سیر کرتا۔

22ر کو کوچ کیا گیا اور 4½ کوس کے سفر کے بعد اور راستہ میں شکار کرتے ہوئے، فاتح فوج سلطان پور اور چیلانلہ (چیلہ میلا) میں قیام پذیر ہوئی۔ اس دن قیام کے دوران میں نے میران صدر جہاں کو 5,000 روپے دے کر اسے اس کی تفویض کردہ جاگیر پر جانے کی اجازت دی گئی۔ 1,000 روپے شیخ پیر کو دیے گئے۔

25ر کو میں نے کوچ کیا۔ 3½ کوس تک شکار کرتا رہا اور موضع باسور[4] میں قیام پذیر ہوا۔ مقررہ قاعدہ کے مطابق ایک مقام اور ایک کوچ کیا گیا۔

27ر کو میں نے کوچ کیا اور 4½ کوس تک شکار کرتے ہوئے موضع چار دوہہ

---

1. مخطوطہ میں لیسایا
2. مورخ نظام الدین کا فرزند
3. مخطوطہ میں گورانہ اور فاصلہ 2½ کوس اور ایک جریب
4. متن میں مان پور



Marfat.com

(وردھا) میں مقیم ہوا۔ (347) یہاں میرا دو دنوں تک قیام رہا۔ اس ماہ دے میں 416 جانور شکار کیے گئے، 97 تیتر، 192 قشقلداغ، 1 سارس، 7 بگلے، 118 مرغابیاں اور ایک خرگوش۔

یکم بہمن مطابق 12/ محرم 1026ھ (20/ جنوری 1617) میں کشتی میں خواتین کے ساتھ سوار ہو کر ایک منزل آگے تک گیا۔ جب دن میں ایک گھڑی باقی رہ گئی تو میں موضع رو باہیرا پہنچا جو میرے رکنے کی جگہ تھی۔ یہ فاصلہ 4 کوس اور 15 جریب کا تھا۔ میں نے 5 تیتر مارے۔ اسی دن کیکانہ[1] کے ذریعہ دکن میں متعین 21 امرا کے لیے موسم سرما کی خلعت بھیجی اور حکم دیا کہ ان امرا سے بطور شکرانہ 10,000[2] روپے وصول کرے۔ یہ مقام بہت ہی لطافت اور طراوت والا تھا۔ 3/ کو کوچ ہوا۔ گزشتہ دن کی طرح میں ایک کشتی پر سوار ہوا اور ½2 کوس کی مسافت طے کرنے کے بعد میرا مقام موضع لکھاداس (کاکھاداس) بنا۔ میں راستہ میں شکار کرتا ہوا آیا۔ ایک تیتر اڑتے ہوئے بوتہ (جھاڑی) میں آگرا۔ بہت تلاش کے بعد اسے دیکھا گیا۔ میں نے قراولان کو حکم دیا کہ وہ جھاڑی کو گھیر لیں اور اسے پکڑ لیں۔ میں خود بھی اس کی طرف گیا۔ دریں اثنا ایک اور تیتر اڑا۔ میں نے باز کو اسے پکڑنے کے لیے چھوڑ دیا۔ جلد ہی قراولان آئے اور تیتر کو میرے سامنے ڈال دیا۔ میں نے حکم دیا کہ باز کو یہ تیتر دے دیا جائے اور اسے جسے ہم لوگوں نے پکڑا تھا رکھ لیا جائے کیونکہ وہ بچہ تھا۔ قبل اس کے کہ یہ حکم پہنچے شکار کرانے والے سردار نے باز کو وہ تیتر کھلا دیا جو ہم لوگوں نے پکڑا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد قراولان نے کہا کہ اگر انھوں نے تیتر کو ذبح نہیں کیا تو وہ مرجائے گا۔ میں نے حکم دیا کہ اگر ایسا ہے تو اسے ذبح کردیا جائے۔ جیسے ہی اس نے اپنی تلوار اس کی گردن پر رکھی ذرا سی حرکت کے بعد اس نے خود کو آزاد کرلیا اور اڑ گیا۔ جب میں کشتی (348) چھوڑ کر گھوڑے پر سوار ہوا، تو اچانک ایک گوریا ہوا کے جھونکے سے تیر کی نوک پر جو میرے قراولوں میں سے ایک لیے ہوئے تھا ٹکرا گئی اور گر کر فوراً مر گئی۔ میں قسمت کے اس کھیل کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ اک طرف اس نے تیتر کی جان بچائی جس کا وقت پورا نہیں تھا اور مختصر عرصہ میں تین بار ایسے خطرات سے گزرا اور دوسری طرف تیر کی

---

1. بیورج میں کیکانہ اور سرسید کے متن میں کیکنہ ہے۔ (مترجم)
2. مخطوطات میں 2000 روپے



Marfat.com

نوک سے گوریا ہلاک ہو گئی جس کا وقت پورا ہو گیا تھا۔

اگر تیغ عالم بکند بجائے      بزد رگے تا نخواہد خدائے

(دنیا کی تلوار اپنی جگہ سے حرکت کر سکتی ہے، لیکن کوئی بھی رگ نہیں کاٹ سکتی اگر خدا کا حکم نہ ہو)

موسم سرما کے لیے خلعتیں، قرا، یساول کے ذریعہ کابل کے امرا کے لیے بھیجی گئیں۔ میں اس مقام پر قیام پذیر ہو گیا کیونکہ یہاں کی ہوا بہت لطیف اور مقام خوشگوار تھا۔ آج کے دن ناد علی میدانی کی موت کی خبر موصول ہوئی۔ میں نے ان کے بچوں کو منصب سے سرفراز کیا اور ابراہیم خاں فیروز جنگ[1] کی درخواست پر راوت شنکر کے منصب میں 500 ذات اور 1,000 سوار کا اضافہ کیا گیا۔

6/ کو کوچ ہوا۔ 1/8 4 کوس کے سفر کے بعد گھاٹے چنداورہ سے گزر کر شاہی خیمہ موضع امجار میں لگایا گیا۔ یہ گھاٹی بہت سرسبز اور اس میں اچھے درخت نظر آتے ہیں۔ اس منزل تک جو صوبہ اجمیر کے ملک کی حد ہے، 84 کوس کا سفر تمام ہوا۔ یہاں سلطان نورجہاں بیگم نے بندوق سے ایک قریشہ (؟) کا شکار کیا جس کی جسامت اور خوبصورتی اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔ میں نے حکم دیا کہ اس کا وزن کیا جائے۔ یہ 19 تولے اور 5 ماشے نکلا۔ اس موضع سے صوبہ مالوہ کی حد شروع ہوتی ہے جو دوسری اقلیم میں ہے۔ اس صوبہ کی لمبائی صوبہ گڑھ سے صوبہ بانس والا (بانسواڑا) تک 245 کوس ہے اور اس کی چوڑائی پرگنہ چندیری تا پرگنہ نندربار 230 کوس ہے۔ اس کے مشرق میں ولایت باندھو[2] اور شمال میں نزور کا قلعہ اور ولایت بگلانہ واقع ہے اور مغرب میں گجرات اور اجمیر کے صوبے واقع ہیں۔ مالوہ ایک وسیع صوبہ ہے جس میں پانی وافر ہے اور آب و ہوا اچھی ہے۔ اس میں 5 ندیاں ہیں۔ اس کے علاوہ چشمے، نہریں جیسے گوداوری، بھیما، کالی سندھ، نیرا اور نربدا وغیرہ۔ اس کی آب و ہوا تقریباً معتدل ہے۔ اس صوبہ کی زمین نشیبی ہے لیکن کچھ حصہ بلندی پر ہے۔ ضلع دھار میں جو مالوہ کے مشہور مقامات میں ہے، سال میں انگور کے درختوں سے دو فصلیں ملتی ہیں۔ ایک برج ہیئت کے شروع اور دوسری

---

[1] یہ فیروز جنگ کی بجائے فتح جنگ ہونا چاہیے۔

[2] سر سید کے متن میں ولایت ماندھو ہے۔ مترجم



Marfat.com

برج اسد کے آغاز میں لیکن ہیئت کے زمانہ کے انگور زیادہ شیریں ہوتے ہیں۔ یہاں کے کاشتکار اور دستکار بغیر ہتھیار کے نہیں رہتے۔ اس صوبہ کی جمع 24,700,000 [1] دام ہے۔ ضرورت کے وقت یہاں سے 9,300 سوار اور 4,70,300 پیدل اور 100 ہاتھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ 8/ر کو 3½ کوس چلنے کے بعد، خیر آباد کے قریب مقام کیا گیا۔ راستہ میں 14 تیتر، 3 بگلے شکار کیے گئے۔ 3 کوس کے مزید سفر کے بعد شاہی خیمہ موضع سدھارا میں نصب کیا گیا۔ 11/ر کو جب مقام تھا، دن کے اختتام کے قریب میں سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا اور ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ 12/ر کو 4¼ کوس کے سفر کے بعد موضع بچھیاری میں خیمہ زن ہوا۔ اس روز رانا امر سنگھ نے انجیر کے کئی ٹوکرے بھیجے تھے۔ حقیقت میں یہ ایک اچھا پھل ہے اور میں نے ایسے خوش ذائقہ انجیر ہندستان میں نہیں دیکھے تھے، لیکن اسے زیادہ نہیں کھانا چاہیے۔ زیادہ کھانا نقصان دہ ہوتا ہے۔

14/ر کو کوچ کیا گیا۔ 4 1/8 کوس کے سفر کے بعد میں موضع بَل بَلی میں رکا۔ راجہ جانبا نے جو اس علاقہ کا بااثر زمیندار ہے، 2 ہاتھی نذر میں بھیجے جو میرے سامنے پیش کیے گئے۔ اس مقام پر بہت سے خربوزے، جو ہرات کے قریب کاریز میں پیدا ہوتے ہیں لائے گئے۔ خان عالم نے 150 اونٹ بھی بھیجے تھے۔ گزشتہ سالوں میں اتنے زیادہ خربوزے نہیں لائے گئے تھے۔ ایک کشتی (سینی، خوان) میں کئی طرح کے پھل لائے گئے۔ کاریز کے خربوزے، بدخشاں اور کابل کے خربوزے، سمرقند [2] و بدخشاں کے انگور، سمرقند، کابل، جلال آباد اور کشمیر کے سیب جو کابل کے تحت ہیں اور اناس جو یورپ کی بندرگاہوں سے آتا ہے اس کے پودے آگرہ میں لگائے گئے ہیں، ہر سال کئی ہزار ان باغات سے حاصل کیے جاتے ہیں جو خالصہ شریفہ [3] کے ہیں۔ کولہ [4] جو سنترہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں لیکن اس سے چھوٹے اور خوشبو میں بہتر ہوتے ہیں۔ ان کی پیداوار بنگال میں اچھی ہوتی ہے۔ کس زبان سے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے۔ میرے محترم

---

1. یعنی 61,75,000 روپے

2. متن میں یزد کے شیریں اناروں اور فرح کے لیے خوش اور بدخشاں کی مٹر کا بھی ذکر ہے۔ دیکھیے ایلیٹ، جلد ششم، ص، 348

3. مخطوطہ میں خاصہ شریفہ ہے

4. کولہ، بجائے قابل ترک مخطوطہ میں 'میل تر' ہے



Marfat.com

والد کو پھل بہت مرغوب تھے، خاص طور پر خربوزے، انارا ور انگور۔ ان کے عہد میں کاریز کے خربوزے، جو سب سے عمدہ قسم کے ہوتے ہیں اور یزد کے انار جو تمام دنیا میں مشہور ہیں اور سمرقند کے انگور ہندستان نہیں لائے گئے تھے۔ جب میں ان پھلوں کو دیکھتا ہوں تو بہت افسوس ہوتا ہے اگر یہ پھل ان کے زمانہ میں آئے ہوتے تو انھوں نے بھی اس کا لطف اٹھایا ہوتا۔

15/ کو قیام کا دن تھا۔ خبر آئی کہ میر علی پسر فریدوں خاں برلاس جو ایک قابل اعتماد امیرزادوں کے خاندان سے تھے، انتقال کر گئے۔

16/ کو کوچ ہوا۔ 4 1/8 کوس مسافت طے کرنے کے بعد شاہی علم موضع گیری میں نصب ہوا۔ راستہ میں قراولوں نے خبر دی کہ اس نواح میں (351) ایک شیر ہے۔ میں اس کے شکار کے لیے گیا اور ایک ہی گولی سے اس کا کام تمام کردیا۔ چونکہ اس شیر کی بہادری ثابت ہوچکی تھی میری خواہش ہوئی کہ اس کی آنتوں کا معائنہ کروں۔ جب اسے نکالا گیا تو معلوم ہوا کہ برخلاف عام جانوروں کے جن کی آنتیں، ان کا پتہ جگر کے باہر ہوتا ہے اس شیر کا پتہ جگر کے اندر تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شیر کی بہادری اس وجہ سے ہوسکتی ہے۔

18/ کو 2 3/4 کوس کے سفر کے بعد موضع امریا ہماری منزل بنا۔ 19/ کو مقام کا دن تھا۔ میں شکار کے لیے گیا۔ 2 کوس جانے کے بعد ایک گاؤں پر نظر پڑی جس کا منظر بہت پیارا اور خوش نما تھا۔ تقریباً 100 آم کے درخت ایک باغ میں نظر آئے۔ میں نے شاید ہی اتنے بڑے، شاداب اور سرسبز آم کے پیڑ دیکھے ہوں گے۔ اسی باغ میں مجھے ایک برگد کا پیڑ نظر آیا جو بے حد پھیلا ہوا تھا۔ میں نے اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی گز میں ناپنے کا حکم دیا۔ اس کی اونچائی سطح زمین سے آخری شاخ تک 74 ذرع تھی۔ اس کے تنے کی گولائی 44½ ذرع اور چوڑائی 175 گز میں ناپی گئی۔ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ غیر معمولی تھا۔

20/ کو کوچ ہوا۔ راستہ میں بندوق سے ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ 21/ کو قیام کرنے کا دن تھا۔ دن کے اختتام پر میں شکار کے لیے نکلا۔ واپسی کے وقت میں اعتمادالدولہ کے گھر خواجہ خضر کے تہوار کے لیے گیا جسے لوگ خضری کے نام سے



Marfat.com

پکارتے ہیں۔ وہاں میں رات کے ایک پہر تک رہا اور جب بھوک لگی تو میں اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گیا۔ اس دن میں نے اعتمادالدولہ کو ایک بے تکلف دوست (ہونے) کا اعزاز بخشا اور حرم کی خواتین کو ان سے پردہ نہ کرنے کو کہا۔ اس عنایت سے اسے ابدی افتخار بخشا گیا۔

22ر کو کوچ کرنے کا حکم دیا گیا اور 1/8 3 کوس کے سفر کے بعد موضع بلغاری (نول کھیری) پر خیمہ زن ہوا۔ راستہ میں دو عدد نیل گائے (352) شکار کی گئیں۔

23ر ماہ تیر کو مقام تھا۔ میں نے ایک نیل گائے کا بندوق سے شکار کیا۔

24ر کو 5 کوس کے سفر کے بعد، موضع قاسم کھیرا ہمارے قیام کی جگہ بنا۔ راستہ میں ایک سفید[1] جانور کا شکار کیا جو کوتاہ پایہ ہرن (سور) سے مشابہ تھا۔ اس کے چار سینگ تھے ان میں سے دو اس کی آنکھوں کے حدود سے باہر تھے۔ اور دوسرے سینگ چار انگل چوڑے، گردن کے منکہ کی طرف اونچائی میں تھے۔ ہندستان کے لوگ اس جانور دودہارت (دودھاریہ) کہتے ہیں۔ نر جانور کی چار سینگیں ہوتی ہیں اور مادہ کے کوئی نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے ہرن کے پتا نہیں ہوتا لیکن جب اس کی آنتوں کا معائنہ کیا گیا تو پتا صاف نظر آتا تھا اور یہ واضح ہوا کہ اس قسم کا تصور غلط ہے۔

25ر کو قیام کا دن تھا۔ دن کے خاتمہ پر میں شکار کے لیے نکلا اور بندوق سے ایک مادہ نیل گاؤ کا شکار کیا۔ مال جیو جو قلیج خاں کا بھتیجہ تھا اور 1,000 ذات اور 850 سوار کا منصب دار تھا اور جس کی جاگیر اودھ میں تھی ترقی پاکر 2,000 ذات اور 1,200 سوار

---

1۔ بظاہر چار سینگوں والا ہرن۔ اسے Blanford, p.520 نے Tetracerus Quadricollis لکھا ہے اور جس کا ہندستانی نام ڈوڈا ہے۔ Blanford اس کے رنگ کو پھیکا اور بھورا بتلاتا ہے۔ 'باہری سینگیں بہ نسبت اندرونی سینگوں کے زیادہ طویل ہیں جو آنکھوں کے حلقوں کے درمیان واقع ہیں اور عموماً گرہ دار ہوتی ہیں۔ یہ واحد ہندستانی نمائندہ ہیں۔ افریقی Duikarbok ایک دوسرا ہندستانی نام چوسنگھا ہے۔ جنگل میں یہ اور سور نما ہرن غلطی سے ایک دوسرے سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ یہ جھنڈ میں نہیں چلتے اور ایک خاص جھٹکے دار انداز میں حرکت کرتے ہیں۔ بابر اور جہانگیر کے چار سینگوں والے ہرن اور سور کا ہرن، کوتاہ پاچہ یا چھوٹے پاؤں کے ہرن میں مشابہت کو Blanford کے مقامی نام ڈوڈا برائے سور نما ہرن کو سمجھنا چاہیے۔ بابر کے کوتاہ پایہ کی تفصیلات یا پاچہ کے لئے ملاحظہ ہو ارسکن، ص، 317، Gladwin اپنی تاریخ میں مقامی نام وردہپاؤ لکھتا ہے۔



Marfat.com

کے منصب پر پہنچا۔ اسے میں نے قلیج خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور صوبہ بنگال میں متعین کیا۔

26/ کو کوچ کیا گیا اور 3/4 4 کوس کے سفر کے بعد دیہہ قاضیان میں خیمہ زن ہوا، جو اجین کے نواح میں واقع ہے۔ اس جگہ بہت سے آم کے پیڑوں پر پھول آئے ہوئے تھے۔ خیموں کو (353) ایک جھیل کے کنارے نصب کیا گیا۔ یہ ایک مسحور کن مقام تھا۔ پہاڑ پسر غزنین خان[1] کو اس مقام پر موت کی سزا دی گئی۔ اس کے والد کی وفات کے بعد از راہ کرم اس بدبخت کو میں نے ولایت جالور کا قلعہ دے دیا تھا جو اس کے اجداد کا مقام تھا۔ چونکہ وہ کم سن تھا، اس کی ماں اس کو بری باتوں سے منع کرتی رہتی تھی۔ یہ ازلی سیاہ رو، ایک رات اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھر میں داخل ہوا اور اپنی ماں کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔ مجھے یہ خبر ملی میں نے اس کو گرفتار کرکے لانے کا حکم دیا۔ جب اس کے خلاف اس کا جرم ثابت ہوگیا تو میں نے حکم دیا کہ اسے ہلاک کردیا جائے۔ اس جائے قیام پر ایک خرما[2] کا درخت نظر آیا جس کی ساخت اور قطع عجیب و غریب تھی۔ اصل درخت کا تنا ایک تھا اور جب یہ 6 گز اونچا ہوا تو دو شاخوں میں تقسیم ہوگیا۔ ایک شاخ دس گز کی اور دوسرے ساڑھے نو گز کی۔ دونوں شاخوں کے درمیان 4½ گز کا فاصلہ تھا۔ زمین سے لے کر شاخوں تک اور پتیوں کی نوک تک ایک شاخ 16 گز لمبی اور دوسری طرف 15½ گز کی تھی۔ اس جگہ جہاں سے شاخیں اور سبز پتیاں شروع ہوکر تنے کے آخری سرے تک کی لمبائی 2½ گز اور گولائی 3/4 2 گز تھی۔ میں نے حکم دیا کہ اس کے گرد ایک 3 گز اونچا چبوترہ بنا دیا جائے۔ چونکہ تنا بالکل سیدھا اور بہتر قسم کا تھا میں نے اپنے مصوروں کو حکم دیا کہ جہانگیر نامہ میں اس کی تصویر بنائی جائے۔

27/ کو کوچ ہوا۔ 1/8 2 کوس کے سفر کے بعد (354) موضع ہندوال[3] میں

---

1۔ بلاک مین، ص، 493

2۔ متن میں خرما، کھجور لیکن بظاہر یہ خرمہ ہندیا املی کے درخت سے مراد ہے۔ (دیکھیے بابر کی سوانح، ارسکن، ص، 324)۔ میں اس کے ناپ کو نہیں سمجھ سکا۔ لفظ یک یا ایک شاخ کے پہلے مخطوطہ میں نہیں ہے اور میرے خیال میں یہ غلط ہے۔ میرے خیال میں 16 گز اور 15½ گز دونوں شاخوں کی لمبائی ہے اور ناپ 2½ اور 3/4 2 گز دونوں شاخوں کی گولائی کی طرف اس مقام کو بتلاتی ہے جہاں یہ تنے سے شروع ہوتی ہے اور جہاں پتیاں الگ ہوتی ہیں۔

3۔ مخطوطہ میں ہندداس یا ہندواس



Marfat.com

قیام کیا گیا۔ راستہ میں ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔

28ر کو دو کوس کے سفر کے بعد موضع کالیاداہا ہماری منزل بنا۔ کالیاداہا ایک عمارت ہے جسے نصیرالدین پسر غیاث الدین پسر سلطان محمود خلجی مالوہ کے حکمراں نے بنوایا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں اجین کے نواح میں جو مالوہ کے مشہور شہروں میں تھا بنوایا تھا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسے اس قدر گرمی محسوس ہوتی تھی کہ وہ اپنا وقت پانی ہی میں گزارتا تھا۔ اس نے یہ عمارت دریا کے بیچ میں بنوائی تھی اور اس کے پانی کو نہروں میں تقسیم کردیا تھا۔ اس پانی کو چاروں طرف سے لایا گیا تھا۔ عمارت کے اندر اور باہر بھی، چھوٹے اور بڑے ذخیرہ آب (تالاب) اس جگہ کی ضرورت کے مطابق بنوائے تھے۔ یہ بہت خوشگوار اور قابل تفریح مقام ہے اور ہندستان کی بڑی آبادیوں میں ایک ہے۔ اس جگہ قیام کرنے کے فیصلہ سے پہلے، میں نے معماروں کو اس حکم کے ساتھ بھیجا تھا کہ اس جگہ کو دوبارہ صاف کریں۔ اس مقام کی دل نشینی کے سبب میں یہاں تین دنوں تک قیام پذیر رہا۔ اسی مقام پر شجاعت خاں اپنی جاگیر سے آیا اور حاضری دی۔ اجین قدیم شہروں میں اور ہندوؤں کے سات تسلیم شدہ مقدس مقامات میں ایک ہے۔ راجہ بکرماجیت جس نے آسمانوں اور ستاروں کے مطالعہ کی بنیاد ڈالی اس شہر اور صوبہ میں رہتا تھا۔ اس کے زمانہ کی رصدگاہ سے آج تک جو 1026ھ (1617ء) اور سن جلوس کا گیارھواں سال ہے، 1675[1] برس گزر چکے ہیں۔ ہندستانی منجموں کا مدار استخراج اس کی رسد پر مبنی ہے۔ یہ شہر دریائے سپرا کے کنارے واقع ہے۔ ہندوؤں کا اعتقاد (ص، 355) یہ ہے کہ کسی سال ایک بار اس کا پانی کسی غیر معینہ وقت پر دودھ بن جاتا ہے۔ میرے محترم والد کے دور حکومت میں، جب انھوں نے ابوالفضل کو میرے برادر شاہ مراد کے حالات درست کرنے کے لیے بھیجا تھا تو اس نے اطلاع بھیجی تھی کہ بہت سے ہندوؤں اور مسلمانوں نے تصدیق کی ہے کہ چند دنوں پہلے ایک شب یہ دریا دودھ کا بن گیا تھا کیونکہ جن لوگوں نے اپنے برتن دریا کے پانی سے بھرے تھے، صبح کو اسے دودھ سے بھرا پایا

---

1۔ غالباً یہ بابر کے مطابق ہے جو اس کی کتاب سے لیا گیا ہے۔ ارسکن میں 51 پر وہ (بابر) کہتا ہے کہ 1584 برس پہلے بکرماجیت نے یہ رصدگاہ تعمیر کی تھی۔ ارسکن یہ دکھلانا چاہتا تھا کہ بابر 934ھ میں لکھ رہا ہے اور اگر اس میں 92 برس جوڑ دیے جائیں تو 934 اور 1026 کے درمیان کا فرق کے ساتھ یہ 1676 سال یا 1675 سال (اگر ہم 1625 کا سال لیں) ہوا۔



Marfat.com

پایا۔[1] چونکہ اس کی شہرت ہوئی اس لیے اس کا ذکر یہاں کیا گیا لیکن عقلاً میں اسے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں۔ اس کا اصل حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔

۷/ اسفندارمز کو میں کشتی میں سوار ہوکر کالیا داہا سے دوسری منزل تک گیا۔

میں نے بارہا سنا تھا کہ جدروپ[2] نامی ایک پہنچا ہوا سنیاسی بہت دنوں پہلے شہر اجین سے رخصت ہوکر جنگل کے ایک گوشہ میں اللہ کی یاد میں مصروف ہوگیا تھا۔ مجھے اس سے ملنے کی بہت خواہش ہوئی۔ جب میں دارالحکومت آگرہ میں تھا تب بھی میری خواہش تھی کہ اسے بلاؤں اور ملاقات کروں۔ بعد میں یہ خیال کر کے کہ اسے تکلیف ہوگی میں نے اسے نہیں بلایا۔ جب میں اس شہر کے نواح میں پہنچا تو میں کشتی سے اترا اور 1/8 کوس پیدل چل کر اسے دیکھنے گیا۔ اس نے جو جگہ اپنے رہنے کے لیے پہاڑ کے نزدیک چنی تھی اسے کھود کر ایک دروازہ بنایا گیا تھا۔ داخلی دروازہ محراب[3] نما تھا۔ (ص، 356) جو ایک گز لمبا اور دس گرہ چوڑا ہے۔ اس دروازہ سے ایک سوراخ تک کا فاصلہ جو اس کا اصل مسکن ہے دو گز اور پانچ گرہ لمبا اور ساڑھے گیارہ گرہ چوڑا ہے۔ زمین سے چھت تک کی اونچائی ایک گز اور پانچ گرہ ہے۔ سوراخ کی لمبائی داخلہ کے وقت 5½ گرہ اور چوڑائی 3½ گرہ ہے۔ صرف ایک کمزور جسامت کا آدمی اس میں بہت مشکل سے داخل ہوسکتا ہے کیونکہ سوراخ کی لمبائی اور چوڑائی ہی ایسی ہے۔ اس میں نہ تو کوئی چٹائی ہے اور نہ ہی گھاس پھوس۔ اس تنگ اور تاریک جگہ میں وہ اپنا وقت گوشہ تنہائی میں گزارتا ہے۔ سردی کے زمانہ میں وہ بالکل برہنہ رہتا ہے۔ سوائے ایک کمبل کے ٹکڑے کے جو اس کی

---

1. ملاحظہ ہو حیرت، جلد دوم، ص، 196۔ ابوالفضل یہاں لکھتا ہے کہ یہ واقعہ اس کی اجین میں آمد کے ایک ہفتہ قبل ہوا۔

2. سنیاسی، مرتز

3. متن میں محرابی شکل افتادہ، عبارت کی جگہ غالباً اس کی صحیح خواندگی، محرابی شکل افتادہ ایک راستہ بغیر کسی شکل کا بہرحال مخطوطہ میں محراب ہے۔ اس بیان کا تقابل ماثرالامرا، جلد اول، ص 574 اور اقبال نامہ ص 94 سے کیا جاسکتا ہے۔ ماثر میں سوراخ کا ناپ اقبال نامہ سے لیا گیا ہے اور یہ تزک کے بیان سے مختلف ہے۔ ماثر، اقبال نامہ کی نقل کرتے ہوئے سنیاسی کا نام اجھدیا اجھد لکھتا ہے۔ وہ اس کے بعد کا بھی حال لکھتا ہے۔ وہ متھرا گیا تھا جہاں حاکم بیگ نے اسے بے رحمی سے پیٹا تھا۔ جہانگیر کی جدروپ سے ملاقات کا حال سرٹامس رو بھی لکھتا ہے جو ایک اطلاع کے مطابق 300 سال کی عمر کا تھا۔ جہانگیر اس قسم کی احمقانہ باتیں نہیں لکھتا۔



Marfat.com

ستر پوشی کرتا ہے۔ وہ کبھی آگ بھی نہیں جلاتا۔ ملا روم نے ایک درویش کی زبان سے نظم کیا ہے ۔

پوشش ماروز تاب آفتاب　　　شب نہالی و لحاف از ماہتاب

(ترجمہ) دن میں ہمارا لباس آفتاب کی روشنی ہے اور شب میں ماہتاب ہمارا بستر و لحاف)

وہ دن میں دو بار تھوڑے سے پانی سے نہاتا ہے جو اس کے مسکن کے قریب ہے اور دن میں ایک بار وہ شہر اجین جاتا ہے جہاں اس نے سات برہمنوں میں تین کا انتخاب کیا ہے جن کو وہ سمجھتا ہے کہ وہ اعتقاد درویشی رکھتے ہیں اور بیوی بچوں کے ساتھ قانع ہیں۔ وہ خیرات میں پانچ لقمہ کھانا اس کھانے میں سے لیتا ہے جو وہ اپنے کھانے کے لیے تیار کرتے ہیں وہ اسے بغیر چبائے ہوئے ہی گھونٹ جاتا ہے تاکہ وہ ان کی خوشبو کا مزہ نہ لے سکے۔ وہ ایسا ہمیشہ کرتا ہے بشرطیکہ ان تینوں خاندان پر کوئی مصیبت نہ پڑی ہو یا کوئی پیدائش نہ ہوئی ہو اور کوئی حائضہ عورت نہ ہو۔ یہ اس کا طرز زندگی ہے جیسا کہ ابھی قلمبند کیا گیا ہے۔ وہ آدمیوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا ہے لیکن چونکہ اسے کافی شہرت حاصل ہوچکی ہے اس لیے لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں۔ وہ علم سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس نے ویدانت میں مکمل مہارت حاصل کرلی ہے جو صوفیوں کا علم ہے۔ میں نے اس سے چھ گھڑی گفتگو کی۔ وہ خوب بولا اور مجھے بہت متاثر کیا۔ میری صحبت بھی اسے اچھی لگی۔ (357) جس زمانہ میں میرے محترم والد نے اسیر کا قلعہ فتح کیا تھا جو خاندیش میں ہے اور آگرہ لوٹ رہے تھے تو انھوں نے اس کو اسی مقام پر دیکھا تھا اور اسے ہمیشہ اچھی طرح یاد کرتے تھے۔

ہندستان کے عالموں نے زندگی کے چار طریقے برہمنوں کے لیے قائم کر رکھے ہیں جو ہندوؤں میں سب سے باعزت ذات ہے اور ان کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ ان چار ادوار کو وہ آشرم[1] کے نام سے پکارتے ہیں۔ لڑکا جو ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوتا ہے اسے سات سال کی عمر تک برہمن نہیں کہتے اور اس مسئلہ پر کوئی زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ جب وہ آٹھ برس کا ہوتا ہے تب وہ ایک جلسہ منعقد کرتے

---

[1] ملاحظہ ہو، جیرٹ جلد سوم، ص 271، سنسکرت لفظ آسرَ یا آشرما ہے۔



Marfat.com

ہیں اور برہمنوں کو مدعو کرتے ہیں۔ وہ ایک رسی مونج کی گھاس سے تیار کرتے ہیں جسے وہ مونجی کہتے ہیں۔ یہ 2½ گز لمبی ہوتی ہے اور اس پر دعائیں و منتر بار بار پھونکتے ہیں اور اسے تین حصوں میں کرتے ہیں جسے یہ سہ رتن کہتے ہیں۔ اس پر جن پر ان کو بھروسہ ہوتا ہے، اس کے سینہ پر باندھ دیتے ہیں، سوت کو بٹ کر زنار تیار کرتے ہیں جسے اس کے دائیں[1] کندھے پر لٹکا دیتے ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی جس کی لمبائی ایک گز سے ذرا زیادہ ہوتی ہے دیتے ہیں تاکہ وہ نقصان پہنچانے والی چیزوں سے اپنی مدافعت کرسکے اور ایک تانبے کا برتن پانی پینے کے لیے دیتے ہیں اور ایک عالم برہمن کے حوالہ کردیتے ہیں تاکہ وہ ان کے ساتھ بارہ سال تک رہ کر ویدوں کا علم حاصل کرے جس کو یہ لوگ الہامی کتاب سمجھتے ہیں۔ اس دن کے بعد اسے لوگ برہمن کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ جسمانی لذتوں سے دور رہے۔ جب دوپہر ہوجائے تو وہ ایک بھکاری کی طرح دوسرے برہمنوں کے گھروں پر جاکر اسے جو بھی ملے اپنے مرشد کے پاس لائے اور اس کی اجازت سے کھائے۔ لباس کے لیے سوائے ایک سوتی دھوتی کے جس سے وہ اپنی ستر ڈھک سکے اور دو یا تین گز اور سوتی کپڑا جو وہ (358) اپنی پیٹھ پر ڈالتا ہے اور کچھ نہیں رکھتا۔ اس حالت کو یہ ہم چریہ کہتے ہیں، یعنی الٰہی کتابوں میں مصروف اس دور کے گزرنے کے بعد اپنے مرشد اور والد کی اجازت سے وہ شادی کرتا ہے اور اسے حواس خمسہ کے مطابق ہر طرح کے عیش کی اجازت ہوتی ہے تاوقتیکہ اس کا بیٹا سولہ برس کا ہوجائے۔ اگر اس کے کوئی بیٹا نہیں ہوتا تو وہ 48 سال کی عمر تک سماجی زندگی گزارتا ہے۔ اس دور میں اسے گرہست کہا جاتا ہے، یعنی گھر والا اس کے بعد اپنے اعزہ سے الگ کرکے اور تمام تفریحات اور عیش کو چھوڑ کر وہ گوشہ تنہائی میں چلا جاتا ہے اور اپنی زندگی جنگل میں گزارتا ہے۔ اسے بن پرست[2] (جنگل کی رہائش) کا نام دیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کا مقولہ ہے کہ آدمیوں سے بہت اچھے کام سماجی زندگی میں رہ کر نہیں کیے جاسکتے۔ اگر شریک زندگی یا بیوی کا ساتھ نہ ہو جسے وہ مرد کا آدھا (اردھانگنی) مانتے ہیں اور رسومات و عبادات کا ایک حصہ اس کے سامنے تکمیل پاتا ہے، وہ اپنی بیوی کو جنگل میں لے جاتا ہے۔ اگر وہ حاملہ ہوتی ہے تو وہ اپنا جانا ملتوی کردیتا ہے جب تک کہ بچہ کی

1. آئین میں بائیں کاندھے، لکھا ہے۔
2. سنسکرت میں 'ون پرستھا'



Marfat.com

پیدائش نہ ہوجائے اور پانچ برس کی عمر کا نہ ہوجائے تب وہ اپنے بچہ کو بڑے بیٹے کے سپرد کر کے یا دوسرے رشتہ داروں کو حوالہ کر کے اپنا مقصد پورا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کی بیوی حیض کی حالت میں ہو تو وہ سفر ملتوی کردیتا ہے جب تک کہ وہ پاک نہ ہوجائے۔ اس کے بعد اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ خود کو اس سے مباشرت کر کے نجس نہیں کرتا اور رات کو دونوں الگ الگ سوتے ہیں۔[1] اس حالت میں وہ بارہ برس گزارتے ہیں اور سبزیوں پر گزارہ کرتے ہیں جو جنگلوں میں خود رو ہوتی ہیں۔ وہ زنار ساتھ رکھتا ہے اور آگ کی پوجا کرتا ہے۔ وہ اپنا وقت (359) ناخنوں، سر کے بالوں یا داڑھی مونچھ کے تراشنے میں ضائع نہیں کرتا۔ جب وہ یہ دور اس طرح پورا کرلیتا ہے تو اپنے گھر لوٹ آتا ہے اور اپنی بیوی کو اپنے بچوں، بھائیوں اور دامادوں کے سپرد کر کے وہ آداب بجالانے کے لیے اپنے روحانی مرشد کے پاس جاتا ہے اور وہ تمام چیزیں جیسے زنار، داڑھی، مونچھ، سر کے بال وغیرہ اس کے سامنے نذر آتش کردیتا ہے اور اس سے کہتا ہے "جو بھی تعلق میں رکھتا تھا، عبادت اور خواہشات سے، اسے اپنے دل سے اکھاڑ پھینکا ہے" تب وہ اپنے دل کے دروازے خواہشات کے لیے بند کردیتا ہے اور ہمیشہ یاد الٰہی میں مصروف ہوجاتا ہے اور سوائے معبود حقیقی کے اور کچھ نہیں جانتا۔ اگر وہ کسی علم کے بارے میں گفتگو کرتا ہے تو صرف ویدوں کے متعلق جس کا مقصد بابا فغانی نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے ۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پرتو آن
ہر طرف می نگرم انجمنی ساختہ اند

(ترجمہ) اور گھر میں ایک ہی چراغ ہے جس کی کرنیں جہاں بھی دیکھتا ہوں ایک انجمن پیدا کردیتی ہیں۔

اس دور کو سردبیاس[2] کہا جاتا ہے یعنی ہر چیز سے ترک تعلق۔

جدروپ سے ملاقات کے بعد میں ایک ہاتھی پر سوار ہوکر اجین شہر سے گزرا۔

---

1. متن میں 'قطع درمیان آلت نہاد' لیکن بظاہر اسے 'آلت قطعہ بامیان نہادہ' ہونا چاہیے۔

2. متن میں سرب بیاس جس کے معنی ہر چیز کو ترک کردینا ہے، اقبال نامہ ص، 96 پر 'سرب ناس' یعنی ہر چیز کو برباد کردینا۔



Marfat.com

گذرتے ہوئے میں نے اپنے دائیں اور بائیں جانب 3,500 روپیوں کے چھوٹے سکے لٹائے۔ 3/4 1 کوس جانے کے بعد میں داؤد کھیرہ میں رکا اور وہیں پر شاہی خیمہ نصب کیا۔ 3/ کو قیام کا دن تھا۔ اشتیاق کے مارے، دوپہر بعد میں جدروپ سے ملنے گیا۔ میں نے چھ گھڑیوں تک اس کی صحبت سے لطف اٹھایا۔ اس دن بھی اس نے اچھی باتیں کیں۔ شام کے وقت میں اپنے مسکن پر لوٹ آیا۔ 4/ کو میں نے 4½ کوس سفر طے کیا اور موضع جراو[1] کے پار اینا باغ میں قیام کیا۔ یہ بھی ایک بہت دلکش مقام تھا جو درختوں سے بھرا تھا۔ 6/ کو کوچ ہوا، 3/4 4 کوس چلنے کے بعد میں دیبال پور بھیریا جھیل کے کنارے رکا۔ اس مقام کی دلفریبی اور جھیل کی خوبصورتی کی وجہ سے میں اس مقام پر چار دنوں تک رکا اور ہر دن کے اختتام پر کشتی میں سوار ہوکر مرغابیوں اور دوسرے آبی جانوروں کا شکار کرتا۔ اس جائے قیام پر لوگ احمد نگر سے فخری انگور لائے۔ گو کہ یہ کابل کے فخری انگور کی طرح بڑے نہیں ہوتے لیکن لطافت میں اس سے کم نہیں۔

اپنے فرزند بابا خرم کی درخواست پر، بدیع الزماں مرزا شاہ رخ 1,500 ذات اور 1,000 کے منصب دار مقرر ہوئے۔ 11/ کو میں نے کوچ کیا اور 3¼ کوس کے سفر کے بعد پرگنہ دولت آباد میں قیام کیا۔ 12/ کو قیام تھا۔ میں شکار کے لیے سوار ہوا۔ موضع شیخ پور جو مذکورہ پرگنہ کے تابع ہے، میں نے ایک بہت بڑا اور موٹا برگد کا پیڑ دیکھا جس کے تنے کو ناپنے پر 18½ گز کا اور زمین سے اوپر کی آخری ٹہنی تک اونچائی 128¼ ذراع (نیم گز) تھی۔ شاخوں کے سائے 203 ذراع تک پھیلے ہوئے تھے۔ ایک شاخ کی لمبائی جو ہاتھی دانت کے طرح کی نظر آتی تھی، 40 گز کی تھی۔ جب میرے محترم والد ادھر سے گزرے تھے تو انھوں نے اس پر اپنے ہاتھ سے ایک نشان 3/4 3 گز زمین سے اونچائی پر بنایا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ آٹھ گز اونچائی پر ایک دوسری جڑ پر، میرے ہاتھ کا نشان بنایا جائے۔ اس خیال سے کہ یہ دونوں نشانات وقت کے ساتھ ختم نہ ہوجائیں ان کو سنگ مرمر پر بنایا گیا اور درخت کے تنے سے باندھ دیا گیا۔ میں نے حکم دیا کہ درخت کے چاروں طرف چبوترہ اور کرسی بنادیا جائے۔

جب میں شاہزادہ تھا تب میں نے میر ضیاء الدین قزوینی جو ایک سیفی سید تھے

---

1. انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 306 میں باغ کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ تاہم ایک موضع کھیرواد اور آم کے درختوں کے سایہ میں قیام کا ذکر ملتا ہے۔ نمبر 305 مخطوطہ میں بھی باغ کا ذکر نہیں ملتا۔



Marfat.com

اور جن کو اپنے دور حکومت میں، میں نے (361) مصطفیٰ خاں کے خطاب سے نوازا تھا، وعدہ کیا تھا کہ پرگنہ مالدہ جو بنگال کا مشہور پرگنہ ہے اسے اور اس کی اخلاف کو التمغا میں (ہمیشہ کے لیے) دیا جائے گا۔ یہ تحفہ اسے اس قیام کے دوران عطا کیا گیا۔ 13/ر کو کوچ ہوا۔ اس مقام سے الگ جاکر اس کے گرد و پیش کے علاقہ کو دیکھنے اور شکار کرنے معہ چند بیگمات اور بے تکلف لوگوں و ملازمین کے ساتھ میں موضع حاصل پور کی طرف گیا جب کہ میرا لشکر نلچہ (بلچہ) کے نواح میں تھا۔ میں موضع سانگور میں رکا۔ میں اس موضع کی خوبصورتی اور لطافت کا کیا بیان کروں۔ وہاں آم کے بہت سے درخت تھے اور زمین بالکل سرسبز و شاداب تھی۔ اس کی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے میں اس جگہ تین دنوں تک قیام پذیر رہا۔ میں نے اس موضع کو کمال خاں شکاری کو، کیشوداس مارو کی جگہ عطا کیا۔ حکم دیا کہ اب موضع کو کمال پور کہا جائے۔ اسی مقام پر شیوراتری کی رات آئی بہت سے جوگی اکٹھا ہوئے۔ اس شب کی رسومات باقاعدگی سے ادا کی گئیں اور میں ان کے علما سے سماجی مذاکرہ میں ملا۔ ان دنوں میں نے تین گایوں کا شکار کیا۔ اسی مقام پر مجھے راجہ مان سنگھ کے مارے جانے کی خبر ملی۔ میں نے اسے اس فوج کی قیادت پر مامور کیا تھا جسے کانگڑہ کی تسخیر کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جب وہ لاہور پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ سنگرام جو پنجاب کے پہاڑی علاقہ کے زمینداروں میں ایک تھا، حملہ کرکے اس صوبہ کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ یہ سوچ کر یہ پہلی اہم ذمہ داری یہ تھی کہ اسے بھگا دیا جائے وہ سیدھا وہاں چلا گیا۔ چونکہ سنگرام کے پاس مقابلہ کی طاقت نہ تھی، اس نے اس علاقہ کو چھوڑدیا جس پر وہ قابض تھا اور دشوار گزار پہاڑی علاقہ میں روپوش ہوگیا۔ راجہ مان نے اس کا وہاں تعاقب کیا اور اپنے غرور میں، بغیر ان ذرائع کا خیال کیے ہوئے جن کے ذریعہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور پسپا ہوسکتا تھا، اس کے قریب ایک چھوٹی سی فوج کے ساتھ پہنچ گیا۔ جب سنگرام نے دیکھا کہ بھاگنے کے لیے کوئی راہ نہیں ہے، اس شعر کے مصداق

وقت ضرورت چو نماند گریز    دست بگیرد سر شمشیر تیز

(ترجمہ) ضرورت کے وقت جب کوئی راہ فرار نہ ہو تب ہاتھ تیز تلوار کے دستہ کو پکڑ لیتا ہے۔

جنگ ہوئی اور جیسا کہ مقدر تھا راجہ مان کے گولی لگ گئی اور اس نے اپنی جان



Marfat.com

مالک حقیقی کے سپرد کردی۔ بقیہ زخمیوں نے اپنے گھوڑے اور ہتھیار پھینک دیے اور سخت پریشانی اور نیم مردہ حال میں بھاگ نکلے۔

17ویں کو میں نے سانگور سے کوچ کیا۔ تین کوس کے سفر کے بعد میں دوبارہ موضع حاصل پور پہنچا۔ راستہ میں ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ یہ گاؤں صوبہ مالوہ کے اہم مقامات میں ہے۔ اس جگہ بے حساب انگور اور آم کے پیڑ ہیں۔ جس وقت میں پہنچا تو ولایت کے موسم کے خلاف یہاں انگور (کی فصل) تھی۔ یہ اس قدر سستے اور کثرت سے تھے کہ غریب اور نادار ترین (لوگ) اپنی خواہش کے مطابق اسے حاصل کرسکتے تھے۔ خشخاش (پوستہ) میں بھی پھول آگئے تھے جو مختلف رنگوں کے تھے۔ مختصراً ایسے دلفریب مواضع کم ہی ہیں۔ میں اس موضع میں مزید تین دنوں تک مقیم رہا۔ اپنی بندوق سے تین نیل گایوں کا شکار کیا۔ 21/ کو دو کوچ کرکے دوبارہ شاہی لشکر سے جاملا۔ راستہ میں ایک نیل گاؤ شکار ہوئی۔

اتوار 22/ کو نالچہ کے نواح سے کوچ کرکے میں ایک جھیل کے کنارے خیمہ زن ہوا، جو قلعہ مانڈو کے نیچے ہے۔ اس دن شکاریوں نے خبردی کہ انھوں نے تین کوس کے اندر ایک شیر دیکھا ہے۔ گوکہ اتوار کا دن تھا اور ان دو دنوں میں یعنی اتوار اور جمعرات کو میں بندوق سے شکار نہیں کرتا، لیکن یہ سوچ کر کہ ایک موذی جانور ہے اسے ختم کردینا چاہیے۔ میں اس کی طرف بڑھا اور جب میں اس مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا۔ اس کے منہ کو دیکھ کر جو نیم وا تھا میں نے ہاتھی پر سے ہی گولی چلا دی۔ اتفاق سے یہ اس کے منھ میں داخل ہوگئی اور حلق سے گذر کر دماغ تک پہنچ گئی۔ اس کا کام ایک ہی وار میں تمام ہوگیا۔ اس کے بعد میرے ساتھ جو لوگ تھے شیر کے زخم کی تلاش کرنے لگے جہاں اسے گولی لگی تھی لیکن وہ نہیں پاسکے کیونکہ اس کے کسی عضو پر گولی کا نشان نہیں تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ گولی اس کے منھ میں داخل ہوئی اور وہ اس سے ہلاک ہوگیا۔ مرزا رستم نے ایک نر بھیڑیا مارا اور اسے لایا۔ میری خواہش ہوئی کہ معلوم کروں کہ اس کا پتہ جگر میں ہے جیسا کہ شیر کا تھا یا دوسرے جانوروں کی طرح باہر ہے۔ معائنہ کے بعد معلوم ہوا کہ پتہ بھی جگر کے اندر تھا۔



Marfat.com

دوشنبہ 23/ کو ایک پہر گذرنے کے بعد مبارک ساعت پر میں ایک ہاتھی پر سوار ہوکر مانڈو کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب دن کا ایک پہر اور تین گھڑیاں گذر چکیں تو میں ان مکانات میں داخل ہوا جنھیں شاہی استعمال کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ راستہ میں میں نے 1,500 روپے لٹائے۔ اجمیر سے مانڈو تک 159 کوس کا فاصلہ چار ماہ اور دو دن، 46 کوچ اور 78 مقام کے بعد طے کیا گیا، ان 46 کوچ کے درمیان میرا قیام تالابوں، چشموں، بڑے دریاؤں کے دلفریب مقامات کے کنارے، خوبصورت درختوں، خشخاش کے کھیتوں میں کھلے ہوئے پھولوں کے قریب مقامات پر ہوا اور کوئی بھی دن ایسا نہیں گذرا جب میں نے قیام یا کوچ کے درمیان شکار نہ کیا ہو۔ گھوڑے پر سوار ہوکر یا ہاتھی پر بیٹھ کر میں نے تمام راستہ شکار کرتے ہوئے طے کیا اور راستہ میں سفر کی کسی مشکل کا تجربہ نہیں ہوا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک باغ سے دوسرے باغ کی تبدیلی تھی۔ ان شکاروں میں ہمیشہ آصف خاں، مرزا رستم، میر میاں، انی رائے، ہدایت اللہ، راجہ سارنگ دیو، سید کاسو اور خواص خاں میرے ساتھ رہے۔ اس علاقہ میں شاہی علم کی آمد سے پہلے (364) میں نے عبدالکریم معمار کو بھیجا تھا کہ مانڈو کے سابق حکمراں کی عمارات کی مرمت کرادے۔ اس نے جب شاہی لشکر اجمیر میں تھا تب ہی چند قدیم عمارتوں کی جو مرمت کے لائق تھیں، مرمت کرادی تھی اور بعض بالکل نئی عمارتیں بنا دی تھیں۔ مختصراً یہ کہ اس نے ایک ایسا مکان تیار کردیا تھا کہ اس کی دلکشی اور لطافت کا کوئی اور مکان کہیں اور نہیں تھا۔ تقریباً 3 لاکھ روپے یا 2,000 ایرانی تومان اس پر خرچ کیے گئے تھے۔ اس قسم کی شاندار عمارتیں تمام بڑے شہروں میں ہونی چاہئیں جس میں شاہی قیام ہوسکے۔ یہ قلعہ ایک پہاڑی کی چوٹی پر دس کوس کے دائرہ میں ہے۔ موسم برسات میں کوئی اور جگہ اس قلعہ سے بہتر نہیں ہے جو اس سے زیادہ لطیف ہو اور جہاں عمدہ ہوا ہو۔ رات کے وقت قلب الاسد (پانچویں برج کا درمیانی وقت) کے وقت یہ اتنا سرد ہوجاتا ہے کہ بغیر کمبل کے گذارہ نہیں ہوسکتا اور دن کے وقت کسی پنکھے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لوگ[1] کہتے ہیں کہ راجہ بکرماجیت سے پہلے راجہ جے سنگھ دیو نامی تھا۔ اس کے دور حکومت میں کوئی شخص گھاس لینے میدان میں گیا تھا۔ جب وہ کاٹ رہا تھا تو ہنسیا جس سے وہ گھاس کاٹ رہا

---

1۔ ملاحظہ ہو جیریٹ، جلد دوم، ص، 197، یہ کہانی مزید تفصیلات کے ساتھ Price کی جہانگیر، ص، 108 میں دی گئی ہے۔



Marfat.com

تھا، سونے کے رنگ کی معلوم دینے لگی۔ جب اس نے ہنسیا کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو وہ اسے مدن[1] نامی لوہار کے پاس لے آیا کہ اس کی مرمت کردے۔ لوہار کو علم تھا کہ ہنسیا سونے کی بن چکی ہے۔ اس سے پہلے سنا جاتا تھا کہ اس ملک میں سنگ پارس تھا جس سے چھو جانے کے بعد لوہا اور تانبہ سونا بن جاتے تھے۔ لوہار فوراً گھاس کاٹنے والے کو لے کر اس جگہ پہنچا اور وہ پتھر حاصل کرلیا، اس کے بعد وہ اس بیش بہا ہیرے کو وہاں کے راجہ کے پاس لے گیا۔ راجہ نے اس پتھر کے ذریعہ سونا بنایا اور اس کا کچھ حصہ قلعہ کی تعمیر میں صرف کیا۔ (365) بارہ سال کی مدت گذرنے کے بعد اس کی تکمیل ہوئی۔ اس لوہار کی خواہش پر پتھروں کو سندان کی شکل پر ترشوایا جسے قلعہ کی دیوار پر لگایا گیا۔ اپنی زندگی کے آخری حصہ میں، جب اس کے دل میں دنیا کی چاہت باقی نہیں رہی، اس نے نربدا کے کنارے ایک جلسہ کیا جو ہندوؤں کی عبادت کا ایک طریقہ ہے اور برہمنوں کو اکٹھا کرکے ہر ایک کو نقد (روپے) اور جواہرات نذر کیے۔ جب ایک برہمن کی باری آئی جو اس سے زمانہ دراز سے وابستہ تھا، اس کے ہاتھ میں وہ پتھر دے دیا۔ وہ نادانی کی وجہ سے ناراض ہوگیا اور اس بیش بہا پتھر کو دریا میں پھینک دیا۔ جب اسے حقیقت حال کا علم ہوا تو بے حد غمگین ہوا۔ اس نے بہت تلاش کیا لیکن اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ یہ باتیں کسی کتاب میں نہیں لکھی جاتیں۔ یہ سنی ہوئی ہیں لیکن عقلی طور پر اس قصہ کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مجھے یہ سب خیالی باتیں لگتی ہیں۔ مانڈو صوبہ، حکومت کی مشہور سرکاروں میں ہے۔ اس کی جمع 1,390,000 دام ہے۔ بہت دنوں تک یہ یہاں کے حکمرانوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ یہاں گزشتہ فرمانرواؤں کی عمارتوں کے بہت آثار ملتے ہیں اور اب تک منہدم نہیں ہوئے ہیں اور نہ برباد ہوئے ہیں۔

24/ کو میں سوار ہوکر قدیم سلاطین کی عمارات دیکھنے گیا۔ پہلے جامع مسجد گیا۔ جسے سلطان ہوشنگ غوری نے تعمیر کیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ابھی معماروں نے اس کی تکمیل کی ہو۔ اس کے بعد میں ان عمارتوں کو دیکھنے گیا جن میں خلجی سلاطین کے مقبرے ہیں۔ سلطان نصیرالدین پسر سلطان غیاث الدین، جس کا چہرہ ہمیشہ کے لیے سیاہ

---

[1] متن میں مدن لیکن نام ماندن ہے جیسا کہ مخطوطہ نمبر 181 اور آئین اکبری (جیرٹ جلد دوم، ص، 197) سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کہانی سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اس سے مانڈو کا نام پڑا۔ تحفۃ تحمیر (تحی فن تحمیلر) جلد اول، ص، 353) بھی ملاحظہ ہو۔



Marfat.com

ہو چکا ہے وہاں دفن ہے۔ اس کا علم سب کو ہے کہ اس خبیث نے خود اپنے والد غیاث الدین، جو 80 برس کے تھے، کے قتل کرنے میں پیش قدمی کی تھی۔ دوبار (366) اس نے ان کو زہر دیا جسے انھوں نے زہر مہرہ سے زائل کر دیا جو وہ اپنے بازو پر باندھتے تھے۔ تیسری بار اس نے شربت کے گلاس میں زہر ملا دیا اور خود اپنے ہاتھوں سے یہ کہہ کر دیا کہ انھیں ضرور پینا ہے چونکہ ان کے والد کو علم تھا کہ وہ کس قسم کی جستجو میں ہے، انھوں نے اپنے بازو سے زہر مہرہ کھول کر اس کے سامنے پھینک دیا اور پھر بارگاہ الٰہی میں بڑی انکساری اور عاجزی سے کہا "اے اللہ میں 80 سال کا ہو چکا ہوں اور میں نے یہ وقت آرام اور خوش حالی میں گزارا ہے جو کسی اور بادشاہ کو میسر نہیں ہوا۔ اب چونکہ یہ میرا آخری وقت ہے مجھے امید ہے کہ آپ نصیر (الدین) کو میرے قتل کی پاداش میں نہیں پکڑیں گے اور میری موت کو جیسا کہ آپ نے مقدر کیا تھا سمجھ کر اس سے بدلہ نہیں لیں گے۔" یہ الفاظ کہنے کے بعد اس نے شربت کا زہریلا پیالہ ایک سانس میں پی کر اپنی روح خدا کے حوالہ کر دی۔ اس تمہید کا مطلب یہ تھا کہ اس نے اپنی حکومت کا وقت اس طرح مزے میں گذارا تھا کہ اس سے پہلے کسی اور بادشاہ کو یہ بات میسر نہ تھی۔ جب وہ 48 برس کی عمر میں تخت نشیں ہوا تھا تو اس نے اپنے محرموں اور رازداروں سے کہا تھا: "میں نے اپنے والد محترم کی خدمت میں 30 سال جنگلوں میں گذارے ہیں اور اپنی سرگرمیوں میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ لیکن اب جب میری باری حکمرانی کی ہے تو مجھے کوئی آرزو نہیں ہے کہ تسخیر ممالک کروں لیکن چاہتا ہوں کہ زندگی کے بقیہ سال آرام و عیش سے گذاروں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس نے اپنے حرم میں 15,000 عورتیں جمع کر لی تھیں۔ ان کے لیے ایک الگ شہر بنایا تھا جس میں ہر ذات، قسم اور شکل و صورت (حلیہ) کی عورتیں تھیں جیسے پیش کار، حاکم، قاضی اور کوتوال اور جو بھی کوئی شہری انتظامیہ کے لیے ضروری تھا۔ جب بھی اسے اطلاع ملتی کہ کوئی کنواری خوبصورت لڑکی ہے وہ بغیر اسے حاصل کیے نہیں رہ پاتا تھا۔ اس نے عورتوں کو ہر قسم کی دست کاری اور ہنر سکھائے تھے اور شکار میں بھی بہت دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے ہرنوں کا باغ بنا رکھا تھا جس میں ہر قسم کے جانور اکٹھا کیے گئے تھے۔ وہ اکثر اس میں اپنی عورتوں کے ساتھ شکار کھیلتا تھا۔ مختصر یہ کہ 32 برسوں میں، جیسا کہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کسی



Marfat.com

بھی دشمن کے خلاف نہیں گیا اور اپنا وقت تفریح و عیش میں گذارا۔ اسی طرح کسی اور نے اس کے ملک پر حملہ نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب شیر خاں افغان اپنے دور حکومت میں نصیرالدین کی مزار پر حاضر ہوا تو باوجود اپنی شقی القلبی کے، نصیرالدین کی شرمناک حرکت کی وجہ سے حکم دیا کہ اسکی قبر کے اوپر ڈنڈے مارے جائیں۔ اسی طرح جب میں وہاں پہنچا تو میں نے بھی مزار کو کئی لاتیں ماریں۔ اس سے بھی اطمینان نہیں ہوا تو حکم دیا کہ قبر کو توڑ کر کھولا جائے اور اس کے ناپاک اجزا کو نذر آتش کردیا جائے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ چونکہ آگ نور ہے، یہ افسوسناک بات ہوگی کہ اللہ کے نور کے ذریعہ اس کے ناپاک اجزا جلائے جائیں اور شاید اس سے بھی بڑھ کر اسے سزا دینے کا کوئی طریقہ ہو۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی منتشر ہڈیوں کو اس کے سڑے گلے پنجر کے ساتھ نربدا میں پھینک دیا جائے۔ چونکہ وہ اپنی حیات میں اس گرمی سے جو اس کے مزاج میں تھی، ہمیشہ پانی میں رہا کرتا تھا، مشہور ہے کہ ایک بار عالم مستی میں اس نے خود کو کالیا دہ کے ایک گہرے حوض میں ڈال دیا تھا۔ محل کے چند خدمت گاروں نے کوشش کرکے اسے بال پکڑ کر باہر نکالا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو بے حد ناراض ہوا اور حکم دیا کہ ان ملازمین کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔ دوسری بار جب اسی طرح کا واقعہ ہوا تو کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ اسے باہر نکالے اور وہ ڈوب گیا۔ اتفاق سے اس کی موت کے 110 سال بعد یہ ہوا کہ اس کے جسم کے اجزا فرسودہ کو پانی میں ملا دیا گیا۔

28/ کو میں نے عبدالکریم کو 800 ذات اور 400 سوار کے منصب پر ترقی دی اور اسے معمور خاں کے خطاب سے سرفراز کیا کیونکہ اس نے اپنی بہترین کوششوں سے مانڈو کی عمارات کی تکمیل کی تھی۔ اسی دن شاہی پرچم مانڈو میں داخل ہوا۔

میرا فرزند بلنداقبال شاہ خرم، فاتح افواج کے ساتھ شہر برہان پور میں داخل ہوا جو صوبہ دار خاندیش کا مستقر ہے۔

کچھ دنوں بعد افضل خاں اور رائے رایان کی عرض داشتیں موصول ہوئیں جن کو میرے فرزند نے اجمیر چھوڑتے وقت عادل خاں کے سفیر کے ساتھ جانے کی رخصت دی تھی۔ عرض داشت میں تحریر تھا کہ جب ہماری (خرم کی) آمد کی خبر پہنچی، عادل خاں شاہزادہ بلنداقبال کے استقبال کے لیے سات کوس آگے آکر، لوازم تسلیم و سجدہ و آدابی جو آداب دربار میں شامل ہے، بجالایا۔ اس طرح اس نے اس طرح کی رسومات کی



Marfat.com

ادائیگی میں بال برابر کوتاہی نہیں کی۔ اسی ملاقات میں اس نے بے انتہا وفاداری کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ تمام علاقوں کو جسے عنبر رو سیاہ نے فاتح مملکت سے لیا تھا واپس کردے گا اور اتفاق کیا کہ وہ دربار کے لیے پورے ادب و احترام سے سفرا سے نذر بھیجے گا۔ یہ کہہ کر وہ سفرا کو پورے شان و شکوہ کے ساتھ اس جگہ لایا جو ان کے لیے تیار کی گئی تھی۔ اسی دن اس نے عنبر کے پاس پیغام بھیجا کہ اسے حالات سے باخبر رکھے۔ میں نے یہ خبر افضل خاں اور رائے رایان کی روداد سے سنی۔

اجمیر سے دوشنبہ 23 ماہ مذکور[1] چار ماہ کے دوران، دو شیر، 27 نیل گائے، 6 چیتل، 60 ہرن، 23 خرگوش اور لومڑیاں اور 1,200 مرغابیاں اور دوسرے جانوروں کا شکار کیا۔ ان راتوں میں، میں اپنے سابقہ شکار کی مہموں اور ان سے اپنے لگاؤ کی کہانیاں ان کو سناتا رہا جو تخت خلافت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے شکار کی روداد تخت نشینی کے سال کے آغاز سے اس وقت تک کی تیار کرنی چاہیے۔ اسی کے مطابق میں نے واقعہ نویسوں، شکار کا حساب رکھنے والوں، قراولوں اور دوسرے جو اس خدمت پر مامور تھے، کو حکم دیا کہ وہ پتہ چلائیں اور مجھے بتلائیں کہ کتنے جانور اس دوران شکار کیے گئے۔ یہ معلوم ہوا کہ میری بارہویں سال کی عمر سے جو 988ھ (1580AD) میں تھی، اس سال کے خاتمہ تک، جو میری تخت نشینی کا گیارہواں سال ہے اور قمری سال کے لحاظ سے میری عمر 50 سال ہے، 28,532 جانور میری موجودگی میں شکار ہوئے۔ ان میں سے 17167 جانور خود اپنی بندوق یا دوسرے طریقوں سے شکار کیے۔ یعنی چوپائے 3,203 جیسے شیر 68، بھالو، چیتا، لومڑیاں، اودبلاؤ، بھیڑیے 9، نیل گائے 889، مہاکہ (ایک قسم کا بارہ سنگھا) جو نیل گائے کے برابر تھا، 35 بارہ سنگھے نر و مادہ، چکارہ، چتل، پہاڑی بکریاں وغیرہ۔ 1670[2] قوچ اور سرخ ہرن 215، بھیڑیے 64، جنگلی بھینسے (جنگلی بھینسے) 36 سور 90، رانگ 26، پہاڑی بھیڑیں 22، ارغلی 32، جنگلی گدھے 6، خرگوش 23، چڑیاں 13,964 یعنی کبوتر 10,348 لگڑو جھگڑو 3 (ایک قسم کا باز)، 3، عقاب 2، قلیواج (چمگادڑیں) 23، الو 39، قوطان چمگادڑیں 5، مرغابیاں، قازیں کاروانک (سارس) وغیرہ 150، کوّے 3,276، آبی جانور، 10 مگرمچھ یعنی گھڑیال[1]

---

[1] دوشنبہ 23 اسفندارمز کے دن وہ کابل پہنچا۔ یہ 16 مارچ 1617 کے قریب ہے۔

[2] مخطوطہ میں 1672 آیا ہے۔



Marfat.com

# میرے مبارک سنہ جلوس کا بارہواں سال

دوشنبہ 30/ ماہ مذکور (اسفندارمز) مطابق 12/ ربیع الاول 1026ھ (20/ مارچ 1617) دن کی ایک گھڑی باقی تھی جب سورج برج ہیئت (بارہواں برج) سے گھر بدل کر برج حمل (پہلے برج) میں داخل ہوا جو عزت اور خوش بختی کا مسکن ہے، اسی تبدیلی کے وقت جو ایک مبارک ساعت تھی میں تخت پر بیٹھا۔ میں نے حکم دیا کہ دستور کے مطابق دیوان عام عمدہ کپڑوں سے سجایا جائے۔ بغیر اس کا لحاظ کیے کہ بہت سے امرا اور سرداران مملکت میرے فرزند خرم کی حاضری میں تھے، ایک محفل منعقد کی گئی جو سابقہ برسوں سے کم تر نہیں تھی۔ میں نے منگل[2] کی نذر آنندخاں کو دے دی۔ اسی دن جو یکم فروردین اور 12 سنہ (جلوس) مطابق 21 یا 22/ مارچ 1617) تھا شاہ خرم کی ایک عرض داشت موصول ہوئی کہ سال نو کی تقریبات گزشتہ برسوں کی طرح اسی انداز میں منائی گئیں۔ لیکن چونکہ سفر کے ایام اور ویساق درمیان میں ہے اس لیے ملازمین کی سالانہ نذر[3] اس سال معاف کردی جائے۔ میرے، فرزند کا یہ اقدام قابل تحسین ہے۔ اپنی دعاؤں میں پیارے فرزند کو یاد کرتے ہوئے میں نے خدائے پاک سے اس کی دونوں جہان میں خیر و عافیت کی دعا مانگی اور حکم دیا کہ اس بار سال نو پر کوئی بھی پیشکش نہ دے۔

چونکہ تمباکو سے مزاج اور صحت میں خلل پڑتا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ کوئی بھی اس کو نہ پیے۔ میرے برادر شاہ عباس بھی اس کے مضر اثرات سے واقف ہیں اور

---

1. دیکھیے ایلیٹ، جلد ششم، صفحات 362،351، جہانگیر صرف 17,167 جانوروں کی تفصیلات دیتا ہے جس کا شکار اس نے خود کیا۔ مہا کا غالباً کاتب کی غلطی سے ہے برائے مارخور، متن کے مطابق یہ گاوزن سے متعلق ہے لیکن مخطوطہ میں گورہے یعنی جنگلی گدھا، چوپایوں کی تفصیلات میزان جہانگیر کے مطابق 3203 ہے۔ پرندوں کی تفصیلات کی میزان 13,954 ہے لیکن 10 گھڑیال کے بعد یہ 17.167 ہوجاتی ہے۔ مجھے یہ بتلایا گیا ہے کہ متن کا مہاکا، مہایا ہے جو ترائی کے علاقہ میں ملتا ہے (Rucervus Duvaucelti)

2. مخطوطہ میں شنبہ ہے بجائے منگل کے اور یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ منگل کو کوئی نذر نہیں دی گئی۔

3. بیورج کے ترجمہ میں یہ بات واضح نہیں۔ متن میں واضح طور پر ہے کہ اس سال کی نذر تمام ملازمین سے معاف کردی گئی۔ مترجم



Marfat.com

حکم دیا کہ ایران میں کوئی بھی تمباکو نوشی کی جرات نہ کرے۔ چونکہ خان عالم (سفیر ایران) تمباکو نوشی پر قابو نہیں رکھتا اور کثرت سے پیتا ہے، یادگار علی سلطان سفیر ایران نے، شاہ عباس سے عرض کیا کہ خان عالم ایک لمحہ بھی بغیر تمباکو کے نہیں رہ سکتا، اس نے (شاہ عباس) نے یہ شعر جواباً لکھا۔

رسول یار می خواہد کند اظہار تمباکو
من از شمع وفا روشن کنم بازار تمباکو

(ترجمہ) دوست کا سفیر تمباکو کا طلب گار ہے اور میں وفا کی شمع سے تمباکو کا بازار روشن کرتا ہوں۔

خان عالم نے یہ شعر اس کے جواب میں لکھا ۔

من بے چارہ عاجز بودم از اظہار تمباکو
ز لطف شاہ عادل گرم شد بازار تمباکو

(ترجمہ) میں بے چارہ تمباکو کے اظہار سے عاجز تھا لیکن شاہ عدل کے لطف و کرم سے تمباکو کا بازار گرم ہوگیا۔

اسی ماہ کی 3ر کو حسین بیگ جو بنگال کا دیوان تھا، قدم بوسی کے شرف سے ممتاز ہوا۔ نذر میں اس نے بارہ ہاتھی، نر و مادہ پیش کیے۔ طاہر جو بنگال کا بخشی تھا اور جس پر کئی الزامات تھے، میرے حضور میں حاضر ہوا۔ اس نے نذر میں 21 ہاتھی پیش کیے۔ ان میں سے 12 قبول کیے گئے اور بقیہ میں نے اسے دے دیا۔ اس دن ایک محفل جام و مینا برپا ہوئی۔ میں نے اکثر ملازمین کو شراب پیش کی جو میرے حضور میں موجود تھے اور انھیں بندہ اخلاص بنا لیا۔ 4ر کو قراولوں نے خبر دی کہ انھوں نے شکر تالاب کے قرب و جوار میں ایک شیر کا نشان دیکھا ہے جو قلعہ کے اندر ہے اور جو مالوہ کے حکمراں کی مشہور عمارتوں میں شامل ہے۔ میں فوراً سوار ہوا اور شکار کی طرف بڑھا۔ جب شیر سامنے آیا تو اس نے احدیوں اور جلو میں چلنے والوں پر حملہ کرکے دس یا بارہ افراد کو زخمی کردیا۔ بالآخر میں نے اس کا کام تین گولیوں سے تمام کردیا اور اس کے شر کو مخلوق خدا سے دور کردیا۔



Marfat.com

8/ کو میر میرن کے منصب کو جو 1,000 ذات اور 400 سوار تھا، اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 500 سوار مقرر کیا گیا۔ 9 کو اپنے فرزند خرم کی درخواست پر، خان جہاں کے منصب میں 1,000 ذات و سوار کا اضافہ کر کے 6,000 ذات و سوار کردیا۔ یعقوب خاں کے منصب کو جو 1,500 ذات اور 1,000 سوار تھا، اضافہ کر کے 2,000 ذات اور 1,500 سوار کیا گیا۔ بہلول خاں میانہ[1] کے منصب میں 500 ذات اور 300 سوار کا اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 1,000 سوار کیا گیا اور مرزا شرف الدین کا شغری جس نے اور جس کے بیٹے نے دکن میں عظیم شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا، کے منصب میں اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 1,000 سوار کردیا گیا۔ 10 فروردین مطابق 22/ ربیع الاول 1026ھ میرا قمری جشن وزن ہوا۔ اس دن دو عراقی گھوڑے میرے ذاتی اصطبل سے اور خلعت میرے فرزند خرم کو، بہرام بیگ کے ذریعہ بھیجے گئے۔ میں نے اعتبار خاں کے منصب میں اضافہ کر کے 5,000 ذات اور 3,000 سوار مقرر کیا۔ 11/ کو حسین بیگ تبریزی جسے ایران کے حکمران نے گولکنڈہ کے حکمراں کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا، چونکہ ایرانیوں اور فرنگیوں کے جھگڑے کی وجہ سے میر[2] کا راستہ بند ہوگیا تھا وہ میرے حضور میں گولکنڈہ کے سفیر کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس نے دو گھوڑے اور کچھ تغورپارچہ[3] دکن و گجرات کے نذر کیے۔ اسی دن میرے ذاتی اصطبل سے ایک عراقی گھوڑا خان جہاں کو دیا گیا۔ 15/ کو مرزا راجہ بھاؤ سنگھ کے منصب میں 1,000 ذات ومنصب کا اضافہ کر کے 5,000 ذات اور 3,000 سوار کردیا گیا۔ 17/ کو 500سوار کا اضافہ مرزا رستم کے منصب میں کر کے اسے 5,000 ذات اور 1,000 سوار کردیا گیا۔ صادق خاں کے منصب 1,500 ذات اصل میں اضافہ کر کے 700 سوار مقرر کیا گیا۔ اسی طرح ارادت خان کا منصب 1,500 ذات (ص، 373) اور 600 سوار کیا گیا۔ انی رائے کے منصب میں 500 ذات اور 100 سوار کا اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 500 سوار کیا گیا۔

19/ کو بروز شنبہ ابھی تین گھڑیاں باقی تھیں جب آغاز شرف ہوا اور اسی وقت

---

1. متن میں 'بیانہ'

2. بظاہر یہ دکن سے بذریعہ سمندر واپسی سفر ہے۔ مخطوطہ میں حسین کے بجائے حسن ہے جس میں ارمز کی راہ کے بند ہوجانے کا ذکر ہے۔ غالباً 'بامیر' متن کا 'بزکر' کی جگہ ہے یعنی سمندر

3. تغو کے معنی ترکی میں نو کے ہیں۔



Marfat.com

میں تخت پر بیٹھا۔ باغی عنبر کی فوج کے 32 قیدی، فاتح سلطنت کے ملازمین نے شاہ نواز خاں کی جنگ اور عنبر کی عظیم شکست کے بعد گرفتار کیے گئے تھے، ایک شخص کو میں نے اعتقاد خاں کے حوالہ کیا تھا۔ محافظ نے جو اس کی نگرانی کر رہا تھا لاپروائی برتی اور اسے فرار ہوجانے دیا۔ میں اس پر سخت ناراض ہوا اور اعتقاد خاں کو تین ماہ تک حاضر ہونے سے منع کردیا۔ چونکہ مذکورہ قیدی کا نام اور حالت کا پتہ نہیں تھا وہ دوبارہ نہیں پکڑا جاسکا گوکہ اس کے لیے لوگوں نے کافی کوشش کی۔ بالآخر میں نے محافظین کے سردار کو جس نے غفلت برتی تھی سزائے موت کا حکم دیا۔ اعتقاد خاں آج کے دن اعتمادالدولہ کی درخواست پر میرے حضور میں حاضری اور کورنش بجالانے سے مشرف ہوا۔

چونکہ کافی دنوں سے صوبہ بنگال اور قاسم خاں کی کوئی خبر نہیں ملی تھی، مجھے خیال آیا کہ ابراہیم فتح جنگ کو صوبہ بنگال بھیجوں جس نے صوبہ بہار کے معاملات بہت خوش اسلوبی سے حل کیے تھے اور ایک ہیرے کی کان حکومت کے قبضہ میں دلائی تھی اور اس کی جگہ جہانگیر قلی خاں کو جس کی جاگیر الہ آباد میں تھی، بہار بھیج دوں، میں نے قاسم خاں کو دربار میں بلا بھیجا۔ اسی دن مبارک وقت میں ایک حکم جاری کیا گیا کہ فرمان جاری کیا جائے کہ سزاولان مقرر کیے جائیں تاکہ وہ جہانگیر قلی خاں کو صوبہ بہار لے جائیں اور ابراہیم خاں فتح جنگ کو بنگال روانہ کیا جائے۔ سکندر[1] جوہری کی پذیرائی کرتے ہوئے میں نے اسے 1,000 اور 300 سوار کے منصب پر ترقی دی۔

21 ر کو میں نے محمد رضا سفیر ایران کو جانے کی اجازت دی اور اسے 60,000 درب جو 30,000 روپیوں کے برابر تھے اور ایک خلعت عطا کی۔ میرے برادر شاہ عباس نے مجھے جو یادگار تحفے بھیجے تھے اسی کے برابر میں نے جواہرات کے تحائف جو مجھے دکن کے حکمراں نے بھیجے تھے، کپڑے اور دوسری نادر اشیا جو تحائف کے لیے مناسب تھیں اور جن کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی، میں نے مذکورہ سفیر کے ذریعہ بھیجیں۔ ان میں ایک بلوری پیالہ تھا جسے چیلیبی[2] نے عراق سے بھیجا تھا۔ شاہ نے اس پیالہ کو دیکھا تھا اور سفیر سے کہا تھا کہ اگر اس کا بھائی (جہانگیر) اس پیالہ سے شراب پی کر اسے بھیج دے تو

---

1۔ انڈیا آفس مخطوطہ میں سکدر یا سکندرا ہے۔

2۔ شاہ عباس کا خط بنام جہانگیر (توزک 165) سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین چیلیبی کو جہانگیر نے ملازمت دی تھی تاکہ وہ ایران سے نوادرات جمع کرے۔



Marfat.com

یہ محبت کی بڑی نشانی ہوگی۔ جب سفیر نے اس کو یاد دلایا تو اس پیالہ سے کئی بار اس کے سامنے پینے کے بعد، میں نے حکم دیا کہ اس کے لیے ایک سرپوش اور رکابی تیار کی جائے۔ اسے بھی تحائف کے ساتھ بھیج دیا۔ سرپوش پر میناکاری کی گئی تھی۔ میں نے منشیان عطارد رقم کو حکم دیا کہ جو وہ خط لایا تھا اسے اس کا معقول معاوضہ دیا جائے۔

22/ کو قراولان نے ایک شیر کے متعلق اطلاع دی۔ فوراً ہی سوار ہو کر میں شیر کی طرف گیا اور تین گولیوں سے اس شیطان کا خاتمہ کرکے لوگوں کو نجات دلائی۔ مسیح الزماں نے میرے سامنے ایک بلی پیش کی اور بتلایا کہ یہ ایک خنثیٰ ہے اور یہ کہ اس سے پیدا بچے اس کے گھر میں ہیں اور یہ کہ اس نے دوسری بلی سے جفتی کی تھی تو یہ بچے پیدا ہوئے تھے۔

25/ کو اعتمادالدولہ کی فوج میرے سامنے جھروکہ درشن کے نیچے سے گزری اس میں 2,000 اچھے گھوڑوں پر سوار تھے جن میں اکثریت مغلوں کی تھی (375)۔ 500 پیدل تیر و تفنگ سے لیس تھے اور 14 ہاتھی تھے۔ بخشیوں کی فوج کا شمار کیا اور یہ اطلاع دی کہ یہ فوج پوری طرح سے مسلح اور قاعدے کے مطابق تھی۔ 26/ کو ایک شیرنی شکار ہوئی۔ جمعرات یکم اردی بہشت کو، ایک ہیرا جسے مقرب خاں نے ہرکارہ کے ذریعہ بھیجا تھا میرے سامنے رکھا گیا۔ یہ 23 سرخ کے وزن کا تھا اور جوہریوں نے اس کی قیمت 30,000 روپے لگائی تھی۔ یہ ایک اول آب کا ہیرا تھا اور بے حد پسند کیا گیا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی انگوٹھی بنائی جائے۔

3/ کو یوسف خاں کا منصب بابا خرم کی درخواست پر 1,000 ذات اور 1,500 سوار مقرر کیا گیا اور اسی طرح کئی دوسرے منصب داروں کے منصب بھی اس کی سفارش پر بڑھا دیے گئے۔ 7/ کو قراولوں نے چار شیروں کے نشانات دیکھے۔ جب دوپہر اور تین گھڑیاں گزر چکیں تو معہ خواتین کے میں ان کے شکار کے لیے نکلا۔ جب شیر نظروں کے سامنے آئے تو نورجہاں بیگم نے عرض کیا کہ اگر اسے اجازت ہو تو وہ خود اپنی بندوق سے ان شیروں کا شکار کرلے۔ میں نے کہا جیسا چاہو۔ اس نے دو شیر ایک ایک گولی سے مارے اور دوسرے دو شیروں کو چار گولیوں سے گرا دیا۔ چشم زدن میں اس نے چار شیروں کو ان کی زندگی سے محروم کردیا۔ اب تک ایسی نشانہ بازی دیکھنے نہیں آئی تھی کہ



Marfat.com

ایک ہاتھی پر بیٹھ کر اور عماری کے اندر سے چھ گولیاں چلائی گئیں اور ان میں سے ایک بھی خطا نہیں ہوئی۔ وہ چاروں درندے چھلانگ مارنے یا حرکت کرنے کی مہلت نہ پاسکے۔[1] ایسی عمدہ نشانہ بازی کے انعام میں میں نے اسے ایک جوڑ ہیروں کی پہنچی[2] جس کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی دی اور 11000 اشرفیاں اس پر صدقہ کیں۔ اسی روز محمود خاں (معمار خاں) (376) لاہور جانے کی اجازت پائی تاکہ وہ وہاں کی عمارات اور محلات کی تکمیل کرسکے۔ 10ر کو سید وارث فوجدار اودھ کی موت کی خبر ملی۔

12ر کو میر محمود نے فوجداری کے لیے درخواست کی۔ میں نے اسے تہور خاں کے خطاب سے نوازتے ہوئے اور منصب میں اضافہ کرکے صوبہ ملتان کے کچھ پرگنات پر فوجدار مقرر کیا۔

22ر کو طاہر جو بنگال کا بخشی تھا اور جسے حاضری سے منع کردیا گیا تھا، میرے پاس حاضر ہوا اور نذرگذاری۔ قاسم خاں صوبہ دار بنگال کی نذر میں بھیجے گئے آٹھ ہاتھی بھی پیش کیے گئے اور دو ہاتھی شیخ مودہو کے بھی لائے گئے۔

28ر کو خان دوراں کی درخواست پر ایک حکم جاری کیا گیا کہ عبدالعزیز خاں کے منصب میں 500 کا اضافہ کیا جائے۔

5ر خورداد کو گجرات کی دیوانی کی ذمہ داری کیشو کے بجائے مرزا حسین کو دی گئی۔ میں نے اسے کیفت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔

8ر کو لشکر خاں جسے بنگش کا بخشی مقرر کیا گیا تھا، آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔ اس نے 100 مہریں اور 500 روپیوں کی نذر پیش کی۔ اس سے چند روز پہلے استاد محمد نئے (بانسری نواز) جو اپنے فن میں بے مثال ہے، میرے طلب کرنے پر میرے فرزند

---

1۔ کہا جاتا ہے کہ کسی شاعر نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا۔

نورجہاں گرچہ بصورت زن است      در صف مردان شیر افگن است

اس شعر کی خوبی یہ ہے کہ نورجہاں، جہانگیر کے محل میں داخل ہونے سے پہلے شیر افگن کی بیوی تھی۔ اس سے یہ بھی معنی نکالے جاسکتے ہیں "میدان جنگ میں وہ (نورجہاں) مردوں کو مارتی ہے اور شیر دل کو ہلاک کرتی ہے۔

2۔ انڈیا آفس کے مخطوطہ میں ایک جوڑ موتی اور ہیرا، دیا ہے۔



Marfat.com

خرم نے بھیجا۔ میں نے اس سے بانسری کی کئی دھنیں سنی ہیں۔ وہ غزل کی ایک ایسی دھن بجاتا تھا جس میں میرا نام آتا تھا۔ 12ر کو اسے میں نے روپیوں میں وزن کیے جانے کا حکم دیا۔ یہ 6,300 روپے کے وزن کا ہوا۔ میں نے اسے ایک ہاتھی معہ ہودہ کے دیا اور حکم دیا کہ وہ اس پر سواری کر کے روپیوں کو اپنی جائے رہائش پر لے جائے۔ ملا اسد قصہ خواں (377) جو مرزا غازی کے ملازمین میں ایک تھا، تٹھ سے اسی دن آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔ چونکہ وہ ایک شیریں حکایت اور خوش بیان شخص تھا، مجھے اس کی صحبت اچھی لگی اور میں نے اسے محظوظ خاں کا خطاب دے کر خوش کیا۔ اسے 1000 روپے، ایک خلعت، ایک گھوڑا ایک ہاتھی معہ پالکی بھی دیے گئے۔ کچھ دنوں بعد میں نے حکم دیا کہ اسے روپیوں میں تولا جائے۔ اس کا وزن 4400 روپے کے برابر نکلا۔ اس کو 200 ذات اور 20 سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ میں نے حکم دیا کہ وہ ہر وقت گفتگو کے لیے حاضر رہے۔ اسی دن لشکر خاں اپنے آدمیوں کو میرے پاس جھروکہ درشن پر لایا۔ کل 500 سوار، 14 ہاتھی اور 100 بندوقچی تھے۔ 24ر کو خبر ملی کہ مہاسنگھ جو راجہ مان سنگھ کا پوتا تھا اور جو بڑے حاکموں میں تھا، زیادہ شراب نوشی کی وجہ سے بلال پور صوبہ برار میں فوت ہو گیا۔ اس کا باپ بھی 32 سال کی عمر میں کثرت سے شراب نوشی کی وجہ سے فوت ہوا تھا۔ اسی دن میرے ذاتی ثمر خانہ میں دکن، برہان پور اور مالوہ کی پرگنات کے مختلف علاقوں سے بہت سے آم لائے گئے، گوکہ یہ صوبہ بڑے آموں، شیرینی اور کم ریشگی کے لیے معروف اور مشہور ہے اور کم ہی آم ایسے ہیں جو ان کی برابری کر سکیں۔ میں نے حکم دیا کہ ان کا وزن میری موجودگی میں کیا جائے۔ 1½ سیر یا اس سے زیادہ کے نکلے تاہم شیرینی، ذائقہ اور خوشبو ہاضمہ میں چھپرا مئو، صوبہ آگرہ کے آم اس صوبہ اور ہندستان کے دیگر مقامات کے تمام آموں سے بہتر ہیں۔

28ر کو میں نے اپنے فرزند بابا خرم کو ایک نفیس نادری زردوزی جو میری مملکت میں پہلے اس طرح کی نہیں بنائی گئی تھی، بھیجی۔ میں نے لے جانے والے کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کو یہ بتلا دے کہ اس نادری کی خصوصیت یہ ہے کہ جس روز میں اجمیر سے دکن کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا تھا تب اسے پہنا تھا اور اب اسے اس کے لیے بھیجا ہے۔ اسی دن میں نے اسے اپنے سر کی پگڑی اعتمادالدولہ کے سر پر اسی طرح رکھ دی اور



Marfat.com

اسے اس عنایت سے سرفراز کیا۔ تین زمرد، ایک عدد جواہرات سے مرصع اروسی[1] اور ایک لعل کی انگوٹھی جسے مہابت خاں نے بطور نذر بھیجا تھا۔ میرے سامنے پیش کی گئیں ان کی مالیت 7,000 روپیوں کی تھی۔

اللہ پاک کی عنایات و مہربانی سے بارش شروع ہوئی۔ مانڈو میں پانی کی شدید قلت ہوگئی تھی اور لوگ سخت پریشان تھے یہاں تک کہ اکثر ملازمین کو نربدا کے کنارے جانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس موسم میں بارش کی کوئی امید نہیں تھی۔ لوگوں کی پریشانی کے پیش نظر میں نے بارگاہ الٰہی سے رجوع کیا اور دعا مانگی اور اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسی بارش فرمائی کہ ایک دن و رات میں، تالاب (برکھا) پوکھرے اور دریا لبریز ہوگئے اور لوگوں کی پریشانی، سکون میں بدل گئی۔ میں کس زبان سے اس کرم فرمائی کا شکر ادا کروں۔

یکم ماہ تیر کو وزیر خاں کو ایک علم عطا کیا گیا۔ رانا کی نذر جو دو گھوڑوں، ایک قطعہ گجراتی کپڑے، کچھ مرتبان اچاروں اور مربوں پر مشتمل تھی میرے سامنے پیش کی گئی۔

تیسری معزہ[2] کو عبداللطیف کی گرفتاری کی خبر آئی جو گجرات کے حکمراں کے اخلاف میں تھا اور اس صوبہ میں برابر شورش و فساد پھیلانے کا بانی تھا۔ چونکہ اس کی گرفتاری لوگوں کے لیے سکون کا سبب تھا اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا گیا اور میں نے مقرب خاں کو حکم دیا کہ وہ اسے اپنے کسی منصب دار کے ساتھ دربار میں بھیج دے۔

مانڈو کے قرب و جوار کے بہت سے زمیندار آئے اور حاضری دی اور میرے سامنے اپنی اپنی نذر پیش کی۔

8ر کو رام داس فرزند راجہ رام سنگھ کچھواہہ کو ٹیکہ دیا گیا اور میں نے اس کو اسی خطاب سے سرفراز کیا۔

---

1۔ اروشی ایک اپسرا کا نام ہے۔ غالباً یہاں لباس کا نام ہے (فاربس کی ہندستانی لغت میں اروسی کے معنی ایک خاص قسم کا زیور ہے جو سینہ پر پہنا جاتا ہے۔

2۔ مخطوطہ میں معزہ آیا ہے جو عربی لفظ معز یعنی تیزی سے سفر سے متعلق ہے یہ کسی ہرکارہ کا نام بھی ہوسکتا ہے یا پھر جلدی، کے معنی میں آیا ہو۔



Marfat.com

یادگار بیگ، جو ماوراالنہر میں یادگار قورچی کے نام سے معروف تھا اور وہاں کے حکمراں سے نسبت و تعلقات سے الگ نہیں تھا، آیا اور میری خدمت میں حاضری دی۔ اس کی پوری نذر میں ایک سفید چینی پیالہ پایہ دار سب سے زیادہ پسند کیا گیا۔

بہادر خاں صوبہ قندھار کی نذر میں 9 گھوڑے، 9 توقوز (81 عدد) عمدہ کپڑے، دو سیاہ لومڑیوں کی کھالیں میرے سامنے پیش کی گئیں۔ اسی روز راجہ گدیھاپیم[1] نارائن اپنی خوش بختی سے میرے حضور میں حاضر ہوا اور سات ہاتھی نر و مادہ کی نذر پیش کی۔

10 ر کو یادگار قورچی کو ایک خلعت دی گئی۔

13ر کو گلاب پاشی کی تقریب ہوئی۔ اس دن کی جو بھی رسم تھی منائی گئی۔ شیخ مودود چشتی جو بنگال کے حکام میں ایک تھا چشتی خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ میں نے اسے ایک گھوڑا بھی پیش کیا۔

14ر کو راول سمرسی (سمرسہا) فرزند راول اودے سنگھ، زمیندار بانسوارہ، میرے پاس حاضر ہوا۔ اس نے 30,000 روپے، 3 ہاتھی ایک عدد جواہرات سے مرصع پان دان اور ایک مرصع کمربند نذر میں پیش کیا۔

15ر کو 9 ہیرے جسے ابراہیم خاں فتح جنگ صوبہ دار بہار نے محمد بیگ کے ساتھ وہاں کی کان اور زمیندار کے ذخیرہ سے بھیجا تھا میرے سامنے رکھے گئے۔ ان میں سے ایک کا وزن ½14 تانک تھا اور ایک لاکھ روپیوں کی مالیت کا تھا۔ اسی دن یادگار قورچی کو 14,000 درب دیے گئے۔ اور میں نے اسے ترقی دے کر 500 ذات اور 300 سوار کے منصب پر فائز کیا۔

میں نے تاتار خاں بکاول بیگی کے اصل منصب میں اضافہ کے بعد 2,000 ذات اور 300 سوار مقرر کیا اور اس کے ہر بیٹے کو الگ الگ منصب پر اضافہ کے ساتھ ترقی دی گئی۔ سلطان پرویز کی درخواست پر پرویز خاں کے ذاتی منصب میں 500 کا اضافہ کیا گیا۔

29ر کو مبارک پنجشنبہ کا دن تھا۔ سید عبداللہ خاں بارہہ جو میرے فرزند خرم

---

1. بظاہر یہ بھیم ہے گدہیلا غالباً خاندیش کا گادی ہے۔ دیکھیے Lethbridge, Golden Book of India, p.38 امپیریل گزیٹر، جلد پنجم، ص، 33 پر 'گاردی' ہے اور ڈانگ Tract کے ایک بھیل علاقہ۔



Marfat.com

کا ایلچی تھا، میری خدمت میں حاضر ہوا اور میرے اس فرزند کی ایک عرض داشت پیش کی جس میں دکن کے صوبہ جات پر فتح کی خبر تھی۔ وہاں کے تمام حکمرانوں (لفظی دنیا داروں) نے سر تسلیم خم کردیے ہیں اور بندگی و فرمانبرداری کے ساتھ اطاعت قبول کرلی ہے۔ تمام قلعوں اور قلعچوں بالخصوص احمد نگر قلعہ کی کنجیاں اس کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اس عظیم مہربانی کے لیے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں سر بسجود ہوگیا جسے کسی شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے شکرگزاری کے لیے لب کھولے اور نہایت عجز و نیازمندی سے جشن منانے اور نقارہ بجانے کا حکم دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایک علاقہ جو ہاتھ سے نکل چکا تھا، فاتح حکومت کے ملازمین کے قبضہ میں آگیا اور یہ کہ مفسدان جو فتنہ و فساد کی جڑ تھے کمزور ہوکر اطاعت گذار اور فرمانبردار ہوئے اور مال و خراج ادا کرنے والے بن گئے۔ جب یہ خبر نورجہاں بیگم کے ذریعہ مجھے ملی تو میں نے پرگنہ بودا (تودہ[1]) جس کی آمدنی دو لاکھ روپے ہے اسے دے دیا۔ انشاء اللہ جب افواج قاہرہ دکن کے صوبہ اور قلعوں میں داخل ہوں گی اور میرے فرزند کو اس پر قبضہ کے بعد اطمینان ہوجائے گا تو وہ وہاں کے ایلچیوں کے ساتھ دکن سے ایسی پیشکش لائے گا جو اس (ص، 381) عہد کے کسی بادشاہ کو (شاید) ہی ملی ہوگی۔ یہ حکم دیا کہ وہ امرا کو لے کر آئے جن کو اس صوبہ میں جاگیریں دینی ہیں تاکہ (اسی بہانہ) ان کو میرے حضور میں حاضر ہونے کی عزت حاصل ہوجائے۔ بعدازاں ان کو جانے کی اجازت دے دی جائے گی اور شاہی علم فتح و فیروزی کے ساتھ دارالحکومت آگرہ کو روانہ ہوجائے گا۔

چند روز پہلے میں نے ایک شب دیوان حافظ سے فال نکالی کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ غزل سامنے آئی ؎

روز ہجراں و شب فرقت یار آخر شد
زدم ایں فال گذشت اختر و کار آخر شد

---

1۔ مالوہ کی سرکار مردسر میں ایک جگہ بودا نام کی ہے لیکن اس کی آمدنی 2½ لاکھ دام تھی (جیریٹ، جلد دوم، ص، 208) انڈیا آفس کے دونوں مخطوطات میں اور دیبی پرساد کے ہندی ترجمہ میں توڈہ ملتا ہے توڈہ اجمیر میں، سرکار رنتھنبور کا حصہ تھا اور اکبر کے عہد میں اس کی آمدنی 1½ لاکھ روپے تھی۔ جیریٹ: جلد دوم، ص، 275



Marfat.com

(ترجمہ) دوست سے جدائی اور فرقت کی شب تمام ہوئی۔ میں اس فال کو یوں سمجھتا ہوں کہ ستارے ڈوب گئے اور کام تمام ہوا۔

جب حافظ کی غیبی[1] زبان نے ایسا انجام بتلایا تو اس سے مجھے قوی امید ہوئی اور اسی کے مطابق، 25 دنوں کے بعد، فتح کی خبر ملی۔ میں نے اپنی بہت سی تمناؤں کے سلسلہ میں بالعموم خواجہ (حافظ) کے دیوان سے رجوع کیا ہے اور نتیجہ اسی کے مطابق نکلا ہے جو میں نے اس میں پایا ہے۔

اسی روز میں نے آصف خاں کے منصب میں 1,000 سوار کا اضافہ کیا اور اسے 5,000 ذات اور سوار کردیا۔ دن کے اختتام پر میں بیگمات کے ساتھ ہفت منظر[2] دیکھنے گیا اور شام کے شروع ہوتے ہی محل میں لوٹ آیا۔ اس عمارت کو مالوہ کے ایک حکمراں سلطان محمود خلجی نے تعمیر کیا تھا۔ یہ سات منزلہ ہے اور ہر منزل پر چار حجرے ہیں جن میں چار کھڑکیاں ہیں اس مینار کی اونچائی ½54 ہاتھ ہے اور گولائی 50 گز ہے۔ زمین سے ساتویں منزل تک (382) 171 سیڑھیاں ہیں۔ آمدورفت کے درمیان میں نے 1,400 روپے لٹائے۔[3]

31/ کو تاریخ کو میں نے سید عبداللہ کو سیف خاں کے خطاب سے شرف یاب کیا اور اسے خلعت، ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور ایک مرصع خنجر دے کر اپنے فرزند کے پاس فرائض منصبی ادا کرنے کی اجازت دی۔ میں نے اس کے ذریعہ ایک لعل جس کی قیمت 30,000 روپے تھی اپنے فرزند کے لیے بھیجا۔ میں اس کی قیمت کا خیال نہیں کرتا لیکن چونکہ میں نے اس کو کافی دنوں تک اپنے سر پر باندھ رکھا تھا، میں نے اسے مبارک شگون سمجھ کر اور اس کے لیے خوش قسمتی سمجھ کر بھیجا۔

میں نے سلطان محمود کو جو خواجہ ابوالحسن کا داماد تھا، صوبہ بہار کا بخشی اور واقعہ

---

1. بیورج نے انگریزی میں اس کا ترجمہ Secret Tongue کیا ہے۔ مترجم

2. ولیم فنچ اس عمارت کا ذکر کرتا ہے دیکھیے Journal of John Jourdain جسے Foster نے Hakluyt Soc. App.D کے لیے ایڈیٹ کیا ہے۔ فنچ 170 اونچے زینوں کا ذکر کرتا ہے۔ یہ مینار فتح کا مینار تھا جسے سلطان محمود اول نے 1443 میں چتوڑ کے راجہ پر فتح کی یاد میں تعمیر کیا تھا، اس کے Stump پائے گئے ہیں۔ جارڈن چھ منزلوں کا ذکر کرتا ہے۔ یہ سبز پتھر جو سنگ مرمر سے مشابہ تھا، تعمیر ہوا تھا۔

3. 200 روپے فی منزل



Marfat.com

نویس مقرر کیا۔ جب اس نے رخصت لی تو میں نے اسے ایک ہاتھی دیا۔

جمعرات کے دن کے اختتام پر (15/امرداد) میں بیگمات کے ساتھ نیل کنڈ دیکھنے گیا جو مانڈو کے قلعہ کے بہترین مقامات میں ایک ہے۔ شاہ بوداغ خاں، جو میرے محترم والد کے بہت معتبر امرا میں ایک تھے اور جس زمانہ میں یہ صوبہ ان کی جاگیر میں تھا، انھوں نے ایک بہت شاندار اور دلکش عمارت یہاں تعمیر کرائی تھی، میں نے وہاں قیام کیا اور رات کو دو تین گھڑیوں کے گذر جانے کے بعد محل کو لوٹ آیا۔

چونکہ مخلص خاں جو صوبہ بنگال کا بخشی اور دیوان تھا، اس کی کئی لغزشیں میرے علم میں لائی گئی تھیں، میں نے اس کے منصب میں 1,000 ذات اور 200 سوار کی تخفیف کردی۔

7/ر کو ایک جنگی (مست) ہاتھی جسے عادل خاں نے دیگر نذورات کے ساتھ بھیجا تھا اور جس کا نام گجراج تھا۔ رانا امر سنگھ کو بھیجا گیا۔

11/ر کو میں شکار کے لیے گیا اور قلعہ سے ایک منزل کی دوری تک آگیا۔ سخت بارش ہوئی، اس قدر کیچڑ تھی کہ حرکت کرنا مشکل تھا۔ لوگوں کی سہولت اور جانوروں کے آرام کے پیش نظر میں نے شکار کا ارادہ ترک کردیا اور جمعرات کا دن باہر گذار کر جمعہ کی شام کو لوٹ آیا۔ اسی دن ہدایت اللہ جو خدمت توزک اور ترددات حضور میں بے حد مشاق ہے، فدائی خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ اس موسم برسات میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ بزرگ آدمیوں کا کہنا تھا کہ انھوں نے اپنی زندگی میں ایسی بارش نہیں دیکھی۔ تقریباً چالیس دنوں تک بادلوں اور بارش کے علاوہ کچھ نہ تھا اور سورج گاہ گاہ ہی نکلتا تھا۔ اس قدر ہوا تھی کہ نئی اور پرانی عمارتیں گر پڑیں۔ پہلی رات اس قدر بارش اور گرج چمک تھی کہ شاید ہی کبھی ایسا سنا ہو۔ تقریباً 20 مرد اور عورتیں فوت ہوگئیں اور کچھ پتھروں سے بنی عمارتیں بھی بنیاد سے ٹوٹ گئیں۔ اس سے زیادہ خوفزدہ کرنے والا شور تھا۔ ماہ کے وسط تک ہوا زور پکڑتی رہی اس کے بعد بتدریج یہ کم ہوتی گئی۔ ان سبزوں اور خودرو پودوں کے متعلق کیا تحریر کیا جائے۔ انھوں نے گھاٹی اور میدان و پہاڑیوں کو ڈھک لیا۔ یہ نہیں معلوم کہ آباد دنیا میں مانڈو اور اس جیسا مقام جس کی لطیف ہوا، خوش نما علاقہ بالخصوص موسم برسات میں کوئی اور ہو۔ اس موسم میں جو



Marfat.com

مہینوں تک جاری رہتا ہے اور موسم گرما تک ہوتا ہے کوئی بھی اپنے گھر کے اندر بغیر لحاف کے نہیں سو سکتا اور دن میں ایسا موسم ہوتا ہے کہ پنکھوں کی یا جگہ بدلنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ اس مقام کی خوبیوں کے لیے جتنا بھی لکھا جائے کم ہی ہوگا۔ میں نے دو چیزیں دیکھیں جو ہندستان میں کہیں اور نظر نہیں آئیں۔ ایک تو خودرو درخت جو قلعہ میں غیر مزروعہ جگہوں پر اگتے تھے اور دوسری مملو کے گھونسلے جسے فارسی میں دم سچا کہتے ہیں۔ اب تک کسی شکاری نے ان گھونسلوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اتفاق سے (384) جس عمارت میں میں مقیم تھا اس میں اس کا گھونسلہ تھا اور اس میں دو بچے تھے۔

19/ بروز جمعرات تین پہر گذرنے کے بعد، میں گھوڑے پر سوار ہوکر معہ بیگمات کے شکر تالاب، دربار اور دوسری عمارتوں کو دیکھنے کے لیے نکلا جسے مالوہ کے حکمران نے تعمیر کرایا تھا۔

چونکہ اعتمادالدولہ کو اس کی پنجاب میں حکومت کی وجہ سے کوئی ہاتھی نہیں دیا گیا تھا، میں نے اسے اپنے ذاتی ہاتھیوں میں سے ایک جس کا نام جگ جوت تھا، راستہ میں دیا۔ میں اس مسحورکن مقام پر شام تک مقیم رہا اور یہاں کے اطراف و جوانب میں کھلی جگہ، سبزہ اور دلفریبی کا لطف اٹھاتا رہا۔ مغرب کی نماز اور تسبیح خوانی کے بعد، ہم سب اپنی مقررہ جائے رہائش پر آگئے۔

جمعہ کے دن ایک ہاتھی جس کا نام رن بادل تھا اور جسے جہانگیر قلی خاں نے بطور نذر بھیجا تھا، میرے سامنے لایا گیا۔ کچھ خاص قسم کے کپڑوں کو اپنے لیے مختص کرکے میں نے حکم دیا کہ کوئی اور اس طرح کا لباس نہ پہنے بشرطیکہ میں نے کسی کو دے دیا ہو۔ ان میں سے ایک دگلہ نادری تھا جسے قبا کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی سینے سے لے کر جانگھوں کے نیچے تک ہوتی ہے اور اس میں کوئی آستین نہیں ہوتی۔ یہ سامنے سے بٹن لگاکر بند ہوتی ہے۔ ایران کے لوگ اسے کردی (کردوں کے ملک کی) کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں نے اس کا نام نادری رکھا۔ ایک دوسرا لباس طوس شال ہے جسے میرے محترم والد نے بطور خاص لباس کے استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد ایک قبا تھی جس میں مڑے ہوئے کالر ہوتے تھے۔ اس کی آستینوں کے سرے زردوزی کے



Marfat.com

ہوتے تھے۔ انھوں نے اس کو بھی اپنے لیے خاص کرلیا تھا۔ ایک قبا معہ کناروں کے، جس میں کپڑوں کی جھالر نکالی جاتی تھی اور دامن، گریبان اور آستین کے گرد لگائی جاتی تھی۔ ایک اور قبا تھی جو گجراتی ساٹن کی بنتی تھی جس میں سونے اور چاندی کے تاروں کے کام بنے ہوتے تھے۔

چونکہ مہابت خاں کے چند سواروں کی ماہانہ تنخواہ ضابطہ کے تحت دو اور تین ماہ دکن میں گھوڑ سوار کی خدمت کی انجام دہی کی وجہ سے بڑھا دی گئی تھی اور یہ خدمت[1] انجام نہیں دی گئی تھی، میں نے دیوانیان کو حکم دیا کہ وہ اس کے فرق کو اس کی جاگیر سے وصول کریں۔

جمعرات کے اختتام پر، جو شب بارات تھی، میں نے ایک مجلس نورجہاں کے محلات میں سے ایک کے اندر منعقد کی جو بڑے تالابوں کے وسط میں تھا اور امرا و دیگر درباریوں کو اس دعوت میں مدعو کیا جو بیگم (نورجہاں) نے دی تھی۔ میں نے حکم دیا کہ لوگوں کو پیالے دیے جائیں اور ہر قسم کی شراب بھی جو ان کی خواہش کے مطابق ہو۔ بہت سے لوگوں نے پیالے طلب کیے۔ میں نے حکم دیا کہ جو بھی ایک پیالہ شراب کا پیے اپنے منصب اور عہدہ کے مطابق بیٹھے۔ ہر قسم کے بھنے ہوئے گوشت اور پھل چکھنے کے لیے ہر ایک کے سامنے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ بڑی شاندار محفل تھی۔ شام کے آغاز پر لوگوں نے لالٹینیں اور چراغ، تالاب اور عمارتوں کے ہر طرف روشن کیے۔ اس قدر عمدہ روشنی کا انتظام ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ لالٹینوں اور چراغوں کا عکس تالاب میں پڑ رہا تھا اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے تالاب کی پوری سطح ایک میدان کی طرح شعلہ زار ہو۔ ایک شاندار تفریحی مجلس ہوئی اور شراب پینے والوں نے اپنی طاقت سے زیادہ جام نوش کیے۔

| | |
|---|---|
| دل افروز بزمی شد آراستہ | بخوبی بد انسان کے دل خواستہ |
| فگندند در پیش ایں سبز کاخ | بساطی چو میدان ہمت فراخ |
| زبس نکہت بزم می رفت دور | فلک نافہ مشک بود از بخور |

1. بظاہر معنی یہ ہیں کہ دو اور تین سواروں کے علم نہیں رکھے گئے۔



Marfat.com

شد جلوہ گر نازنیناں باغ رخ افروختہ ہر یکے چوں چراغ

(ترجمہ) ایک محفل منعقد ہوئی جس نے دلوں کو روشن کردیا، یہ اس قدر حسین تھی کہ دل کو بھاگئی۔ لوگوں نے خود کو اس سبزہ گاہ میں ڈال دیا اس کی بساط ہمت کے میدان کی طرح کشادہ تھی۔ نکہت کی فراوانی سے یہ محفل دیر تک جمی، جنت بھی اس کے سامنے نافہ مشک تھی، باغ کے نازک پھول شاندار ہوگئے اور ہر فرد کا چہرہ ایک چراغ کی مانند روشن ہوگیا۔[1]

جب رات کی تین چار گھڑیاں گذر گئیں تو میں نے لوگوں کو رخصت کی اجازت دی اور خواتین کو بلا لیا اور رات کے ایک پہر باقی رہنے تک میں نے اس تفریحی مقام کا لطف اٹھایا۔ اس جمعرات کو کئی خاص واقعات گذرے۔ ایک تو یہ کہ یہ میری تخت نشینی کا دن تھا، دوسرے شب بارات تھی، تیسرے یہ راکھی کا دن تھا جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے اور اہل ہنود کے لیے خاص دن ہوتا ہے۔ ان تین خوش بخت وجوہات سے میں نے اس دن کو مبارک شنبہ کا نام دیا۔

27/ کو سید کاسو کو پرورش خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ مبارک شنبہ کا دن جیسے میرے لیے مبارک ہے اسی طرح بدھ کا دن اس کے برعکس ہے۔ میں نے اس خراب دن کو کم شنبہ کا نام دیا تاکہ یہ دن ہمیشہ دنیا کے لیے کمتر رہے۔

دوسرے دن ایک خنجر مرصع یادگار قورچی کو عطا کیا گیا اور میں نے حکم دیا کہ اس کے بعد اسے یادگار بیگ کے نام سے یاد کیا جائے۔ میں نے جے سنگھ پسر راجہ مہاسنگھ کو بلا بھیجا تھا۔ اس روز وہ میرے حضور میں حاضر ہوا اور نذر میں ایک ہاتھی پیش کیا۔ مبارک شنبہ کا ایک پہر اور تین گھڑیاں، 2 شہریور کے گذرنے کے بعد میں سوار ہوا تاکہ نیل کنڈ اور اس کے قرب و جوار کو دیکھوں۔ وہاں سے میں عیدگاہ کے میدان میں پہنچا جو ایک ٹیلہ پر واقع ہے اور سرسبز و دل خوش کن و شاندار ہے۔ چمپا کے پھول اور

---

1۔ اس کی چند سطریں اکبرنامہ، جلد دوم، ص، 190 کے مطابق ہیں۔ آخری دو سطریں 15ویں سال کے بیان میں دوبارہ پیش کی گئی ہیں۔



Marfat.com

دوسری لطیف جنگلی بوٹیاں اس میدان میں اس طرح کھلی ہوئی تھیں کہ تاحد نظر دنیا سبزہ و گل کی نظر آتی تھی۔ رات کا ایک پہر گذرنے کے بعد میں محل میں داخل ہوا۔

چونکہ مجھ سے کئی بار کہا گیا تھا کہ ایک طرح کی شیرینی جنگلی کیلوں سے حاصل ہوتی ہے اور جسے درویش اور دوسرے لوگ اپنی غذا بناتے ہیں، میں اس معاملہ کی تفتیش کرنا چاہتا تھا، حقیقت حال یہ ہے کہ نچلے علاقہ میں ایک چیز ہے جس کی شکل ایک سرو کے پھل کی سی ہے جس سے اصل کیلا برآمد ہوتا ہے۔ اس پر ایک قسم کی شیرینی آتی ہے جو بالکل رس اور مزہ میں پالودہ کی طرح ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اسے کھاتے ہیں اور مزہ لیتے ہیں۔[1]

خبر رساں کبوتروں کے متعلق مجھے گفتگو کے دوران بتلایا گیا کہ عباسی خلفا کے عہد میں ان لوگوں نے بغداد کے کبوتروں کی تربیت کی جسے 'نامہ بر' کہا جاتا اور یہ جنگلی کبوتروں سے 1½ گنا بڑے ہوتے تھے۔ میں نے کبوتر بازوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے کبوتروں کو تربیت دیں، انھوں نے کچھ کو ایسی تربیت دی کہ وہ مانڈو سے پرواز کرکے بارش کے باوجود 2½ پہر میں اور کبھی 1½ پہر میں پہنچ جاتے اور اگر فضا بالکل صاف ہوتی تو ان میں اکثر ایک پہر میں اسی دن پہنچ جاتے اور بعض چار گھڑیوں میں۔

3ر کو بابا خرم کی عرض داشت موصول ہوئی جس میں خبر تھی کہ افضل خاں اور رائے رلیان پہنچ گئے تھے۔ عادل خاں کے سفیر کی آمد اور معقول نذر مشتمل بر جواہرات، جواہرات سے مرصع اشیا، ہاتھی اور گھوڑے جو کسی بھی عہد حکومت میں نہیں آئے تھے اور مذکورہ خان کی وفاداری و خدمات کا جو اس نے فرائض کی انجام دہی میں کیے تھے، کا بھی ذکر تھا۔ اس نے ایک شفقت آمیز فرمان جس میں اس کو فرزند کا خطاب اور دیگر مراعات (388) جو اس سے پہلے اسے نہیں دی گئی تھیں، جاری کرنے کی درخواست

---

1۔ یہ بیان ناقابل فہم ہے۔ ایلیٹ کا ترجمہ یوں ہے "درخت کی جڑ میں ایک طرح کی ابھرے ہوئے اجزا پائے جاتے ہیں جو بالکل فالودہ کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ غریب لوگ کھاتے ہیں۔ متن اور مخطوطہ میں 'یک پارچہ شیرینی' ملتا ہے لیکن برٹش میوزیم، 3276 on 'یک پارہ' ہے۔ راکس برگ اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ فالودہ یا پالودہ ایک شیرینی کا نام ہے۔



Marfat.com

کی تھی، چونکہ یہ بہت مسرت کی بات تھی کہ اپنے فرزند کو خوش کروں اور اس کی درخواست بھی معقول تھی، میں نے حکم دیا کہ منشیان تیز قلم ایک فرمان عادل خاں کے نام جاری کریں جس میں ہر طرح کی محبت اور لطف و کرم کا اظہار ہو اور اس کی تعریف دس بارہ گنا زیادہ ہو جو پہلے کی جاچکی ہے۔ ان لوگوں کو اس فرمان کے ذریعہ حکم دیا گیا کہ اس کو (افضل خاں) فرزند کے نام سے خطاب کریں۔ فرمان کے اندرونی حصہ میں میں نے یہ شعر اپنے ہاتھ سے لکھ دیا۔

شدی از التماس شاہ خرم　　　　بفرزندی ما مشہور عالم

(ترجمہ) شاہ خرم کی درخواست پر تو سارے عالم میں میرے فرزند کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

4/ر کو یہ فرمان معہ اس کی نقل کے روانہ کیا گیا تاکہ میرا فرزند اس کی نقل دیکھ لے اور اصل بھیج دے۔

9/ر کو بروز مبارک شنبہ میں معہ بیگمات کے آصف خاں کے گھر گیا۔ ان کا مکان گھاٹی میں تھا اور بہت شاندار اور عمدہ تھا۔ اس کے چاروں طرف کئی وادیاں تھیں اور ان میں کئی مقامات پر آبشار جاری تھے۔ آم اور دوسرے اقسام کے درخت بے حد سرسبز، شاندار اور سایہ دار تھے۔ تقریباً 200 یا 300 گل کیوڑہ کے درخت وادی میں اگے ہوئے تھے۔ وہ دن بہت تفریح میں گذرا۔ شراب کی محفل جمی۔ امرا و بے تکلف لوگوں کو شراب کے جام پیش کیے گئے۔ آصف خاں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی اس میں بہت سی نادر اشیا تھیں۔ مجھے جو پسند آئیں میں نے رکھ لیں اور بقیہ اسے دے دیں۔ اس دن خواجہ میر پسر سلطان خواجہ جو بنگش سے طلب کیے جانے پر آیا تھا، میرے پاس حاضر ہوا۔ بطور نذر اس نے ایک لعل، دو موتی اور ایک ہاتھی پیش کیا۔ راجہ بھیم نارائن نے جو ولایت گدیہا کا ایک زمیندار تھا، 1,000 ذات اور 500 سوار کے منصب پر ترقی پائی۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ اسے اس کے اپنے ملک میں ایک جاگیر دی جائے۔

12/ر کو میرے فرزند خرم کا ایک خط موصول ہوا کہ راجہ سورج مل پسر راجہ باسو نے جس کا علاقہ قلعہ کانگڑہ کے قریب ہے، وعدہ کیا ہے کہ ایک سال کے اندر وہ قلعہ کو فاتح سرکار کے ملازمین کے قبضہ میں لادے گا۔ اس نے اس کا وہ خط بھی (389)



Marfat.com

بھیجا جس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی خواہش وہ پوری طرح سمجھے اور اس کے متعلق وہ خود پورا اطمینان کرنے کے بعد راجہ کو میرے پاس حاضری کے لیے روانہ کردے تاکہ وہ خدمت پوری طرح انجام دے سکے۔ اسی دن دوشنبہ تھا یعنی مطابق یکم رمضان (2/ستمبر 1617)، چار گھڑیاں اور چار پلوں کے بعد، میرے فرزند کو ایک بیٹی، آصف خاں کی بیٹی سے پیدا ہوئی جس سے اس کے اور بچے تھے۔ اس بچی کا نام روشن آرا بیگم رکھا گیا۔ چونکہ جیت پور کا زمیندار، جو مانڈو علاقہ کے حدود[1] میں ہے شیطنت کی وجہ سے شاہی دربار میں سلام کے لیے حاضر نہیں ہوا تھا، میں نے فدائی خاں کو اس کے خلاف معہ چند منصب داروں کے 400 یا 500 بندوقچیوں کے ساتھ جانے کا حکم دیا کہ اس کا علاقہ تاراج کردیں۔

13/ کو ایک ہاتھی فدائی خاں اور ایک ہاتھی میر قاسم پسر سید مراد کو دیا گیا۔

16/ کو جے سنگھ پسر مہاسنگھ جو بارہ سال کا تھا، 1,000 ذات و سوار کے منصب پر فائز کیا گیا۔ میر میران پسر میر خلیل اللہ کو ایک ہاتھی جسے میں نے خود پسند کیا تھا اور ایک دوسرا ملا عبدالستار کو دیا۔[2] بھوج پسر راجہ بکرماجیت بھدوریہ اپنے والد کی موت کے بعد دکن سے آیا اور میرے حضور میں حاضری دی۔ اس نے 100 مہریں نذر میں پیش کیں۔

17/ کو یہ عرض کیا گیا کہ راجہ کلیان صوبہ اڑیسہ سے آیا ہے اور قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہے۔ چونکہ اس کے متعلق ناپسندیدہ باتیں کہی گئی تھیں، حکم دیا گیا کہ اسے اس کے فرزند کے ساتھ (390) آصف خان کے حوالہ کردیا جائے تاکہ وہ اس کے متعلق حقائق کی تفتیش کرسکے جو اس کے متعلق بتلائی گئی تھیں۔

---

1. لفظ 'موالی' جو بعض اوقات 'پڑوس' کے معنی میں ترجمہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی راجرس نے کیا ہے۔ لیکن یا تو جہانگیر نے کوئی غلطی کی ہے یا لفظ موالی کے اور وسیع معنی ہیں کیونکہ جیت پور کا [illegible] جیت پور معلوم ہوتا ہے۔ دیکھیے جیرٹ، جلد دوم، ص، 258 اور امپیریل گزیٹر، جلد ہفتم، ص 192۔ غالبًا مانڈو، بھانڈو کی جگہ غلطی سے لکھا گیا ہے۔ لیکن مالوہ میں بھی جیت گڑھ نام کا ایک مقام ہے۔ جیرٹ، دوم، ص، 200

2. غالبًا یہ وہی مصنف ہے جس نے Jerome Xavier کے ساتھ مل کر کام کیا تھا۔ دیکھیے Rieu's Catalogue, III p.1077



Marfat.com

19ر کو جے سنگھ کو ایک ہاتھی پیش کیا گیا۔

20ر کو 200 سوار کا کیشوداس مارو کے منصب میں اضافہ کیا گیا جو اب اصل میں اضافہ کے بعد 2,000 ذات ار 1,200 سوار ہو گیا۔

23ر کو اللہ داد افغان کو رشید خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ اسے میں نے ایک پرم نرم (شال) بھی دی۔ راجہ کلیان سنگھ کی نذر جس میں 18 ہاتھی تھے، میرے سامنے لائی گئی۔ 16 ہاتھیوں کو میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں شامل کیا گیا اور دو کو میں نے اسے لوٹا دیا۔ عراق سے میر میرن کی والدہ اور شاہ اسماعیل کی بیٹی جو شاہان صفوی میں تھیں، مرنے کی خبر آئی۔ میں نے انھیں ایک خلعت بھیجی اور ان کو سوگواری کے لباس سے باہر کیا۔

25ر کو فدائی خاں کو ایک خلعت دی گئی اور اس کے بھائی روح اللہ خاں کے ساتھ دیگر منصب داروں کو زمیندار جیت پور کی سرکوبی کی مہم پر جانے کی اجازت ملی۔

28ر کو نربدا دیکھنے اور قرب و جوار میں شکار کے ارادہ سے قلعہ سے نکلا۔ میں نے بیگمات کو ساتھ لیا اور دو منزل کے بعد دریائے نربدا کے کنارے پر مقام ہوا۔ چونکہ وہاں مچھر اور پسّو بہت زیادہ تھے میں ایک رات سے زیادہ وہاں نہیں رک سکا۔ دوسرے دن میں تاراپور پہنچا اور 31 ر بروز جمعہ لوٹ آیا۔

یکم ماہ تیر کو محسن خواجہ جو اس وقت ماوراالنہر سے آیا تھا، ایک خلعت اور 5,000 روپیوں سے نوازا گیا۔

2ر کو راجہ کلیان جس کے متعلق ایک شکایت موصول ہوئی تھی اور جس کی تحقیقات کے لیے آصف خاں کو مقرر کیا گیا تھا، چونکہ معصوم پایا گیا، اسے قدم بوسی کے شرف سے نوازا گیا، اس نے 100 مہریں اور 100 روپے، موتیوں کی مالا جس میں 80 موتی اور دو لعل معہ ایک بازوبند جس میں دو لعل اور دو موتی لگے تھے، ایک سنہرے گھوڑے کی شبیہ جو جواہرات سے مرصع تھی بطور نذر پیش کیا۔ فدائی خاں کی عرضداشت موصول ہوئی کہ فاتح فوج جیت پور میں داخل ہوئی تو وہاں کے زمیندار نے بھاگ جانے میں خیریت سمجھی۔ وہ فدائی کا مقابلہ نہ کرسکا اور اس کا علاقہ روند ڈالا گیا۔ اسے اب افسوس ہوا کہ اس نے یہ کیا کیا تھا اور دربار میں حاضری کا ارادہ کیا۔ جو عالم کے لیے پناہ گاہ ہے۔



Marfat.com

اس نے ملازمت اور اطاعت گزاری چاہی۔ روح اللہ خاں کی قیادت میں ایک فوج جو اس کے تعاقب کے لیے روانہ کی گئی تھی کہ اسے گرفتار کرکے دربار میں پیش کیا جائے یا اس کے علاقہ کو تباہ کرکے اور عورتوں و دوسرے متعلقین کو جو قرب و جوار کے زمینداروں کے علاقہ میں گئے تھے گرفتار کرلیا جائے۔

8ر کو خواجہ نظام آئے اور میرے سامنے 14 عدد انار، بندر موکھا کے پیش کیے جو چودہ دنوں کے اندر وہ سورت لائے تھے اور مزید آٹھ دنوں میں مانڈو پہنچے تھے۔ اس کی بناوٹ ایسی ہی تھی جیسے کہ ٹھٹھ کے اناروں کی، گوکہ ٹھٹھ کے اناروں میں بیج نہیں ہوتے اور ان میں بیج تھے۔[1] تاہم یہ خوش ذائقہ تھے اور ٹھٹھ کے اناروں سے زیادہ بہتر۔

9ر کو خبر ملی کہ جب روح اللہ خاں مواضعات سے گذر رہا تھا تب اسے معلوم ہوا کہ جیت پور کے زمیندار کی عورتیں اور متعلقین ایک گاؤں میں موجود ہیں۔ وہ باہر ہی رہا اور اپنے آدمیوں کو تحقیقات کے لیے گاؤں میں بھیجا اور وہاں کے لوگوں کو ساتھ لانے کا حکم دیا۔ جب وہ معلومات حاصل کر رہا تھا تو زمیندار کا ایک وفادار ملازم معہ چند گاؤں والوں کے ساتھ آیا جب کہ روح اللہ خاں کے آدمی اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے اور وہ اپنا سامان نکال کر باہر قالین پر بیٹھا ہوا تھا۔ وفادار ملازم روح اللہ کی پشت پر آیا اور ایک بھالا مار دیا۔ یہ چوٹ مہلک تھی۔ بھالا اس کے سینہ کے پار ہوگیا۔ بھالے کا باہر نکالا جانا[2] اور روح اللہ خاں کی موت بیک وقت واقع ہوئی۔ وہاں پر جو لوگ موجود تھے، انھوں نے اس شیطان کو جہنم پہنچا دیا۔ وہ تمام لوگ جو ادھر ادھر منتشر تھے، یکجا ہوکر گاؤں پر حملہ آور ہوگئے۔ ان خون گرفتہ لوگوں نے باغی اور مفسدوں سے ساباز کرلی تھی، ایک گھنٹے کے اندر ہلاک کردیے گئے ان کی بیویاں اور لڑکیاں گرفتار کرکے لائی گئیں اور گاؤں کو نذر آتش کردیا گیا یہاں تک کہ وہ تودۂ خاک بن گیا۔ اس کے بعد روح اللہ خاں کی لاش اٹھاکر لوگ فدائی خاں کے پاس لے آئے۔ جہاں تک روح اللہ کی بہادری اور جوش کا سوال ہے اس میں دورائے نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس کی لاپروائی سے یہ حادثہ ہوا۔ اس علاقہ میں آبادی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ اس علاقہ کا زمیندار جنگلوں اور پہاڑیوں میں بھاگ کر روپوش ہوگیا۔ اس نے تب فدائی خاں کے پاس کسی کو بھیج کر

---

1۔ انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 305 میں 'دانائے نازکی' یا چھوٹے نرم بیج ہے۔

2۔ حاشیہ 181 میں 'واصل گشتہ' ہے۔



Marfat.com

اپنے جرم کی معافی طلب کی۔ حکم دیا گیا کہ اسے قول دیا جائے اور دربار میں پیش کیا جائے۔

مروت خاں کا منصب اصل میں اضافہ کے ساتھ 2,000 ذات اور 1,500 سوار اس شرط کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ چندراکوٹہ کے زمیندار ہربھان[1] کو نیست و نابود کردے کیونکہ اس کے ہاتھوں مسافروں کو بہت ایذا پہنچ رہی ہے۔

13/ کو راجہ سورج مل معہ تقی خاں بخشی جو بابا خرم کی پیشی میں تھا، آئے اور حاضری دی۔ اس نے اپنی تمام ضروریات بتلائیں۔ اس کی عرض کو تاکہ وہ اپنا کام انجام دے سکے، منظور کیا گیا۔ اپنے فرزند کی خواہش پر اسے علم اور نقارہ عطا کیا گیا۔ تقی کو جو اس کے ساتھ تعینات تھا ایک مرصع کھپوا (خنجر) دیا گیا اور ایسا انتظام کردیا گیا کہ وہ اپنا کام انجام دے کر جلد روانہ ہوجائے۔ خواجہ علی بیگ کا منصب جسے احمد نگر کے تحفظ اور انتظام کے لیے (393) مقرر کیا گیا تھا، 5,000 ذات و سوار مقرر کیا گیا۔ ایک ایک زنجیر فیل نورالدین قلی، خواجگی طاہر، سید خان محمد، مرتضیٰ خاں اور ولی بیگ کو دیے گئے۔

17/ کو حاکم بیگ کے اصل منصب میں اضافہ کرکے 1,000 ذات اور 200 سوار مقرر کیا گیا۔ اسی دن راجہ سورج سنگھ کو ایک خلعت، ایک ہاتھی اور ایک مرصع کھپوا عطا کیا گیا اور تقی کو ایک عدد خلعت دی گئی۔ میں نے ان سب کو کانگڑہ کی مہم کی ذمہ داری سونپی۔ جب وہ لوگ جو میرے خوش بخت بیٹے شاہ خرم نے بھیجے تھے، معہ عادل خاں کے سفیر کے برہان پور پہنچے اور میرا بیٹا مکمل طور پر دکن کے حالات سے مطمئن ہوگیا تو اس نے خانخاناں کے لیے برار، خاندیش اور احمد نگر کی صوبہ داری کی درخواست کی اور شاہ نواز خاں کو، جو دراصل شاہ نواز خاں اصغر ہے، 12,000 سواروں کے ساتھ مفتوحہ علاقوں پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔ ہر جگہ اور محال کو قابل اعتماد افراد کے حوالہ کیا گیا اور اس صوبہ کی حکومت کے لیے معقول بندوبست کیے گئے۔ اس نے اس فوج کو جو اس کے ساتھ تھی، 30,000 سوار اور 7,000 پیدل بندوقچیوں کو چھوڑ دیا اور بقیہ کو جن کی تعداد 25,000 سوار اور 2,000 بندوقچی تھی، ساتھ لے کر میری ملاقات کے لیے چل پڑا۔ جمعرات (مبارک شنبہ) 20/ ماہ مہر، میری تخت نشینی کے بارھویں سال

---

[1] انڈیا آفس مخطوطہ میں ہیر بہار اور چندر کوٹا ہے۔ آخرالذکر مدناپور ہوسکتا ہے۔



Marfat.com

مطابق 11/ شوال 1026ھ (12/ اکتوبر 1617) تین پہر اور ایک گھڑی گذرنے کے بعد وہ مانڈو کے قلعہ میں خوش و خرم، مبارک و سلامت کے ساتھ داخل ہوا، اور میرے حضور میں حاضری کے شرف سے سرفراز ہوا۔ ہماری جدائی کا وقفہ 11 ماہ اور 11 دن[1] کا تھا۔ میرے سامنے کورنش اور تسلیمات بجا لانے اور قدم بوسی کے بعد میں نے اسے جھروکہ میں بلایا اور بے حد محبت اور خوشی کے مارے میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسے پکڑ کر پیار سے آغوش میں لے لیا۔ اس کے انکساری اور ادب کے مظاہرہ میں، میں نے اس پر اپنی شفقت اور عنایات زیادہ کردیں اور اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ اس نے 1,000 اشرفیاں اور 1,000 روپے نذر میں اور اتنی ہی رقم خیرات کے لیے پیش کی۔ چونکہ وقت اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ اپنی تمام نذر پیش کر سکے، وہ میرے سامنے سرناک (سانپ کا سر) کے نام کا ہاتھی لایا جو عادل خاں کے ہاتھیوں میں سب سے بڑا تھا، ساتھ میں قیمتی پتھروں سے بھری ایک صندوقچی تھی، اس کے بعد بخشیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے امرا کو ان کے منصب کے مطابق ترتیب دیں جو میرے فرزند کے ساتھ تسلیمات بجا لانے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ سب سے پہلے جس نے ملازمت سے سرفرازی حاصل کی وہ خان جہاں تھا اسے اوپر بلا کر میں نے قدم بوسی کا موقعہ دیا۔ اس نے 1,000 مہریں اور 1,000 روپے نذر میں پیش کیے اور ایک صندوقچی جس میں جواہرات اور جواہرات سے مزین اشیا تھیں، پیشکش میں دیں۔ اس نے جو بھی پیش کیا تھا اس میں سے 45,000 روپیوں کی مالیت کی چیزیں قبول کی گئیں۔ اس کے بعد عبداللہ خاں کو زمیں بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس نے 100 مہریں اور 1,000 روپے معہ ایک گھڑی[2] جو قیمتی پتھروں اور جواہرات سے مرصع تھی اور برتن جن کی مالیت 1,24,000 روپے تھی، پیش کیے۔ ان میں سے ایک لعل کا وزن 11 مثقال تھا اور اسے ایک فرنگی اجمیر میں فروخت کرنے لایا تھا جس کی قیمت 2,00,000 روپے لگائی تھی لیکن جوہریوں نے 80,000 رروپے لگائی۔ نتیجہ میں سودا نہ ہوسکا اور اسے واپس کردیا گیا اور وہ اسے لے کر چلا گیا۔ جب وہ برہان پور آیا تو مہابت خاں نے اسے 1,00,000 روپیوں میں خرید لیا۔ اس نے

---

1۔ متن میں 15 ماہ اور 11 دن ہے۔ اسے 11 ماہ ہونا چاہیے۔ شاہ جہاں اپنے والد سے شوال 1025ھ کی آخری تاریخ کو اجمیر سے رخصت ہوا تھا اور دوبارہ 11 شوال کو دوسرے سال اس سے ملا تھا۔

2۔ متن میں اسی طرح ہے لیکن انڈیا آفس کے مخطوطہ میں 'کرسی' آیا ہے۔



Marfat.com

بعد راجہ بھاؤ سنگھ حاضر ہوا اور 1,000 روپے بطور نذر اور کچھ جواہرات اور جواہرات سے مرصع اشیا بطور پیشکش دیں۔ (395) اسی طرح داراب خاں پسر خانخاناں، سردار خاں برادر عبداللہ خاں، شجاعت خاں عرب، دریافت خاں، شہباز خاں، معتمد خاں بخشی اودارام[1] جو نظام الملک کے خاص امرا میں تھا اور جو میرے فرزند خرم کے وعدہ پر شاہی منصبداروں میں شامل ہوا تھا، میرے حضور میں اپنے اپنے منصب کی ترتیب کے مطابق حاضر ہوئے۔ اس کے بعد عادل خاں کے وکلا نے زمین بوسی کا شرف حاصل کیا اور اس کی عرض داشت پیش کی۔ اس سے پہلے، رانا پر فتح کے انعام میں اپنے اقبال مند فرزند کو 20,000 ذات اور 10,000 سوار کا منصب عطا کیا۔ جب وہ دکن کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا تھا تو اسے شاہ کا خطاب دیا گیا تھا اور اب اس کی نمایاں خدمات کے صلہ میں میں نے اسے 30,000 ذات اور 20,000 سوار کا منصب عطا کر کے شاہ جہاں کا خطاب دیا۔ ایک حکم دیا گیا کہ آئندہ ایک کرسی میرے جنت نشان دربار میں میرے تخت کے قریب رکھی جائے تاکہ اس پر میرا بیٹا بیٹھ سکے۔ یہ اپنے بیٹے کے لیے ایک خاص عنایت تھی کیونکہ اس سے پہلے اس قسم کی رسم نہیں تھی۔ ایک خاص خلعت جس پر سونے کے کام سے چارقب اور گلے بنے تھے اور آستینوں پہ دامن کو موتیوں سے سجایا گیا تھا جو 50,000 روپے مالیت کا تھا، ایک تلوار مرصع معہ کمربند اور ایک مرصع خنجر اسے عطا کیے گئے۔ اس کے اعزاز کے لیے میں خود جھروکہ سے نیچے اترا اور اس کے سر سے ایک چھوٹی سینی جواہرات کی اور ایک سینی سونے (کی سکوں کی) گزاری۔[2] سرناک ہاتھی کو میں نے قریب بلا کر دیکھا تو پایا کہ بلاشبہ وہ تعریف اور خوبصورتی میں مکمل تھا، اس قسم کے خوبصورت ہاتھی کم نظر آتے ہیں، چونکہ مجھے یہ اچھا لگا میں اس پر خود سوار ہوا اور اپنے ذاتی محل تک لے گیا اور اس کے سر سے سونے کے چند سکے نثار کیے۔ (396) میں نے حکم دیا کہ اسے محل میں باندھا جائے۔ میں نے اس کی صفات کے پیش نظر اس کا نام نور بخت[3] رکھا تھا۔

جمعہ 24ر کو راجہ بھارجیو، زمیندار بگلانہ آیا اور میری خدمت میں پیش ہوا۔ اس کا نام پرتاپ ہے۔ وہاں کے ہر راجہ کو لوگ بھارجیو کے نام سے پکارتے ہیں، اس کی

---

1. متن میں 'بودا' ملتا ہے لیکن اودارام واحد دکنی عہدہ دار کا ذکر ہے۔
2. مخطوطہ میں 'زربفت' سونے کا جامہ دار ہے۔
3. اپنے نام نورالدین کی نسبت سے۔



Marfat.com

تنخواہ میں تقریباً 1,500 سوار ہیں اور ضرورت کے وقت وہ 3,000 سوار میدان میں لا سکتا ہے۔ صوبہ بگلانہ خاندیش، گجرات اور دکن کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دو مضبوط قلعے، سالیر اور مالیر ہیں۔ چونکہ مالیر آباد علاقہ میں واقع ہے وہ اسی میں رہتا ہے۔ صوبہ بگلانہ میں شاندار چشمے اور رواں پانی ہے۔ اس علاقہ کے آم بہت شیریں ہوتے ہیں اور بڑے ہوتے ہیں اور نو ماہ تک ملتے ہیں یعنی غورگی[1] تا پختگی۔ یہاں کئی اقسام کے انگور پیدا ہوتے ہیں لیکن بہت اچھے نہیں ہوتے۔ مذکورہ راجہ گجرات، دکن اور خاندیس کے حکمرانوں سے رسم و راہ رکھنے میں پوری دانشمندی اور احتیاط برتتا ہے۔ وہ خود ان لوگوں سے ملاقات کرنے کبھی نہیں گیا اور اگر ان میں سے کسی نے اس کے علاقہ پر دست درازی کی خواہش کی تو وہ دوسروں کی مدد سے مطمئن رہا۔ جب گجرات، دکن اور خاندیش مرحوم بادشاہ (اکبر) کے قبضہ میں آگئے تو بھارجیو برہان پور آیا اور ان کی قدم بوسی سے شرف یاب ہوا۔ ملازمین میں شامل کیے جانے کے بعد اسے 3,000 کے منصب پر سرفراز کیا گیا۔ اس وقت جب شاہ جہاں برہان پور گیا تو وہ 11 ہاتھی بطور نذر لایا تھا۔ وہ میرے فرزند کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور اپنی دوستی اور خدمات کے لحاظ سے اسے عزت و اکرام سے نوازا گیا تھا۔ اسے ایک مرصع تلوار، ایک ہاتھی، ایک گھوڑا اور خلعت فاخرہ سے نوازا گیا۔ چند دنوں بعد میں نے اسے تین انگوٹھیاں، ایک یاقوت کی، ایک ہیرے اور ایک لعل کی مرحمت کی۔ مبارک شنبہ (جمعرات) 27ر کو نورجہاں بیگم نے میرے فرزند شاہ جہاں کی فتح کی خوشی میں ایک دعوت کا اہتمام کیا اور اسے ایک قیمتی خلعت معہ نادری کے جس پر پھولوں کی زردوزی کا کام نادر موتیوں سے بنایا گیا تھا، ایک سرپیچ جو نادر موتیوں سے مرصع تھا، ایک کمربند مسلسل مروارید اور ایک تلوار پردلہ (پیٹی) ایک پھول کٹار، ایک سادہ موتیوں کا معہ دو گھوڑوں کے جس میں ایک مرصع زین تھی اور ایک خاص ہاتھی معہ دوماده ہاتھیوں کے، عنایت کی۔ اسی طرح اس نے اس کے بچوں کو اور بیگمات کو خلعتیں، اور مرصع خنجر دیے۔ اس دعوت کا خرچ تخمیناً 3 لاکھ روپے تھا۔ اسی دن ایک گھوڑا اور ایک خلعت عبداللہ خاں اور اس کے بھائی سردار خاں کو عطا کرتے ہوئے میں نے انھیں سرکار کالپی جانے کی اجازت دی جو ان کو جاگیر میں دی گئی تھی۔ شجاعت خاں کو بھی ایک خلعت اور ہاتھی دے کر اس کی جاگیر پر جانے کی اجازت دی گئی جو گجرات

1۔ متن میں 'غورگی' یعنی کچا۔



Marfat.com

میں تھی۔ میں نے سید حاجی کو جو بہار کا ایک جاگیردار تھا، ایک گھوڑا تحفہ میں دے کر رخصت کیا۔

مجھ سے یہ بار بار بتلایا گیا کہ خان دوراں بہت ضعیف اور کمزور ہوگئے ہیں اس لیے وہ مستعدی سے اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتے اور صوبہ کابل و بنگش کے لیے ضروری ہے کہ سوار ہوکر مستعدی سے کام کیا جائے۔ اس لیے بنظر احتیاط میں نے مہابت خاں کو صوبہ دار کابل اور بنگش مقرر کرکے خلعت دی اور خان دوراں کو ترقی دے کر ٹھٹھ کی صوبہ داری دی گئی۔ ابراہیم خاں فتح جنگ نے بہار سے 49 ہاتھی نذر میں بھیجے تھے، یہ میرے سامنے پیش کیے گئے۔ آج کے دن لوگ میرے سامنے سونا کیلا لائے۔ میں نے اس سے پہلے ایسے کیلے کبھی نہیں کھائے تھے۔ لمبائی[1] میں یہ ایک انگل کے ہوتے ہیں اور بے حد خوشبودار و شیریں ہیں۔ ان کا دوسرے کیلوں سے کوئی موازنہ نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ کسی حد تک ثقیل ہیں یہاں تک کہ میں نے دو کیلوں کے کھانے کے بعد بھاری پن محسوس کیا لیکن دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ سات آٹھ کیلے کھا سکتے ہیں۔ گوکہ کیلے کھانے کے لیے مناسب نہیں ہیں لیکن تمام کیلوں میں اس طرح کے کیلے کھانے کے لیے ٹھیک ہیں۔

اس سال مہر کی 23 تاریخ تک مقرب خاں نے بذریعہ ڈاک چوکی گجرات کے آم بھیجے۔

آج کے دن میں نے سنا کہ محمد رضا میرے بھائی شاہ عباس کے ایلچی کا آگرہ میں بمرض اسہال انتقال ہوگیا۔ میں نے محمد قاسم تاجر کو جو میرے برادر (شاہ ایران) کی طرف سے آیا تھا اپنا وصی بناکر حکم دیا کہ وصیت کے مطابق اس کا مال و اسباب شاہ ایران تک پہنچا دے تاکہ وہ اپنی موجودگی میں مرحوم کے وارثوں تک پہنچا دے۔

سید کبیر اور بختاور خاں وکلائے عادل خاں کو خلعت اور ہاتھی عطا کیے گئے۔

13/ آبان بروز مبارک شنبہ، جہانگیر قلی بیگ ترکمان، جسے جانثار خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا، دکن سے آیا اور میرے حضور میں حاضری دی۔ اس کے

1. راجرس نے ترجمہ میں انگریزی لفظ Size لکھا ہے۔ متن میں لفظ 'گلائی' ملتا ہے جس کے معنی 'لمبائی' ہے۔ مترجم



Marfat.com

والد امرائے ایران میں شامل تھے۔ وہ ایران سے مرحوم اکبر بادشاہ کے عہد میں آئے تھے ان کو ایک منصب دے کر دکن بھیج دیا گیا تھا۔ اس کی پرورش اسی صوبہ میں ہوئی۔ گو اسے ایک ذمہ داری سونپی گئی تھی لیکن چونکہ میرا فرزند شاہ جہاں اس وقت یہاں تسلیمات بجا لانے آیا تھا اور اس نے اس کے خلوص اور وفاداری کا ذکر کیا تھا، میں نے حکم دیا کہ وہ دربار میں جلد حاضر ہوکر مشرف ہو اور پھر واپس چلا جائے۔ آج کے دن میں نے اودارام[1] کو 3,000 ذات اور 1,500 سوار کے منصب پر ترقی دی۔ وہ ذات کا برہمن ہے اور عنبر کے بے حد بھروسہ کا آدمی تھا۔ جب شاہ نواز خاں عنبر کے خلاف گیا تھا، تب آدم خاں حبشی، جادورائے، بالورائے کائستھ، اودا رام اور نظام الملک کے دوسرے سردار اس کا ساتھ چھوڑ کر شاہنواز کے ساتھ ہوگئے۔ عنبر کی شکایت کے بعد، عادل خاں کے سمجھانے پر اور عنبر کے فریب دہی کی وجہ سے یہ لوگ پھر جادۂ راست سے بھٹک گئے اور وفاداری و بندگی ترک کردی۔ عنبر نے آدم خاں سے قرآن پاک کی قسم کھاکر اسے غافل کردیا اور دھوکہ سے اسے گرفتار کرکے قلعہ دولت آباد میں قید کردیا۔ بعد میں اسے قتل کردیا۔ بالورام کائستھ اور اودارام بھاگ کر عادل خاں کی سلطنت کی سرحد پر آگئے۔ لیکن وہ ان لوگوں کو اپنے علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت کے لیے تیار نہ تھا۔ اسی وقت بالورائے، اپنے ساتھیوں کے فریب کی وجہ سے فوت ہوگیا اور عنبر نے اودارام کے خلاف فوج بھیج دی۔ وہ اچھی طرح لڑا اور عنبر کی فوج کو شکست دے دی لیکن بعد میں چونکہ وہ اس ملک میں نہیں رہ سکتا تھا اور اسے قول ملا، وہ اپنے اہل خاندان و متعلقین کے ساتھ میرے فرزند شاہ جہاں کی ملازمت میں آگیا۔ اس فرزند نے اسے ہر طرح کی مراعات اور عنایت سے سرفراز کرتے ہوئے امید دلائی کہ اسے 3,000 ذات اور 1,000 سوار کا منصب ملے گا، اسے دربار میں لایا۔ چونکہ وہ ایک کام کا ملازم تھا میں نے اس کے منصب میں 500 سوار کا اضافہ کردیا۔ میں نے شہباز خاں کے منصب کو بھی بڑھا دیا جسے 2,000 ذات اور 1,500 سوار کا منصب حاصل تھا۔ اسے سرکار سارنگ پور کی فوجداری اور صوبہ مالوہ کا ایک حصہ بھی عطا کیا گیا۔ خان جہان کو ایک خاص گھوڑا اور ایک ہاتھی دیا گیا۔ مبارک شنبہ 10 تاریخ کو میرے فرزند شاہجہاں نے اپنی نذر پیش کی (جس میں) جواہرات اور جواہرات سے بنی اشیا، عمدہ کپڑے اور دوسری کمیاب اشیا تھیں۔

---

1۔ اودای رام، ماثرالامرا، جلد اول، ص، 142



Marfat.com

یہ تمام چیزیں جھروکہ کے صحن میں رکھی گئیں، اور گھوڑے، ہاتھی جو سونے اور چاندی کی جھالروں سے سجے ہوئے تھے، ساتھ میں ترتیب سے لائے گئے۔ اس کو خوش کرنے کے لیے میں جھروکہ سے نیچے آیا اور تمام چیزوں کا بغور معائنہ کیا۔ ان میں ایک بہت اچھا لعل تھا جو میرے بیٹے کے لیے گوا بندرگاہ سے دو لاکھ روپیوں میں لایا گیا تھا۔ اس کا وزن 19½ تانک تھا یا 17 مثقال اور 5½ سرخ۔ میرے پاس کوئی لعل 12 تانک سے زیادہ وزن کا نہیں تھا۔ جوہری اس کی قیمت سے متفق تھے۔ ایک دوسرا نیلم تھا جو عادل خاں کی نذر کا حصہ تھا اس کا وزن 6 تانک اور 7 سرخ تھا اور ایک لاکھ روپے قیمت کا تھا۔ میں نے اس طرح کا اور ایسے اچھے رنگ کا نیلم پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ایک دوسرا جمکورہ ہیرا تھا جو عادل خاں (کی نذر) کا تھا۔ اس کا وزن ایک تانک اور 6 سرخ تھا جس کی قیمت 40,000 روپے لگائی تھی۔ جمکورہ نام دکن کے ایک پودہ ساگ جمکورہ[1] سے لیا گیا ہے، جس وقت مرتضیٰ نظام الملک نے برار فتح کیا تھا اور ایک دن باغ میں بیگمات کے ساتھ سیر کر رہا تھا تب وہاں کسی بیگم نے جمکورہ سبزوں کے درمیان ایک ہیرا پایا تھا، وہ اسے نظام الملک کے پاس لائی۔ اس دن سے اس کا نام جمکورہ ہیرا پڑ گیا اور یہ ابراہیم عادل شاہ کے قبضہ میں اس وقت گیا جب احمد نگر شورشوں میں گھرا ہوا تھا۔ ایک دوسرا زمرد تھا، یہ بھی عادل خاں کی نذر کا حصہ تھا، گوکہ یہ ایک نئی کان سے ملا تھا لیکن یہ ایک خوبصورت رنگ اور نزاکت کا تھا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ علاوہ ازیں دو موتی تھے ایک 64 سرخ یا 2 مثقال اور 11 سرخ وزن کا تھا اور اس کی قیمت 25,000 روپے تھی۔ دوسرے کا وزن 16 سرخ تھا جو بے حد گول اور نفیس تھا۔ اس کی قیمت 12,000 روپے تھی۔ قطب الملک کی نذر میں ایک ہیرا بھی تھا جس کا وزن 17 تانک اور قیمت 30,000 روپے تھی۔ 150 ہاتھی جن میں تین پر سونے کے آرائشی سامان معہ زنجیروں وغیرہ کے اور 9 پر چاندی کے آرائشی سامان تھے۔ گوکہ 20 ہاتھیوں کو میرے ذاتی ہاتھی خانہ میں رکھا گیا، ان میں سے 5 بہت بڑے اور شاندار تھے۔ پہلا نور بخت جسے میرے فرزند نے ملاقات کے پہلے روز پیش کیا تھا۔ یہ 1,25,000 روپے قیمت کا تھا۔ دوسرا مہی پتی[2] جو عادل خاں کی نذر میں آیا تھا اس کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی۔ میں نے اس کا نام درجن سال

1. Forbes جمکورہ کو دکنی لفظ لکھتا ہے جو بارش کے موسم میں سرکنڈوں یا کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا ہے۔
2. مخطوطہ میں 'ہنسومت' (بطخ کی طرح کا) معلوم ہوتا ہے۔



Marfat.com

رکھا۔ ایک دوسرا ہاتھی اس نذر میں بخت بلند نام کا تھا اور پانچواں امام رضا۔ یہ قطب الملک کی نذر کے ساتھ آئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی قیمت ایک لاکھ روپے تھی۔ اس کے علاوہ 100 عدد عربی اور عراقی گھوڑے تھے اور ان میں سے زیادہ تر اچھے گھوڑے تھے۔ ان میں سے تین کے ساتھ مرصع زین تھی۔ اگر میرے فرزند کی ذاتی نذر اور دکن کے حکمرانوں کی نذورات کی تفصیلات لکھی جائیں تو بہت طویل ہوں گی۔ میں نے اس کی نذر میں جو قبول کی وہ 20 لاکھ روپیوں کی مالیت کی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی سوتیلی ماں نورجہاں بیگم کو 2 لاکھ مالیت کی نذر پیش کی اور 60,000 روپیوں کی نذر دوسری ماؤں اور بیگمات کو۔ کل ملاکر میرے فرزند کی نذر بائیس لاکھ ساٹھ ہزار روپیوں کی تھی یا 75,000 تومان ایرانی سکہ کے برابر یا 67,80,000 تورانی خانی کے برابر۔ ایسی نذر پہلے اس خاندان کو نہیں ملی تھی۔ میں نے اس پر بہت زیادہ توجہ اور عنایت کی۔ حقیقت میں وہ ایک ایسا فرزند ہے جس کے شایان شان یہ لطف و کرم ہے۔ میں اس سے بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ اللہ پاک اسے طویل عمر اور خوش حالی عطا فرمائیں۔

میں نے اپنی زندگی میں کبھی ہاتھی کا شکار نہیں کیا تھا اور صوبہ گجرات دیکھنے کی بہت خواہش تھی تاکہ نمک کا سمندر دیکھوں۔ میرے قراول وہاں اکثر گئے تھے اور جنگلی ہاتھی دیکھ کر شکار کے مقامات کا تقرر کرچکے تھے۔ میں نے سوچا کہ احمد آباد ہوکر سمندر کی طرف سفر کروں اور واپسی میں ہاتھی کا شکار کروں جب گرمی (کا موسم) ہو اور ان کے شکار کا زمانہ ہو، بعدازاں آگرہ لوٹ جاؤں۔ اس ارادہ سے میں نے حضرت مریم زمانی (والدہ) اور دوسری بیگمات اور حرم کے لوگوں کو معہ سامان اور زائد اسباب کے آگرہ بھیج دیا اور خود صوبہ گجرات کے سفر پر روانہ ہوا تاکہ شکار کھیلوں جو میرے لیے ناگزیر تھا۔ جمعہ کے دن، ماہ آبان (قطعی تاریخ نہیں دی گئی لیکن بظاہر 10) میں نے مانڈو سے مبارک وقت پر خوش و خرم کوچ کیا اور نالچہ[1] تال پر خیمہ زن ہوا۔ صبح کو میں شکار کے لیے گیا اور اپنی بندوق سے ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ شنبہ کی رات کو مہابت خاں کو ایک خاص گھوڑا اور ایک ہاتھی پیش کیا گیا اور اسے کابل و بنگش جانے کی اجازت دی گئی۔ اس کی درخواست پر میں نے رشید خاں کو خلعت، ایک گھوڑا، ایک ہاتھی اور ایک مرصع خنجر

---

1. سرسید کے متن میں 'لالچہ' ملتا ہے۔



Marfat.com

سے نواز کر اس کا نائب مقرر کیا۔ میں نے ابراہیم حسین کو ترقی دے کر دکن کا بخشی مقرر کیا اور میر حسین کو اسی صوبہ کے واقعہ نویس کے عہدہ پر مامور کیا۔ راجہ کلیان پسر ٹوڈرمل صوبہ اڑیسہ سے آیا تھا اس سے چند غلطیاں منسوب کی گئی تھیں اس لیے کچھ دنوں تک اسے آداب و تسلیمات کی ادائیگی سے منع کردیا گیا تھا۔ تحقیقات کے بعد اس کی معصومیت ثابت ہوگئی۔ اسے ایک گھوڑا اور خلعت دے کر میں نے اسے مہابت خاں کے ساتھ بنگش میں فرائض منصبی کی ادائیگی پر متعین کیا۔ دوشنبہ کو میں نے عادل خان کے وکلا کو دکنی انداز کی مرصع پگڑیاں دیں۔ ایک کی مالیت 5000 روپیوں کی اور دوسرے کی 4000 روپیوں کی تھی۔ چونکہ افضل خاں اور رائے رایان نے میرے فرزند کے لیے وکلا کے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیے تھے میں نے ان لوگوں کے منصب میں اضافہ کردیا اور رائے رایان کو بکرماجیت کے خطاب سے نوازا جو ہندوؤں میں سب سے بڑا خطاب ہے۔ حقیقت میں وہ ایک بہت شائستہ بندہ ہے اور قابل تربیت ہے۔

شنبہ 12/ کو میں شکار کے لیے گیا اور دو مادہ نیل گاؤ کا شکار کیا۔ چونکہ اس جائے قیام سے شکارگاہ فاصلہ پر تھی میں نے دوشنبہ کو 4½ کوس[1] تک کوچ کیا اور موضع کید حسن میں خیمہ زن ہوا۔ منگل 15/ کو میں نے تین نیل گایوں کا شکار کیا۔ ان میں سے بڑے کا وزن 12 من تھا۔ اس دن مرزا رستم ایک بڑے خطرہ سے بچا۔[2] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ایک نشان کا نشانہ لیا تھا اور بندوق چلادی، پھر اس نے اسے دوبارہ بھرا۔ چونکہ اس کی گولی بہت سرکنے والی تھی، اس نے بندوق کو اپنے سینہ پر رکھا اور گولی کو اپنے دانتوں کے درمیان تاکہ وہ اسے اچھی طرح لگا سکے۔ اتفاق سے فتیلہ کو آگ لگ گئی اور سینہ جس پر بندوق رکھی تھی ایک ہتھیلی کے برابر جل گیا اور بارود کے ریزے اس کی کھال اور گوشت میں پیوست ہوکر زخم بناگئے۔ اس کو اس سے بے حد درد ہوا۔[3]

---

1 مخطوطہ میں 3 3/4 کوس ہے۔

2 متن میں خطا، یعنی غلطی ملتا ہے لیکن مخطوطہ سے یہ لفظ 'خطر' پڑھا گیا ہے۔

3 یہ پیراگراف گنجلک ہے اور مخطوطہ سے بھی زیادہ مدد نہیں ملتی۔ مرزا کی خوش قسمتی تھی کہ اس کی بندوق میں کوئی گولی نہیں تھی۔ لفظ رواں کا انگریزی ترجمہ Flexible کیا گیا۔ شاید اس کے معنی بالکل مختلف ہے۔ ممکن ہے "وہ گولی چلاکر دوبارہ بھرتا، چونکہ اس کی بہت سی گولیاں چل چکی تھیں اس نے ایک چھرا (غلولہ) اپنے منھ میں رکھ کر درست کرنے کی کوشش کی" وغیرہ۔



Marfat.com

اتوار 16/ کو[1] چار نیل گایوں کا شکار کیا۔ تین مادہ نیل گاؤ اور ایک نر نیل گاؤ[2]۔ مبارک شنبہ (جمعرات) کے دن میں ایک پہاڑی کی گھاٹی میں گیا جہاں لشکر کے خیموں کے قریب ایک آبشار تھا۔ اس موسم میں اس میں پانی بہت کم تھا لیکن دو تین دنوں کے اندر انھوں نے اس کے پانی کے دھارے پر باندھ بنا دیا تھا اور جب میں وہاں پہنچا، اسے کھول دیا، یہ خوب اچھی طرح رواں ہوگیا، اس کی اونچائی 20 گز ہوگی۔ یہ پہاڑی کے اوپر الگ ہوجاتا ہے اور نیچے گرتا ہے۔ اس طرح راہ میں یہ بہت غنیمت چیز ہے۔ چشمہ کے کنارہ پر اور پہاڑی کے سایہ میں اپنی مقدار کے مطابق پی لینے کے بعد میں دوبارہ لشکر میں رات کے وقت لوٹ آیا۔ اس روز جیت پور کا زمیندار جس کی خطائیں میں نے اپنے فرزند شاہجہاں کی درخواست پر معاف کردی تھیں، میری خدمت میں قدم بوسی سے شرفیاب ہوا۔

جمعہ 18/ کو ایک بڑی نیل گائے اور ایک بکرا (غالباً نر نیل گائے) اور شنبہ 19/ کو دو عدد مادہ (نیل گائے) کا شکار ہوا۔ (404) چونکہ میرے قراولان نے بتلایا کہ پرگنہ حاصل پور میں بہت شکار ہیں، میں نے لشکر کا بڑا حصہ اس پڑاؤ پر چھوڑ دیا اور یک شنبہ 20 کو معہ اپنے قریبی خادمین کے ساتھ حاصل پور کی طرف بڑھا جو 3/ کوس کے فاصلہ پر تھا۔ میر حسام الدین پسر میر جمال الدین انجو کو جسے عزالدولہ کا خطاب حاصل تھا، منصب میں ترقی دے کر اور اصل میں اضافہ کے ساتھ 1,000 ذات اور 400 سوار کیا گیا۔ میں نے یادگار حسین قوش بیگی اور یادگار قورچی جن کو بنگش میں فرائض کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا گیا تھا ایک ایک ہاتھی پیش کیا۔ اس روز کچھ حسینی انگور جس میں تخم نہیں ہوتا، کابل سے آئے۔ یہ بہت تروتازہ تھے۔ اس خادم کی زبان باری تعالیٰ کے حضور میں اس کی عنایات کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اسی کی مہربانیوں سے کابل کے انگور تین ماہ کی مسافت کی دوری کے باوجود دکن میں بالکل تروتازہ آئے۔

دوشنبہ 21/ کو تین چھوٹی نیل گائیں، منگل 22/ کو ایک نیل گائے اور تین مادہ

---

1۔ ابھی منگل کو 15 (تاریخ) بتلایا ہے۔ چونکہ جہانگیر اتوار کے دن بندوق نہیں چلاتا تھا (اس لیے) اتوار غلطی ہے۔ بدھ کے لیے۔ انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 305 میں 'بدھ' آیا ہے۔

2۔ غالباً یہاں بکرا سے نر نیل گاؤ مراد ہے، بکرا کے معنی 'نر'



Marfat.com

نیل گایوں اور کم شنبہ (بدھ) 23ر کو ایک نیل گاؤ کا شکار ہوا۔[1] مبارک شنبہ (جمعرات) 24ر کو حاصل پور کے تال کے کنارے پر ایک محفل شراب نوشی جمی۔ اپنے فرزند شاہ جہاں کو اور دوسرے امراو ذاتی ملازمین کو بھی جام تقسیم کیے گئے۔ یوسف خاں پسر حسین خاں کو (تکریہ) جو خانہ زاد اور قابل تربیت ہے، تین ہزار (3000 ذات) اور 1500 سوار کا منصب اصل میں اضافہ کے ساتھ دیا گیا اور اسے گونڈوانہ کی فوجداری پر انعام و خلعت و ہاتھی دے کر رخصت کیا۔ رائے بہاری داس دیوان صوبہ دکن قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔

جمعہ کو جاں سپار خاں کو ایک علم، ایک گھوڑا اور خلعت دے کر مشرف کیا گیا اور اسے دکن روانہ کیا گیا۔ آج میں نے بندوق سے ایک شاندار نشانہ لگایا۔ اتفاق سے محل کے اندر ایک کھرنی کا درخت تھا۔ ایک قریشہ[2] آئی اور درخت کی اونچی شاخ پر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کا سینہ شاخوں کے درمیان دیکھا۔ میں نے گولی چلائی جو سینہ کے درمیان لگی۔ جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے شاخ کی دوری 22 گز کے قریب تھی۔

شنبہ 26ر کو دو کوس کے کوچ کے بعد میں موضع کمال پور میں خیمہ زن ہوا۔ اس روز میں نے ایک نیل گاؤ[3] کا شکار کیا۔

رستم خاں جو میرے فرزند کے خاص خادمین میں تھا اور جسے برہان پور سے شاہی فوج کی ایک جمعیت کے ساتھ گونڈوانہ کے زمیندار کے خلاف بھیجا گیا تھا۔ 110 ہاتھی اور 20,000 روپے خراج میں وصول کرکے آج حاضر ہوا۔ زاہد پسر شجاعت خاں کو 1,000 ذات اور 400 سوار کا منصب اصل میں اضافہ کے ساتھ دیا گیا۔

27ر بروز اتوار میں نے ایک مادہ نیل گاؤ اور نر نیل گاؤ کا شکار کیا۔ نیل گاؤ کا وزن 12½ من تھا۔ منگل 29ر کو ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ بہلول میاں اور الہ یار گونڈوانہ کی مہم سے آئے اور میرے حضور میں حاضری دی۔ بہلول حسن میانہ کا فرزند ہے اور میانہ ایک افغان قبیلہ ہے۔ اپنی تلاش معاش کی ابتدا میں حسن، صادق خاں کی ملازمت میں تھا لیکن ایک ملازم جس نے بادشاہ کو پہچانا (یعنی بادشاہ کی ملازمت کے لائق سمجھا) اور

---

1. انگریزی ترجمہ میں غلطی سے نیل گاؤ کی جگہ گاؤ یعنی گائے ہے۔
2. یہ اس چڑیا کا نام ہے جس کے متعلق نورجہاں کو اس کا شکار کرنا لکھا گیا ہے۔ غالباً سبز رنگ کا کبوتر ہے۔
3. متن میں صرف 'نیلا' بغیر گاؤ کے ملتا ہے۔ مخطوطہ میں گوریا کور ہے۔



Marfat.com

آخر شاہی فدویان میں شامل کرلیا گیا۔ وہ دکن میں فرائض کی ادائیگی انجام دیتے ہوئے مرا۔ اس کی موت کے بعد اس کے بیٹوں کو منصب دیے گئے۔ اس کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے دو تلوار باز مشہور ہوئے۔ بڑا بھائی جوانی میں ہی فوت ہوگیا۔ بہلول بتدریج ترقی پاکر 1,000 کے منصب پر پہنچا۔ میرا فرزند جب برہان پور پہنچا اور اسے قابل تربیت سمجھا تو اس نے امید دلائی کہ اسے 1,500 ذات اور 1,000 سوار کا منصب ملے گا۔ چونکہ اب تک وہ میری خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا اور قدم بوسی کا بے حد مشتاق تھا، میں نے اسے دربار بلایا۔ حقیقت میں وہ (406) ایک اچھا خانہ زاد ہے۔ اسی طرح سے باطنا وہ حسن شجاعت سے آراستہ ہے اور ظاہری طور پر بھی خوب ہے۔ میرے فرزند نے جو منصب اس کے لیے کہا تھا، اس کی درخواست پر دیا گیا اور اسے سربلند خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ اللہ یار کوکا بھی ایک بہادر نوجوان تھا اور قابل تربیت بندہ تھا، اسے اپنی ملازمت اور اپنی حاضری کے لیے مناسب سمجھ کر اسے دربار میں بلا بھیجا۔

کم شنبہ (بدھ) یکم ماہ آذر، میں شکار کے لیے نکلا اور ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ اس دن میرے سامنے کشمیر کے واقعات[1] پیش کیے گئے۔ ایک واقعہ یہ تھا کہ ایک سلک فروش کے گھر میں دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے دانت تھے اور ان کی پشت کمر سے ملی ہوئی تھی لیکن سر، بازو اور پاؤں الگ الگ تھے۔ کچھ دیر زندہ رہ کر وے فوت ہوگئیں۔

مبارک شنبہ 2ر کو تال کے کنارے جہاں میرا لشکر خیمہ زن تھا ایک بزم مے نوشی جمی۔ لشکر خاں کو ایک خلعت اور ایک ہاتھی دے کر میں نے صوبہ دکن کے دیوان کے منصب پر مامور کیا اور اس کے منصب میں اضافہ کرکے 2,500 ذات اور 1,500 سوار کردیا۔

عادل خاں کے دونوں وکیلوں میں ہر ایک کو دو کوکب[2] طالع مہریں دی گئیں جس کا وزن500 عام مہریں ہیں۔ میں نے سربلند خاں کو ایک گھوڑا اور ایک خلعت دی۔ چونکہ اللہ یار خاں کوکہ نے بھی شائستہ خدمات اور ترددات پسندیدہ انجام دیے تھے، میں نے اس کو ہمت خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور ایک خلعت دی۔

---

1. ایلیٹ جلد چہارم، ص، 352، میں کشمیر رپورٹ شامل ہے۔ سرسید کے متن میں واقعات تاریخ کشمیر کے نام سے ملتا ہے۔ مترجم

2. متن میں "دو" نہیں ہے۔



Marfat.com

جمعہ 3/ کو میں نے 4½ کوس تک کوچ کیا اور شاہی لشکر کو پرگنہ دختان[1] میں قیام کرنے کا حکم دیا۔ شنبہ کو پھر 4½ کوس کوچ کیا اور شہر دہار میں مقیم ہوا۔

دہار قدیم شہروں میں ایک ہے۔ راجہ بھوج جو ہندستان کے (407) عظیم راجاؤں میں ایک تھا، یہاں رہتا تھا۔ اس کے زمانہ سے لے کر اب تک 1000[2] سال گذر چکے ہیں۔ مالوہ کے سلاطین کے عہد میں عرصہ تک یہ دارالسلطنت رہا تھا۔ جب سلطان محمد تغلق دکن کی تسخیر کے لیے جارہا تھا تو اس نے ایک قلعہ پتھر ترشوا کر پہاڑی کی چوٹی پر بنوایا تھا۔ باہر سے یہ بہت خوبصورت اور شفاف ہے لیکن قلعہ کے اندر کوئی عمارت نہیں ہے، میں نے اس کی لمبائی اور اونچائی ناپنے کا حکم دیا۔ اندرون قلعہ لمبائی 12 طناب اور 7 گز ہے۔ چوڑائی 17 طناب 13 گز اور قلعہ کی دیوار کی اونچائی 19½ گز تھی۔ اس کی اونچائی دندانے دار دیوار تک 17½ گز تھی۔ قلعہ کا باہری گھیر 55 طناب تھا۔ عمید شاہ غوری جو دلاور خاں کے نام سے مشہور ہے اور جو سلطان محمد بن فیروز شاہ بادشاہ دہلی، صوبہ مالوہ پر پورا اختیار رکھتا تھا، اس نے قلعہ کے باہر آباد حصہ میں جامع مسجد تعمیر کی اور مسجد کے سامنے ایک لوہے کا چوکور ستون لگا دیا۔ جب گجرات کے سلطان بہادر کا مالوہ پر قبضہ ہوا تو اس نے اس ستون کو گجرات لے جانے کی خواہش کی۔ کاریگروں نے اسے نیچے کرتے وقت معقول احتیاط نہیں برتی یہ گر کر ٹوٹ گیا اور دو حصوں میں ہوگیا۔ ان میں سے ایک 7½ گز کا اور دوسرا 4½ گز کا تھا۔ ستون کی گولائی 1¼ گز تھی۔ چونکہ یہ وہاں بے کار پڑا تھا میں نے حکم دیا کہ بڑے ٹکڑے کو آگرہ لے جاکر اعلیٰ حضرت اکبر کے مقبرہ کے صحن میں نصب کردیا جائے اور اس کی چوٹی پر رات کو چراغ روشن کیا جائے۔ مذکورہ مسجد میں دو پھاٹک ہیں۔ محراب کے سامنے ایک پھاٹک پر چند جملے نثر میں ایک پتھر کی تختی پر کندہ ہیں۔ اس میں تحریر ہے کہ عمید شاہ غوری نے اس مسجد کی بنیاد[3] 870ھ میں رکھی۔ دوسرے پھاٹک کی محراب پر ایک قصیدہ تحریر ہے۔ اس میں سے چند

---

1 سرکار مانڈو (جیریٹ، جلد دوم، ص 207)۔ دیبی پرساد کے ہندی ترجمہ میں 'ڈاکنا' ہے۔

2 مخطوطہ میں '1000 سال سے زائد' ملتا ہے۔ ٹاڈ کے مطابق راجہ بھوج 567 عیسوی کا راجہ ہے۔ دیکھیے جیریٹ، دوم، ص 211

3 متن میں 70 ہے۔ اسے 7 ہونا چاہیے۔ یعنی 807=1400 کیونکہ دلاور خاں نے مالوہ کو 807ھ یعنی 1400 میں فتح کیا تھا۔



Marfat.com

سطریں یوں ہیں:

خدایگان زمان کوکب سپہر جلال | مدار اہل زمین آفتاب اوج کمال
پناہ و پشت شریعت عمیدہ شد داؤد | کہ افتخار کند غوراز اں حمیدہ خصال
معین و ناصر دیں نبی دلاور خاں | کہ برگزیدہ خداوند ایزد و متعال
بشہر دہار بنا کرد مسجد جامع | بوقت سعد خجستہ بروخ فرخ فال
گزشتہ بود ز تاریخ ہشت صد و ہفتاد | کہ شد زتمام اقبال درگہ امال

(ترجمہ) زمانہ کا حکمراں یعنی حکمران وقت اور آسمان کا ستارہ جو جہان کے لوگوں کا مرکز اور اوج کمال کا سورج ہے جو شریعت کا پشت پناہ اور محافظ عمید شاہ داؤد ہے جس کے شاندار اوصاف کی وجہ سے غور کو فخر ہے۔ مددگار اور حامی دین محمدی، دلاور خاں جسے خداوند تعالیٰ نے جو بے پناہ طاقت والا ہے، منتخب کیا ہے۔ اس نے شہر دہار میں مسجد کی بنیاد رکھی ہے، ایک مبارک وقت، مبارک دن جس میں خوشی کا شگن ہے۔ 807 [1] سال گذرنے کے بعد، جب قسمت سے امیدوں کی انگنائی بار آور ہوئی۔

جس وقت دلاور خاں کی وفات ہوئی اس وقت تمام ہندستان میں کوئی بادشاہ نہیں تھا اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ دلاور خاں کے بیٹے ہوشنگ، جو انصاف پسند اور بہادر شخص تھا یہ موقع دیکھ کر مالوہ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کے انتقال کے بعد تقدیر سے حکومت محمود خلجی پسر خان جہاں کو منتقل [2] ہوئی جو ہوشنگ کا وزیر تھا۔ اس کے بعد اس کا فرزند غیاث اور اس کے بعد اس کا فرزند ناصرالدین جس نے اپنے باپ کو زہر دے کر بدنامی کے تخت پر قبضہ کیا تھا۔ اس کی موت کے بعد یہ اس کے بیٹے محمود کو ملا۔ سلطان بہادر بادشاہ گجرات نے صوبہ مالوہ اس سے حاصل کیا۔ مالوہ کے بادشاہوں کی تخت نشینی کا دور مذکورہ محمود کے بعد ختم ہوگیا۔

دوشنبہ 6/ کو میں شکار کے لیے گیا اور ایک مادہ نیل گائے شکار کی۔ مرزا شرف الدین کا شغری کو ایک ہاتھی دے کر صوبہ بنگش میں فرائض کی انجام دہی کے لیے

---

1 متن میں 870 ہے، لیکن دلاور خاں کو مالوہ کے فتح کی تاریخ کے پیش نظر اسے 807 ہونا چاہیے۔
2 ہوشنگ محمد شاہ کا ایک بیٹا۔



Marfat.com

رخصت کیا۔ اودارام کو ایک مرصع خنجر، ایک سو تولے کی مہر اور 20,000 درب پیش کیا گیا۔

منگل 7/ر کو میں نے بندوق سے ایک مگرمچھ کا شکار دہار کے تال میں کیا۔ گوکہ صرف اس کی تھوتھنی کا اوپری حصہ نظر آرہا تھا اور بقیہ جسم پانی میں پوشیدہ تھا، میں نے ایک اندازہ سے گولی اس کے پھیپھڑے پر ماری اور ایک ہی گولی سے اس کا کام تمام کردیا۔ مگرمچھ گھڑیال کی طرح کا ہوتا ہے اور ہندستان کی بہت سی ندیوں میں ملتا ہے اور بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑا نہیں تھا۔ میں نے آٹھ گز لمبا مگرمچھ دیکھا ہے اور اس کی چوڑائی ایک گز تھی۔

اتوار کو 4½ کوس کوچ کرنے کے بعد میں سعدلپور میں مقیم ہوا۔ اس موضع میں ایک چشمہ ہے جس کے اوپر ناصرالدین خلجی نے ایک پل اور عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ یہ مقام کالیادہ کی طرح ہے اور دونوں مقامات پر اسی کی تعمیرات ہیں۔ گوکہ اس کی عمارت تعریف کے قابل نہیں ہے لیکن چونکہ یہ دریا کی تلیتی میں ہے اور اس میں نہریں اور حوض بنائے گئے ہیں، یہ قابل توجہ ہے۔

مبارک شنبہ 9/ر کو بزم مئے نوشی منعقد ہوئی۔ اس دن میں نے اپنے فرزند کو ایک لعل یک رنگ جس کا وزن 9 تانک اور 5 سرخ تھا جس کی قیمت 1,25,000 روپے تھی اور دو موتی دیے۔ یہ وہ لعل تھا جو میری پیدائش کے وقت حضرت مریم مکانی والدہ عرش آشیانی (اکبر) نے بطور تحفہ میرے والد کو دیا تھا جو بہت دنوں تک ان کے سرپیچ (پگڑی) کی زینت رہا۔ ان کے بعد میں نے بھی خوشی سے اپنے سرپیچ کی زینت بنایا۔ اس کی قیمت اور نفاست کے علاوہ یہ ابد تک قائم رہنے والی حکومت کے لیے بطور شگن مبارک ثابت ہوا ہے۔ یہ میں نے اپنے فرزند کو پیش کیا۔

مبارز خاں کو 1,500 ذات و سوار کے منصب پر سرفراز کرنے کے بعد، میں نے اسے میوات کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ اسے ایک خلعت، ایک تلوار اور ایک ہاتھی دے کر سرفراز کیا۔ ایک تلوار ہمت خاں پسر رستم خاں کو دی گئی۔ میں نے کمال خاں قراول کو جو ایک قدیم ملازم ہے اور ہمیشہ میرے شکار کی مہم میں حاضر رہا ہے، شکار خاں کے خطاب سے نوازا۔ اودارام کو دکن میں مامور کرکے اسے ایک خلعت، ایک ہاتھی اور



Marfat.com

ایک عراقی گھوڑا نذر کیا اور اس کے ساتھ خان خاناں سپہ سالار اور اتالیق کے لیے ایک خاص زرنشان تلوار بھیجی۔

جمعہ 10/ کو میں نے قیام کیا۔ شنبہ 11/ کو میں نے 3/4 3 کوس تک کوچ کیا اور موضع حلوت[1] میں قیام کیا۔

یکشنبہ 12/ کو 5 کوس کوچ کر کے میں پرگنہ بدنور[2] میں مقیم ہوا۔ یہ پرگنہ میرے والد کے عہد سے کیشوداس مارو کی جاگیر میں رہا ہے اور حقیقت میں ایک طرح وطن ہوگیا ہے۔ اس نے باغات اور عمارتیں تعمیر کی تھیں، ان میں سے ایک باؤلی سڑک پر تھی جو بہت خوبصورت اور بہترین طور پر بنائی گئی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ اگر اس راستہ میں کوئی کنواں بنوا دیا جائے تو اس طرح کا بنوایا جائے۔ کم از کم دو عدد اس طرح کے بنیں۔

سوموار 13/ کو میں شکار کے لیے گیا اور ایک نیل گاؤ کا شکار کیا۔ جس دن سے نوربخت ہاتھی کو میرے خاص ہاتھیوں میں رکھا گیا تھا، میرا حکم تھا کہ اسے دولت خانہ خاص و عام میں باندھا جائے۔ جانوروں میں ہاتھیوں کو پانی سے بہت رغبت ہوتی ہے۔ وہ پانی میں جانا پسند کرتے ہیں بغیر اس لحاظ کے کہ سردی ہے اور ہوا سرد ہے۔ اگر پانی نہ ہو تو پھر یہ مشک اپنی سونڈ سے اٹھا کر پانی اپنے جسم پر ڈالتے ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ ہاتھیوں کو پانی سے کتنی ہی رغبت کیوں نہ ہو اور یہ ان کے مزاج کے مطابق ہو، سردی کے موسم میں سرد ہوا ضرور ان پر اثرانداز ہوتی ہوگی۔ میں نے حکم دیا کہ گنگنا پانی تیار کیا جائے قبل اس کے کہ (ہاتھی) اپنے سونڈ میں ڈالے۔ دوسرے دنوں میں جب یہ ٹھنڈا پانی اپنے اوپر ڈالتے تھے تو کانپنے لگتے تھے، لیکن گنگنے پانی سے، برخلاف اس کے، ان کو مزہ آیا، یہ استعمال بالکل میرا اپنا تھا۔

منگل 14 کو 6 کوس کوچ کے بعد میں سیل گڑھ (سیل گڈھ) پر رکا۔ بدھ 15/ کو ماہی ندی پار کرنے کے بعد رام گڑھ کے قریب مقیم ہوا۔ جمعرات 16/ کو 6 کوس کا

---

1. مخطوطہ میں جلوت۔
2. متن میں "پرگنہ مذکور منزل شد" لیکن مخطوطہ میں بدنور ملتا ہے۔



Marfat.com

کوچ ہوا۔ بزم میں مئے نوشی آبشار پر ہوئی۔ سربلند خاں کو ایک علم اور ایک ہاتھی سے سرفراز کرتے ہوئے میں نے اسے دکن میں فرائض کی انجام دہی کے لیے رخصت کیا۔ اس کے منصب میں اصل سے اضافہ کر کے 1,500 ذات اور 1,200 سوار کیا گیا۔ راجہ بھیم نارائن، گدیہہ کے زمیندار نے جسے 1,000 سوار کے منصب پر ترقی دی گئی تھی اپنی جاگیر پر جانے کی رخصت لی۔ راجہ بہارجی زمیندار بگلانہ کو 4,000 کے منصب پر سرفراز کر کے میں نے اس کے اپنے ملک میں جانے کی اجازت دی۔ ایک حکم جاری کیا گیا کہ جب وہ اپنے ملک میں پہنچ جائے تو دربار میں اپنے بڑے بیٹے کو بھیج دے۔ جو اس کا جانشین تھا تاکہ اس کی عدم موجودگی میں وہ میرے حضور میں حاضر رہے۔ میں نے حاجی بلوچ کو جو قراولان کا سردار تھا اور ایک مستعد قدیم خادم تھا، بلوچ خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔

جمعہ 17/ کو 5 کوس کے کوچ کے بعد میں موضع دہاولا میں قیام پذیر ہوا۔

شنبہ 18/ کو جو عیدالاضحیٰ کا دن تھا، قربانی کی رسومات کے بعد میں نے 3¼ کوس کوچ کیا اور ناگور[1] کے تال کے کنارے پر خیمہ زن ہوا۔

اتوار، 19/ کو 5 کوس کوچ کرنے کے بعد، شاہی لشکر سریا میں ایک تال کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔

سوموار، 20/ کو 4½ کوس کوچ کے بعد، ہم لوگ پرگنہ دوحد[2] کے خاص مقام پر خیمہ زن ہوئے۔ یہ پرگنہ مالوہ اور گجرات کی سرحد پر ہے۔ بدنور سے گذرنے کے بعد ملک کا حصہ جنگلی تھا جس میں بڑی تعداد میں درخت اور پتھریلی زمین تھی۔

منگل 21/ کو میں نے قیام کیا۔ کم شنبہ (بدھ) 22/ کو 5¼ کوس کوچ کرنے کے بعد میں موضع ریناد (رینا) میں مقیم ہوا۔ جمعرات 23/ کو میں نے مقام کیا اور ایک بزم مئے کشی گاؤں کے تالاب کے کنارہ منعقد ہوئی۔ جمعہ 24/ کو 2½ کوس کوچ کے بعد شاہی پرچم موضع جالوت پر لہرایا۔ اس مقام پر کرناٹک کے چند بازیگر آئے اور اپنے شعبدے دکھلائے۔ ایک نے لوہے کی زنجیر کا ایک سرا جو 5½ گز لمبی تھی اور جس کا وزن

---

1. مخطوطہ میں 'باکورا' ملتا ہے۔
2. مخطوطہ میں 'راہت' لیکن 'دوحد' درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے معنی دو سرحدیں ہے۔



Marfat.com

ایک سیر دو دام[1] تھا اپنے حلق میں رکھی اور آہستہ آہستہ پانی کے ذریعہ گھونٹ گیا۔ کچھ دیر تک یہ اس کے پیٹ میں رہی اس کے بعد اس نے اسے باہر نکال لیا۔

شنبہ 25ر کو مقام کیا۔ اتوار 26ر کو 5 کوس کوچ کے بعد میں موضع بیمدہ میں مقیم ہوا۔ دوشنبہ 27ر کو بھی 5 کوس کوچ کیا اور ایک تال کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ منگل 28 ر کو 3/4 3 کوس کوچ کے بعد، شاہی لشکر قصبہ صحرا[2] میں مقیم ہوا۔ گل نیلوفر جسے ہندی میں کمودنی کہتے ہیں تین رنگوں کے ہوتے ہیں۔ سفید، نیلے اور سرخ۔ میں نے پہلے سفید اور نیلے۔رنگ کے دیکھے تھے لیکن کبھی سرخ رنگ کے نہیں دیکھے۔ بلاشبہ یہ نادر و لطیف پھول ہیں۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ع

ز سرخی و تری خواہد چکیدن (ترجمہ) (سرخی اور نمی سے یہ گھل جائے گا) کنول کا پھول کمودنی سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کا پھول سرخ ہوتا ہے۔ میں نے کشمیر میں بہت سے کنول سیکڑوں پنکھڑیوں والے دیکھے ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ یہ دن کے وقت کھلتے ہیں اور رات کو کلی بن جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے کمودنی دن کے وقت کلی رہتا ہے اور رات کو کھلتا ہے۔ سیاہ مکھی جسے ہندستان میں لوگ بھنورا کہتے ہیں، ہمیشہ ان پھولوں پر بیٹھتا ہے اور اس کے اندر گھس کر اس کا رس پیتا ہے جو ان دونوں میں ہوتا ہے۔ یہ اکثر ہوتا ہے کہ کنول کا پھول بند ہوجاتا ہے اور بھنورا پوری رات اسی میں رہ جاتا ہے۔ اسی طرح یہ کمودنی پھول میں بھی رہتا ہے۔ جب پھول کھلتا ہے یہ باہر آجاتا ہے اور اڑ جاتا ہے۔ چونکہ بھنورا مستقل طور پر ان پھولوں پر آتا رہتا ہے، ہندستان کے شعرا اسے پھولوں کا عاشق کہتے ہیں جیسے بلبل اور اس کے متعلق اعلیٰ خیالات نظم بند کیے ہیں۔ ان شعرا میں تان سین کلاونت بھی ایک خاص شاعر تھا جس کا ثانی میرے والد کی ملازمت میں نہیں تھا (حقیقت میں اس جیسا کوئی نغمہ سرا کسی زمانہ اور عہد میں نہیں تھا) اس نے اپنی ایک بندش میں ایک نوجوان کے چہرہ کو سورج سے اور اس کی آنکھوں کے گوشے کو کھلتے کنول سے اور بھنورے کے برآمد ہونے سے تشبیہ دی ہے۔ ایک اور جگہ اس نے محبوب کی کنکھیوں کو کنول کی حرکت سے تشبیہ دی ہے جب بھنورا اس پر اترتا ہے۔

---

1. دام بھی وزن کے لیے مستعمل تھا اور یہ 5 ٹانک یا 1 تولہ، 8 ماشہ، 7 سرخ کے برابر تھا۔ (بلاک مین، ص 31)

2. ظاہرا کسی قصبہ کا نام ہے اور یہاں کھلے جنگل سے مراد نہیں ہے۔



Marfat.com

اس مقام پر احمد آباد سے انجیر آئے۔ گوکہ برہان پور کے انجیر شیریں اور خوب تیار ہوتے ہیں یہ انجیر اس سے زیادہ شیریں اور کم بیجوں والے تھے اور انھیں ان سے 5 فیصد بہتر کہا جاسکتا ہے۔

کم شنبہ 29ر کو اور مبارک شنبہ 30ر کو مقام رہا۔ اس منزل پر سرفراز خاں احمد آباد سے آیا اور قدم بوسی سے سرفراز ہوا۔ اس نذر میں سے ایک موتیوں کی مالا 11,000 روپیوں میں خریدی گئی تھی۔ دو ہاتھی، دو گھوڑے، دو بیل قبول کیے گئے اور بقیہ اسے دے دیے گئے۔ سرفراز خاں مصاحب بیگ کا پوتا ہے جس نام سے اکبر اسے اس کے دادا کے بعد پکارتے تھے۔ یہ ہمایوں کے امرا میں تھے۔ اپنی حکومت کی ابتدا میں، میں نے اس کے منصب میں اضافہ کرکے صوبہ گجرات میں مامور کردیا تھا۔ چونکہ خانہ زاد کی حیثیت سے اس کا دربار سے خاندانی تعلق تھا اور اس نے صوبہ گجرات میں مہارت کے ساتھ خدمت انجام دی تھی اسے عنایات کے قابل سمجھ کر میں نے سرفراز خاں کا خطاب عطا کیا اور اس دنیا میں بلند درجہ دیا۔ اس کا منصب بھی اضافہ کے بعد 2,000 ذات اور 1,000 سوار ہوگیا۔

بروز جمعہ، یکم دے، میں نے 3¾ کوس تک کوچ کیا اور جسود[1] کے تال کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔ اس منزل پر رائے مان، سردار پیادہ ہائے خدمتیہ[2] نے ایک روہو مچھلی کا شکار کیا۔[3] (اور میرے پاس) لایا۔ چونکہ مجھے مچھلی کا گوشت خاص طور سے پسند ہے، خاص طور پر روہو مچھلی کا جو ہندستان میں بہترین قسم کا گوشت ہوتا ہے اور میں نے گیارہ ماہ تک کوشش کے بعد بھی کوئی مچھلی، درہ گھاٹی چند[4] سے گذرنے کے بعد سے اب تک نہیں کھائی تھی، اسے اب پاکر بہت خوش ہوا۔ میں نے رائے مان کو تحفہ میں ایک گھوڑا

---

1 سوال 'یشودا' کا تال کرشن جی کی دودھ پلائی ماں۔ سرسید کے متن میں 'بھسود' ملتا ہے۔ مترجم

2 راجرس کے ترجمہ میں "خدمت گاروں کا کپتان" ہے سرسید کے متن میں "سردار پیادہ ہائے خدمتیہ" ہے۔ یعنی خدمت گذار پیادوں کا سردار۔

3 راجرس نے 'روہو مچھلی پکڑی' ترجمہ کیا ہے۔

4 جہانگیر گھاٹ چندیا چاند سے جو اجمیر اور مالوہ کے درمیان ہے 11ویں سال میں گذرا تھا۔ (دیکھیے متن، ص، 174) لیکن وہاں مچھلی کھانے کا ذکر نہیں کرتا۔ غالباً اس کا حوالہ اس کے رام سر کے مقام سے جو گھاٹی چند کے فوراً بعد ہے۔ اس نے 104 روہو رام سر میں پائے۔



Marfat.com

دیا۔ گوکہ پرگنہ دو حد گجرات کی حدود میں شامل کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں اس منزل کے بعد تمام چیزیں مختلف نظر آئیں۔ کھلی ہوئی زمین[1] اور مٹی مختلف قسم کی ہے، لوگ مختلف ہیں اور زبان بھی دوسری طرح کی ہے۔ راہ میں جو جنگل نظر آئے، پھلدار درختوں کے تھے جیسے آم، کھرنی اور تمر ہندی (املی) اور مزروعہ کھیتوں کی حفاظت کے لیے خاردار زقوم[2] کی باڑہ بنائی جاتی ہے۔ کاشتکار اپنے کھیتوں کو ناگ پھنی سے علاحدہ کرتے ہیں اور درمیان میں ایک پتلی گلی آمدورفت کے لیے چھوڑتے ہیں۔ چونکہ پورے علاقہ کی زمین ریتیلی ہے جب بھی کوئی آمدورفت ہوتی ہے تو اس قدر گرد اڑتی ہے کہ لوگوں کے چہرے مشکل سے نظر آتے ہیں یہاں تک کہ احمد آباد کو گرد آباد کہنا چاہیے۔

شنبہ 2/ر کو 3/4 3 کوس کوچ کے بعد میں ماہی ندی کے کنارہ خیمہ زن ہوا۔ اتوار 3/ر کو پھر 3/4 3 کوس کوچ کے بعد میں موضع برولہ میں رکا۔ اس منزل پر بہت سے منصب داران جن کو گجرات میں متعین کیا گیا تھا، قدم بوسی کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دوشنبہ کو 5 کوس کوچ کرنے کے بعد شاہی لشکر چترمیہ میں رکا اور دوسرے دن منگل کو 5 کوس کے کوچ کے بعد پرگنہ مونده[3] پہنچا۔ آج کے دن تین نیل گائے کا شکار ہوا۔ ایک ان میں سب سے بڑا تھا اور 13 من 10 سیر وزن کا تھا۔

بدھ، 6/ر کو میں نے 6 کوس کوچ کیا اور پرگنہ زیاد[4] میں رکا۔ شہر سے گذرتے ہوئے میں نے 1,500 روپے نثار کیے۔ جمعرات 7/ر کو ½6 کوس کوچ کے بعد میں پرگنہ پتلاد[5] میں رکا۔ گجرات کے صوبہ میں اس سے بڑا پرگنہ نہیں ہے۔ اس کا حاصل 7,00,000 روپے ہے جو عراق کے رائج الوقت 23,000 تومان کے برابر ہے قصبہ کی

---

1. راجرس نے ترجمہ میں Open plain soil لکھا ہے۔ سرسید کے متن میں 'صحرا و زمین و درخت' ہے۔ مترجم

2. زقوم عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں جو ہڑ کا درخت، یہ کڑوا اور زہریلا ہوتا ہے اور اس سے دودھ نکلتا ہے۔ مترجم

3. مونڈھہ، جیریٹ، جلد دوم، ص، 253

4. متن میں نیلاد۔ آئین میں کسی ایسے پرگنہ کا ذکر نہیں ملتا۔ انڈیا آفس کے دو مخطوطات میں زیاد ہے۔

5. پتلاد کا ذکر بیلی کے گجرات، ص، 9 پر ملتا ہے جس کا حاصل بہت زیادہ تھا۔ جیریٹ، جلد دوم، ص 253 پتلاد کا ذکر ہے۔ متن میں نیلاب ہے جو درست نہیں ہے۔ غالباً بھیل پرگنہ سے مطلب ہے۔



Marfat.com

آبادی بھی بہت گھنی ہے، جب میں اس سے گذرا تو 1000 روپے لٹائے۔ میرے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ کسی نہ کسی بہانہ سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا جائے۔ چونکہ اس علاقہ میں لوگوں کے درمیان سواری خاص طور سے گاڑی میں کی جاتی ہے، میں نے بھی گاڑی میں سفر کرنے کی خواہش کی۔ دو کوس تک میں ایک گاڑی میں بیٹھا لیکن گرد کی وجہ سے بہت پریشانی ہوئی۔ اس کے بعد منزل کے آخر تک میں نے گھوڑے پر سفر کیا۔ راستہ میں مقرب خاں احمد آباد سے ملاقات کے لیے آیا اور میرے پاس حاضر ہوا۔ اس نے ایک موتی نذر میں پیش کیا جسے اس نے 30,000 روپیوں میں خریدا تھا۔

جمعہ 8/ کو 6½ کوس کوچ کے بعد شاہی لشکر نمک کے سمندر کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ کھمبے[1] قدیم بندرگاہوں میں ایک ہے۔ برہمنوں کے مطابق اس کی بنیاد کئی ہزار برس پہلے پڑی تھی۔ پہلے اس کا نام ترمباوتی تھا اور راجہ تریمبک کنوراس ملک کا حکمراں تھا۔ اس راجہ کے متعلق جیسا کہ برہمن بتلاتے ہیں، تفصیلات لکھنے میں کافی طوالت ہوگی۔ مختصراً جب حکومت کی ذمہ داری راجہ ابھے کمار[2] کے پاس آئی جو اس کے پوتوں میں ایک تھا تب حکم خداوندی سے اس شہر پر ایک بڑی بلا نازل ہوئی۔ اس پر اس قدر گردو مٹی گری کہ تمام مکانات اور عمارتیں اس میں چھپ گئیں اور بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش برباد ہوگیا۔ اس بلا کے نازل ہونے سے پہلے، ایک بت جس کی راجہ پوجا کرتا تھا اس کے خواب میں آیا اور اس بلا کی پیشین گوئی کی۔ راجہ اور اس کے اہل خاندان ایک جہاز میں سوار ہوگئے اور اپنے ساتھ اس بت کو بھی معہ اس ستون کے جو اس کے سہارے کے لیے تھا، لے گئے۔ اتفاق سے جہاز بھی طوفان کا شکار ہو کر تباہ ہوگیا۔ چونکہ راجہ کی زندگی ابھی باقی تھی اور وہ ستون اس کے لیے حفاظت کی کشتی بن گیا اور وہ کنارہ تک پہنچ گیا۔ اس نے دوبارہ شہر کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس نے اس ستون کو لوگوں کی دوبارہ آمد اور دوبارہ آبادکاری کے نشان کے طور پر نصب کردیا۔ جیسا کہ ہندی زبان میں ستون کو استمبھ کہتے ہیں، لوگوں نے آہستہ آہستہ کثرت استعمال سے کھمبات (کھمبے) بن گیا۔ یہ بندرگاہ ہندستان کی سب سے بڑی بندرگاہوں[3] میں ایک ہے اور ایک خلیج کے قریب

---

1. ایلیٹ، جلد ششم، ص 353۔
2. انڈیا آفس مخطوطہ میں ابھے یا ابھی کمار ملتا ہے۔
3. Thiefenthaler جلد اول، ص 350 وغیرہ پر کھمبے کی دلچسپ تصویر پیش کرتا ہے اور خلیج کا ایک نقشہ بھی دیتا ہے۔ Plate xxxii



Marfat.com

ہے۔ جو بحر عمان کے خلیجوں میں ایک ہے۔ تخمینہ کے مطابق یہ چوڑائی میں 7 کوس اور لمبائی میں 40 کوس ہے۔ جہاز خلیج کے اندر نہیں داخل ہوسکتے۔ اور بندرگاہ گوگا میں لنگرانداز ہوتے ہیں جو کھمبے کے تابع[1] ہے اور سمندر سے قریب ہے۔ وہاں سے سامان غرابوں (چھوٹی ناؤں) میں رکھ کر بندرگاہ کھمبے لاتے ہیں۔ اسی طرح پر سامان جہازوں پر لادنے کے لیے لوگ غرابوں میں لے جاتے ہیں اور جہازوں پر رکھتے ہیں۔ فاتح لشکر (جہانگیر) آمد سے پہلے، چند غرابیں یورپی بندرگاہوں سے خرید و فروخت کے لیے کھمبے آئی تھیں۔

اتوار 10/ کو(417) انھوں نے اسے آراستہ کر کے مجھے دکھلایا۔ رخصت لے کر پھر وہ اپنے کام میں لگ گئے۔

دوشنبہ 11/ کو میں خود ایک غراب میں سوار ہوکر تقریباً ایک کوس تک سمندر میں گیا۔ منگل 12/ کو میں ایک چیتا لے کر گیا اور دو ہرن[2] پکڑے۔

بدھ 13/ کو میں تارنگسار (تارنگ سار[3]) دیکھنے گیا۔ شہر اور بازار سے گذرتے ہوئے راستہ میں 500 روپے لٹائے۔ اکبر انار اللہ برہانہ کے عہد میں کلیان رائے متصدی بندرگاہ نے شاہی حکم کے تحت شہر کے گرد اینٹ اور چونے کی پختہ دیوار بنوائی تھی۔ بہت سے تاجر مختلف علاقوں سے آئے اور یہاں مقیم ہوگئے۔ انھوں نے اچھے مکانات تعمیر کیے اور اچھے حالات میں اپنی روزی حاصل کرنے لگے۔ گو کہ اس کا بازار چھوٹا تھا یہ صاف اور آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سلطان گجرات کے عہد میں اس بندرگاہ سے کسٹم میں (محصول درآمد) بڑی رقم حاصل ہوتی تھی۔ اب میرے عہد میں یہ حکم ہے کہ چالیس[4] پر ایک سے زیادہ نہ لیں۔ دوسرے بندرگاہوں پر اسے عشر (دس کا ایک) یا آٹھ پر ایک وصول کرتے ہیں اور تاجروں و سیاحوں کو ہر طرح سے پریشان کرتے ہیں۔ جدہ میں جو مکہ کی بندرگاہ ہے وہ چار[5] پر ایک یا اور زیادہ وصول کرتی ہے۔ اس سے سوچا جاسکتا ہے کہ

---

1. اب اس قدر مٹی آچکی ہے کہ بڑا جہاز مشکل سے آسکتا ہے۔

2. انڈیا آفس مخطوطہ میں 'دس' ملتا ہے۔

3. تال ترنگ، غالباً تارنگ کو ترنگ یعنی لہریں ہونا چاہیے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جہانگیر کھاڑی کھمبے میں مشہور اونچی لہر جو سمندر سے آتی تھی دیکھنے گیا تھا۔

4. یعنی 2½ فیصد۔ مترجم

5. اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عرب 25 فیصد یا اور زیادہ محصول لیتے تھے۔ مترجم



Marfat.com

گجرات کی بندرگاہوں پر سابق حکمرانوں کے دور میں کتنا کسٹم رہا ہوگا۔ اللہ کی حمد و ثنا کہ اس نیاز مند درگاہ ایزدی کو توفیق بخشی کہ تمام ملک سے پورے محاصل، جو بے شمار ہیں، حاصل ہوں اور کسٹم (تمغا) کا نام میری حکومت میں باقی نہ رہے۔ اسی درمیان حکم جاری کیا گیا کہ سونے اور چاند چاندی کے کے تنکہ[1] عام مہروں اور روپیوں کے وزن سے دوگنے ڈھالے جائیں۔ سونے کے ٹنکہ کے ایک طرف لفظ جہانگیر شاہی 1027ھ اور دوسری جانب ضرب کھمبایت 12 سنہ جلوس کندہ کیا گیا۔ سکہ ٹنکہ شاہی کے ایک طرف الفاظ جہانگیر شاہی 1027ھ اور دوسری جانب الفاظ جہانگیر شاہی 1027ھ کندہ ہوئے اور دونوں پر یہ مصرعہ ؎

بزر ایں سکہ زد شاہ جہانگیر ظفر پرتو

(ترجمہ) بادشاہ جہانگیر نے یہ سکہ ڈھلوایا۔

اور دوسرے سکہ کے اوپری حصہ پر درمیان ٹنکہ ضرب کھمبایت 12 سنہ جلوس اور ہر دو پر یہ مصرعہ: پس از فتح دکن آمد چو در گجرات از ماندو

(ترجمہ) جب دکن کی فتح کے بعد وہ مانڈو سے گجرات آیا۔

سوائے میرے دور حکومت کے کسی اور کے عہد میں ٹنکہ تانبہ کے سکہ کے علاوہ نہیں بنا۔ سونے اور چاندی کے ٹنکے میری اختراع ہیں۔ میں نے حکم دیا کہ انھیں جہانگیری سکہ کہا جائے۔

مبارک شنبہ (جمعرات) 14/ کو امانت خاں متصدی کھمبے کی نذر میرے سامنے زنان خانہ میں لائی گئی۔ اس کا منصب 1,500 ذات اور 400 سوار مقرر کیا گیا۔ نورالدین قلی کو اصل منصب میں اضافہ کر کے 3,000 ذات اور 600 سوار پر مقرر کیا گیا۔

جمعہ 15/ کو میں نے نوربخت ہاتھی پر سوار ہو کر اسے ایک گھوڑے کے تعاقب پر مجبور کیا۔ یہ بہت اچھی طرح دوڑا اور جب اسے روکا گیا تو اچھی طرح سے رک گیا۔ یہ تیسری بار ہے کہ میں نے اس پر سواری کی۔

شنبہ 16/ کو رام داس پسر جے سنگھ کے اصل منصب میں اضافہ کر کے 1,500

---

1. ملاحظہ ہو ایلیٹ، جلد ششم، ص 355 و حاشیہ



Marfat.com

ذات اور 700 سوار پر ترقی دی گئی۔

اتوار، 17 ر کو داراب خاں، امانت خاں اور سید بایزید بارہہ ہر ایک کو ایک ایک ہاتھی پیش کیا گیا۔

ان چند دنوں کے میرے سمندر کے قریب قیام کے دوران، سوداگر، اہل حرفہ، ارباب استحقاق اور دیگر متوطنان بندر کھمبایت میرے سامنے لائے گئے۔ میں نے ہرایک کو اس کے حال کے مطابق ایک خلعت، ایک گھوڑا سفر خرچ یا مدد معاش دی۔ (419) اس دن سید محمد صاحب سجادہ شاہ عالم (احمد آباد کے قریب ایک مسجد) شیخ محمد غوث کے فرزندان، شیخ حیدر جو میاں وجیہہ الدین کے پوتے تھے اور دوسرے شیوخ جو احمد آباد میں رہتے تھے مجھ سے ملنے آئے اور تسلیمات پیش کیں۔ چونکہ میری خواہش سمندر دیکھنے اور پانی کا مدوجزر دیکھنے کی تھی، میں دس دنوں تک مقیم رہا اور منگل 19 (دے، تقریباً 30ر دسمبر 1618) شاہی لشکر احمد آباد کی طرف چل پڑا۔ یہاں سے جو مچھلی حاصل کی جاتی ہے اس کا نام عربیت[1] ہے، یہ برابر پکڑی جاتی رہی اور مچھوارے میرے لیے لاتے رہے۔ بلاشبہ یہ مچھلیاں دوسرے ملکوں کی مچھلیوں کے مقابلہ میں زیادہ ذائقہ دار اور اچھی ہوتی ہیں لیکن ان میں روہو کی لذت نہیں ملتی۔ اسے 9 سے 10 تک کا فرق کھیے۔

گجرات کے لوگوں کا خاص کھانا باجرہ کی کھچڑی ہے۔ اسے یہاں کے لوگ لذیذ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا ریزہ غلہ ہے جو کسی اور ملک میں سوائے ہندستان کے پیدا نہیں ہوتا اور یہ ہندستان کے دیگر علاقوں کے مقابلہ میں زیادہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ بہت سی سبزیوں کے مقابلہ میں ارزاں ہوتا ہے۔ چونکہ میں نے اسے کبھی نہیں کھایا تھا، حکم دیا کہ اسے پکا کر پیش کیا جائے۔ یہ لذیذ ہوتا ہے اور میرے مزاج کے مطابق ہے۔ میں نے حکم دیا کہ میرے صوفیانہ دنوں میں جب میں ایسی غذا نہیں لیتا ہوں جس میں گوشت ہوتا ہے، میرے لیے کھچڑی تیار کی جایا کرے۔ مذکورہ منگل کو ½6 کوس کوچ کرنے کے بعد میں موضع کوسالا میں مقیم ہوا۔

بدھ، 20ر کو میں پرگنہ بابرا[2] سے گذرا اور دریا کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ یہ 6 کوس کا کوچ تھا۔ مبارک شنبہ (بروز جمعرات) 21ر کو میں نے مقام کیا اور بزم مے

---

1. یا عربی (عربین سے)
2. انڈیا آفس مخطوطہ میں 'ماتریاتار'



Marfat.com

نوشی برپا کی۔

جمعہ 22/ کو 4 کوس چلنے کے بعد میں نے موضع بڑیچہ میں مقام کیا۔ اس راستہ میں 2½ سے لے کر 3 گز لمبی دیواریں بنی ہوئی دکھائی دیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ لوگوں نے اسے ثواب کے خیال سے تعمیر کیا ہے۔ جب راستہ میں کوئی حمال تھک جاتا ہے تو وہ اپنا بوجھ ان دیواروں پر رکھ کر تھوڑا دم لے لیتا ہے اور پھر اسے آسانی سے بغیر کسی مدد کے اٹھا کر اپنی منزل کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ یہ گجرات کے لوگوں کے تصورات میں ایک ہے۔ ان دیواروں کی تعمیر سے میں بہت خوش ہوا اور میں نے حکم دیا کہ تمام بڑے شہروں[1] میں، شاہی اخراجات پر اس قسم کی دیواریں تعمیر کی جائیں۔

شنبہ 23/ کو 4¾ کوس کوچ کے بعد، کانکریہ تال پر خیمہ زن ہوا۔ قطب الدین محمد نے جو سلطان احمد کا پوتا تھا اور احمد آباد کا بانی تھا، اس تال کو بنوایا تھا اور اس کے چاروں طرف اینٹوں اور چونے سے زینے بنوائے تھے۔ اس تال کے بیچ میں اس نے ایک چھوٹا سا باغ اور چند عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ تال کے کنارے سے ان عمارتوں کے درمیان آمدورفت کے لیے اس نے ایک پل بنوایا تھا۔ چونکہ یہ (عمارتیں) بہت دنوں پہلے تعمیر ہوئی تھیں، زیادہ تر بوسیدہ ہوچکی تھیں اور وہاں کوئی جگہ قابل نشست نہیں تھی۔ اس وقت جب شاہی لشکر احمد آباد کی طرف جانے کو تھا، صفی خاں نے جو گجرات کا بخشی تھا، سرکاری خرچ پر، جو بھی ٹوٹ گیا تھا اس کی مرمت کرکے اور چھوٹے سے باغ کی صفائی اور ایک نئی عمارت کی تعمیر کی تھی۔ بلاشبہ یہ بہت ہی دل نشیں اور پسندیدہ مقام ہے۔ اس کی بناوٹ مجھے بہت پسند آئی۔ جس طرف پل ہے، نظام الدین احمد[2] نے جو میرے والد کے عہد میں کچھ دنوں تک گجرات کا بخشی رہا تھا، اس تال کے کنارے ایک باغ بنوایا تھا۔ اس وقت میرے پاس عرض داشت آئی کہ عبداللہ خاں نے، عابد پسر نظام الدین سے قضیہ کی وجہ سے، اس باغ کے درخت کاٹ ڈالے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ اس کے دور حکومت میں (421) اس نے ایک محفل مئے نوشی میں، مستی کے عالم میں غلام کو اشارہ کیا اور ایک بدقسمت آدمی کا سر قلم کرا دیا کیونکہ اس نے نشہ کے عالم میں مذاقاً کچھ نامناسب باتیں کہہ دی تھیں۔ ان دو مقدمات کے سننے کے بعد، میرے انصاف

---

1 انڈیا آفس مخطوطہ نمبر 181 میں 'شمالی ہند کے تمام شہروں' تحریر ہے۔

2 مورخ اور مولف تاریخ طبقات اکبری



Marfat.com

کے شعور کو ٹھیس پہنچی اور میں نے دیوانیان عظام کو حکم دیا کہ اس کے ہزار سوار واسپہ سہ اسپہ کو یک اسپہ کرکے اس کی جاگیر سے فرق وصول کریں جو ستر لاکھ دام تھا۔

اسی راہ پر شاہ عالم کا مقبرہ تھا، میں نے گذرتے ہوئے فاتحہ پڑھی، اس مقبرہ کی تعمیر پر تقریباً ایک لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔ شاہ عالم قطب عالم کے فرزند تھے اور ان کا سلسلہ نسب مخدوم[1] جہانیان سے ملتا ہے۔ اس علاقہ کے ادنیٰ و اعلیٰ طبقہ کے لوگ، ان میں یہ شاندار اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ مردوں کو زندہ کردیتے تھے۔ جب انھوں نے کئی مردہ آدمیوں کو زندہ کیا تو ان کے والد نے یہ جاننے کے بعد ان کو ایسا کرنے سے منع کردیا کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے کارخانہ میں دخل اندازی کی گستاخی کرنی اور بندگی کے خلاف تھا۔ شاہ عالم کی ایک خادمہ بھی جس کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن شاہ عالم کی دعا کے بعد اللہ نے اسے ایک بیٹا دیا، جب وہ 27[2] برس کا ہوا تو مر گیا اور خادمہ روتی و واویلا کرتی ہوئی ان کے پاس آئی اور کہا کہ "میرا بیٹا مر گیا ہے اور وہ میرا اکلوتا بیٹا تھا چونکہ اللہ نے اسے آپ کی دعاؤں کے طفیل میں بخشا تھا، مجھے امید ہے کہ آپ ہی کے دعاؤں سے وہ زندہ ہوسکتا ہے۔ شاہ عالم کچھ دیر تک خیالات میں گم ہوگئے اور اپنے حجرہ میں چلے گئے اور خادمہ ان کے بیٹے کے پاس لوٹ آئی جو اسے بہت عزیز رکھتے تھے، اور ان سے کہا کہ وہ اپنے والد سے کہہ کر اس کے بیٹے کو زندہ کرادیں، بچہ گو کم عمر کا تھا حجرہ میں چلا گیا اور بہت منت سماجت کی۔ شاہ عالم نے کہا کہ اگر تم اپنی جان اسے دینے کو تیار ہو تو شاید میری درخواست قبول ہوجائے۔ اس نے کہا کہ وہ بالکل تیار ہے جو ان کی اور اللہ کی مرضی ہو۔ شاہ عالم نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر زمین سے اٹھا لیا اور اس کا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا: "اے اللہ اس بچہ کو اس کی جگہ لے لیجیے" فوراً بچہ مر گیا اور شاہ عالم نے اسے اپنے بستر پر لٹاکر چادر سے اس کا منہ ڈھک دیا۔ گھر سے باہر نکل کر اس خادمہ سے کہا گھر جاؤ اور اپنے بچے کی خبر لو غالباً وہ سکتہ کے عالم میں ہے اور مرا نہیں ہے۔ جب وہ گھر آئی تو پایا کہ اس کا بیٹا زندہ تھا۔ مختصراً گجرات میں شاہ عالم کے متعلق اس

---

1 ملتان کے ایک صوفی بزرگ جن کا وصال 1384ء میں ہوا۔ دیکھیے Beale شیخ جلال اور جیرٹ، دوم، ص، 369

2 متن میں اسی طرح ہے لیکن یقینی طور پر اسے سات یا آٹھ ہونا چاہیے۔ خزینۃ الاولیا، جلد دوم، ص 71 سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ملازمہ کا بیٹا فوت ہوا تھا وہ ان کی ملازمہ تھی اور اس کا بیٹا کم عمر تھا۔



Marfat.com

طرح کی بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ میں نے خود سید محمد سے جو اس مقبرہ کے نگراں (سجادہ نشین) تھے اور فضیلت و معقولیت سے مبرا نہیں تھے پوچھا کہ امر واقعہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا: "میں نے بھی یہی اپنے والد اور دادا سے سنا ہے اور یہ تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب"۔ گوکہ یہ معاملہ عقل کے خلاف ہے پھر بھی چونکہ لوگوں میں یہ کافی شہرت پاچکا ہے یہ یہاں ایک عجیب واقعہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ ان کا انتقال اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو 880ھ(1475ء) میں سلطان بیگرہ کے عہد میں ہوا۔ یہ مقبرہ تاج خاں تریانی[1] کی یادگار ہے جو سلطان مظفر پسر محمود (بیگرہ) کے امرا میں تھا۔

چونکہ شہر میں داخلہ کے لیے ایک وقت مقرر کیا گیا تھا۔ 24ر بروز اتوار کو میں نے مقام کیا۔ اس مقام پر چند تربوز کاریز سے موصول ہوئے جو ہرات کے تابع ایک شہر ہے اور یقینی طور پر خراسان میں کاریز سے بہتر کہیں اور تربوز نہیں پیدا ہوتے۔ گوکہ یہ 1400 کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اور قافلوں کی آمدورفت میں پانچ ماہ لگ جاتے ہیں یہ بالکل پکے ہوئے اور تازہ آئے۔ لوگ اسے اتنی تعداد میں اور زیادہ لائے تھے کہ تمام ملازمین کے لیے کافی تھا۔ اسی کے ساتھ نارنگیاں (کون لا) بنگال سے آئیں۔ گوکہ یہ مقام 1,000 کوس دور ہے یہ بالکل تازہ آئیں۔ چونکہ یہ ایک بہت نازک اور اچھا پھل ہے، ہرکارے چوکیوں کے ذریعہ جتنی تیزی سے لاسکتے ہوں ذاتی استعمال کے لیے لاتے ہیں اور اسے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو گذارتے ہیں۔ میری زبان اللہ کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے ۔

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تست

(ترجمہ) تیرا شکر ادا کرنا بھی تیری نعمتوں میں ایک ہے۔

آج کے دن امانت خاں نے ہاتھی کے دو دانت پیش کیے۔ یہ بہت بڑے تھے۔ ان میں سے ایک تین درع اور آٹھ طسو لمبا اور سولہ طسو گولائی میں تھا۔ اس کا وزن تین من اور دو سیر یا 24½ عراقی من تھا۔ سوموار 25 کو چھ گھڑی گذرنے کے بعد ایک مبارک ساعت پر مسرت کے ساتھ صورت گج اپنے ایک پسندیدہ ہاتھی پر جو ظاہراً اور

---

[1] Bayley کے گجرات میں ص، 238 اور اشاریہ 515 کے مطابق یہ نام یا تاج خاں توریالی یا نرمالی ہے۔



Marfat.com

باطنا بہترین ہے سوار ہو کر شہر لوٹا۔ گوکہ (ہاتھی) مستی میں تھا مجھے اس کی سواری اور خوش جلوئی[1] پر اعتماد تھا۔ مردوں اور عورتوں کا ہجوم جمع تھا اور لوگ سڑکوں، بازاروں، پھاٹکوں اور دیواروں پر انتظار کر رہے تھے۔ شہر احمد آباد اتنی تعریف کے لائق نہیں تھا جتنا میں نے سنا تھا گوکہ خاص شاہراہ اور بازار چوڑے اور کشادہ بنے تھے، کشادگی کے لحاظ سے دوکانیں اس میں اچھی نہیں لگتی تھیں۔ اس کی سب عمارتیں لکڑی سے بنی تھیں اور دکانوں کے ستون پتلے اور کمزور تھے۔ بازار کی سڑک گرد سے بھری ہوئی تھی اور یہ گرد کنکریہ تال سے قلعہ تک موجود تھی جو وہاں کی مقام زبان میں بدر[2] کہی جاتی ہے۔ میں روپے لٹاتا ہوا تیزی سے گذرا۔ بدر کے معنی ہیں مبارک، گجرات کے سلاطین کے مکانات جو بدر کے اندر ہیں، گذشتہ پچاس یا ساٹھ برسوں سے شکستہ حال ہیں اور ان کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ بہرحال حکومت کے ملازمین نے جن کو اس ملک کے انتظامات کے لیے بھیجا گیا تھا، یہاں پر تعمیرات کی ہیں۔ جب میں مانڈو سے احمد آباد کی طرف جارہا تھا تو مقرب خاں نے پرانی عمارتوں کو ازسرنو تعمیر کروایا تھا اور ایسے مقامات بھی بنوائے جو نشست کے لیے ضروری ہیں، جیسے جھروکہ، دیوان عام وغیرہ۔ چونکہ آج میرے فرزند شاہ جہاں کے وزن کا مبارک دن تھا، میں نے اس کو مقررہ رسم کے مطابق سونے اور دوسری اشیا میں تولا اور ان کے 27واں مبارک سال ولادت کا آغاز خوشی اور نشاط سے ہوا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ پاک اپنی درگاہ کے اس نیازمند کو خوش و خرم اور خوش حال زندگی عطا کریں گے۔ اسی دن میں نے اس بیٹے کو گجرات جاگیر میں دیا۔ مانڈو سے کیھے کے قلعہ تک ہم سڑک کے ذریعہ آئے تھے۔ یہ 124 کوس، 28 کوچ اور 30 مقام کر کے طے کیا گیا۔ میں کیھے میں دس دنوں تک مقیم رہا وہاں سے شہر احمد آباد کا فاصلہ 21 کوس ہے جسے ہم نے پانچ کوچ اور دو مقام کر کے طے کیا۔ کل ملا کر مانڈو سے کیھے اور کیھے سے احمد آباد 145 کوس ہے جسے دو ماہ اور پندرہ دنوں میں پورا کیا گیا یہ 33 کوچ اور 42 مقام کے بعد پورا ہوا۔

---

1. "سواری خود و خوش جلوئی او" میری اپنی سواری اور اس کے شاندار قدم یہ نہیں معلوم ہوتا کہ جہانگیر نے خود ہاتھی چلایا۔ یہاں غالبا یہ معنی ہیں کہ جہانگیر کو اعتماد تھا کہ وہ ہاتھی پر سوار تھا۔ خوش جلو، دوسرے ہاتھی کو پیچھے کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ ہاتھی کی رفتار کا حوالہ دیتا ہے۔ دیکھیے، ص 214

2. سرسید کے متن میں 'بدر' ہے۔ راجرس نے ترجمہ میں بھدر لکھا ہے۔



Marfat.com

منگل 26/ کو میں جامع مسجد دیکھنے گیا اور اپنے ہاتھوں سے 500 روپے فقرا کو خیرات میں دیے جو وہاں موجود تھے۔ یہ مسجد سلطان احمد، جو احمد آباد کا بانی تھا، کی یادگاروں میں ایک تھی۔ اس میں تین پھاٹک[1] تھے اور اس کے ہر طرف ایک بازار۔ جو پھاٹک مشرق کی جانب ہے اس کے سامنے سلطان احمد کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کے اندر سلطان احمد اور ان کا فرزند محمد اور ان کا پوتا (425) قطب الدین دفن ہیں۔ مسجد کے صحن کی لمبائی، مقصورہ چھوڑ کر 103 ہاتھ اور چوڑائی 89 ہاتھ ہے۔ اس کے چاروں طرف 4 3/4 ہاتھ چوڑے دالان بنے ہوئے ہیں۔ صحن کا فرش تراشی ہوئی اینٹوں کا ہے اور ایوان (دالان) کے ستون سنگ سرخ کے بنے ہیں۔ مقصورہ میں 354[2] ستون ہیں اور اس کے اوپر ایک گنبد، مقصورہ کی لمبائی 75 ہاتھ اور چوڑائی 37 ہاتھ ہے۔ مقصورہ کا فرش اور محراب اور مقبر سنگ مرمر کے ہیں۔ محراب کے دونوں طرف دو خوبصورت اور نقش و نگار سے مزین دو مینار پر کار، تراشے ہوئے پتھر سے بنائے گئے ہیں جو سہ منزلہ ہیں۔ منبر کے دائیں جانب جو کنج مقصورہ سے قریب ہے، شہ نشین کو الگ کرتا ہے۔ ستونوں کے درمیان کی جگہ ایک پتھر کے چبوترہ سے پر کی گئی ہے اور اس کے چاروں طرف، مقصورہ کی چھت تک، پتھر کے پنجرے[3] بنائے گئے ہیں۔ (تاکہ اس میں عورتیں بیٹھ سکیں اور ان کو کوئی نہ دیکھ سکے) اس کا مقصد یہ تھا کہ جب بادشاہ جمعہ یا عید کی نماز کے لیے آئے تو اوپر وہاں تک معہ اپنے مخصوصین و مقربان درباری کے جاسکے اور نماز ادا کر سکے۔ یہ مقامی اصطلاح میں ملوک خانہ کہلاتا ہے۔ بلاشبہ مسجد ایک بہت ہی اعلیٰ عمارت[4] ہے۔

بدھ[5] 27/ کو میں شیخ وجیہہ الدین کی خانقاہ پر گیا جو محل کے قریب ہے۔ وہاں ان کے مقبرہ پر فاتحہ پڑھی جو درگاہ کے صحن میں ہے۔ صادق خاں نے جو میرے والد کے خاص امرا میں تھا، اس خانقاہ کی تعمیر کرائی تھی (426) شیخ، شیخ محمد غوث[6] کے خلفا میں تھے اور ان کی جانشینی کو شیخ نے کافی سراہا[7] تھا۔ وجیہہ الدین کی، شیخ محمد غوث

---

1 اقبال نامہ میں 123 ہاتھ 2 انڈیا آفس مخطوطہ میں 350 3 پنجر، سنگ، غالباً پتھر کی جالی دار
4 مسجد کی لمبائی اور چوڑائی کے لیے دیکھیے Bayley کی گجرات، ص، 92 اور حاشیہ اور ماخذ جو وہاں دیے گئے ہیں۔ 5 متن میں غلطی سے اتوار ہے۔
6 چند گجراتی ملا شیخ محمد غوث پر ارتداد کا الزام لگاتے ہیں۔ ہمایوں آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ گوالیار میں مدفون ہیں۔ 7 یہاں انگریزی ترجمہ مبہم ہے۔ (مترجم)



Marfat.com

سے عقیدت، ان کی عظمت[1] کا ثبوت ہے۔ شیخ وجیہ الدین، فضائل صوری (ظاہری) اور کمالات معنوی (روحانی) سے آراستہ تھے۔ ان کا انتقال اسی شہر میں 30 برس پہلے ہوا تھا۔ اس کے بعد شیخ عبداللہ اپنے والد کی وصیت کے مطابق ان کے جانشین ہوئے۔ وہ ایک تارک الدنیا فقیر تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند شیخ اسداللہ ان کی جگہ بیٹھے اور جلد ہی سفر آخرت کیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی شیخ حیدر، صاحب سجادہ ہوئے اور ابھی حیات ہیں اور اپنے باپ و دادا کے مزار پر درویشوں کی خدمت اور ان کی فلاح میں مشغول ہیں۔ ان کی بزرگی ان کی زندگی سے نمایاں ہے۔ چونکہ شیخ وجیہ الدین کا سالانہ عرس تھا، 1,500 روپے سالانہ عرس کے اخراجات کے لیے شیخ حیدر کو دیے گئے۔ میں نے 1,500 روپے اپنے ہاتھوں سے خیرات میں ان فقرا میں تقسیم کیے جو وہاں (درگاہ میں) موجود تھے اور شیخ وجیہ الدین کے پوتے کو 500 روپے پیش کیے۔ اسی طرح میں نے ان کے ہر عزیز اور منسوبان کو ان کی لیاقت کے اعتبار سے ان کے اخراجات کے لیے کچھ دیا اور زمین بھی عطا کی۔ میں نے شیخ حیدر کو حکم دیا کہ ان درویشوں اور مستحقین کو میرے پاس لائیں جو ان سے متعلق ہیں تاکہ وہ اخراجات کے لیے روپے اور زمین مانگ سکیں۔

جمعرات 28/ کو میں رستم خاں باڑی دیکھنے گیا۔ میں نے راستہ میں 1500 روپے لٹائے۔ ہندستانی زبان میں لوگ باغ کو باڑی کہتے ہیں۔ یہ وہ (427) باغ ہے جسے میرے بھائی شاہ مراد نے اپنے فرزند رستم کے نام پر تعمیر کیا تھا۔ میں نے جمعرات کا جشن اس باغ میں منایا اور اپنے چند خاص ملازمین کو پیالے تقسیم کیے۔ دن کے اختتام پر شیخ سکندر کی حویلی کے چھوٹے باغ میں گیا جو اس باغ کے پڑوس میں واقع ہے اور جس میں بہت ہی عمدہ قسم کے انجیر ہیں چونکہ ہاتھوں سے پھل توڑنے کا ایک لطف ہوتا ہے اور میں نے بھی پہلے کبھی انجیر اپنے ہاتھ سے نہیں توڑا تھا، ان کی عمدگی اس جگہ پسند کی گئی۔ شیخ سکندر[2] اصلاً گجراتی ہے اور معقولیت میں بھی کم نہیں ہے اور اسے گجرات کے

---

1۔ جہانگیر کا مطلب ہے کہ آپ (وجیہہ الدین) ایک عالم تھے اور ان کی محمد غوث سے ارادت، جو اسی تھے ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایک شخصیت کے مالک تھے۔ دیکھیے اقبال نامہ، ص، 169 اور ماٰثرالامرا، دوم، ص، 583 جہاں ذکر ہے کہ وجیہہ الدین نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا ان کے پیر اور پیر دونوں اسی تھے۔

2۔ آپ نے گجرات کی تاریخ لکھی، دیکھیے، ریو کا کیٹلاگ، جلد اول، ص، 287



Marfat.com

سلاطین کے متعلق پوری معلومات ہیں۔ آٹھ یا نو سال پہلے ملازمین مملکت میں شامل ہوا ہے چونکہ رستم خاں کو میرے فرزند نے احمد آباد کی حکومت پر مقرر کیا تھا، جو اس کے خاص حاکموں میں ایک ہے، میں نے اس کی سفارش پر اسے رستم باڑی عنایت کردی، اسی دن راجہ کلیان جو ایدر کا زمیندار تھا دربار میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ اس نے 9 گھوڑے اور ایک ہاتھی نذر میں پیش کیا۔ میں نے ہاتھی اسے دے دیا۔ وہ گجرات کی سرحد کے زمینداران میں ایک معتبر زمیندار ہے اور اس کا ملک رانا کے پہاڑی ملک سے قریب ہے۔ گجرات کے سلاطین نے اس جگہ کے راجہ کے خلاف برابر فوجیں روانہ کیں۔ گوکہ ان میں سے چند نے اطاعت قبول کر کے پیشکش دی، لیکن ان میں سے کوئی ذاتی طور پر ملاقات کے لیے نہیں آیا۔ جب اکبر مرحوم نے گجرات فتح کیا تو فاتح فوج اس پر حملہ کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی۔ چونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی نجات اطاعت اور تابعداری میں ہے، اس نے ملازمت اور وفاداری قبول کرلی اور آستانہ بوسی کے لیے حاضر ہوگیا۔ اس دن سے اسے بندگان مملکت میں شامل کرلیا گیا۔ جو بھی احمد آباد کی حکومت پر مامور کیا جاتا ہے اس سے ملاقات کے لیے آتا ہے اور جب موقع اور ضرورت پیش آتی ہے تو وہ اپنی فوج کے ساتھ آتا ہے۔

شنبہ، یکم ماہ بہمن، میرے بارہویں سال جلوس میں، چندر سین، جو اس ملک کے خاص زمینداران میں ایک ہے، میرے حضور میں حاضر ہوا اور کورنش و تسلیمات بجا لانے کا شرف حاصل کیا۔ اس نے 9 گھوڑے نذر میں پیش کیے۔

اتوار، 2/ کو میں نے راجہ کلیان زمیندار ایدر، سید مصطفیٰ اور میر فاضل کو ہاتھی پیش کیے۔ سوموار کو میں بازجرہ کے شکار کے لیے نکلا اور تقریباً 500 روپے راستہ میں نثار کیے۔ اس دن بدخشاں سے ناشپاتی آئے۔

مبارک شنبہ 6/ کو میں موضع سیر خیز (سرکھیج) میں باغ فتح کی سیر کو گیا۔ راستہ میں 1500 روپے نثار کیے چونکہ شیخ احمد کھٹو[1] (کھٹو) کا مزار راہ میں تھا، میں پہلے وہاں گیا اور فاتحہ پڑھی۔ کھٹو ایک قصبہ کا نام ہے جو سرکار ناگور میں واقع ہے اور یہ شیخ[2] کی

1. بلاک مین، ص 507 حاشیہ

2. شیخ احمد کھٹو، جن کا لقب جمال الدین ہے دہلی کے ایک شریف خاندان میں 737ھ / 37-1636ء میں



Marfat.com

جائے پیدائش ہے۔ شیخ، سلطان احمد جس نے احمد آباد کی بنیاد رکھی ~~مکانزمانہ~~ تھا۔ سلطان ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس ملک کے لوگ ان میں عجیب طرح کی عقیدت رکھتے ہیں اور انھیں عظیم اولیائے کرام میں ایک مانتے ہیں، ہر جمعہ کی شب میں لوگوں کا ایک بڑا مجمع، جس میں اعلیٰ و ادنیٰ شامل ہیں، اس مقبرہ پر آتے ہیں۔ سلطان محمد پسر مذکورہ سلطان احمد (429) نے ایک عظیم الشان عمارت مقبرہ کی شکل میں، مساجد اور کمرے، مقبرہ کے اوپر اور مقبرہ کے جنوب کی طرف کے قریب ایک بڑا تالاب جو پتھر اور چونے سے گھیر دیا گیا ہے، تعمیر کرالیا تھا۔ یہ عمارت قطب الدین پسر مذکورہ محمد کے عہد میں مکمل ہوئی تھی۔ کئی سلاطین گجرات کی قبریں اس تالاب کے کنارے ہیں جو شیخ کے پاؤں کے جانب ہیں، اس مقبرے میں سلطان محمد بیگوہ، سلطان مظفر، ان کے پسر اور محمود شہید، جو سلطان مظفر کے پوتے تھے اور گجرات کے آخری سلطان تھے کی قبریں ہیں۔ بیگوہ، گجرات کے عوام کی زبان میں اینٹھی ہوئی مونچھ کو کہتے ہیں اور بیگوہ کی بڑی اور اینٹھی ہوئی مونچھ تھی۔ اسی لیے لوگ اسے بیگوہ کہتے ہیں۔ شیخ منو کے مقبرے کے قریب خواتین[1] کی قبریں ہیں۔ بلاشبہ شیخ کا مقبرہ ایک عظیم الشان اور خوبصورت مقام ہے۔ تقریباً 5 لاکھ روپے اس کی تعمیر پر صرف ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں کی زیارت کے بعد، میں فتح باغ گیا۔ یہ باغ اس مقام پر واقع ہے جہاں سپہ سالار خان خاناں نے نابو (نانو، نانہو) جس نے مظفر خاں کا لقب اختیار کیا تھا، شکست

---

پیدا ہوئے۔ آپ بابا اسحاق مغربی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کا نام ناصر الدین تھا۔ شومیٔ قسمت سے، ایک طوفان میں وہ اپنے گھر سے جدا ہوگئے اور کچھ دنوں بعد بابا اسحاق مغربی کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان سے روحانی اور دنیاوی تعلیم حاصل کی اور سلطان احمد کے زمانہ میں گجرات آگئے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ نے آپ کو تسلیم کیا اور خراج عقیدت پیش کیا۔ اس کے بعد آپ نے عرب اور ایران کا دورہ کیا اور بہت سے درویشوں سے ملاقات کی۔ آپ سرکھیج، احمد آباد کے قریب مدفون ہیں۔ "آئین اکبری" دوم، ص، 220، جیریٹ، سوم، ص، 371۔ دیکھیے Bayley کا گجرات میں ص، 90 اور خزینۃ الاصفیا، دوم، ص، 314، بلاک مین، ص، 507 حاشیہ، جہاں حاشیہ میں خزینۃ الاصفیا، دوم ص، 357 غلط ہے۔ خزینۃ میں کہانی بیان کی گئی ہے کہ شیخ احمد دہلی کے شاہی خاندان سے وابستہ تھے اور طوفان میں دایہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر سڑک پر گر پڑے تھے۔

1۔ متن میں 'خوانین' لیکن ظاہر ہے کہ یہ خواتین یعنی خاتون کی جمع ہے جو ایک نقطہ نہ ہونے کی وجہ سے خوانین ہوگیا ہے۔



Marfat.com

دی تھی، اسی وجہ سے اسے باغ فتح کہتے ہیں۔ گجرات کے لوگ اسے فتح باری کہتے ہیں۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ اکبر مرحوم کے اقبال سے ملک گجرات فتح ہوا اور نبو ان کے ہاتھ پڑ گیا۔ اعتماد خاں نے عرض کیا کہ وہ ایک گاڑی بان (بہل والے) کا بیٹا تھا۔ چونکہ سلطان محمود کو کوئی بیٹا نہیں تھا اور گجرات کے سلاطین میں بھی کسی کے کوئی بیٹا نہیں تھا جسے وہ تخت پر بٹھاتا۔ (430) چنانچہ صلاح وقت کے پیش نظر اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ محمود کا بیٹا ہے اور سلطان مظفر کے نام سے اسے تخت نشین کردیا اور عوام نے ضرورت سے مجبور ہو کر اسے تسلیم کرلیا۔ چونکہ اکبر بادشاہ نے اعتماد خاں کی بات کو اہم جانا، انھوں نے نبو کو تسلیم نہیں کیا۔ کچھ دنوں تک اس نے متوسلین کے ساتھ فرائض کی انجام دہی کی اور بادشاہ نے اس کے معاملہ کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ فتح پور سے بھاگ گیا اور گجرات آکر کئی برسوں تک گجرات کے زمینداروں کی حفاظت میں رہا۔
جب شہاب الدین احمد خاں کو گجرات کی حکومت سے برطرف کردیا گیا اور اس کی جگہ اعتماد خاں کو مقرر کیا گیا تو شہاب الدین خاں کے ملازمین کی ایک جماعت جو گجرات میں متعین تھی، اس سے الگ ہوگئی اور احمد آباد میں اعتماد خاں کے ساتھ ملازمت کی امید میں مقیم رہی۔ جب اعتماد خاں شہر میں داخل ہوا تو انھوں نے اس سے ملاقات کی لیکن قسمت نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ شہاب الدین کو منہ نہیں دکھا سکتے تھے اور احمد آباد میں ان کے لیے کوئی امید نہیں تھی۔ یہ لوگ مایوس ہو کر یہ سوچنے لگے کہ ان کی بھلائی نبو کے ساتھ رہنے میں ہے اور شورش کی جڑ بنانے میں ہے۔ اس ارادہ سے ان میں سے 600 یا 700 سوار نبو کے پاس گئے اور اسے لونا کاٹھی کے ساتھ جس کی حفاظت میں وہ تھا، لے کر احمد آباد کی طرف بڑھے۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو بہت سے بدمعاش جو ایسے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اس کے ساتھ ہوگئے اور تقریباً ایک ہزار سوار مغل اور گجراتی ایک ساتھ جمع ہوگئے۔ جب اعتماد خاں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ اپنے بیٹے شیر خاں کو شہر میں چھوڑ کر، شہاب خاں کی تلاش میں لپکا جو دربار کی طرف جارہا تھا تاکہ وہ اس کی مدد سے اس شورش کو کچل سکے۔ بہت سے آدمی اس سے الگ ہوگئے تھے اور جو رہ گئے تھے ان کے چہروں سے غداری عیاں تھی، لیکن شہاب الدین، اعتماد خاں کے ساتھ لوٹا۔ ایسا ہوا کہ ان لوگوں کی آمد سے پہلے نبو احمد آباد قلعہ میں داخل ہوچکا تھا جو وفادار تھے



Marfat.com

اپنی فوج کے ساتھ شہر کے قریب آگئے اور باغی قلعہ سے نکل کر میدان جنگ کی طرف بڑھے۔ جب باغیوں کی فوج نظر آئی تو شہاب الدین خاں کے ملازمین جو رہ گئے تھے، غلط راہ پکڑ کر دشمن سے جاملے۔ شہاب خاں کو شکست ہوگئی اور وہ پاٹن (باٹن) کی طرف بھاگا جو شاہی قبضہ میں تھا۔ اس کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا اور نبو باغیوں کو منصب اور خطابات تقسیم کر کے قطب الدین محمد خاں کی طرف بڑھا جو بڑودہ میں تھا۔ قطب الدین خاں کے ملازمین نے بھی دغا کی راہ اپنائی اور علاحدہ ہوگئے جس کی تفصیلات اکبرنامہ میں بیان کی گئی ہیں۔ آخر میں قطب الدین خاں سے اس نے وعدہ کر کے (غالباً دوستی یا وفاداری) اسی نے اسے شہید کردیا اور اس کا مال و اسباب جو کسی بھی شخص کے لیے شان و شوکت کے برابر ہو سکتا تھا لوٹ لیا۔ تقریباً 45 ہزار سوار نبو کے گرد جمع ہوگئے۔

جب اس صورت حال کی اطلاع اعلیٰ حضرت شہنشاہ اکبر کو دی گئی تو انھوں نے مرزا خان پسر بیرم خاں کو بہادرانِ رزم کے ساتھ اس کے خلاف بھیجا۔ جس دن مرزا شہر کے قریب پہنچے تو انھوں نے صف آرائی کی۔ ان کے پاس آٹھ یا نو ہزار سوار تھے اور نبو اپنے 30 ہزار سواروں کے ساتھ مقابل ہوا۔ ایک زبردست خونریز جنگ کے بعد وفاداروں کی فتح ہوئی اور نبو شکست کھاکر بھاگ گیا۔ میرے والد نے اس فتح کے انعام میں مرزا خاں کو 5,000 کا منصب، خان خاناں کا خطاب اور گجرات کی حکومت عطا کی۔ خان خاناں نے میدان جنگ کی جگہ جو باغ تعمیر کیا تھا وہ دریائے سابرمتی کے کنارہ پر واقع ہے۔ اس نے دریا کے کنارے شاندار اور بلند عمارتیں تعمیر کروائیں اور باغ کے گرد ایک بہت مضبوط دیوار پتھر اور چونے سے تعمیر کرائی۔ باغ میں 120 جریب زمین ہے اور یہ دلکش مقام ہے۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ روپے صرف ہوئے ہوں گے۔ مجھے یہ باغ بہت پسند آیا۔ کوئی بھی کہہ سکتا ہے کہ تمام گجرات میں ایسا کوئی باغ نہیں ہے۔ جمعرات کے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ میں نے اپنے خاص ملازمین کو پیالے (جام) تقسیم کیے اور وہاں رات بھر مقیم رہا۔ جمعہ کے دن کے اختتام پر میں شہر میں داخل ہوا اور راستہ میں 1,000 روپے نثار کیے۔ اس وقت ایک مالی نے شکایت کی کہ مقرب خاں کے ایک ملازم نے دریا کے کنارے کی قطار کے چند گل چمپا کے درخت کاٹ دیے ہیں۔ یہ سن کر مجھے غصہ آگیا اور خود اس معاملہ کی تحقیق کے لیے گیا تاکہ اطمینان کر سکوں۔ جب یہ ثابت ہوگیا



Marfat.com

کہ یہ غلط کام کیا گیا ہے تو میں نے حکم دیا کہ اس کے دونوں انگوٹھے کاٹ لیے جائیں تاکہ دوسروں کو سبق ملے۔ یہ ظاہر تھا کہ مقرب خاں کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی ورنہ اس نے خود ہی اس کو فوراً سزا دی ہوتی۔

منگل 11/ کو شہر کوتوال نے ایک چور پکڑا اور اسے لایا۔ اس نے اس سے پہلے کئی چوریاں کی تھیں اور ہر بار اس کے اعضا کا کوئی حصہ کاٹا گیا تھا۔ ایک بار اس کا دایاں ہاتھ، دوسری بار اس کے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا، تیسری بار اس کا بایاں کان اور چوتھی بار اس کے بائیں پاؤں کے گھٹنے کے پیچھے کی موٹی نس کاٹ کر لنگڑا کر دیا گیا۔ آخری بار اس کی ناک کاٹی گئی۔ ان سب کے باوجود وہ چوری کرنے سے باز نہیں آیا اور کل ایک گھسیارے کے گھر میں گھس گیا تاکہ چوری کرے۔ اتفاق سے مکان مالک خبردار ہو گیا اور اس نے اس کو پکڑ لیا۔ چور نے گھسیارے کو چھرے سے کئی زخم لگا دیے جس سے وہ مر گیا۔ اس شور و غوغا میں گھسیارے کے اعزا نے چور پر حملہ کر کے اسے پکڑ لیا۔ میں نے حکم دیا کہ چور کو مرحوم کے اعزا کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ وہ اس سے مرحوم کا قصاص لے سکیں۔

ہم در سراں روی کہ در سرداری

(ترجمہ) چہرے کی لکیریں تمھارے دل کا حال بتلاتی ہیں

بدھ 12/ کو 3000 روپے عظمت خاں اور معتقد خاں کو دیے گئے تاکہ وہ دوسرے دن شیخ احمد منتو کی مزار پر جا کر، وہاں فقرا و مساکین میں تقسیم کر دیں۔

جمعرات 13/ کو میں اپنے فرزند شاہ جہاں کی رہائش پر گیا اور وہاں مبارک شنبہ (جمعرات) کا جشن منایا اور اپنے خاص ملازمین کو جام تقسیم کیے۔ میں نے اپنے فرزند کو سندر مُتھن[1] ہاتھی دیا جو میرے تمام ذاتی ہاتھیوں میں رفتار، سبک پائی و خوش جلوئی میں بہتر تھا اور گھوڑوں کا مقابلہ کرتا تھا اور ہاتھیوں میں اول تھا جسے شہنشاہ اکبر بہت پسند کرتے تھے، میرے فرزند شاہ جہاں کو بھی یہ ہاتھی بہت پسند تھا اور اس نے کئی بار مجھ سے مانگا تھا۔ کوئی صورت نہ دیکھ کر میں نے اسے معہ اس کے سونے کے سامان اور زنجیر کے دے دیا۔ ساتھ میں ایک مادہ ہاتھی بھی دیا۔

---

1 دیکھیے ایلیٹ، ششم، ص، 355



Marfat.com

عادل خاں کے وکلا کو ایک لاکھ درب کا تحفہ دیا گیا۔ اس وقت مجھ سے یہ عرض کیا گیا تھا کہ مکرم خاں پسر معظم خاں نے جو اڑیسہ کا صوبہ دار تھا خوردہ کے علاقہ کو فتح کرلیا اور وہاں کا راجہ بھاگ کر مہندرہ چلا گیا ہے۔ چونکہ وہ ایک خانہ زاد تھا اور لائق سرپرستی تھا میں نے حکم دیا کہ اس کا منصب اصل سے اضافہ کرکے 3.000 ذات اور 2,000 سوار کردیا جائے اور نقارہ خلعت اور ایک گھوڑا عطا کرکے سرفراز کیا جائے۔ اڑیسہ اور گول کنڈہ کے درمیان دو زمیندار تھے۔ ایک راجہ خوردہ اور دوسرا راج مہندرہ۔ ولایت خوردہ بندگان درگاہ کے قبضہ میں آگئی ہے، اس کے بعد راج مہندرہ کی باری ہے۔ میری امید اللہ کی مہربانی سے یہ ہے کہ میری ہمت کے قدم اور آگے بڑھیں۔ اس وقت قطب الملک کی عرض داشت میرے فرزند شاہ جہاں کو ملی کہ چونکہ اس کی سرحد بادشاہ کی مملکت کی سرحد تک ہے اور وہ اس دربار کا خادم ہے اس لیے اس نے یہ امید کی تھی کہ ایک حکم مکرم خاں کو جاری کیا جائے تاکہ وہ دست درازی نہ کرے اور اس کے ملک پر قبضہ نہ کرے۔ یہ مکرم خاں کی بہادری اور قوت کا ثبوت تھا کہ قطب الملک جیسا فرد اس کا پڑوسی ہونے میں خائف تھا۔

آج کے دن اکرام خاں پسر اسلام خاں کو فتح پور اور توابع کا فوجدار مقرر کیا گیا اور اسے ایک خلعت اور ہاتھی پیش کیا گیا۔ چندر سین (434) زمیندار ہلود[1] (ہلواد) کو خلعت، ایک ہاتھی اور گھوڑا دے کر سرفراز کیا گیا۔ لاچن قشقال کو بھی ایک ہاتھی عطا کیا گیا۔ اسی وقت مظفر[2] پسر مرزا باقی ترخان کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کی والدہ بارہہ (بھارا) کچھ کے زمیندار کی بیٹی تھیں۔ جب مرزا باقی کا انتقال ہوا اور ٹھٹھ کا نظام حکومت مرزا جانی کو ملا تو مرزا جانی سے مظفر کو خطرہ محسوس ہوا اور اس نے مذکورہ

---

1 یہ نام مشکوک ہے کیونکہ مخطوطہ سے دوسری خواندگی ہوتی ہے۔ بظاہر ناموں، گجرات میں ہلود نامی ایک مقام ہے (جیریٹ، جلد دوم، ص، 242۔ Bayley کی گجرات میں ص 439 بھی ملاحظہ ہو۔ ممکن ہے کہ یہ انڈین گزیٹر کا ہلول ہو۔

2 باقی ترخان کے اس بیٹے کا علم ابوالفضل یا بلاک مین کو نہیں تھا اور نہ ہی اس کا ذکر ماثرالامرا میں ملتا ہے۔ دیکھیے جیریٹ، دوم، ص، 347 جہاں صرف پائندہ کا ذکر باقی خاں کے بیٹے کی حیثیت سے ہے۔ بلاک مین، ص، 362، ماثرالامرا جلد سوم، ص، 485 بھی ملاحظہ ہو جہاں مرزا ترخان کی حیات کا ذکر ہے۔ اس کا نام بہرحال جامی شیرازی کی ترخان نامہ میں دیے شجرہ نسب میں ملتا ہے۔



Marfat.com

زمیندار کے یہاں پناہ لی۔ وہ اپنے بچپن سے اب تک اسی جگہ رہا۔ اب جب کہ شاہی لشکر احمد آباد پہنچ چکا تھا وہ حاضر ہوا اور تسلیمات بجا لایا گوکہ اس کی تربیت مردم صحرائی کے درمیان ہوئی تھی اور وہ رسم و عادت سے بیگانہ تھا، لیکن چونکہ اس کے خاندان سے اور ہمارے پروقار خاندان سے تیمور[1] کے زمانہ سے روابط رہے ہیں، اس کے حال پر توجہ مناسب[2] سمجھا گیا۔ بروقت میں نے اسے 2,000 روپے اخراجات کے لیے دیے اور خلعت عطا کی۔ اسے ایک معقول منصب دیا جائے گا اور شاید وہ ایک اچھا سپاہی ثابت ہو۔

جمعرات 20/ کو میں باغ فتح گیا اور سرخ گلابوں کی سیر کی۔ ایک حصہ میں یہ خوب کھلے ہوئے تھے۔ اس ملک میں سرخ گلاب زیادہ نہیں ہیں اس لیے یہاں اتنے زیادہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ شقائق (گل لالہ) کی کیاری بھی بری نہیں تھی اور انجیر (435) بھی پک گئے تھے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے کئی انجیر اکٹھا کیے اور سب سے بڑے کا وزن کیا۔ یہ 7½ تولے کا تھا۔ آج کے دن کاریز سے 1,500 خربوزے آئے۔ خان عالم نے نذر میں بھیجے تھے۔ میں نے 1000 اپنی جلو کے ملازمین میں تقسیم کردیے اور 500 خرم کی خواتین کو بھیج دیے۔ میں نے اس باغ میں چار دن گذارے اور دوشنبہ کی شام، 24/ کو شہر آگیا۔ چند خربوزے احمد آباد کے شیخین کو بھی دیے گئے۔ انھیں دیکھ کر تعجب ہوا کہ گجرات کے خربوزے کتنے کمتر ہیں۔ ان خربوزوں کو کھاکر انھیں احساس ہوا کہ دنیا میں ایسی نعمتیں بھی موجود ہیں۔[3]

جمعرات 27/ کو میں نے نگینہ[4] باغ میں جو محل کے اندرونی حصہ میں ہے اور جسے سلاطین گجرات نے لگایا تھا، ایک محفل جام و مینا کی مقرر کی۔ میں نے اپنے خاص ملازمین کے جام لبریز کرکے اُن کو خوش کیا۔ اس باغ میں انگوروں کا ایک کنج پک گیا تھا۔ میں نے اجازت دی کہ جو لوگ مے نوشی کر رہے ہیں انگور کے خوشوں کو اپنے ہاتھوں سے جمع کریں، اور کھائیں۔

---

1. متن میں لفظ ثانی، صاحب قران کے ساتھ غلط ہے۔
2. یہاں راجرس کے ترجمہ کا مطلب واضح نہیں ہے۔ فارسی متن سے یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔
3. راجرس کے ترجمہ میں یہ جملہ چھوٹ گیا ہے۔
4. متن میں بکینہ ہے۔ دیبی پرساد نے بھی بکینہ لکھا ہے۔



Marfat.com

دوشنبہ یکم اسفندار کو میں احمد آباد سے مالوہ کی طرف کوچ کر گیا۔ میں نے راستہ میں روپے نثار کیے یہاں تک کہ ہم کنکریہ تال کے کنارے پہنچ گئے جہاں میں نے تین دنوں تک قیام کیا۔

جمعرات 4/ر کو مقرب خاں کی نذر میرے سامنے پیش کی گئی۔ ان میں کوئی بھی چیز نادر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی ایسی چیز جسے میں پسند کرتا۔ اس سے مجھے شرمندگی ہوئی۔ میں نے اسے اپنے بچوں کو دے دیا کہ وہ اسے زنان خانہ میں لے جائیں۔ میں نے جواہرات اور مرصع آلات اور دوسری اشیا، کپڑے جن کی مالیت ایک لاکھ روپیوں کی تھی قبول کیے اور بقیہ اسے لوٹا دیے۔ ایک سو کچھی گھوڑے بھی قبول کیے گئے لیکن ان میں کوئی خاص بات نہیں تھی کہ تعریف کی جائے۔

جمعہ 5/ر کو میں نے 6 کوس تک کوچ کیا اور احمد آباد ندی کے کنارے قیام کیا۔ چونکہ میرے فرزند شاہ جہاں نے، رستم خاں کو جو اس کے خاص ملازمین میں تھا گجرات کی حکومت کے انتظام کے لیے چھوڑ دیا تھا، میں نے اُس کی درخواست پر اسے ایک خلعت نقارہ اور ایک مرصع خنجر دیا۔ اب تک اس شاہی خاندان میں کسی شاہزادہ کے ملازم کو علم اور نقارہ دینے کی رسم نہیں تھی۔ مثال کے طور پر شہنشاہ اکبر نے مجھ سے تمام محبت کے باوجود میرے کسی بھی امیر کو خطاب اور علم دینے کا فیصلہ نہیں کیا، لیکن چونکہ میری توجہ اور التفات اپنے فرزند سے اس قدر ہے کہ میں اسے خوش کرنے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں اور درحقیقت وہ ایک شائستہ اور تمام عنایتوں کے لائق بیٹا ہے جس نے عنفوان شباب سے ہی وہ تمام کام پورے کیے ہیں جو اس نے ہاتھ میں لیے۔ آج کے دن مقرب خاں نے اپنے گھر جانے کی اجازت لی۔

چونکہ قطب عالم پدر شاہ عالم بخاری کی درگاہ موضع بتوہ[1] میں تھی اور میرے راستہ میں تھی، میں وہاں گیا اور 500 روپے وہاں کے لوگوں میں خیرات[2] کیے۔

---

1. متن میں بتوہ ہے۔ دیکھیے Bayley کی گجرات ص، 237، تصفیین تصلر جلد اول، ص، 377 کہتا ہے کہ وہ احمد آباد سے تین لیگ کے فاصلہ پر ہے۔ جیریٹ، دوم، ص، 240 اور حاشیہ نمبر 7 پر بھی دیکھیے۔
2. راجرس نے ترجمہ میں 'گارجین' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ متن میں 'بعلیان' آیا ہے۔ مترجم



Marfat.com

شنبہ 6/ کو میں محمود آباد کشتی پر سوار ہو کر مچھلی کے شکار کے لیے گیا۔ دریا کے کنارے سید مبارک[1] بخاری کا مزار ہے۔وہ گجرات کے اہم امرا میں ایک تھے اور ان کے بیٹے سید میرن نے ان کی یادگار میں یہ مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ اس کا گنبد بہت اونچا ہے اور اس کے چاروں طرف پتھر و چونے کی بہت مضبوط چہاردیواری ہے۔ تقریباً 2 لاکھ روپے یا زیادہ ہی خرچ ہوئے ہوں گے۔ سلاطین گجرات کے جو مقابر میں نے دیکھے ہیں، اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں گو کہ وہ بادشاہ تھے اور سید میاں صرف ایک ملازم۔ ہمت اور اللہ کی توفیق کا یہ نتیجہ ہے۔ ہزار آفریں اس کے فرزند پر جس نے اپنے والد کا مقبرہ ایسا بنوا دیا۔

کز ومانده بگیتی یادگارے

(ترجمہ) کہ اس کی یادگار دنیا میں باقی رہے۔

اتوار کو میں نے قیام کیا۔ مچھلی کا شکار کیا اور 400 مچھلیاں پکڑیں۔ ان میں سے دو پر کوئی چھلکا (فلس) نہیں تھا اور اس کو سنگ ماہی یا مچھلی کا پتھر کہتے ہیں۔ اس کا پیٹ بہت بڑا اور پھولا ہوا تھا۔ میں نے حکم دیا کہ میری موجودگی میں اسے کاٹ کر دیکھا جائے۔ اس کے اندر ایک چھلکے دار مچھلی تھی جسے اس نے ابھی نگلا تھا اور جس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ میں نے حکم دیا کہ دونوں مچھلیوں کا وزن کیا جائے۔ پتھر والی مچھلی کا وزن 6½ سیر تھا اور دوسری کا تقریباً 2 سیر۔

دوشنبہ 8/ کو میں نے 4½ کوس تک کوچ کیا اور موضع مودا (مہوندت) میں قیام کیا۔ وہاں کے باشندوں نے گجرات کے موسم برسات کی بہت تعریف کی۔ یہ ایسے ہوا کہ گذشتہ شب اور آج ناشتے سے پہلے کچھ بارش ہوئی جس سے گرد بیٹھ گئی۔ چونکہ یہ ریتیلا ملک ہے اس لیے یہ یقینی ہے کہ موسم برسات میں گرد نہیں ہوگی اور نہ ہی کیچڑ۔ کھیت سرسبز و شاداب ہوں گے۔ بہر صورت میں نے برسات کا ایک نمونہ دیکھا۔ منگل کو میں نے 5½ کوس کوچ کیا اور موضع جریسما (جریسامہ[2]) میں قیام کیا۔

---

1 سید مبارک اور ان کے فرزند کے لیے دیکھیے Bayley کی گجرات۔ سید مبارک، میرات سکندری کے مصنف کے سرپرست تھے۔

2 Bayley کے نقشہ میں چندوسا ہے۔



Marfat.com

اس مقام پر اطلاع ملی کہ مان سنگھ سیوڑہ واصل جہنم ہوا۔ اس کا حال یوں ہے کہ سیورہ[1] کافر ہندوؤں کا ایک قبیلہ ہے جو ہمیشہ ننگے سر اور پیر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ بالوں کو اکھاڑ ڈالتا ہے۔ داڑھی، مونچھ اور بال سب ہی، جبکہ دوسرا فرقہ اس کی حجامت کر دیتا ہے۔ یہ لوگ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہنتے اور ان کے اعتقاد کا مدار اس پر ہے کہ کسی جاندار کو نہ ستایا جائے۔ طائفہ بانیہ ان کو اپنا پیر اور رہنما سمجھتا ہے بلکہ ان کی پرستش کرتا ہے۔ سیورہ کے دو فرقے ہیں ایک کو تپا (تاپا) اور دوسرے کو کنتھل (کرتل) کہتے ہیں۔ مان سنگھ دوسرے کا سردار تھا بال چند پتوں[2] کا۔ دونوں ہی شہنشاہ اکبر کے یہاں حاضر ہوئے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا اور خسرو فرار ہوا تو میں نے اس کا تعاقب کیا۔ رائے سنگھ بھورتیہ بیکانیری نے جو اکبر کی مہربانیوں سے امیر کے منصب پر فائز تھا، مان سنگھ سے پوچھا کہ میری حکومت کی کیا مدت ہوگی اور میری کامیابی کے کیا امکانات ہوں گے۔ اس سیاہ زبان شخص نے جو علم نجوم کا بھی دعویٰ کرتا تھا اور پیشین گوئیاں کرتا تھا، اسے بتلایا کہ میری حکومت زیادہ سے زیادہ دو سال تک قائم رہے گی۔ اس حقیر بوڑھے احمق نے (رائے سنگھ) اس پر بھروسہ کیا اور بغیر رخصت حاصل کیے اپنے وطن چلا گیا۔ جب جل سبحانہ، نے اس نیازمند کو اپنے لطف و کرم سے فتح و فیروزی عنایت کی اور میں کامیاب ہوکر دارالسلطنت پہنچا تو وہ شرمندہ اور سر جھکائے ہوئے دربار میں حاضر ہوا۔ اس کا کیا ہوا۔ اس کی تفصیلات مناسب جگہ[3] پر دی گئی ہیں۔ القصہ تین چار ماہ کے اندر مان سنگھ جذام (کوڑھ) کا شکار ہوگیا اور اعضا بیکار ہوگئے یہاں تک کہ ایسی زندگی کے مقابلہ میں موت کئی درجہ بہتر تھی۔ وہ بیکانیر میں رہ رہا تھا اور اب مجھے یاد آیا اور میں نے اسے بلا بھیجا۔ راستہ میں بے حد خوفزدہ ہوکر اس نے زہر کھا لیا اور اپنی جان مالکان جہنم کو سونپ دی۔ جب تک اس نیازمند کے اللہ کے دربار میں ارادے منصفانہ اور درست رہیں گے یہ یقینی ہے کہ جو بھی میرے ساتھ برائی کرے گا اسے اس

---

1. جیریٹ جلد سوم، ص، 210 اور اکبرنامہ (ترجمہ) جلد اول، ص، 147، حاشیہ نمبر2

2. یہ مہ ہونا چاہیے، دیکھیے ضمیمہ

3. انڈیا آفس کے مخطوطہ میں بجائے "خاتمت احوال او" کے چنانچہ احوال یعنی جیسا کہ اس کی جگہ پر بیان کیا گیا ہے، تحریر ہے۔ غالباً یہ درست ہے کیونکہ جہانگیر نے پہلے ہی اس کی موت کا ذکر کیا ہے۔ دیکھیے دوسرے سال کے احوال جہاں وہ رائے سنگھ کی بغیر اجازت وطن واپسی کا ذکر کرتا ہے۔



Marfat.com

کے مطابق سزا ملے گی۔

سیوروں کا فرقہ ہندستان کے اکثر شہروں میں موجود ہے لیکن ان کی کثرت گجرات میں ہے۔ چونکہ بنیے وہاں تجارت میں خاص طور سے ہیں اس لیے سیوروں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ بتوں کے مندروں کی تعمیر اور ان کے مکان بھی بناتے ہیں تاکہ اس میں رہیں اور پوجا کریں۔ بنیئے اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو سیوروں کے پاس بھیجتے ہیں جن میں کوئی شرم و حیا نہیں ہوتی۔ ہر طرح کی خرافات اور بے باکی ان سے سرزد ہوتی ہے۔ میں نے حکم دیا کہ سیوروں کا اخراج کردیا جائے اور میں نے اپنی مملکت سے جہاں جہاں وہ آباد تھے ان کے اخراج کے فرامین جاری کیے۔

بدھ 10/ر کو میں شکار کے لیے گیا اور دو نیل گاؤ کا شکار کیا، ایک نر و ایک مادہ اس دن دلاور خاں کا فرزند پٹن سے حاضر ہوا جو اس کے والد کی جاگیر تھی اور تسلیمات بجا لایا۔ اس نے ایک کچھی گھوڑا پیش کیا۔ یہ بہت خوبصورت جانور تھا اور سواری میں بھی شاندار تھا۔ اس کی قیمت 1,000 روپے تھی۔

جمعرات 11/ر کو میں نے محفل مئے نوشی تال کے کنارے جمائی اور ان بندگان درگاہ پر بہت سی عنایات کیں جو صوبہ میں متعین کیے گئے تھے۔ پھر ان کو رخصت کردیا۔ جن لوگوں کو ترقی دی گئی ان میں شجاعت خان عرب تھا جسے 5,000 ذات اور 2,000 سوار کا منصب ملا۔ میں نے اسے ایک گھوڑا، نقارہ اور ایک خلعت دی۔ ہمت خاں کو 1,500 ذات اور 800 سوار کے منصب پر فائز کرکے، ایک خلعت اور ایک ہاتھی دیا گیا۔ کفایت خاں جسے صوبہ کے دیوان کے عہدہ پر فائز کیا گیا تھا، 1,200 ذات اور 300 سوار کے منصب پر مقرر کیا گیا۔ صفی خان بخشی کو ایک گھوڑا اور ایک خلعت عطا کیا گیا۔ خواجہ عاقل کو 1,500 ذات اور 650 سوار کا منصب دے کر احدیوں کا بخشی مقرر کیا گیا اور عاقل خاں کے خطاب سے نوازا گیا۔ 30,000 درب قطب الملک کے وکیل کو عنایت کیے گئے جو پیشکش لے کر حاضر ہوا تھا۔ اسی دن میرے فرزند نے (شاہ جہاں) انار اور بہہ پیش کیے جو اسے فراہ سے بھیجے گئے تھے۔ میں نے اتنے بڑے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ حکم دیا کہ ان کا وزن کیا جائے بہہ کا وزن 29 تولے اور 9 ماشے تھا اور انار کا ½40 تولے۔

جمعہ 12/ر کو میں شکار کے لیے گیا۔ دو نیل گایوں کا بندوق سے شکار کیا۔ ایک



Marfat.com

نر اور ایک مادہ

شنبہ 13/ر کو میں نے تین نیل گایوں کا شکار کیا۔ دو نر تھے اور ایک مادہ۔

یک شنبہ 14/ر کو میں نے شیخ اسماعیل پسر شیخ محمد غوث کو ایک خلعت اور 500 روپے دیے۔

دوشنبہ 15/ر کو میں شکار کے لیے گیا اور دو مادہ نیل گائے بندوق سے شکار کیا۔

منگل 16/ر کو میں نے گجرات کے مشائخ کو جو میرے پاس آئے تھے، خلعت اور مدد معاش میں زمین عطا کی۔ ان میں سے ہر ایک کو میں نے ایک ایک کتاب اپنے خاص (440) کتب خانہ سے دی جیسے تفسیر کشاف[1] تفسیر حسینی[2] اور روضۃ الاحباب[3]۔ میں نے کتابوں کی پشت پر اپنی گجرات میں آمد کی تاریخ اور کتابوں کا تحفہ کرنا اور دن لکھا۔

جس وقت شاہی لشکر احمد آباد میں رونق افروز تھا، دن رات میرا یہی شغل تھا کہ مستحق لوگوں کی تلاش کی جائے اور ان کو روپے اور زمین دی جائے۔ میں نے شیخ احمد صدر کو اور دوسرے بندہ ہائے مزاج داں کو ہدایت دی کہ وہ میرے پاس درویشوں اور دوسرے ضرورت مندوں کو لائیں۔ میں نے شیخ محمد کے پوتے شیخ وجیہ الدین اور دوسرے مشائخ سے بھی کہا کہ ارباب استحقاق کو پیش کریں۔ اسی طرح میں نے کچھ خواتین کو اسی کام کے لیے حرم میں مقرر کیا۔ میری واحد کوشش یہی تھی کہ چونکہ میں بطور ایک بادشاہ اس ملک میں برسوں بعد آیا ہوں، کوئی بھی شخص محروم نہ رہ جائے۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ ہی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کوتاہی کی۔ گو کہ احمد آباد میں آنے سے مجھے خوشی نہیں ہوئی لیکن مجھے اطمینان ہے کہ میری آمد سے بہت سے غربا کو فائدہ پہنچا۔

منگل 16/ر کو کوکب پسر قمر خاں گرفتار کر کے لایا گیا۔ وہ برہان پور میں فقیر کے لباس میں جنگلوں میں پھر رہا تھا۔ اس کا مختصر حال یہ ہے کہ وہ میر عبداللطیف کا پوتا تھا جو ایک سیفی سید تھا اور دربار سے منسلک تھا۔ کوکب کو دکن کی فوج میں متعین کیا گیا

1. غالباً زمخشری کی تفسیر
2. قرآن پاک کی تفسیر (ریو، ص، 96)
3. محمدؐ کی سوانح (ریو، جلد اول، ص 147)



Marfat.com

تھا اور اس نے چند دن اس کے ساتھ غربت و ناداری میں گذارے تھے۔ جب بہت دنوں تک اسے ترقی نہیں ملی تو اسے شبہ ہوا کہ میں اس سے خوش نہیں ہوں اور بے وقوفی کا لباس اختیار کر کے جنگل میں چلا گیا۔ چھ ماہ کے اندر وہ (441) پورے دکن معہ دولت آباد، بیدر، بیجاپور، کرناٹک اور گول کنڈہ کا سفر کرتے ہوئے بندر دابل[1] پہنچا۔ وہاں سے بذریعہ جہاز بندر گوگا آیا اور بندر سورت، بروچ ہوتے ہوئے وہ احمد آباد پہنچا۔ اس وقت زاہد، شاہ جہاں کے ایک ملازم نے اسے گرفتار کرلیا اور دربار میں لایا۔ میں نے حکم دیا کہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس سے کہا: "تمھارے باپ دادا کے حقوق اور یہ کہ تم خانہ زاد ہوتے ہوئے بھی تم نے ایسی ناشائستہ حرکت کیوں کی؟ اس نے کہا کہ وہ اپنے قبلہ واصل مرشد کے سامنے جھوٹ نہیں بولے گا اور سچ یہ ہے کہ اسے مراعات کی توقع تھی لیکن وہ اتنا بدقسمت تھا کہ اس نے ظاہری رشتوں کو توڑ دیا اور سراسیمگی کے عالم میں صحرا نوردی اختیار کی۔ چونکہ اس کی باتوں سے سچائی جھلکتی تھی، اس نے مجھ پر اثر کیا اور میں نے اپنا سخت لہجہ ترک کر کے دریافت کیا کہ وہ اپنی بدحالی کے دور میں عادل خاں، قطب الملک یا عنبر کے پاس بھی گیا تھا۔ اس نے بتلایا کہ وہ دربار سے مایوس ہوا تھا اور جود و سخا کے اس سمندر میں پیاسہ رہا تھا وہ کبھی بھی اور خدانہ کرے کسی اور کے پاس لب کشائی کے لیے نہیں گیا۔ اس کا سر قلم کردیا جائے اگر اس نے سر جھکانے کے بعد کسی اور کے دربار میں جھکایا ہو۔ اس زمانہ سے جب وہ صحرا نوردی میں تھا اس نے ایک روزنامچہ لکھا تھا اور اس کے معائنہ سے یہ پتہ چل جائے گا کہ اس نے کیا کیا تھا۔ ان الفاظ نے اس کے لیے میری رحم دلی کو بڑھا دیا۔ میں نے اس کے کاغذات منگوائے اور انھیں پڑھا۔ ان سے یہ ظاہر ہوا کہ اس نے بڑی مصیبتیں اٹھائی تھیں اور بہت سا وقت پیدل سفر میں گذارا تھا۔ اسے بھوکا بھی رہنا پڑا تھا۔ اس وجہ سے میں اس کی طرف مہربان ہوگیا۔ دوسرے دن اسے بلا بھیجا اور حکم دیا کہ ہاتھ اور پاؤں کی زنجیریں کھول دی جائیں۔ اسے ایک خلعت، ایک گھوڑا، (442) اور ایک ہزار روپے اخراجات کے لیے عطا کیے۔ میں نے اس کے منصب میں 1½ گنا اضافہ کردیا اور اس پر اتنی مہربانیاں کیں کہ اس نے کبھی بھی نہیں سوچا ہوگا۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔

---

1. دابھول، امپیریل گزیٹر، نیا ایڈیشن، جلد نہم، ص 100



Marfat.com

اینکہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب

خویشتن را در چنیں نعمت پس از چندیں عذاب

(ترجمہ) یارب میں جو دیکھ رہا ہوں وہ خواب میں ہے یا بیداری میں۔ کیا (واقعی) اتنے عذاب کے بعد مجھے ایسی نعمتیں میسر ہیں۔

بدھ 17/ر کو میں نے 6 کوس کوچ کیا اور موضع باراسی نور (بالاسی نور) پر قیام کیا۔ یہ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ کشمیر میں طاعون پھیلا تھا۔ آج وہاں سے وہاں کے حالات کے متعلق ایک عرض داشت ملی جس سے معلوم ہوا کہ طاعون نے ملک میں جڑ پکڑ لی تھی اور بہت سے لوگ فوت ہوگئے۔ اس کے آثار اس طرح پیدا ہوتے ہیں کہ پہلے دن سر میں درد اور بخار ہوتا ہے اور ناک سے کافی خون آتا ہے۔ دوسرے دن مریض فوت ہوجاتا ہے۔ اگر کسی گھر میں (اس مرض سے) ایک آدمی مرتا ہے تو تمام گھر والے بھی مر جاتے ہیں۔ اگر کوئی بیمار شخص یا مردہ کے قریب جاتا ہے تو وہ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ ایک بار ایک شخص مرا تو اس کی لاش کو گھاس پر ڈال دیا گیا۔ اتفاق سے ایک گائے آئی اور اس نے کچھ گھاس کھالی، وہ مر گئی۔ چند کتوں نے گائے کا گوشت کھایا وہ بھی مر گئے۔ صورت حال اتنی نازک ہوگئی کہ باپ بھی اپنے بچوں کے پاس نہیں جاتے تھے اور نہ بچے ہی باپوں کے پاس۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جس محلّہ سے یہ بیماری شروع ہوئی تھی وہاں آگ لگ گئی اور تقریباً تین ہزار مکانات جل گئے۔ طاعون کے زور کے وقت، ایک صبح جب شہر اور مضافات کے لوگ اٹھے تو ان کو اپنے دروازوں پر دائرے نظر آئے۔ تین بڑے دائرے تھے اور ان دائروں کے اندر دو متوسط دائرے اور ایک چھوٹا دائرہ تھا اور بھی دائرے تھے لیکن ان میں اتنی چمک[1] نہیں تھی (یعنی ان کے اندر اور دائرے نہیں تھے) یہ شکلیں تمام مکانات اور مساجد پر بھی پائی گئیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جس دن آگ لگی اور یہ دائرے ظاہر ہوئے، طاعون میں کمی آنی شروع ہوئی۔ یہ یہاں (443) تحریر کیا گیا کیونکہ یہ عجیب واقعہ تھا۔ یہ یقینی طور پر عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے اور میری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ واللہ اعلم عنداللہ۔ مجھے یقین ہے کہ

---

1 اس کے معنی واضح نہیں ہیں، غالباً اس سے مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی تزئین نہ تھی اور صرف دائرے تھے۔



Marfat.com

اللہ اپنے گنہگار بندوں پر رحم فرمائیں گے اور ان کو اس طرح کی آفات سے محفوظ رکھیں گے۔

جمعرات 18/ کو میں نے 2½ کوس کوچ کیا اور دریائے ماہی کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اس دن جام[1] کے زمیندار نے قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ اس نے 50 گھوڑے، 100 مہریں اور 100 روپے نذر میں پیش کیے۔ اس کا نام جستا ہے اور خطاب جام۔ جو بھی تخت نشین ہوتا ہے وہ جام کہلاتا ہے۔ وہ گجرات کے بڑے زمینداروں میں ہے اور بلاشبہ ہندستان کے نامی راجاؤں میں ایک ہے۔ اس کا ملک سمندر کے قریب ہے وہ ہمیشہ 5,000 یا 6,000 سوار رکھتا ہے اور جنگ کے وقت 10,000 یا 12,000 سوار مہیا کرسکتا ہے۔ اس کے ملک میں بہت گھوڑے ہیں، کچھ گھوڑوں کی قیمت 2,000 روپیوں تک ہے۔ میں نے اسے ایک خلعت عطا کی، اسی روز راجہ کچھی نارائن، کوچ بہار، جو بنگال سے ملحق ہے آستانہ بوسی سے مشرف ہوا۔ اس نے 500 مہریں نذر کیں۔ اسے ایک خلعت اور ایک مرصع خنجر دیا گیا۔

نوازش خاں پسر سعید خاں جسے جونا گڑھ میں مقرر کیا گیا تھا، تسلیمات بجالا کر مشرف ہوا۔

جمعہ 19/ کو میں نے قیام کیا اور شنبہ 20/ کو میں نے 3¾ کوس کوچ کر کے جھانوڈ کے تال پر قیام کیا۔

اتوار کو میں نے 4½ کوس کوچ کیا اور بدر والا کے تالاب پر مقیم ہوا۔ آج کے دن عظمت خاں گجراتی کے وفات کی خبر ملی جو بیماری کی وجہ سے احمد آباد میں تھا۔ وہ ایک مزاج داں ملازم تھا اور اچھے کام کیے۔ چونکہ اسے دکن اور گجرات کے متعلق مکمل معلومات تھیں، مجھے اس کی وفات سے صدمہ پہنچا۔ مذکورہ تال میں ایک ایسا پودا نظر آیا جو انگلی قریب لے جانے پر یا کسی چھڑی کی نوک لگانے سے وہ اپنی پتیاں بند کرلیتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اسے دوبارہ کھول دیتا تھا۔ اس کی پتیاں املی کی پتیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ اسے عربی میں شجر الحیا شرم کا پودا کہتے ہیں۔ ہندی میں لاجونتی کہتے ہیں۔ لاج کے معنی حیا۔ یقینی طور پر یہ عجیب و غریب پودا ہے۔ اسے نفرک بھی کہا جاتا ہے اور یہ خشک

---

1. ایلیٹ، جلد، ششم، ص 356



Marfat.com

زمین پر بھی پیدا ہوتا ہے۔

دوشنبہ 22ر کو میں نے قیام کیا۔ میرے قراولوں نے اطلاع دی کہ نواح میں ایک شیر ہے جو راہ گیروں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ جنگل میں جہاں وہ دکھائی دیا تھا وہاں ایک کھوپڑی اور ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ دوپہر کے بعد میں اسے مارنے کے لیے نکلا اور ایک ہی نشانہ میں اس کا کام تمام کردیا۔ گو یہ ایک بڑا شیر تھا، میں نے کئی اور اس سے بڑے شیروں کا شکار کیا تھا۔ ان میں سے ایک شیر جسے میں نے مانڈو کے قلعہ میں مارا تھا 8½ من کا تھا۔ یہ 7½ من کا تھا یعنی ایک من کم۔

منگل 23ر کو میں نے 3½ کوس سے زیادہ کوچ کیا اور دریائے بابای[1] کے کنارے مقام کیا۔ بدھ کے دن میں نے 6 کوس کوچ کیا اور ہمدا[2] تال کے کنارے مقیم ہوا۔ جمعرات کو میں نے مقام کا حکم دیا اور ایک بزم مے نوشی منعقد کی جس میں اپنے خاص ملازمین کو جام تقسیم کیے۔ میں نے نوازش خاں کو 3,000 ذات اور 2,000 سوار کے منصب پر ترقی دی جس میں 500 ذات کا اضافہ تھا۔ میں نے اسے ایک ہاتھی اور ایک خلعت دے کر اس کی جاگیر پر جانے کی اجازت دی۔ محمد حسین سبزک[3] جسے بلخ گھوڑوں کی خرید کے لیے بھیجا گیا تھا، آج دربار میں حاضر ہوا اور کورنش بجالایا۔ وہ جو گھوڑے لایا تھا اس میں ایک ابلق بہت ہی خوش رنگ اور اچھا تھا میں نے اس رنگ کا ابلق پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اور دوسری اچھی سواری کی چیزیں بھی لایا تھا۔ اس لیے میں نے اس کو تجارتی خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔

جمعہ 26ر کو میں نے 5½ کوس کوچ کیا اور موضع جالوذ[4] پر قیام کیا۔ راجہ لکشمی نارائن جو راجہ کچھ کا چچا تھا اور جسے میں نے کچھ علاقہ دیا تھا میرے سامنے ایک گھوڑے کے ساتھ پیش کیا گیا۔ شنبہ کو (445) میں نے 3 کوس کوچ کیا اور بوذا پر قیام کیا۔ اتوار کو میں نے 5 کوس کوچ کیا اور شاہی پرچم کو دو حد پر نصب کیا۔ یہ مالوہ اور گجرات

---

1. مخطوطات سے 'مانیب' معلوم ہوتا ہے۔
2. مخطوطات سے 'بمدا' معلوم ہوتا ہے۔
3. مخطوطات میں محمد حسین سوداگر ہے۔
4. بیلی کے نقشہ کا جھالود۔



Marfat.com

کی سرحدوں پر واقع ہے۔

پہلوان بہاء الدین بندوقچی ایک لنگور کا بچہ ایک بکری کے ساتھ لایا اور بتلایا کہ راستہ میں اس کے ایک توپچی نے اسے ایک مادہ لنگور کے ساتھ اس کی بانہوں میں ایک درخت پر دیکھا تھا اس ظالم شخص نے اس کی ماں کو مار ڈالا، جس نے گولی لگنے کے بعد بچہ کو درخت کی شاخ پر چھوڑ دیا اور خود گر کر مر گئی۔ پہلوان بہاء الدین بچہ کو درخت سے نیچے لایا اور اسے بکری کے قریب دودھ پینے کے لیے ڈال دیا۔ اللہ نے بکری کے دل میں محبت ڈال دی اور اسے چاٹنے کے بعد چھاتی سے لگا لیا۔ باوجود جنسی ناہم آہنگی کے بکری نے اس سے ایسا پیار کیا جیسے وہ اسی کے بطن سے پیدا ہو۔ میں نے ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کو کہا۔ لیکن بکری فوراً ہی فریاد کرنے لگی اور لنگور کا بچہ بھی بہت بیتاب ہوگیا۔ بندر کی محبت اتنے تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اسے دودھ کی ضرورت تھی لیکن بکری کی اس کے لیے محبت ضرور تعجب کی بات ہے۔ لنگور ایک جانور ہے جو بندروں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے، لیکن بندر کے بال زردی مائل ہوتے ہیں اور چہرہ لال جبکہ لنگور کے بال سفید ہوتے ہیں اور چہرہ سیاہ۔ اس کی دم بھی بندر کے مقابلہ میں دگنی لمبی ہوتی ہے۔ میں نے یہ باتیں عجیب و غریب جان کر لکھی ہیں۔

دوشنبہ 29/ کو میں نے قیام کیا اور نیل گاؤ کے شکار کے لیے گیا۔ میں نے دو نیل گاؤ کا شکار کیا ایک نر اور دوسری مادہ۔ منگل 30/ کو بھی میں نے قیام کیا۔

☆☆☆



Marfat.com

# اشاریہ

## الف


ابراہیم حسین خاں 151، 243، 265، 266، 267، 290، 366

ابراہیم خاں کاکر، (دلاور خاں) 48، 49، 245، 261، 262، 291، 292، خطاب فتح جنگ، 320، 341، 346، 362

ابراہیم لودی 28، 74، 75، 99

ابول بے ازبیک 215، خطاب بہداد خاں، 223

ابوالحسن 92، 93، 113، 144، 197، خطاب اعتقاد خاں 198، 209

ابوالغازی 19

ابوالفتح بیجاپوری 179، 189، 219، 242

ابوالفضل 21، 28، 29، 39، 42، 44، 45

ابو القاسم برادر آصف خاں 113، 150

ابوالقاسم نمکین 50، 82، 112

ابو الوفا سر حکیم ابوالفتح 161

ابو الولی بیگ ازبیک 161

ابھے راج 48، 49

ابی سینا 156

اٹک 111، 120، 133

ارجن (گرو) 86




Marfat.com

ارسکن 17، 30، 40، 49، 121
ازبکستان 49
اجمیر 74، 97، 154، 236، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 245، 249، 252، 257، 282، 298، 302، 313، 314، 320، 333، 336، 337، 359
اجین 14، 120، 137، 163، 324، 325، 326، 327، 329
اجنیہ (بھوج پور) 173
احداد 193، 247، 248، 249، 287، 288
احمد آباد 11، 62، 67، 133، 154، 167، 199، 229، 280، 305، 308، 365، 376، 377، 378، 381، 382، 385، 386، 388، 389، 390، 394، 395، 399، 400
احمد بیگ خاں 70، 89، 112، 113، 170، 260، 275
احمد خاں (خانہ زاد) 90
احمد قاسم 299
احمد نگر 53، 58، 278، 312، 330، 347، 358، 364
اختیار الملک 62
ارادت خاں 124، 278، 340
اراکان 226
اردبیل 272
ارسلان بے ازبک 125، 131
ارمن 197
اردن 24
اڑیسہ 91، 194، 274، 277، 393
اپنسر 22
استالیف 124، 125



Marfat.com

اسکندر معین 164

اسلام خاں 50، 121، 124، 145، 147، 149، 150، 159، 161، 171، 175، 177، 179، 189، 193، 194، 197، 200، 201، 202، 206، 217، 220، 225، 227، 232، 235، 242، 252، 264

اسیر گڑھ 53، 62، 101، 158، 327

اعتبار خاں 121، 209، 225، 263، 271، 295

اصفہان 227، 340، 341

اعتماد الدولہ (عنایت بیگ) 43، 73، 144، 193، 194، 195وزیر، 197، 209، 210، 215، 222، 225، 236، 245، 259، 261، 262، 280، 287، 294، 295، 296، 302، 308، 310، 318، 322، 323، 341، 342، 344، 350

اعتقاد خاں پسر اعتماد الدولہ 215، خطاب آصف خاں، 245، 264، 295، 296، 299، 341

اعتماد خاں 298، 390

اعتماد رے 183، 184

الہ یار کوکہ خطاب ہمت خاں 368، 369

اعزالدولہ 308

افتخار خاں 76، 202، 280، خطاب مروت خاں

افضل خاں 10، 145، 172، 174، 175، 225، 230، 336، 337، 353، 354، خطاب فرزند، 366

افغانستان 21

اقبال نامہ 18، 23، 24

اقم حاجی 147

اکبر (شہنشاہ) 8، 11، 12، 15، 17، 20، 28، 37، 47، 58، 59، 69،



Marfat.com

72، 100، 103، 111، 121، 122، 132، 143، 145،
149، 151، 153، 210، 220، 362، 370، 376، 379،
390، 391، 395، 396

اکبر نامہ 19، 40

اکتورہ 317

اکرام خاں پسر اسلام خاں 343

اکورہ سرائے 132

اکھے راج 48

المنسکی 118

الہ آباد 11، 12، 80، 122، 130، 176، 177، 199، 209، 268،
279، 304، 341، 145، 275

الف خاں 145، 275

الور 177

الہ داد افغان 273، 297، 300، خطاب خان، 315، 356 خطاب رشید
خاں

امام قلی خاں 133

امان آباد 233

امان اللہ پسر مہابت خاں 239

امانت خاں 273، 380، 381، 384

امبا کشمیری 87، 89، 122

امروہی 110

امیر خسرو 110، 169

امیر تیمور 28

امین الدولہ 35

انا ساگر 276، 314



Marfat.com

انڈیا آفس 24
انوپ رائے 183، 184، 185 خطاب انی رائے دلن، 247، 310، 333، 340
انوری 186
اودارام 360، 363، 372
اودہ 308، 323
اودے پور 244، 249، 251، 252
اویسی توپچی 227
اقہام خاں 70، 133، 147، 202، 280
ایتھے 23
ایدر 388
ایران 15، 65، 132، 233، 263، 272، 281، 286، 299، 320، 339، 340، 341، 362، 363
ایرج 42، 179، 187، 193 خطاب شاہ نواز خاں
ایلیٹ اینڈ ڈاوسن 17، 19، 20، 25
اسمہ 33
آدم خاں 288
آدم خاں حبشی 343
آذربائیجان 192
آرام بانو 55
آصف خاں 38، 60، 65، 74، 84، 88، 95، 113، 137، 150، 162، 181، 213، 246، 254، 259، 261، 262، 293، 296، 297، 302، 310، 333، 348، 354، 355، 356
آرنلڈ. ٹی. ڈبلو 24
آگرہ 11، 15، 25، 26، 27، 30، 66، 71، 73، 84، 85، 87،



Marfat.com

101، 133، 135، 139، 141، 143، 145، 147، 161،
166، 175، 177، 179، 181، 194، 199، 200، 201،
206، 212، 214، 221، 225، 236، 238، 239، 266،
267، 293، 307، 314، 321، 326، 327، 344، 347،
362، 364

آلہ بوغان 113
آئینِ اکبری 22
آقا ملا 74
آغا فاضل 318 خطاب فاضل خاں
آعظم خاں 155
آمیر 151، 275
آنند خاں 338
آدم خاں 106
اُچ 170، 173
اُستاد محمد نئے نواز 343

ب

بابا حسن ابدال 110، 134، 159، 161
بابر (شہنشاہ) 19، 20، 21، 27، 99، 100، 115، 117، 127، 208،
221، 237، 281
بابو رائے کائیستھ 363
باجور 134
بارا (سرائے) 112
باراسی نور 401
بارہ مولہ 103



Marfat.com

| | |
|---|---|
| باز بہادر | 65 |
| باز بہادر قلماق | 92 |
| بالجو بھتیجہ قلیج خاں | 277 |
| بلخ | 165 |
| بائیسنغر | 89 |
| باگھ پسر رانا | 89 |
| بک سیل | 166 |
| باقی خاں | 45 |
| بالا پور | 288 |
| بالا حصار | 125 |
| بایزید | 51، 92 خطاب معظم خاں |
| بتوہ | 395 |
| بایزید یلدرم | 155 |
| بجلی | 289 |
| بامیان | 124 |
| بایزید منگلی | 167، 170 |
| بجے رام | 48 |
| بدخشاں | 46، 81، 125، 126، 127، 321 |
| بختارو خاں | 362 |
| بختر خاں کلاونت | 254 |
| برار | 159، 211، 212، 345، 358 |
| بردوان | 121 |
| بساول | 112 |
| برٹش میوزیم | 24 |
| برگی | 193 |




Marfat.com

بروار 317

برہان پور 47، 53، 89، 126، 145، 148، 150، 161، 171، 172، 177، 178، 180، 181، 213، 239، 243، 269، 304، 307، 336، 358، 361، 368، 399

بگرام 127

بنگال 22، 37، 43، 85، 91، 100، 122، 143، 145، 150، 152، 153، 167، 175، 176، 189، 197، 200، 201، 202، 217، 220، 225، 242، 243، 260، 276، 282، 286، 299، 341، 343، 346، 349، 384، 402

بدنور 373

بدیع الزماں پسر شاہ رخ 127، 132، 199، 268، 316، 330

بشوتن 168

بلاک مین 25، 28، 30، 37، 42، 47

بلال پور 344

بلوچ خاں 10

بندر گاہ گوا 207

بلند اختر 155

بودا 347

بوڈلین 24

بو علی سینا 283

بہادر پسر سیف خاں بارہہ 301، 346

بہاالدین پہلوان 404

بہادر خاں 149، 262، 265، 295، 306

بہادر خاں قوربیگی 14

بہار 10، 42، 65، 95، 149، 172، 195، 200، 201، 225،



Marfat.com

265، 266، 273، 282، 290، 291، 341، 348، 362

بہاسہ 316

بہار بانو 40

بہار جیو 360

بہار دختر زمیندار کچھ 393

بہاری چند 161

بہاری داس (اخبار نویس) 112، 304

بہرام بیگ 160، 340

بہرام خاں 106

بہروال 84

بہرہ ور پسر مہابت خاں 318

بھرت پوتا رام چند بندیلہ 221

بھگوان داس 37، 48، 60

بھکر 153، 214، 216، 296

بہلول خاں میانہ 340، 268، 369

بھوج ہرارہ راج پوت 143، 3553

بیرم خاں 9، 42، 57، 58، 222

بگلانہ 360، 361

بیانہ 337

بی بی دولت شاہ 54

بیجاپور 177، 178، 180، 212، 254، 276، 309، 400، 400

بیدر 400

بیکا بیگم 115

بیکانیر 136

بیورج 7، 16، 24



Marfat.com

# پ


پاتر داس 43

پاٹن 391

پالم 141

پانی پت 75، 140

پائندہ خاں مغل 145، 272

پٹھان مصر 161

پٹنہ 124، 172، 173، 219

پرویز (سلطان) 38، 40، 67، 87، 88، 89، 91، 92، 101، 118، 134، 156، 157، 158، 159، 161، 162، 163، 166، 171، 177، 178، 179، 180، 181، 212، 238، 246، 260، 268، 273، 286، 304، 306، 310، 346

پرائس 37، 46، 49، 51

پرویز خاں 346

پشاور 112، 133، 221، 239، 247، 278

پشکر 22، 240، 149، 271، 314

پکا 108

پکلی 103

پنجاب 100، 104، 129، 177، 194، 263، 264، 278، 300، 305

پیر خاں پسر دولت خاں لودی 99 خطاب صلابت خاں 101

پیش تُلاغ 115، 248

پیشرو خاں 68، 151

پیکو 226




Marfat.com

پیم بہادر ازبک 67

پرتھی چند پسر رائے منوہر 302

پرگنہ بابرا 381

پرگنہ پتلاد 377

پرگنہ دوحد 374، 376

پرگنہ کلانور 57

پرگنہ مونده 377

پرگنہ ترپاد 377

پلول 74

پولم پور 247

ت

تاتار خاں بکاول بیگی 294، 346

تاج خاں 101، 120، 167، 177، 216، 246، 251

تاراپور 356

تاش بیگ فرچی 50، 128

ٹھٹھ 41، 85، 138، 214، 231، 247، 251، 295، 298،
344، 357، 362، 393

تخیر خاں 267

تختہ بیگ کابلی 50 خطاب قرا خاں، 85، 153

تخمک خاں 152

تربیت خاں 155، 177، 225، 296

تردی بیگ 57

تردی خاں دیوانہ 60

ترمیک 211




Marfat.com

| | |
|---|---|
| تغلق خاں | 358 |
| تابتہ | 121 |
| توران | 65 ،56 ،55 |
| تہور | 40 |
| تیرہ | 195 ،134 |
| تیمور لنگ | 394 ،192 ،155 ،120 ،86 ،19 |

ٹ

| | |
|---|---|
| ٹامس پیٹرسن اسمتھ | 23 |
| ٹونک | 23 |

ث

| | |
|---|---|
| ثابت خاں | 260 ،259 |

ج

| | |
|---|---|
| جادو رائے | 263 ،288 |
| جال پور | 23 |
| جالنہ پور | 53 |
| جالور | 324 |
| جامرود | 112 |
| جان بیگ | 41 |
| جان پٹن گبن | 24 |
| جاں سیار خاں | 368 |
| جانش بیگم | 282 ،136 |
| جدروپ | 330 ،329 ،326 ،14 |
| جراؤ | 330 |




Marfat.com

| | |
|---|---|
| جساز میندار جام | 402 |
| جسود | 376 |
| جگت سنگھ پسر کنور کرن | 274، 287، 308، 315 |
| جگت گوسائین | 40 |
| جگری | 114، 118 |
| جلال آباد | 111، 112، 170، 248، 321 |
| جلال الدین مسعود | 145 |
| جلال پسر قدم افغان | 297 |
| جلال خاں گھکر | 135 |
| جمال | 40 |
| جمال الدین حسین انجو | 175 |
| جمال الدین کوتوال | 139 |
| جمنا | 27 |
| جمیل بیگ | 77 |
| جودھ پور | 42 |
| جودھا بائی | 40 |
| جولیس سیزر | 19 |
| جون پور | 278، 279 |
| جوناگڈھ | 157، 185، 228، 402 |
| جوہاٹ | 279 |
| جہاندار | 41، 157 |
| جہانگیر (شہنشاہ) | 7، 8، 9، 10، 11، 12، 13، 14، 15، 16، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 26، 27، 40، 42، 47، 49، 51، 75، 82، 99، 102، 118، 120، 204، 239، 253، 311 |
| جہانگیر قلی خاں | 95، 96، 121، 145، 155، 164، 168، 189، 201، |




Marfat.com

260، 261، 268، 274، 278، 279، 289، 341، 350،
362 خطاب جاں نثار خاں

جہانگیر پور 102
جہانگیر نامہ 208، 311، 324
جہانگیر نگر (ڈھاکہ) 206
جہیلم 22
جیت پور 355، 356، 357، 367
جے پور 22، 81
جیجی انگا (والدہ مرزا عزیز کوکہ) 58
جے سنگھ پسر راجہ مہاسنگھ 352، 355، 356
جیت مل 63
جیسلمر 301، 302، 304
جیمس ششم 21

چ

چتوڑ 62، 63، 257
چاٹگانگ 201
چمنی بیگم 14
چمن قاپچ 195، 221، 222، 245، 278، 279
چندرسین پسر رائے مالدیو 265، 388، 393
چندوالہ 96، 102
چندراکوٹہ 358
چنڈالہ 135
چیلا ملہ 318
چرخ 287، 288



Marfat.com

چھپڑا مئو 344

## ح

حاتم منگلی 48
حاجی بلوچ 374 خطاب بلوچ خاں
حاجی بیرک 179
حاجی پور 124
حاجی بیگ ازبیک 160، 163، 262
حاجی خاں 106
حاجی کوکہ 64
حاصل پور 331، 332، 368
حافظ آباد 102
حافظ جمال 242، 252
حافظ ناد علی گوینده 293
حاکم بیگ 358
حبیب پسر سر بلند خاں 171
حبیب اللہ 170
حسام الدین 166
حسن ابدال 109، 134
حسن بیگ ایلچی ایران 101
حسن علی ترکمان 235
حسین بے 197
حسین بیگ بدخشی 71، 84، 99، 118، 282، 331
حسین بیگ تمریزی 340
حسین جامی 49، 50



Marfat.com

حسین خاں 85، 98

حصار فیروزہ 137، 158، 244، 286

حضرت عیسیٰ 196

حکیم ابوالفتح گیلانی 110، 285

حکیم ابوالقاسم 250

حکیم جلال الدین مظفر اردستانی 129

حکیم حمید گجراتی 186

حکیم صدرا 157 خطاب مسیح الزماں، 251، 281

حکیم عبدالشکور 250

حکیم علی 83، 145، 154، 156، 284

حکیم فتح اللہ 86

حکیم مظفر (خاں) 74، 92

حکیم ہمام 110، 285

حکیم یاد علی 130

حیات خاں 183، 184

حیدر 19


## خ


خان آعظم 59، 60، 71، 155، 166، 182، 185، 195، 197، 223، 242، 243، 245، 252، 266، 268، 275، 308

خان بیگ 41

خان پور 115

خاندیس 62، 99، 101، 145، 159، 327، 336، 358، 361

خاں جہاں 150، 162، 163، 164، 171، 172، 177، 178، 211، 239، 240، 277، 340، 359، 363




Marfat.com

خاں خاناں 47، 64، 151، 153، 154، 161، 162، 172، 177، 178، 180، 181، 182، 212، 213، 223، 232، 247، 273، 253، 373، 381

خاں دوراں 193، 194، 200، 220، 248، 252، 267، 273، 278، 280، 288، 298، 300، 318، 343، 362

خاں عالم 8، 177، 211، 233، 236، 299، 321، 339

خدمت گار خاں 315

خراساں 86، 214، 246، 384

خربوزہ سرائے 109

خرم (شہزادہ) 12، 40، 65، 66، 90، 99، 123، 129، 134، 137، 144، 157، 160، 161، 179، 183، 184، 189، 209، 215، 236، 241، 242، 243، 244، 245، 249، 255، 257، 262، 265، 266، 272، 283، 296، 298، 302، 304، 309، 310، 311، 312 خطاب شاہ، 314، 317، 330، 336، 338، 340، 342، 344، 346، 353، 354، 358، 360 خطاب شاہ جہاں، 361

خرم پسر خاں آعظم 43، 157، 185 خطاب کامل خاں

خسرو (شہزادہ) 8، 9، 12، 35، 37، 38، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 90، 93، 95، 101، 120، 128، 129، 135، 138، 151، 154، 155، 173، 213، 214، 238، 244، 246، 297، 300، 310، 396

خسرو بیگ خاں 228

خسرو بی ازبیک قچی 200، 219، 263، 264

خضر آباد 27، 138



Marfat.com

خفی خاں 36، 37

خلیل اللہ 282

خلیل بیگ 9

خنجر خاں 163

خواجگی کاجی محمد 266

خواجگی طاہر 358

خواجگی محمد حسین 219، 222

خواجہ ابوالحسن 171، 197، 209، 211، 212، 213، 239، 242، 263، 267، 294

خواجہ بیگ مرزا صفوی 180

خواجہ تابوت 124

خواجہ تقی 265

خواجہ جہاں 167، 181، 187، 188، 189، 198، 210، 216، 220، 222، 230، 239، 242، 266، 267، 286، 293، 301

خواجہ حافظ 207

خواجہ حسن 40

خواجہ حسین 168

خواجہ خضر خاں 82، 90

خواجہ دوست محمد 210، 211

خواجہ ذکریا 49، 50

خواجہ زین العابدین 268

خواجہ شمس الدین محمد خوافی 110، 111، 273

خواجہ عاقل 86، 275، 398

خواجہ عبداللہ نقش بندی 46

خواجہ عبدالحق انصاری 160




Marfat.com

خواجہ عبدالصمد (شیریں قلم) 58
خواجہ عبدالعزیز 230، 287
خواجہ عبداللطیف قوش بیگی 273
خواجہ علی بیگ 358
خواجہ قاسم 230
خواجہ قاسم قلیچ 312
خواجہ کلاں جوئیباری 76
خواجہ محمد حسین 195، 223
خواجہ معین الدین چشتی 186، 236، 274، 309، 314
خواجہ میر پسر سلطان خواجہ 354
خواجہ نظام 357
خواجہ وصی 129
خواجہ ہاشم 280
خواجہ یادگار 227
خواص پور 103
خواص خان 302، 333
خوب اللہ پسر شہباز خاں کنبو 301 خطاب رن باز خاں
خوست 244
خیبر 133
خیر آباد 321

د

داراب خاں فرزند خان خاناں 42، 179، 213، 280، 289، 360، 381
دارا شکوہ (پیدائش) 262
دانش 289




Marfat.com

| | |
|---|---|
| دانیال | 47، 53، 54، 64، 89، 92، 99، 101، 145، 180، 193، |
| داؤد کرانی | 201 |
| داؤد کھیرہ | 330 |
| درجن سال | 291 |
| دریافت خاں | 360 |
| درہ خیبر | 112 |
| دکن | 145، 156، 157، 159، 160، 177، 181، 187، 195، 196، 197، 209، 210، 211، 220، 222، 223، 230، 233، 237، 238، 240، 247، 261، 277، 278، 280، 294، 297، 299، 300، 302، 304، 309، 310، 311، 319، 344، 347، 355، 358، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 368، 369، 370، 372، 374، 380، 399، 400 |
| دلاور خاں افغان | 67، 75، 77، 78، 91، 100، 115، 235، 398 |
| دلاور خاں | 48، 49، 266، 289 |
| دلاور خاں غوری | 371 |
| دلاور خاں لودی | 100 خطاب خاں خاناں |
| دلی | 11، 27، 41، 57، 74، 133، 141، 169، 170، 171، 199، 215، 305، 314 |
| دنتور | 103 |
| دود پور | 317 |
| دلیپ پسر رائے رائے سنگھ | 90، 96، 150، 244 |
| دوست محمد | 64، 70، 73 |
| دولت آباد | 211، 330، 400 |
| دولت خاں لودی | 87، 99، 100، 101، 176، 187، 209 |




Marfat.com

دہار 320، 370، 371

دیانت خاں 245، 249، 280، 283، 305، 306، 308، 309، 312

دیو گاؤں 316

دیپال پور 314، 330

دیہہ تانیاں 324

ڈ

ڈاکٹر ریو 17، 18

ڈاکٹر وہن فیلڈ 22

ڈھاکہ 153، 189

ذ

ذوالفقار بیگ 212

ر

راجرس 7، 17، 189

راجو 10، 87

راجہ ابھے کمار 378

راجہ باسو 67، 80، 99، 195، 199، 239

راجہ بکرماجیت 67، 113، 114، 163، 264، 325، 333، 355

راجہ بہارجی 374

راجہ بہاری مل کچھواہہ 37

راجہ مبر سنگھ بندیلہ 15، 45، 119، 143، 149، 163، 199، 221، 269

289

راجہ بھاؤ سنگھ 44، 263، 275، 340، 360

راجہ بھرجو 212




Marfat.com

راجہ بھگوان داس 62
راجہ بھوج 370
راجہ بھیم نارائن 354، 374
راجہ پیم نارائن 346
راجہ ٹوڈرمل 210
راجہ ٹیک چند 217
راجہ جانبا 321
راجہ جگت سنگھ 147، 148
رانا امر سنگھ 11، 236 ، 237، 239، 255، 256، 265، 266، 274،
321، 349
راجہ اودے سنگھ 138، 265
راجہ جگ مان 230، 278
راجہ جگناتھ 88، 90، 157
راجہ جئے سنگھ دیو 333 ء
راجہ دہیردھر 74
راجہ راج سنگھ کچھواہہ 278
راجہ سورت سنگھ 268
راجہ سورج مل 358
راجہ رائے مان 301، 376
راجہ رام داس کچھواہہ 42، 134، 183، 184، 196 ، 211، 222، 238، 309،
345، 380
راجہ سورج سنگھ 144، 154، 262، 270، 271، 272، 287، 311، 354
راجہ وگھناتھ پسر بہاری مل 23، 38
راجہ گردھر 8
راجہ کلیان 113، 171، 189، 194، 302، 308، 355، 356، 366،
368



Marfat.com

راجہ علی خاں 93

راجہ لکشمی نارائن 402

راجہ مادھو سنگھ 38

راجہ مان سنگھ 37، 48، 70، 89، 110، 120، 141، 145، 147، 148، 151، 170، 181، 201، 211، 250، 310، 331

راجہ ناتھ مل منجھولی 92، 274

راجہ شیام سنگھ 262، 315

رام پورا (ٹونک) 23

رام چند بندیلہ 95، 99، 161

رام داس 48، 94، 120، 125، 211، 278

رام سرا 315

رام گڑھ 373

رانا امر سنگھ 11، 236، 237، 239، 255، 256، 265، 266، 274، 321، 349

رانا اودے سنگھ 138، 265

رانا پرتاپ 11، 265

رانا سانگا 28، 237

رانا شنکر 38، 67، 74، 97، 121، 171، 240، 252

راوت شنکر 263،

رانا کرن 45، 88، 256، 258، 261، 262، 266، 268، 269، 271، 272، 274، 293، 300، 307

راؤ سورت سنگھ 244، 267

رائے بہاری داس 368

رائے جے سنگھ 158

رائے چند 289




Marfat.com

رائے درگا 138

رائے دلیپ سنگھ 210، 219

رائے رائے سنگھ راٹھور 62، 67، 90، 96، 135، 210، 339، 353، 366

رائے سنگھ بھورتیہ 397

رائے مالدیو 265

رائے منگ بھدوریہ 213

رائے منوہر 121، 220، 297

رائے علی بھٹی 67

رتن 144 خطاب سربلند رائے

رزاق وردی ازبیک 189، 213، 299

رگھو داس کچھواہہ 61

روشن آرا بیگم 355

راول درباری 38

راول بھیم 301

راول پنڈی 108، 134

راول سرسی فرزند راول اودے سنگھ 346

رحیم داد خاں 213

رستم خاں 368، 387، 388، 395

رشید خاں 365

رضا بیگ 311

رعائیت 152

رقیہ سلطان بیگم 119

رنتھنبور 196، 260، 268، 275، 317، 318

روپ باس 166، 167، 187، 239

روپ خاص 167، 215 خطاب خواص خاں، 239




Marfat.com

روپا ہیرا 319
روز افزوں پسر راجہ سنگرام 273، 274
روفر 23
رہتاس (بہار) 141
رہتاس قلعہ 134، 135، 106، 165
روح اللہ، خاں 356، 357
رودر پدر لکشمی چند 210
ریمراٹ 23

## ز

زاہد پسر شجاعت خاں 39، 64، 97، 368، 400
زمانہ بیگ 44 خطاب مہابت خاں
زین خان کوکہ 40، 61، 112
زین لنگا 105

## س

سابرمتی 59
سارنگ پور 363
سارنگ دیو 166
سالباہن 64
سالیر مالیر 361
سامونگر 198، 233، 235
سانگور 331
سبحان قلی ترک 10، 59
ستی 10



Marfat.com

سدہارا 321

سرائے قاضی علی 78

سرائے نریلہ 74

سربلند خاں 369، 373

سربلند رائے 277

سرخاب 129

سردار خاں 90، 99، 112، 153، 198، 214، 228، 229، 242، 299، 306، 360، 361

سرکار حصار 124

سرسید 7، 17، 18، 24، 25، 40

سرفراز خاں 228، 245، 376

سرکار مداران 201

سرنال 58

سر والٹر لارنس 23

سرہند 305

سعد خاں 86

سعداللہ خاں 86، 181، 193 خطاب نوازش خاں

سعید خاں 35، 78، 82، 181، 214

سعیدا گیلانی 253

سکندر جوہری 341

سکندر لودی 28

سکندر معین شکاری 102، 252

سکندرہ 37، 70

سلام اللہ عرب 159، 163، 228، 265، 275، 296 خطاب شجاعت خاں

سلطان احمد 386، 389



Marfat.com

| | |
|---|---|
| سلطان النسا بیگم | 37 |
| سلطان بیگم | 65 |
| سلطان پور | 78، 139، 318 |
| سلطان حسین مرزا صفوی | 179 |
| سلطان دور اندیش | 260 |
| سلطان زین العابدین | 105 |
| سلطان شاہ افغان | 138 |
| سلطان قطب الدین بیگڑہ | 386 |
| سلطان محمد | 389 |
| سلطان محمد تغلق | 370 |
| سلطان محمد بن فیروز تغلق | 370 |
| سلطان محمود داماد ابوالحسن | 348 |
| سلطان محمود خلجی | 348 |
| سلطان محمود بیگڑہ | 389، 390 |
| سلطان محمد غزنی | 27 |
| سلطان نثار بیگم | 37 |
| سلطان ہوشنگ غوری | 334 |
| سلہٹ | 152 |
| سلیم (شہزادہ) | 24 |
| سلیم خاں سور | 100، 106، 140، 201 |
| سلیم گڑھ | 141 |
| سلیمان بیگ | 35، 136 خطاب فدائی خاں |
| سلیمہ بیگم | 221، 253 |
| سمرقند | 321 |
| سندر | 12، 256 |




Marfat.com

سنبھل 45، 278، 304

سنگرام 95، 149، 331

سواد (سوات) 134

سودہرا گھاٹ 81، 82

سورت 167، 222، 240، 256، 357، 316، 400

سورج رائے 210، 264

سورج مل 264

سہراب 18

سید آدم بارہہ 167، 202

سید بہادر 86

سید بایزد بارہہ 381

سید جلال بارہہ 80

سید خاں 41

سید خاں محمد 358

سید قاسم 167، 299، 308

سید عبداللہ خاں بارہہ 276، 346، 348 خطاب سیف خاں

سید عبدالوارث 304

سید علی بارہہ 178، 263

سید کاسد 333، 352 خطاب پرورش خاں

سید کبیر 8، 276، 277، 278، 362

سید کمال 75، 80

سید مبارک بخاری 396

سید محمد 23، 381، 384

سید محمد وہاب 89

سید محمود خاں بارہہ 50، 89 خطاب سید خاں




Marfat.com

سید مصطفیٰ 388
سید نظام 300
سہراب خاں ترکمان 62
سیف خاں بارہہ 79، 158، 163، 172، 245، 265، 278، 300
سیف خاں علی مردان بہادر 211
سیف خاں کوکلتاش 61
سیوستان 98، 198
سیدی شاہ 169
سیر خیز (سرکھیج) 388
سیکری 25
سیل گڈھ (سیل گڈھ) 373

ش

شاپور 210
شادمان پسر آعظم خاں 198
شالی 131
شاہ اسماعیل صفوی 20، 121، 160، 282، 305، 356
شاہ آباد 76، 239
شاہ بیگ خاں 85، 90، 95، 98، 99، 119، 120، 127، 128، 131،
133، 151، 214، 246 خطاب خاں دوراں
شاہ پور گھاٹ 81
شاہ قلی 65
شاہ جہاں 9، 11، 12، 15، 16، 18، 363، 368، 392، 393، 395
شاہ شجاعت 302
شاہ طہماسپ 19، 68، 130، 136، 151، 153، 180، 228، 246



Marfat.com

| | |
|---|---|
| شاہ قلی خاں محرم | 58 |
| شاہ قلی | 65 |
| شاہ عالم (صوفی) | 381، 382، 383 |
| شاہ عباس | 98، 99، 145، 159، 190، 192، 227، 286، 311، 338، 339، 341، 362 |
| شاہ مراد | 52، 203، 387 |
| شاہ نعمت اللہ | 282 |
| شاہ نعمت علی | 136 |
| شاہ نواز خاں | 48، 199، 213، 223، 232، 273، 288، 289، 341، 358، 363 |
| شبھ کرن | 255 |
| شجاعت خاں | 48، 62، 94، 121، 149، 161، 163، 171، 176، 189، 197، 202، 203، 204، 205، 206 خطاب رستم زماں، 217، 304، 325، 360، 361، 398 |
| شمس خاں گھکر | 135 |
| شمس الدین خاں | 147 |
| شمسی توشکی | 79 خطاب خوش خبر خاں |
| شوقی طنبورچی | 306 خطاب آنند خاں |
| شہاب الدین خاں | 105، 390، 391، 392 |
| شہباز خاں لودی | 277، 360 |
| شہر بانو | 115 |
| شہریار | 41، 158، 160 |
| شہزادہ جہاندار | 145 |
| شہزادہ خانم | 52 |
| شیام (چرن، ہندی شاعر) | 144 |




Marfat.com

شیخ ابراہیم 90 خطاب کشور خاں

شیخ ابراہیم بابا افغان 91

شیخ ابوالفضل 15، 27، 140

شیخ اچھے مقرب خاں 202، 203

شیخ احمد سرہندی 12

شیخ احمد صدر 399

شیخ احمد لاہوری 75

شیخ احمد نٹو (کھٹو) 388، 389، 392

شیخ اسد اللہ 387

شیخ اسماعیل 399

شیخ بنارسی 173، 175

شیخ بہا 46

شیخ بہاالدین 272

شیخ بہاالحق 50

شیخ بھینا 46

شیخ پور 330

شیخ پیر 238، 318

شیخ حسن 46

شیخ حسین روہیلہ 274 خطاب باسارز خاں

شیخ حسین جامی 49، 86

شیخ حسین درشنی 171

شیخ حسین سرہندی 172

شیخ حیدر 387

شیخ رکن الدین افغان 39، 112، 133، 139 خطاب شیر خاں

شیخ سعدی 313




Marfat.com

شیخ سکندر 387
شیخ سلیم 25، 26، 50
شیخ عبداللہ 387
شیخ علاء الدین 50
شیخ فرید بھکری 35، 41، 48، 49، 69، 70، 73، 77، 79، 84 خطاب مرتضیٰ خاں
شیخ فضل اللہ 74
شیخ کبیر 47
شیخ محمد جامی 67
شیخ محمد حیدر 381
شیخ محمد غوث 381، 386
شیخ محمود کمانگر 139
شیخ مصطفیٰ 172
شیخ مودود چشتی 346
شیخ مودہو 343
شیخ موسیٰ 285
شیخ نظام تھانیسری 76
شیخ وجیہہ الدین 386، 387، 399
شیخ یوسف 139
شیخو بابا (سلیم) 26، 50
شریف خاں 36، 45، 171
شریف آملی 65، 177، 94، 102، 112
شریف مکہ 137
شکر النسا 95
شیر افگن 15، 28، 122



Marfat.com

| | |
|---|---|
| شیام رام | 48 |
| شیام سنگھ | 213 |
| شیراز | 49 |
| شیر خاں افغان (شیر شاہ) | 106، 107، 201، 336 |
| شیر خاں پسر اعتماد خاں | 390 |
| شیر علی | 309 |
| شیر واں | 192 |

ص

| | |
|---|---|
| صاحب جمال | 40 |
| صادق | 287 |
| صادق حاذق | 294 |
| صادق خاں | 39، 278، 340، 368، 386 |
| صالح | 185 متبنیٰ خواجہ بیگ رضوی خطاب خنجر خاں 219 |
| صلابت خاں | 133 خطاب خاں جہاں |
| صفدر خاں | 8، 164، 168، 195، 196، 280 |
| صفی خاں | 382، 398 |
| صفی پسر امانت خاں | 318 خطاب خاں |
| صفی مرزا | 272، 312 |

ض

| | |
|---|---|
| ضحاک | 124 |

ط

| | |
|---|---|
| طاہر | 283، 339، 343 |
| طرب خاں | 113 |




Marfat.com

طہورت 89

طہماسپ 20


## ظ


ظاہر بیگ 148 خطاب مخلص خاص، 149

ظفر خاں پسر زین خاں کوکہ 111، 112، 120، 133، 134، 147، 149، 161، 211، 221، 265، 282، 286، 291


## ع


عابد خاں واقعہ نویس 9، 305، 382

عابدین خواجہ 76

عادل خاں (بادشاہ) 119، 162، 163، 175، 177، 180، 197، 219، 223، 254، 2678، 276، 277، 278، 289، 309، 310، 336، 349، 353، 354، 358، 359، 360، 362، 363، 364، 366، 369، 392

عادل آباد 212

عالم لودی 20

عبداللہ پسر آعظم خاں 151، 246، 268 خطاب سرفراز خاں، 286

عبداللہ خاں ازبیک 246

عبداللہ خاں پسر مہتر خاں 149

عبداللہ خاں فیروز جنگ 9، 45، 86، 95، 99، 132، 144، 156، 158، 163، 176، 177، 189، 195، 196، 198، 211، 212، 223، 227، 238، 268، 305، 306، 307، 307، 310، 312، 346، 359، 361، 382

عبدالبقا 49




Marfat.com

عبدالرحمٰن پسر قاسم خاں 151 خطاب تربیت خاں

عبدالرحمٰن پسر موئید بیگ 42، 83

عبدالرحمٰن پسر ابوالفضل 39، 74، 114 خطاب افضل خاں 115، 127

عبدالرحیم پسر ابوالفضل 97

عبدالرحیم خر 163، 165

عبدالرحیم خان خاناں 9، 42، 85، 100، 124

عبدالرزاق (بخشی) 216

عبدالرزاق ماموری 35، 38، 112، 114، 156، 187، 188، 193، 228

عبدالسبحان خاں 177، 299

عبدالسلام پسر معظم 205

عبدالصمد (مصور) 37

عبدالعلی 42

عبدالعزیز 342

عبدالغفور 264

عبدالغنی 42

عبدالقادر بدایونی 22، 47

عبدالکریم معمار 333، 336 خطاب معتمد خاں

عبدالکریم ماموری 261

عبداللطیف 47، 171، 168، 345

عبدالمومن خاں 45، 46، 131

عبدالغنی 42، 43

عبدالغنی ازبیک 46، 49، 77

عبدالوالی 46

عثمان افغان 200، 202، 203، 205، 206، 207، 220

عراق 30، 227، 233، 305، 356، 377




Marfat.com

| | |
|---|---|
| عرب خاں | 115، 170 |
| عزت خاں | 131 |
| عزیز کوکہ (مرزا) | 43 |
| عظمت خاں | 392، 402 |
| علی اصغر بارھہ | 50 |
| علی خاں تاتار | 289، 302 خطاب نصرت خاں |
| علی خاں | 120 خطاب نوبت خاں |
| علی گڈھ | 7، 17 |
| علی قلی استلجو | 121، 122 |
| علی قلی درمن | 149 |
| علی مردان خاں | 212 |
| علی محمد | 301 |
| علی محمد جو | 301 |
| عمر خاں | 100 |
| عمید شاہ غوری | 370، 371 |
| عنایت اللہ خاں | 161، 194 خطاب عنایت خاں |
| عنایت بیگ | 43 |
| عنبر | 211، 257، 288، 289، 290، 337، 341، 363 |
| منیسی ترخان | 216 |


## غ


| | |
|---|---|
| غازی الدین خاں بدخشی | 166 |
| غازی پور | 17، 179 |
| غزنین خاں جالوری | 176، 324 |
| غیاث الدین | 335 |




Marfat.com

غیاث پسر ہوشنگ 371

غیاث خاں 159، 174

غیاث زین خانی 173

غیور بیگ کاملی 44

## ف

فتح اللہ (خواجگی) 35، 129

فتح اللہ شربتی 166

فتح پور 23

فتح پور سیکری 26، 52، 59، 154، 156، 198، 390، 393

فدا خاں 162

فرح 85، 98

فرحت خاں 62

فرخ بیگ (مصور) 160

فرزند علی 251

فرید آباد 74

فرید خاں 168

فریدوں خاں برلاس 51، 168، 171، 220، 251

فریزر 24

فیروز 100، 289

## ق

قاچار دکنی 163

قاسم بیگ خاں 86

قاسم خاں 150، 175، 177، 193، 260، 176، 277، 280، 282،
285، 241، 343



Marfat.com

قاسم علی خاں 129 خطاب دیانت خاں

قاضی عارف 114

قاضی عزت اللہ 88، 121

قاضی نورالدین 120

قدم افغان 297

قراچا خاں 120

قراخاں 86

قراقر خاں ترکمان 39

قزلباش خاں 8، 268، 304

قسطنطنیہ

قصبہ صحرا 375

قطب 49، 173

قطب الملک 289، 364، 393، 398

قطب الدین خاں کوکہ 89، 90، 91، 92، 97، 122، 123، 157، 201، 391

قطب الدین محمد بانی احمد آباد 228، 239، 246، 260

قطب عالم پدر شاہ عالم بخاری 395

قلیج خاں 42، 67، 97، 118، 131، 139، 165، 194، 195، 220،
228، 239، 246، 260

قلی بیگ 86

قمر خاں پسر کوکب 171

قندہار 14، 15، 42، 65، 85، 98، 99، 101، 118، 119، 120،
121، 128، 132، 136، 138، 153، 172، 178، 214،
215، 216، 246، 247، 262، 288، 346

قنوج 194، 215، 304

قیام پسر شاہ محمد قندہاری 280




Marfat.com

قیوم خاں 91، 275

## ک

کابل 14، 40، 65، 70، 71، 81، 100، 108، 110، 111، 112، 112، 114، 115، 116، 117، 119، 123، 124، 125، 127، 128، 172، 177، 193، 194، 200، 220، 222، 245، 287، 297، 298، 320، 321، 362، 365، 367، 374، 375

کاریز 253، 321، 322، 384

کاکل 316

کالپی 95، 97، 194، 361

کالنہ 27

کالیاداہہ 325، 326، 372

کامل خاں 228

کامگار حسینی 19

کانگڑہ 13، 263، 287، 300، 301، 310، 331، 354، 358

کامرو 131

کرامتی 40

کراسی 40

کرکی 290

کرم چند 157

کرم سین راٹھور 270

کرناٹک 374، 400

کرنال 75، 140

کشمیر 8، 10، 13، 104، 105، 106، 110، 122، 242، 280،




Marfat.com

401 ،375 ،369 ،321

کشن چند پسر راجہ نگر کوٹ 262 خطاب راجہ

کشن داس منیم 216 خطاب راجہ

کشن سنگھ 277 ،271 ،270 ،262 ،245 ،153

کشور خاں پسر قطب الدین کوکہ 203 ،202 ،202 ،171 ،170 ،168 ،166 ،165 ،147

کفایت خاں 398

کلاڈیس (شہنشاہ) 21

کلارک 30 ،28

کلکتہ 23

کلیان رائے 371

کلیان لوہار 15

کمال الدین خاں پسر شیر خاں 276

کمال الدین یادگار علی 192

کمال پور 331

کمال خاں 152 ،151

کمال خاں شکاری 331، 372 خطاب شکار خاں

کمال قراول 184

کمایوں 210

کوٹ قیرہ 248

کھرگ پور 175

کھمبات 378

کوچ بہار 252

کوریاٹ 23

کوکب پسر قمر خاں 399

کیشو داس مارو 373 ،356 ،315 ،275 ،274 ،170 ،92



Marfat.com

کیشو دیو اسٹور 40، 42، 331، 343

کیلن داماد کمال چودھری 82

کھمبے 147، 150، 207، 378، 379، 385

کیرانہ 306

## گ

گج سنگھ پسر سورج سنگھ 277

گجرات 8، 9، 26، 27، 42، 58، 103، 120، 133، 137، 158، 164، 186، 195، 211، 212، 221، 227، 256، 268، 275، 306، 318، 343، 345، 361، 362، 365، 370، 374، 376، 377، 381، 382، 383، 385، 387، 388، 389، 390، 391، 395، 396، 398، 399

گجرات (پنجاب) 103، 120

گدا علی 61

گرجستان 263

گردھر پسر رائے سال 275

گلبدن بیگم 19

گل رخ 221

گوا 240، 364

گوالیار 10، 119، 179، 146، 260، 280، 297

گوبند داس 270، 271

گوبند وال 86

گوپال داس 270

گورکھتری 112

گول کنڈہ 393، 400




Marfat.com

| | |
|---|---|
| گونڈوانہ | 368 |
| گوندوال | 79 |
| گیلان | 272 |

## ل

| | |
|---|---|
| لاچن تشقال | 393 |
| لال کلاونت | 152 |
| لغمانی | 131 |
| لال سنگھ | 23 |
| لالہ بیگ (باز بہادر) | 42 |
| لاہور | 11، 14، 29، 41، 47، 49، 57، 77، 78، 80، 85، 86، 90، 95، 96، 98، 100، 101، 102، 111، 118، 119، 130، 131، 133، 136، 139، 154، 172، 176، 199، 202، 210، 214، 221، 254، 294، 298، 300، 305، 318، 331، 342 |
| لشکر خاں | 270، 280، 304، 318، 343، 344، 369 |
| لنکو پنڈت | 163 |

## م

| | |
|---|---|
| ماثر جہانگیری | 19، 24 |
| مادھو سنگھ | 72 |
| مالدہ | 331 |
| مالوہ | 46، 126، 127، 195، 223، 366، 320، 325، 348، 370، 374، 394، 403 |
| مال جیو | 323، 324 خطاب قلیج خاں |




Marfat.com

مانڈو 261، 331، 333، 334، 344، 349، 355، 357، 358، 359، 380، 385، 403

مان سنگھ درباری 61

مان سنگھ سیوڑہ 397

ماوراالنہر 45، 46، 101، 133، 147، 197، 206، 230، 268، 280، 346، 356

مبارز خاں 226، 275، 373

مبارک خاں 268

مبارک خاں سروانی 124، 160، 272

مبارک عرب 163

مبارک ورفل 159

متھرا 71، 135

محترم خاں 9

محسن خواجہ 356

محفوظ خاں 344

محل دار 289

محمد امین 95

محمد بیگ 163، 257 خطاب ذوالفقار خاں، 346

محمد حسین کاتب 160

محمد حسین 61، 227، 286

محمد حسین مرزا 58، 59، 61، 343 خطاب کیفیت خاں

محمد خاں 100

محمد رضا بیگ سفیر ایران 310، 315، 362

محمد رضا جابیری 278، 341

محمد علی خاں 23




Marfat.com

محمد قاسم خاں 223، 362

محمد قلی خاں توقتائی 60

محمد وفا 61

محمد ہادی خاں 18، 19، 23، 37، 40

محمد یحیٰی 50

محمود آباد 395

محمود خاں معمار 343 خطاب معمار خاں

محمود خلجی پسر خان جہاں 371

محمود غزنوی 124

مختار بیگ 38

مخلص خاں 149، 151، 266، 283، 349

مدد معاش 33

مدن لوہار 334

مرام بے 197

مرتضیٰ خاں (سید فرید) 10، 86، 134، 137، 141، 155، 160، 167، 177، 186، 189، 194، 228، 229، 263، 264، 278، 287، 294، 298، 300، 301، 310، 358، 364

مرزا ابو سعید 44، 115

مرزا ابراہیم حسین 58

مرزا باشی 119

مرزا الوغ بیگ 149

مرزا برخوردار 156 خطاب خاں عالم

مرزا جانی ترخان 85، 98، 213

مرزا جانی 393

مرزا حسن پسر مرزا رستم 312




Marfat.com

| | |
|---|---|
| مرزا حسن پسر مرزا شاہ رخ | 70 |
| مرزا حسین بیگ | 77، 78، 81، 82، 83، 125، 133 |
| مرزا خاں پسر بیرم خاں | 391 خطاب خان خاناں |
| مرزا راجہ کانو سنگھ | 250، 251، 304 |
| مرزا رستم پسر سلطان حسین مرزا صفوی | 18، 42، 138، 216، 219، 246، 273، 312، 333، 340، 366 |
| مرزا سنجر ہزارہ | 119 |
| مرزا سلطان | 44، 127، 196 |
| مرزا سلطان حسین | 42، 86، 247 |
| مرزا سلیمان | 44، 45، 126 |
| مرزا شاہ رخ | 44، 45، 84، 125، 126، 133، 141، 161، 164، 197 |
| مرزا شاہ مدان | 120 |
| مرزا شرف الدین کاشغری | 274، 340، 371 |
| مرزا عزیز کوکہ | 58، 62، 93 |
| مرزا علی اکبر شاہی | 45، 81، 181، 222، 308، 309 |
| مرزا علی بیگ | 88، 90 |
| مرزا عیسیٰ ترخاں | 274، 278 |
| مرزا غازی خاں | 41، 84، 85، 86، 89، 94، 98، 136، 137، 138، 153، 172، 213، 214، 216، 247، 344 |
| مرزا فریدوں برلاس | 124، 146 |
| مرزا محمد حکیم | 50، 74، 124، 153، 284 |
| مرزا محمد سبزواری | 41 |
| مرزا مراد پسر مرزا رستم | 276 خطاب التفات خاں |
| مرزا مراد (شہزادہ) | 91، 94، 192، 203، 260 |
| مرزا نور الدین محمد نقشبندی | 221 |




Marfat.com

| | |
|---|---|
| مرزا ولی | 147 |
| مرشد قلی خاں | 54 |
| مرو | 299 |
| مروت خاں | 358 |
| مسعود بیگ ہمدانی | 155 |
| مسعود بن ابراہیم | 27 |
| مسعود بن سعد بن سلمان | 27 |
| مسیح الزماں | 342 |
| مصاحب بیگ | 376 |
| مصطفیٰ بیگ | 263، 264، 276 |
| مصطفیٰ خاں | 261 |
| مظفر پسر مرزا باقی ترخان | 393 |
| مظفر حسین مرزا | 160، 179، 219، 246، 247 |
| مظفر گجراتی | 67، 144، 231، 299 |
| معتمد خاں | 7، 15، 18، 133، 163، 225، 275، 278، 317، 360 |
| معتمد خاں فرزند معظم خاں | 202 |
| معتمد خاں | 205، 220، 247، 249 خطاب لشکر خاں 312، 314، 392 |
| معز الملک | 90، 213، 216 |
| معظم خاں | 41، 144، 171، 197، 242، 299 |
| معین الدین چشتی (خواجہ) | 25، 154، 274 |
| مقرب خاں | 9، 46، 47، 89، 147، 155، 164، 172، 207، 209، 215، 216، 219، 220، 224، 226، 240، 256، 273، 275، 280، 298، 306، 308، 342، 362، 378، 392، 395 |




Marfat.com

مقصود علی 285
مقیم خاں 189
مقیم پسر مہتر فاضل 297
مقیم (وزیر خاں) 35
مکتوب خاں 33
مکرم خاں پسر معظم 342، 393
منگلی خاں 275
ملا تقیہ شوستری 149 خطاب مورخ خاں
ملا روم 327
ملا شکر اللہ 12، 256
ملا روز بہان شیرازی 160
ملا صادق حلوائی 114
ملا عبد الستار 355
ملا علی احمد مہر کن 160، 169، 218
ملا گدائی درویش 269
ملا میر علی 168
ملتان 21، 167، 177، 287، 343
ممرز 205
منڈل گڈہ 88
منشی احمد علی 23
منشی دیبی پرساد 23
منصور 140
منعم خاں 35
منگلی خاں 149، 263
منوچہر 145



Marfat.com

منوہر 39

موسیٰ چلپی 148

موضع امجار 320

موضع امریا 322

موضع باسور 318

موضع بچھیاری 321

موضع مردار 377

موضع بڑیچہ 382

موضع بلغاری 323

موضع بل بلی 321

موضع بوڈا 316

موضع جالوت 374

موضع جالود 403

موضع جرسیما 396

موضع چاردوہہ 318

موضع حکومت 371

موضع روباہیرا 319

موضع ریناد 374

موضع دہاولا 377

موضع قاسم کھیرا 323

موضع کوراکا 318

موضع کوسالا 381

موضع نیم دہ 375

موضع لکھاداس 319

موضع لاسا 316




Marfat.com

موضع لاساپا 318
موضع مودا 395
موضع وردہا 319
موضع ہندوال 324
موضع میرداو 119
مولانا محمد امین 139
مونس خاں 155
مونگیر 100
مہاسنگھ 39، 120، 125، 168، 209، 260، 275، 294، 316، 302، 344
مہتر خاں 155
موٹا راجہ 40
موہن داس 155
مہندرہ 393
مہابت خاں 22، 44، 80، 91، 111، 124، 148، 153، 156، 164، 166، 177، 194، 209، 226، 230، 235، 238، 239، 246، 260، 264، 265، 266، 268، 275، 277، 307، 318، 351، 359، 365، 366
میاں محمد شفیع 14
میاں وجیہہ الدین 134، 381
میجر ڈیوڈ پرائیس 17، 18، 20
میر جمال الدین انجو 64، 74، 79، 177، 180، 250، 276، 277، 293، 296 خطاب عزالدولہ
میر جمال الدین حسین 161
میر حسین 366




Marfat.com

میر حسام الدین 367
میر خلیل اللہ پسر غیاث الدین محمد 136، 148، 282، 355
میر شریف 161
میر ضیاالدین قزوینی 45، 330، 331 خطاب مصطفیٰ خاں
میر علی اکبر 163
میر عبداللہ 189
میر عبدالطیف 249
میر عبدالطیف سیفی 399
میر فاضل 161، 388
میر قوام الدین 139
میر قیام الدین 102
میر محمد باقی 84
میر محمد سبزواری 64
میر قاسم 203، 355
میر محمود 343 خطاب تہور خاں
میر مغل 138، 304
میر میاں 333
میر تھا (پرگنہ) 230
میرک حسین 273
میر میرن 136، 220، 282، 286، 305، 346، 355، 356
میران صدر جہاں 33، 42، 43، 64، 102، 144، 166، 318
میواث 372
میواڑ 219

ن



Marfat.com

| | |
|---|---|
| ناد علی | 194 |
| ناد علی میدانی | 280، 297، 320 |
| نارائن داس کچھواہہ | 149 |
| ناسک | 211 |
| ناصرالدین خلجی | 371، 372 |
| ناگ پور | 218، 388 |
| ناگور | 90، 97 |
| نبو | 391 |
| نجیب النسا بیگم | 147 |
| نصراللہ خاں | 155، 166 |
| نصیرالدین پسر غیاث الدین خلجی | 325، 334، 335، 336 |
| نظام | 42 |
| نظام الدین احمد | 382 |
| نظام الدین اولیا | 74 |
| نظام الدین خاں | 287، 296 |
| نظام الملک | 212، 360، 363 |
| نظیری | 186 |
| نعمت اللہ | 148 |
| نقیب خاں | 47، 171، 249 |
| نوازش علی خاں پسر سعید خاں | 402، 403 |
| نوازش خاں | 267 |
| نکودر | 140 |
| نورالدین | 26، 27، 34 |
| نورالدین پسر غیاث الدین علی | 129 |
| نوالدین قلی | 77، 78، 143، 300، 358، 380 |




Marfat.com

نور جہاں 15، 250، 253، 259، 275 خطاب نور جہاں بیگم، 315،
320، 342، 347، 351، 361، 365

نورس بے 197، 255
نوشہر 112
نول 312،
نول کشور 23
نہال پور 221
نیشاپور 185

و

وزیر جمیل 39
وزیر خاں 41، 143، 150، 158، 277، 310، 345
وشنو 21
وفادار خاں 216
وفادائی خاں 263
ولی بیگ ازبیک 167، 358
ولی خاں 133، 205، 206
ولی محمد خاں 45، 125

ہ

ہارون برادر قدم افغاں 297
ہاشم خاں 90، 132، 181، 194، 197، 242، 244، 301
ہدایت اللہ 315، 333، 349 خطاب فدائی خاں
ہری داس جھالا 255



Marfat.com

ہربھان 358
ہزبر خاں تہمتن 149
ہستانگ پسر اسلام خاں 225
ہلال خاں 82، 134
ہلام 22
ہلمند 98
ہلود 392، 393
ہماچل 14
ہمایوں 28، 37، 42، 56، 68، 100، 112، 120، 139، 141، 149، 222، 376
ہمت خاں پسر رستم خاں 372، 398
ہندال 65، 119
ہنڈان (کتبہ) 22
ہوڈل 73
ہورلیس وال پول 19
ہوشنگ پسر دلاور 371
ہوشنگ پسر اسلام خاں 8، 89، 252، 264، 273 خطاب اکرام خاں
ہیموں 56، 57، 58، 75
ہیول 23

## ی

یار بیگ 299
یادگار حسین 27، 367
یادگار خواجہ 165
یادگار علی سفیر ایران 195، 198، 200، 226، 236، 339، 352 خطاب یادگار



Marfat.com

بیگ

یادگار علی سلطان 190، 346، 347

یاقوت خاں 288

یام پور (یم پور) 104

یزد 253

یعقوب خاں بدخشی 232، 340

یلدرم بایزید 147

یوسف خاں پسر حسین خاں ٹکڑیہ 53، 149، 240، 342، 368



Marfat.com

# کتابیات

## فارسی


1۔ ابوالفضل — اکبر نامہ، بلاک مین ایڈیشن

2۔ ابوالفضل — آئین اکبری، ترجمہ جیرٹ

3۔ جہانگیر — توزک جہانگیری، سر سید ایڈیشن

4۔ خفی خاں — منتخب اللباب

5۔ سجان رائے بھنڈاری — خلاصۃ التواریخ

6۔ شاہ نواز خاں — ماثرالامرا

7۔ عبدالقادر بدایوانی — منتخب التواریخ

9۔ کامگار حسینی — ماثر جہانگیری

10۔ معتمد خاں — اقبال نامہ جہانگیری

8۔ عبدالحمید لاہوری — بادشاہ نامہ


## انگریزی


7۔ بیلی — ہسٹری آف گجرات

6۔ بلوم ہارڈ — کیٹلاگ آف ہندوستانی مخطوطات

3۔ ای.بی. ہیول — انڈین اسکلپچر

1۔ ارسکن — جہانگیر (توزک پہلے نو برس)

5۔ اتھے — کٹیلاگ آف انڈیا آفس

11۔ ڈیوڈ پرائیس — جہانگیر (توزک۔ چند برس کے احوال)




Marfat.com

| | |
|---|---|
| 9. | دی ہسٹری آف دی جسوئیٹ مشن |
| 12۔ راجرس اینڈ بیورج | توزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ مکمل) |
| 8۔ ٹیورنیر | ٹریولس ان انڈیا |
| 15۔ لیتھ برائیڈ | گولڈن بک آف انڈیا |
| 18۔ ولیم فنچ | ارلی ٹریولس |
| 17۔ ولیم اردن | دی آرمی آف دی انڈین مغلس |
| 13۔ سید محمد لطیف | ہسٹری آف دی پنجاب |
| 14۔ عرفان حبیب | دی اگریرین سسٹم آف مغل انڈیا |
| 4۔ ایلیٹ اینڈ ڈاؤسن | ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹوریز |
| 10۔ ڈاکٹر ریو | کٹیلاگ آف پرشین منوسکیرپٹس |
| 2۔ اسپرنگر | اودھ کٹیلاگ |
| 14۔ ولسن | اے گلاسری آف ریونیو ٹرمس |
| | انڈین میگزن، مئی 1907 |
| | جرنل آف دی رائل اشیاٹک سوسائٹی، 1896، 1907 |

## ڈکشنری (فارسی)

| | |
|---|---|
| 2۔ منشی ٹیک چند بہار | بہار عجم |
| 1۔ اسٹینگاز | کمپری ہنسیو پرشین۔ انگلش ڈکشنری |

## ہندی

| | |
|---|---|
| 1۔ منشی دیبی پرساد | توزک جہانگیری (تلخیص) |

## اردو

| | |
|---|---|
| 1۔ منشی احمد سیماب | توزک جہانگیری |




Marfat.com

Marfat.com

# قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

نوٹ: طلبہ واساتذہ کے لیے خصوصی رعایت۔ تاجران کتب کو حسب ضوابط کمیشن دیا جائے گا۔

## جان کمپنی سے جمہوریہ تک جدید ہندوستان کی کہانی

مصنف
مشیرالحسن
صفحات 345
قیمت -/114 روپے

## تاریخ جہانگیر

مصنف
ڈاکٹر بینی پرشاد
صفحات 466
قیمت -/109 روپے

## تاریخ شاہجہاں

مصنف
ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکسینہ
صفحات 365
قیمت -/90 روپے

## سولھویں صدی کا معمار ظہیرالدین محمد بابر

مصنف
ایل۔ ایف۔ رش بروک ولیمز
ڈاکٹر رفعت بلگرامی/
صفحات 223
قیمت -/26 روپے

## دربار اکبری

مصنف
شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد
صفحات 927
قیمت -/154 روپے

## تذکرۃ البلاد والحکام

مصنف
میر حسین علی کرمانی
صفحات 385
قیمت -/126 روپے

ISBN : 7587 : 055-9

कौमी काउन्सिल बराए फरोग़-ए-उर्दू ज़बान

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

National Council for Promotion of Urdu Language
West Block-1, R.K. Puram, New Delhi-110066

Marfat.com